قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی النور

رسالہ روشنی بابراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

روشنی کی جلد بابتہ ۱۸۹۹ء



مرزا عبد السمیع قزلباش ایڈیٹر

مطبع آتم پرکاش مراد آباد میں چھپوا کر
دفتر رسالہ روشنی سے شائع کیا

سالانہ چندہ ([illegible]) ۔

آخری پیام

مین اون معاونین کا شکرگذار ہون جنکی اعانت سے روشنی کی پانچوین جلد تک مین ختم کرسکا ہون۔ مینے اپنا وطن چھوڑکر اس کام کے لئے اس لئے لکھنؤ رہنا اختیار کیا تھا کہ یہان نشر شریعت کا بہت شوق سنا تھا لیکن سب غلط نکلا۔ جو چند بزرگوار لکھنؤ مین چندہ دیتے ہین وہ ہرگز شایقانہ حیثیت سے نہین دیتے۔ یا میری ذاتی واقفیت کی وجہ سے یا اوس نوعیت سے کہ جیسے دیگر محتاج و مساکین کو کچھ دیدیتے ہین ویسے مجھے ایک سفید پوش قومی فقیر سمجھکر دیدیتے ہین۔ اتنی اونکی تحریک لی کو بھی مین غنیمت سمجھکر نہایت شکرگذاری کے ساتھ اوسے قبول کرتا ہون لیکن حقیقت مین رسالہ روشنی کی زندگی کا سبب دیگر اضلاع کے شایقین کی توجہ تھی جو زمانہ کی ضرورت کو بمقابلہ صاحبان لکھنؤ کے بہت کچھ زیادہ جاننے والے ہین۔ بہرحال کچھ نہ کچھ کام چلا ہی جاتا تھا لیکن امسال اوس کی بھی توقع نہین رہی کہ بہت سے ویلو واپس آگئے۔ مین معترف ہون کہ وقت پر پرچہ نہ شایع ہونا اس کا کوئی سبب ہی لیکن اس کے سبب کو مین کیونکر بیان کرسکون۔ شاید پانچ چھ بزرگ ہون گے جو پیشگی چندہ بھیجدیتے ہین۔ قطع نظر اس کے آخری سہ ماہی سال ہجریہ کی اونکو پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو۔ بعض وہ بزرگ ہین جو سہ ماہی دوم یا چہارم بذریعہ ویلیو آنا پسند کرتے ہین۔ مگر ایسے بزرگوارونکی ایسی مثال ہے جیسے سیر بھر چاؤن مین بارہ دانے۔ بعض ایسے شایق ہین کہ پرچہ کا تقاضا تو بڑے شدومد سے کرتے ہین مگر چندہ کا ذکر نہین۔ بہرحال ایسی حالتین پرچہ جاری نہین رہ سکتا چھٹی جلد تو مین ختم کرونگا ہی۔ بخیال وصول ہوجانے پیشگی چندہ کے اون بزرگوارون سے جنکا ذکر اوپر ہوا لیکن ۱۹۱۰ء کی بابت اونسے بھی عرض ہی کہ وہ پیشگی چندہ نہ بھیجین تا وقتیکہ میری کوئی دوسری تحریر ملاحظہ نہ فرماوین مین خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے یہ کوشش کررہا ہون کہ خاص افراد قوم مین اپنی اپنی سرپرستی سے بقیہ مجلدات چھپوادین۔ اگر مین کامیاب ہوا تب تو کل جلدین چھپونگا ورنہ چھٹی جلد کے بعد نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ رسالہ روشنی ہمیشہ کے لئے اپنے حقیقی معاونین سے جدا ہوگا۔ اب مین نہایت شکرگذاری کے ساتھ ۱۹۰۹ء کی رسیدون کا سلسلہ ذیل مین درج کرتا ہون۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ کے چند فقروں پر بحث کر کے اور اپنے نزدیک نتیجہ نکال کر کہ حضرت ابو بکر کا خلیفہ ہونا چاہیے تھا جن سے سب مسلمان راضی ہوتے تھے اور جناب امیر کس طرح مستحق خلافت ہو سکتے تھے جبکہ سب نے چھوڑ دیا اور علی مرتضے کا حضرت ابو بکر سے مقابلہ نہ کرنے کو تسلیم صحت خلافت حضرت ابو بکر ظاہر کر کے (جس کی غلطی ہم پانچوین جلد روشنی سنہ ۱۸۹۸ء میں دکھا چکے) یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کو ابو بکر سے لڑنے کا خیال کیون پیدا ہوتا وہ تو خلافت ابو بکر سے مزاحمت کرنی فتنہ سمجھتے تھے۔

اور اس کی سند کے لیے نہج البلاغہ سے ایک کلام جناب امیر کا نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور عباس اور ابو سفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی اُن سے بیعت کی لیتے ہیں۔ اے آدمیوں نجات کی کشتیوں کے ساتھ فتنہ کی موجوں سے بچو۔ اور نفرت کے راستے سے جدا ہو جاؤ۔ اور فخر کا تاج اُتار رکھو۔"

اور فقرہ ہذا کے یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ یعنی ابو بکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد میں سے کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے۔ اس فخر کے تاج کو سر سے اوتار دو اور ابھی ہم کو اپنے مقابل مین کم مت سمجھو" مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضے کے فقرہ کا ترجمہ غلط کیا اور اپنے مذاق کی تائید کے لیے غلط پہلو کہا ہے۔ اور بالخصوص لفظ منافرۃ

کا ترجمہ "نفرت" اس فقرہ مین کہ "وہ اور نفرت کے راستہ سے جدا ہوجاؤ" غلط اور بے محل دانائی سے کیا ہی۔

کیونکہ منافرۃ ثلاثی مزید باب مفاعلۃ سے ہی جو کہ لغاتی مجرد بیشک نفر ہو اور اُسکے معنے جدا اور الگ ہوجانے کے ہین لیکن باب مفاعلۃ کی خاصیت باہم شریک ہونے کی ہی اس اعتبار سے معنی کلمہ منافرۃ کے جو کلام علی مرتضی مین آیا ہی باہم نفرت کرنے کے ہونگے۔

پس اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہین "وہ چھوڑ دو راہ آپس مین نفرت کرنے کی"

اور ظاہر ہی کہ آپس مین نفرت نہین ہو سکتی جب تک کہ ایک دوسرے پر اپنا فخر نہ جتاوے۔ اور اس اعتبار سے منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے قرار پاتے ہین۔ چنانچہ نہایہ ابن اثیر مین جو ایک عالم اہلسنت کی مشہور کتاب لغت ہی اُسمین صاف لکھا ہی "المنافرۃ المحاکمۃ والمفاخرۃ" پس کلام علی مرتضی مین اس موقع پر منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے ہین اور ترجمہ اُس فقرہ کا یون ہونا چاہیے "وہ چھوڑو راہ مفاخرۃ کی"

اور اس معنے پر فقرہ آئندہ بھی صاف دلالت کرتا ہی "اور اُتار ڈالو تاج مفاخرۃ کو" جس سے پہلو استدلال مصنف مخاطب کا علاقہ باقی نہین رہا

اب مین پورا ترجمہ صحیح اُس فقرہ کلام علی مرتضی کا لکھتا ہون جسپر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی تاکہ آسانی سے ظاہر ہوجاوے کہ اُس کلام علی مرتضی سے کچھ بھی تائید سخن مصنف مخاطب کی نہین ہوتی ہی اور مصنف مخاطب نے خلاف منشاے علی مرتضی کے استنباط کیا ہی۔

"بیشک رسول خدا نے وفات پائی اور عباس اور ابوسفیان بن حرب

نے حضرت کو مخاطب کیا تھا اس باب مین کہ حضرت کے ساتھہ بعیت کرین وہ یہ ہی لوگو! شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے (یعنے اس فتنہ و فساد کے دریا کو کشتی نجات مین بیٹھکر جھیل جاؤ) اور چھوڑدو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو۔"

اس فقرہ کے ہرگز یہ معنی نہین ہوسکتے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہی" اور نہ یہ مقصود ہی کہ اُس خلافت مین خلل ڈالنا نفرت کا طریقہ ہی اس حیثیت سے کہ خلافت اُنکی صحیح اور جائز تہی۔ اور نہ اُس فقرہ سے یہ منشا علی مرتضے کا ظاہر ہوتا ہی کہ وہ علی مرتضے لوگون کو سمجہاتے ہونگے کہ تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہی کہ خلیفہ عبدمناف کی اولاد مین سے کیون نہوا۔ بنی تیم مین کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہی اس فخر کے تاج کو سر سے اوتارو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم مت سمجھو" جیساکہ مصنف مخاطب استنباط کرتے ہین۔

بلکہ اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یہ مقصود اور منشا ہی کہ بعد وفات پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے اُن سبکو علی مرتضیٰ فتنہ سمجھتے تہے۔ حضرت ابوبکر کا خلیفہ قرار پانا اور حضرت ابوبکر کا مسلمانون کو بلقب مانعین زکوۃ اور ارتداد کا دیکر قتل کرنا اور مسیلمہ کذاب کا دعوی نبوت کرنا اور جم غفیر کا اُسکے اتباع مین ہوجانا۔ یہ سب واقعات فتنہ تہے۔

چنانچہ علی مرتضے نے جو یہ نصیحت اسی کلام مین فرمائی ہی کہ وہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" امواج فتن سے مراد ان تمام واقعات سے ہی اور کشتی نجات سے مراد سکوت کرنے سے ہی جیساکہ ہم پہلے احادیث دکہاچکے ہین جنکا مقصود یہی ہی کہ وقت زمانہ فتنہ مین انسان کو سکوت کرنا چاہیے

علی مرتضیٰ کے ارشاد مین ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ استنباط ہوسکے کہ وہ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح سمجھے ہون اور اس مین خلل ڈالنا فتنہ جانتے ہون - ہان خود خلافت حضرت ابوبکر کو امواج فتن فرمایا ہے البتہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ قرار پاجانے کی حالت پر صبر و سکوت پسند فرماتے تھے اسوجہ سے نہین کہ وہ صحیح خلیفہ قرار پائے تھے بلکہ اسوجہ سے کہ اسلام تازہ تھا اور فتنے برپا ہوچکے تھے کہ حضرت ابوبکر غلط خلیفہ قرار پاگئے تھے اور باہم مسلمانون کے اور مسلمانون اہل ارتداد اور کفار کے قتل وقتال شروع ہوگیا تھا اوسوقت اگر علی مرتضیٰ مع اپنے ہمراہیون اور ساتھ دینے والون کے حضرت ابوبکرؓ اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنے والون سے مقاتلہ شروع کرتے تو کچھ شبہہ نہین ہے کہ مسلمان باقی نرہتے یا اسقدر کم ہوجاتے کہ مذہب اسلام تباہ اور برباد ہوجاتا -

اسی وجہ سے علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ " چھوڑ دو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو " جسکے صاف معنے یہ ہین کہ اے لوگو - گو میرے خاندان مین خلافت اور امارت ہمیشہ سے رہی ہے - اور فخر امارت اور خلافت کا میری ذات کے لیئے ہے - لیکن ابوبکر نے جو اسوقت وہ فخر اپنے لیئے وضع کرلیا اور اوسکا قبیلہ کوئی اس فخر کے قابل نہین ہے -

مگر ایسے زمانہ فتنہ مین جبکہ اوسکی امواج جوش زن ہین تمہاری یہ خواہش کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرکے خلافت کی مفاخرت یا باہم (منافرت) فخر حاصل کرنے کے لیئے پیدا کی جاوے ہرگز زیبا نہین ہے نتیجہ اس مین مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہ ہوجاوے گی -

بلکہ زیبا یہ ہے کہ ایسے زمانۂ فتن مین تناثرہ اور منافرہ فخر حاصل کرنیکے

سے لئے قایم کرنا ناپسندیدہ ہی تاکہ مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہی سے محفوظ رہے - پس اسی بنا پر علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے "چھوڑ دو راہ منافرۃ یا منافرۃ کو اور قایم کرنے کی اور اوتار ڈالو تاج مفاخرت کو" اور یہ ارشاد تفسیر ہے اوس فقرۂ اول کی کہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے یا اپنے صبر و سکوت اختیار کرو جو کشتی نجات ہے اور اوس کے ذریعہ سے امواج فتن کو چیر کر پار ہو جاؤ گے -

ان فقرات کے بعد آیندہ فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا مصنف مخاطب یون ترجمہ کرتے ہین "کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی"

اور اوس پر یہ استدلال کیا ہے "یعنی کامیابی دو قسم [illegible] کی ہے ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کو اوٹھ کھڑا ہو - دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانون کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہوئی ہے - اس قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ ارشاد کر دیا کہ خلافت مین کامیابی اوس کو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانون کو اطاعت مین کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اوٹھائیگا وہ نامراد ہے حاصل یہ ہوا کہ خلافت کا وہ مستحق ہے جو قوی ہے اور باقی سب مسلمانونکو اوسکی اطاعت چاہیے"

مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ بھی کلام علی مرتضےٰ کا ایسا کیا ہے جس سے مقصود اور منشا سے علی مرتضےٰ مین مصنف مخاطب کو گنجایش اپنے استدلال کی ہو سکے اور استنباط بھی ایسا کیا ہے کہ جو مخالف مقصود اور منشا کے ہے

اصل وہ فقرہ یہ ہی۔

افلح من نھض بجناح او استسلم فاراح" ترجمہ صحیح "فلاح (کامیابی یا رستگاری) پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھایا سر کو جھکا لیا (اِی سکوت کیا) تو اُسنے راحت پہونچائی"

اس فقرہ مین جو اصول عالی جناب علی مرتضے نے فرمایا ہی اُسکی صحت سے کسیکو انکار نہین ہو سکتا اور نہ اسوقت اُسکی صحت پر بحث ہی۔ بحث یہ ہی کہ اُسکا مصداق کس چیز پر اور کس کے حق مین ہوتا ہی "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر کو جھکا لیا تو اُسنے راحت پائی" قوت بازو کی اس کلمہ مین اپنی اندرونی اور ذاتی قوت سے مراد ہی نہ قوت بیرونی اور غیر سے یعنے وہ قوت ذات سے منفصل نہو۔ اور وہ قوت کیا ہی؟ کار کی قابلیت اور قابلیت کسی کار کی پیدا نہین ہو سکتی جب تک کہ حقیقت اُس کار کا علم نہو اور جملہ اُن اوصاف سے وہ عالم متصف نہو کہ جن اوصاف کا اُس کار کے انجام دہی کے لیے ہونا ضرور ہو۔

پیغمبر خدا نے جو کار رسالت کو شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مسلمانون کی قائم ہو گئی کچھ شبہہ نہین ہی کہ آنحضرت باطنی اور ذاتی قابلیت اُس کار کی رکھتے تھے اور اُنکی فکر اور نظر اُس کار مین کوئی اُنکا شریک نہین تھا اور اُن کو حقیقت اُس کار کا ایسا علم کامل تھا جسمین اُنکو ایسا عروج ہو گیا کہ اُنھون نے درجہ معراج پر پہونچکر خاتمہ کر دیا اور ختم المرسلین کا لقب حاصل کر لیا۔ اور وہ اس کار کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ کسی دوسرے مین نہین تھی۔

وہ اس کار کے لیے مجبوراً اپنی قوت ذاتی کی وجہ سے جو خدا داد تھی مبعوث اور برانگیختہ ہوے اور اوٹھ کھڑے ہوے تھے یہی مصداق کہ "فلاح پائی اُس شخص

سے نہ کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔

اور فقرہ ثانیہ کی یہ سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی۔ مصداق وہ حالت پیغمبر ہے کہ قبل ہجرت بسبب کفار کی اذیت رسانی اور مخالفت حد سے تجاوز ہو گئی یہانتک کہ مشورہ قتل پیغمبر کے کفار قریش آمادہ اور مسلح ہو گئے اور پیغمبر کے گھر کو گھیر لیا تو پیغمبر نے اُن کی ذلت اور ارادہ حملہ کا حق اور اُنسے مقابلہ نکرنا پسند کیا اور صبر و سکوت کر کے اپنا سر جھکا لیا اور ہجرت فرمائی اور قتل و قتال کے وقوع نہونے سے راحت پہونچائی اور سر جھکانے اور راحت پہونچانے کا اطلاق اسپر بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے پیغمبر کی قابلیت اور قوت کے سامنے سر جھکا لیا تھا اور پیغمبر کی بات اور قوت اُس کا کو قبول کر لیا تھا۔

اس جگہ ہم یہ بھی کہ سکتے ہین کہ جن سرون نے اُنکی قابلیت اور قوت کی اطاعت کی تھی خواہ ظاہری طور پر خواہ باطنی طور پر اُن لوگون نے اُسوقت قتل و قتال نکرنے کی وجہ اور سر جھکا لینے کے باعث راحت پہونچائی اور فتنہ برپا کرنے سے اذیت نہین پہیلائی۔

مگر یہ امر نہین تہا کہ محض لوگون کے قبول کرنے سے حضرت محمد رسول ہو گئے تہے یا اُنہین وہ قابلیت اور قوت ذاتی لوگون کے سر جھکانے سے پیدا ہو گئی تہی۔ نہین نہین۔ وہ قوت و قابلیت باطنی اور ذاتی تہین قدرت نے اول ودیعت کی تہی اور پہر لوگون نے اُس قوت اور قابلیت کے سامنے سر جھکایا تہا اور اُسکو قبول یا اُسکی اطاعت کی تہی یہ معنی ہین ارشاد علی مرتضیٰ کے کہ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی۔

بعد وفات پیغمبر صلعم کے کار رسالت ختم ہو چکا تھا۔ لیکن قایم رکھنا۔ اور چلانا اوسکا کا باقی تھا۔ اسلئے کہ دین اسلام جسکا نتیجہ الٰہی سلطنت مسلمانوں کی تا قیامت تک قایم اور رایج اور شایع ہونے والا تھا۔ ضرور ہے کہ بعد پیغمبر کوئی ایسا شخص نایب اور جانشین پیغمبر ہو۔ کہ جو اپنی قوت بازو سے اوس کار کو چلاوے اور اوسمین قابلیت باطنی اور ذاتی اوس کار کی ہو۔ اور اوس کار کے چلانے مین کوئی دقت سنگ راہ نہو سکے۔ اور وہ علم حقیقت اوس کار کا رکھتا ہو۔ اور اوس مین وہ اوصاف بذاتہ بلا غیرہ موجود ہوں۔ کہ جنکے وجود سے وہ اوس کام کو چلا سکے۔

جو کوئی غور کرے گا وہ ضرور قایل ہوگا کہ علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی علی مرتضیٰ ع کے ایسے تھے جن مین وہ محتاج غیر کے نہین تھے۔ اور وہی اپنے علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی کی وجہ سے اوس کار کو جو پیغمبر صلعم نے چھوڑا تھا۔ صحیح طور پر اوس کے اصلی مرکز پر چلا سکتے تھے۔ اور وہی ذاتی قوت اور قابلیت کار خلافت کی رکھتے تھے۔

برخلاف اوس کے حالت حضرت ابوبکر کی تھی کہ اون مین ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی نہین تھی۔ بلکہ وہ مردوں کے بھروسے پر انہوں نے اوس کار کو قبول کیا تھا جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کار کے لایق نہ سمجھ کے قبول خلافت سے انکار۔ اور حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے کہ حضرت عمر نے زبردستی اونکو خلیفہ بنایا (تاریخ طبری) اور پھر اونھون نے اپنی سچائی سے حسب قدر اوسمین قوت اور قابلیت تھی اوس کو اپنے خطبہ مین ظاہر بھی فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی کس مین ہے (علی ع مین) (دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی)

پس صریح ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی ذاتی قوت سے اُس کار کے لیے نہین اوٹھے - بلکہ دوسرے لوگون نے اُس کار کے لیے اُنکو اوٹھایا تھا چنانچہ اسی موقع پر مصنف مخاطب خود اس امر کو اسی پیرایہ مین قبول کرتے ہین کہ قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہی؛ حالانکہ قوت غیر بازو اور ذات حضرت ابوبکرؓ کی تہی -

اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہوتی تو وہ قوت بازو اور ذات حضرت ابوبکر مین نہوتی - اور چاہیے یہ تہا کہ وہ قوت جس سے حضرت ابوبکر خلیفۂ برحق ہو سکین اُنکے بازو کی قوت اور اُنکی ذاتی قابلیت ہوتی -

کچھہ شبہہ نہین کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوت بازو یعنے قابلیت ذاتی سے خلیفۂ برحق ہو سکتے تہے نہ قوت بیعت اور دوسرون کے بنانے سے -

پس علی مرتضےؓ نے جو یہ اصول فرمایا ہی کہ "وہ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا" ایک معیار ہی حضرت ابوبکرؓ کی حالت کے جانچنے کے لیے - اگر وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے ہین تو ضرور وہ خلیفۂ برحق ہین اور اگر وہ غیر اپنے بازو کی قوت سے کہڑے ہوے ہین اور دوسرون نے اُنکو خلیفہ بنایا ہی تو وہ کسی طرح خلیفۂ برحق نہین ہو سکتے

خود علی مرتضی اور دوسرے لوگ موجودہ اُس وقت بغیر کسی شک وشبہہ کے جانتے تہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بازو کی قوت یعنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے نہین اوٹھے بلکہ دوسرون کی قوت سے - اور اس وقت تک بہی لوگ دل مین اُنکو ایسا ہی جانتے اور مانتے چلے آتے ہین تو مقصود منشا فقرۂ کلام علی مرتضیؓ کا آشکارا ہی کہ حضرت ابوبکر مصداق اس فقرہ کے نہین ہو سکتے کہ "وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

بلکہ علی مرتضٰےؑ نے اپنے کلام بلیغ سے لوگون کو جتایا کہ حضرت ابوبکرؓ چونکہ اپنے بازو کی قوت سے نہین ادٹھے ہین بلکہ غیر ذاتی قابلیت سے اسلیے وہ فلاح پانے والے نہین ہین اور مصنف مخاطب نے جو کلام علی مرتضٰےؑ کے فقرے سے مقصود بتایا ہے وہ صریح مخالف منشاے صریح علی مرتضٰےؑ کے ہے
اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ سر جھکانے اور راحت پہونچانے کی حالت کے مصداق حضرت ابوبکرؓ ہوسکتے ہین یا کون) اور یہ فخر کس کے حصہ مین آتا ہے؟
یہ فخر حضرت ابوبکرؓ کے حصہ مین اُسوقت آسکتا تھا کہ جب وہ اُس شخص کے سامنے سر جھکاتے کہ جسمین وہ قوت ذاتی چلانے کار خلافت کی تھی یا یون کہو کہ وہ اطاعت اُسکی کرتے اور اُسکو خلیفہ مانتے جیسا کہ حضرت محمدؐ کو رسوؐل مانا اُسوقت وہ اپنے سر جھکانے سے راحت پہونچانے والے ہوتے کہ مذہب اسلام صحیح طور پر اپنے مرکز پر چلتا۔
اُنھون نے بیشک ارادہ کیا کہ ترک خلافت کرین اور علی مرتضٰےؑ کے حق خلافت کو قبول کرین لیکن اُنکو اُس غلط قوت بعیت دوسرون نے اپنے اُس ارادہ مین کامیاب نہو نے دیا۔
البتہ یہ فخر سر جھکانے کا جس سے مراد صبر و سکوت ہے علی مرتضٰےؑ کو حاصل ہوا کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلاف معیار نہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے بلکہ غیرون نے اُنکو اپنی قوت بعیت سے اوٹھایا اور علی مرتضٰےؑ نے بنظر مصلحت حالت زمانہ کے اُنسے قتل و قتال نہ کیا اور صبر و سکوت کر کے اپنا سر جھکایا جیسا کہ وقت ہجرت پیغمبرؐ نے عمل کیا تھا اور مذہب اسلام کو راحت پہونچائی
اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ مصنف مخاطب نے جو تعبیر فقرات علی مرتضٰےؑ کی کی ہے وہ بالکل بناوٹ ہے- اپنے بازو کی قوت

سے اوٹھنے کی یہ مراد کسی طرح نہین ہوسکتی کہ وہ قوتِ جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہوئی قوت جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت جسم و ذات حضرت ابوبکرؓ سے جدا تھی اور بازو ہر بشر کا داخل اور شامل جسم و ذات اُس بشر کے ہوتا ہی۔

جو شخص ذاتی قابلیت کسی کار کی رکھتا ہوگا اور وہ اُس کار کے کرنیکے لیے اوٹھے اُسکو کہین گے کہ وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ مصنف مخاطب نے غیر کے بازو کی قوت کو اپنے بازو کی قوت سے تعبیر کی ہی جو سراسر غلط ہی بیشک دوسرے قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ فرمایا ہی کہ خلافت کا مستحق وہ ہی جو اقوی ہی اور اعلم ہو جس کا ذکر مصنف مخاطب آئندہ کرینگے لیکن اقوی اور اعلم ہونے کی صفت سے جو استحقاق خلافت کے لیے ہی صریح یہی مراد ہی کہ وہ صفت ذات مین اُس مستحق کے ہو نہ اُس کے غیر مین۔ اور وہ مستحق غیرون کی قوت اور علم پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو اقوی اور اعلم جاننے لگے۔

مصنف مخاطب اُس دوسرے قول علی مرتضیٰؑ پر آئندہ جس جگہ بحث کرینگے اُسی موقع پر ہم بھی حقیقت اُسکی دکھائینگے۔

اس جگہ مصنف جس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث کر رہے ہین اُسکے فقرۂ آئندہ کو یون ترجمہ کرتے ہین ”پانی کڑوا ہی اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہی اُس سے کھانے والے کا“

مصنف مخاطب اس فقرہ کے یہ معنی بیان کرتے ہین ”یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی“

لیکن مصنف مخاطب کو اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یون ترجمہ کرنا مناسب تھا "یہ پانی بد مزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے مین اُس وجہ سے اچھو ہوتا ہی"

جب ذائقہ زبان کا درست نہین ہوتا تو پانی بدمزہ معلوم ہوتا ہی اور جب حلق مین قابلیت لقمہ نگلنے کی نہین ہوتی اور کوئی امر عارض ہوتا ہی تو اچھو لگ جاتا ہی۔ اس فقرہ مین تشبیہ دی گئی ہی خلافت کے چلانے والے سے۔ یعنی جس کے اپنے بازو مین قوت نہو اور اپنی ذاتی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ اور اس کا کام دزبان اُس کا مذاق نہ رکھتا ہو اور وہ اُس کے قابل نہو اُس کو وہ کار خلافت مثل آب خوشگوار کے گوارا نہین ہو سکتا نہ اُس کے حلق سے لقمہ خلافت فرو ہو سکتا ہی جس سے مراد یہ ہی کہ کار خلافت ٹھیک نہین چل سکتا۔ اب مین اُسی مراد کو لیتا ہون جو مصنف مخاطب نے اختیار کی ہی۔ "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

سچ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ مین ذاتی قابلیت اور لیاقت کار خلافت نہین تھی ان کے لیے یہ کار ایک مصیبت تھی اور اُس کے فرائض کا ادا کرنا اُنکو بہت مشکل تھا کہ وہ بڑی جوابدہی کا کام تھا۔ جس کسی مین ذاتی لیاقت کسی کار کی نہوگی اور وہ کام اُس کے سپرد کیا جاوے یا اُس کام کو وہ قبول کرے تو ہرگز وہ اُس کام کو ٹھیک ادا نہین کر سکتا جو کام ایسے لوگون کے سپرد ہوتے ہین یا وہ خود ایسے کام کو اختیار کرتے ہین ہمیشہ وہ کام خراب ہوتے ہین اور پیغمبرؐ نے اپنی زندگی مین

ہر ایک کا تجربہ کر لیا تھا اور دیکھ لیا تھا کہ کون کس کام کے لائق ہے اور جس کا علم اور عقل سمجھ بوجھ اور اُس کی لیاقت پسندیدہ تھی اُسی کو اپنی مرضی سے اِس کار خلافت کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اپنے ارشاد سے اُس کو بتا دیا تھا اور ان تمام امور کی بنیاد آیات قرآنی میں موجود ہیں - اور اسی بنا پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اُٹھا اور جس کی قابلیت اور اُس کا مذاق درست نہوگا اُسکو اُس کار خلافت کا پانی بدمزہ معلوم ہوگا اور لقمہ خلافت کا اُس کے گلے میں پھندہ ہو جاوے گا یعنے اُس سے وہ کام چل نہ سکیگا -

کچھ شبہ نہیں ہی کہ اس فقرہ تشبیہی کے مصداق حضرت ابوبکر ہیں مصنف مخاطب پھر فقرہ آئندہ اُسی کلام علی مرتضیٰ کا یہ ترجمہ کرتے ہیں وہ اور پھل چننے والا ایسے وقت میں جو اُن کی پختگی کا وقت نہیں ہی ایسا ہی جیسے کھیتی بونے والا ایسی زمین میں (بوئے) جو اُسکی نہیں ہے اور اس فقرہ سے یہ مستنبط کرتے ہیں کہ وہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا

لیکن اس فقرہ کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز یہ مستنبط نہیں ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا اُس فقرہ کا صاف مطلب یہ ہی کہ پختگی سے پہلے پھل توڑنے والے کی حالت ایسی ہوگی کہ جیسے غیر کی زمین میں کوئی زراعت کرے - یعنی قبل از وقت پھل کا توڑنا اور دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا رائگان ہی پھل کا توڑنا قبل رسیدگی کے خود اُس پھل کو بھی خراب اور ضائع کرنا ہی اور نیز

اس پھل سے کوئی تمتع حاصل نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی کسی دوسرے کی زمین میں کاشت بیفائدہ ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور قبل از وقت پھل کا توڑنا یا کسی دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا کسی دانا کا کام نہیں ہے اور ایسے کام کرنے والے کو ہر کوئی نادان کہیگا۔

یہ فقرہ بھی تشبیہی ہے حالت خلافت مسلمانان اور حضرت ابوبکر کی خلافت قبول کرنے پر کیونکہ مذہب اسلام اور مسلمانان تازہ تھے اور خلافت جو قائم ہوئی تھی وہ نارسیدہ تھی اور وہ پختہ نہیں ہو سکتی تھی جبتک کہ بارہ لائق اور اعلم لوگوں کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے نہ رہتی جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جبتک بارہ خلیفہ قریش سے ہونگے جس سے مراد ائمہ اہلبیت ہیں دین اسلام عزیز (غالب) ہوگا۔

ایسی خلافت نارسیدہ اور غیر پختہ کا قبول کرنے والا عالم اور دانا ہونا نہیں ہو سکتا پس حضرت ابوبکر کے قبول کرنے والے ایسے تھے کہ جیسے قبل از وقت پختگی کے پھل توڑنے والے اور بجز اس کے کہ خلافت حق علی مرتضیٰ کا تھی زمین غیر میں زراعت کرنے والے تھے۔ یہ مثال علی مرتضیٰ نے نہایت وضاحت فرمائی ہے جس سے علانیہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو نہ حق پھل توڑنے خلافت کا تھا کہ وہ پھل ہنوز نارسیدہ اور غیر پختہ تھا اور قابل اس کے توڑنے کے نہیں تھا کہ جس کو کوئی دانا توڑ نہیں سکتا تھا اور نہ وہ خلافت ان کی زمین تھی جس میں وہ زراعت کرنے لگے تھے ایسی حالت میں حضرت ابوبکر کی خلافت قبول کرنے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

اس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ سے یہ استنباط مصنف مخاطب کا کہ وہ جناب امیر کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا صحیح بے تعلق ہے۔

مگر مصنف مخاطب اپنے استنباط کی تائید کے لیے یہ کہتے ہیں کہ "یہ روایات کتب شیعہ سے بھی ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے یہ بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے اُن کے بعد تیرا باپ عمرؓ۔"

اور تفسیر صافی سے عبارت نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہیں "پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ بیشک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد پھر اُس کے تیرا باپ حفصہ نے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کسنے دی ہی۔ رسول نے فرمایا کہ مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہی"

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ "تفسیر صافی میں بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہی مضمون نقل کیا ہی" اور اُس پر یہ استدلال کرتے ہیں کہ "جس خلافت کی بشارت پیغمبرؐ نے اپنی بی بی کو راضی کرنے کے لیے سنائی وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبرؐ کی یہ شان نہ تھی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔ چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہوچکا تھا اور یہ خبر مشہور ہوگئی تھی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ بعد رسول کے علیؑ کو خلیفہ بنائیو تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجیو گویا یوں حکم کیا۔

خدا چاہتا ہی کہ دے بعد میرے خلافت ابو بکرؓ کو پھر عمرؓ کو
مگر تم علیؑ کو بلا فصل کیجیو بدل دیجو حکم قضا و قدر کو"

مصنف مخاطب حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ "علی بن ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہی کہ "ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے

حجرہ میں گئے وہ اُنہیں کی نوبت کا دن تھا ماریہ قبطیہ بھی خدمت کے لیے ساتھ تھیں حفصہ کسی کام کے لیے گئی تھیں اُسوقت میں رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی شکایت ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اے حفصہ تم خفا مت ہو میں نے آئندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور میں تمسے ایک راز مخفی کہتا ہوں اگر اس کا افشا کرو گی تو اللہ سب ناراض ہوگا حفصہ نے پوچھا وہ کیا راز ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر والی خلافت ہوگا اُسکے بعد عمر۔ حفصہ نے پوچھا تم کو کس نے خبر دی ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھکو علیم خبیر نے خبر دی ہی۔

پس اگر ابوبکر پہلے خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر کی تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر کی تصدیق واجب ہی ؎

مصنف مخاطب نے مسئلہ مرضی الٰہی خوشنودی خدا اور مسئلہ قضاء قدر اور تقدیر اور مسئلہ جبر و اختیار پر یا تو غور نہیں کیا جس کو ہم اپنے رسالجات روشنی میں بقدر ضرورت بیان کر چکے ہیں یا عمداً محض بے محل مغالطہ دینے کے لیے اس موقع پر اُسکی شان ظاہر کی ہی اور اس امر کو بھی خلط ملط کر دیا ہی کہ پیغمبر جو کسی امر حق کو ظاہر کرتا ہی اُسکی کیا شان ہوتی ہی اور بنظر حالت موجودہ کے لوگوں کے خیالات اور طبائع سے آگاہ ہو کر جو کوئی پیشین گوئی کرتا ہی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دیتا ہی اُسکی کیا صورت ہوتی ہی؟

پیغمبر کا امر حق بیان کرنا ہدایت ہوتی خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے اور وہ اُن اوامر و نواہی کو جو خدا کی طرف سے اُسے پہونچے تبلیغ کرکے اُسکی تعمیل کا حکم دیتا ہی اور یہ امر لوگوں کے

فطرۃً اختیار میں رہتا ہی کہ اُن اوامر و نواہی پر عمل کریں یا نہ کریں۔

قرآن میں خدا نے وہ اوصاف بتائے کہ جن اوصاف کی وجہ سے قابلیت اور حق خلافت پیدا ہوئی ہی اور پیغمبرؐ نے اُن اوصاف کا مصداق علی مرتضیٰؑ کو ظاہر کر دیا ... علی مرتضیٰؑ کی قابلیت اور حق خلافت کے واسطے ہی ہم اپنے رسالہ جات ررشنی میں جا بجا دکھا چکے ہیں کہ - قران اور احادیث پیغمبرؐ سے بخوبی واضح ہی کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جسقدر امور ضروری تھے خدا اور پیغمبرؐ نے اُس کی ہدایت امت کو کر دی - اور خدا کی اور پیغمبرؐ کی جو کچھ مرضی اور خوشنودی تھی اُس کو اور جس کسی میں خلافت کی قابلیت تھی اُس کو بتا اور جتا دیا - لیکن یہ امر کہ بعد پیغمبرؐ کے امت رسول جو کچھ خدا اور رسول نے امر خلافت اور اوصاف خلیفہ کے متعلق ہدایت کی تھی اُس کو مانیں یا نہ مانیں اور علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ قبول کریں یا نہ کریں - امت کے اختیار میں تھا خواہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے جس کی ہدایت ہو چکی تھی وہ عمل کریں یا اُس سے انحراف اور تجاوز کریں - کہ انسان افعال خیر و شر کرنے کا فطرۃً مختار رہی - برخلاف ہدایت شان امر حق کے پیشین گوئی کی دوسری صورت ہی - کہ پیغمبرؐ بنظر حالت موجودہ زمانہ کے اپنی امت کی عادت اور خصلت اور اُن کی خواہشات پر غور کر کے آگاہ کرتا ہی کہ بعد میرے کیا حالت میری امت کی ہوگی - اور خبر دیتا ہی کہ بعد اُس نبی کے کس کس قسم کے واقعات پیش آئینگے - خواہ وہ حالت کسی کے لیے اچھی ہو اور کسی کے لیے بری اور وہ واقعات مسرت خیز ہوں یا دردانگیز - اور خدا اور رسول کی مرضی اور خوشنودی کے موافق ہوں یا مخالف - اور امتیاز اُس حالت اور اُن واقعات کا کہ وہ خیر ہی یا شر اسی امر پر موقوف ہوتا ہی کہ وہ حالت اور واقعات

آئندہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہیں یا نہیں - اگر اپنی حالت امت ایسی بنانے والی ہی اور قوم اپنی نفسوں سے اپنے آپ کو متغیر کرنے والی ہی (کہ خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا ہی بلکہ اُس قوم کے نفس جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہی) یا ایسے واقعات پیش کرنے والی ہی کہ جو مخالف مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون ایسی حالت اور واقعات مذموم ہوتے ہین اور جو حالت اور واقعات موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون وہ ممدوح ہوتے ہین -

ہمکو اس موقع پر اُن بعض پیشین گوئیون اور اخبار آئندہ کے نظر آیاد دلانے کی ضرورت ہی جو حالت اور واقعات مذموم سے متعلق ہین -

پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ بعد میرے میرے اصحاب احداث دین مین کرینگے اور فتنے برپا ہونگے" ایسی احادیث پیغمبر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین پہلے بعض موقعون پر خود کتب اہل سنت سے لکھ چکے ہین[۱] اور کچھ شبہ نہین ہی کہ یہ پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ - حالت اور واقعات مذموم سے تعلق رکھتے ہین اور جو لوگ ایسی حالت اور واقعات پیش لاوین وہ کسی طرح ممدوح نہین ہو سکتے -

ایسی پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ اسی واسطے پیغمبرؐ نے فرمائی ہین کہ لوگ احداث اور فتنے برپا کرنے سے باز رہین - اور ایسے ارشادات پیغمبر صرف بغرض نہی اور اجتناب کے اُس مذموم حالت اور واقعات سے صادر ہوئے ہین - یہ غرض نہین ہی کہ لوگ بعد پیغمبرؐ کے اُن احداث کو عمل مین لاوین اور ان فتنون کو برپا کرین اور وہ عمل اُنکا صحیح ہوگا اور اُن احداث اور فتنون کا برپا کرنا واجب یا جائز سمجھا جاویگا -

[۱] جلد ۱ص

جس روایت کتب شیعہ پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی وہ روایت خبر واقعہ آئندہ کی ہی جسمین پیغمبرؐ نے یہ نہین فرمایا کہ وہ واقعہ امر حق ہو گا۔ اور نہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مین اوصاف قابلیت خلافت کے کبھی پہلے پیغمبرؐ نے فرمائے نہ اس واقعہ کے خبر دینے کے وقت پس ضرور یہ خبر آئندہ واقعہ مذموم کی ہی۔ اور جب اوصاف قابلیت خلافت کے پیغمبرؐ بارہا علی مرتضیٰؑ مین بتا اور جتا چکے تھے اور خدا کی اور اپنی مرضی اور خوشنودی بہت موقعون پر علی مرتضیٰؑ کے لیے ظاہر کر چکے تھے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ خلاف اسکے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلافت کا مل جانا قابل مدح ہو بلکہ ہر آئینہ اُس کا اظہار بحیثیت ذم کے ہی۔ اور یہ ارشاد پیغمبرؐ در حقیقت تفصیل اور شرح تہی اسی اخبار آئندہ پیغمبرؐ کی جس مین اُنہون نے فرمایا ہی کہ "بعد میرے میرے اصحاب احداث کرینگے اور بعد میرے فتنے برپا ہونگے" جس مین اجمال تہا کہ کون احداث کرے گا اور کس امر مین احداث کرے گا۔ اور کون فتنے برپا کرے گا اور کس امر کے لیے فتنے برپا ہونگے اُن اخبارات مجمل مین نہ کسی صحابی کا نام تہا نہ اُس چیز کا نشان تہا جس مین کہ وہ صحابہ احداث اور فتنے برپا کرنے والے تہے اور جس چیز مین کہ فتنے اور احداث ہونے والے تہے۔

اس تفصیلی خبر احداث اور فتنے برپا کرنے مین چونکہ نام احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے تہے اور اُس خبر کا نشان بہی تہا کہ جس مین احداث اور فتنے ہونے والے تہے اسی واسطے پیغمبرؐ نے بی بی حفصہ کو منع کیا تہا کہ وہ اس خبر کو جو حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے مذموم تہی کسی دوسرے پر ظاہر کرکے فاش کرین کہ حضرت ابوبکر اور عمر کو امر خلافت مین خود اُن دونون کی نسبت مذموم خبر ہو نہنا خلاف مصلحت اور اخلاق پیغمبرؐ کے تہا لیکن بی بی حفصہ

صاحبہ کو اس قدر تاب کہان تھی کہ وہ اس خبر کو جس مین بی بی عائشہ صاحبہ
اُن کی ہمیلی مقدم تہین کہ اُن کے پدر بزرگوار اول خلیفہ ہو جانے والے
تھے بی بی عائشہ صاحبہ سے چھپاتین۔ ان دونون کی اور اُن کے پدران
بزرگوارون کی خواہش اور آرزو یہی تھی کہ خلافت کسی طرح سے اُن کے ہاتھ
لگ جاوے گو اس مین اُن کا عمل کیسا ہی ہو کہ اُن دونون بیبیون کی خوشی
اسی مین تھی اور اُن دونون کے پدر ان بزرگوار ایسی خبر پر خوش ہونے والے
تھے جن کو کچھ پروا جبر مذموم کی نہین تھی۔ اور اسی خوشی نے پیغمبر کے بھی افشار
خبر پر کچھ اعتنا ہونے دیا اور جب بی بی حفصہ صاحبہ سے بی بی عائشہ صاحبہ
کو اس خبر سے آگاہی ہو گئی تھی تو چاہیے یہ تھا کہ اپنے ابوین کو خلافت کے
لینے سے منع کرتین اور اُن کے بزرگ ابوین کو جب اُس خبر کا علم ہو گیا تھا۔
تو اُن پر بھی لازم تھا کہ وہ خود خلافت کے لینے سے انکار کرتے اور واقعہ
مذموم کو اپنے عمل سے صادر ہونے دیتے کہ یہ امر بالکل اُن کے اختیار مین
تھا۔ خدا اور رسول کو امر خلافت کے متعلق امر و نہی سے جو حکم و ہدایت ضروری
تھا اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ فطرتی اختیار جو خدا نے انسان کو عمل خیر او شر کا
دیا ہی اُس پر صدور فعل کے وقت توجہ کرنے کا انسان مختار ہی لیکن حکیم صانع
کی حکمت مقتضی اس کی نہین ہوتی کہ خلاف فطرت انسان کو کسی عمل خیر یا
شر سے روکے ۔ کہ ایسی توجہ طرف امر محال کے ہوتی ہی اور فعل محال کی طرف
توجہ عبث ہی جس کو کوئی حکیم دانا پسند نہین کر سکتا ہی۔

پیغمبر نے اس روایت مین جو خبر دی ہی جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی

ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک

فرمایا رسول نے کہ بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد

پھر اُس کے بعد تیرا باپ (عمر) والی خلافت کی جگہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ مل جاویگی خلافت ابوبکر کو۔ اور والی خلافت کے ہی یہ معنی ہیں کہ بادشاہ ہوجانا یا متصرف ہوجانا پادشاہت پر۔ پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد میں کوئی کلمہ ایسا نہیں فرمایا کہ بی بی عائشہ کے باپ یا بی بی حفصہ کے باپ اوصاف خلافت یا اوس کا استحقاق رکھتے ہیں بلکہ پیغمبرؐ نے جو کلمہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے وہ اس واقعہ کے سوال کا جواب ہو سکتا ہے کہ اے پیغمبرؐ آپ کے بعد کون بادشاہ سلطنت مسلمانوں کا ہوگا۔ اُس کا یہ جواب ہے کہ بے شک ابوبکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد اور بعد اُس کے عمرؓ جس سے ظاہر ہے کہ تعلق اُس کا ایک واقعہ کے اظہار سے ہے اور وہ ارشاد پیغمبرؐ خبر ایک واقعہ آئندہ کی ہے۔

پیغمبرؐ کا یہ کلمہ ارشاد کہ بعد میرے بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا اور بعد اُس کے عمرؓ جواب اس سوال کا نہیں ہو سکتا کہ اے پیغمبرؐ استحقاق خلافت کے لیے کیا اوصاف ہیں اور بعد آپ کے کون مستحق ولایت خلافت کا ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیغمبرؐ کا وہ ارشاد متعلق استحقاق ولایت یا دشاہت کے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خبر ایک واقعہ مذموم کی ہے جس سے لوگوں کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

جیسا کلمہ خبر ظہور ایک واقعہ کا اس روایت میں ہے ویسا ہی کلمہ اوس روایت میں ہے جس کو صاحب تفسیر صافی نے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے اور جس کا ذکر مصنف مخاطب کرتے ہیں۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ جب پیغمبرؐ نے حرام کر لیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر اُس وقت خبر دی پیغمبرؐ نے حفصہ کو انہ یملک من بعدہ ابوبکر و عمر بے شک بات یہ ہے کہ مالک ہوجاوینگے

بعد اُس پیغمبرؐ کے ابو بکر و عمرؓ بے شبہ یہ خبر ایک ایسے واقعہ کی تھی جو خوش کرنے والی بی بی حفصہ کو اور مغموم کرنے والی پیغمبرؐ کو تھی لیکن وہ واقعہ مذموم یون ہی پیش آنے والا تھا اس لیے پیغمبرؐ مجبور تھے کہ جو کچھ واقعہ پیش آنے والا ہو اُس کی خبر دین گو وہ پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا ہو۔

یہ واقعہ مذموم پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح واقعات احداث دین اور فتنے برپا کرنے کی ہی۔ کیا ان احداث صحابہ سے جو دین اسلام مین پیدا اور مسلمانون مین فتنے بعد پیغمبرؐ برپا ہوئے پیغمبر مغموم نہین ہو سکتے تھے۔ نہین وہی لوگ اُن احداث اور فتنے سے مسرور اور اُس سے ذاتی تمتع عزت اور دولت کا حاصل کر سکتے تھے جو خلاف پیغمبرؐ راہ چلنے والے ہون۔ ایسے احداث اور فتنے برپا ہونے کی تفصیل امر خلافت اور خلفاء ما بعد نبیؐ کے لیے کتب اہلسنت مین موجود ہی جسمین حالات اور واقعات مذموم کی خبر پیغمبرؐ نے دی ہی اور مجلدات سابق مین ہم بہت کچھ روایات لکھ چکے ہین۔

تفسیر کبیر مین تحت سورۂ قدر کی اس آیت کے

لیلۃ القدر خیر من الف شہر ۔ { ”لیلۃ القدر بہتر ہی ہزار مہینہ سے“ قاسم سے بسلسلہ رواۃ یہ روایت ہی

راوی کہتا ہی کہ ”مین نے حسن بن علیؑ سے کہا کہ اے سیاہ کرنے والے منھہ مسلمانون کے تو نے قصد کیا اس کی طرف اور بیعت کی تو نے تقدیم کرکے اُسکی یعنے معاویہ کی۔ پس فرمایا اُن علیہ السلام نے۔ بے شک رسول اللہ نے دیکھا اپنے خواب مین بنی امیہ کو کہ اُچھلتے ہین ایک بعد

ایک کے - اور ایک روایت مین ہی کہ - کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبر) کے
بندر اور ناگوار گذرا وہ اوپر اُس (پیغمبر) کے پس نازل
کیا اللہ نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس قول تک خیر من الف
شہر - یعنی مالک ہوتے بنی امیہ وا سے جس ہزار مہینہ کے بنی امیہ مالک
ہونے اُس سے بہتر ہی ایک رات قدر کی جو ہم نے نازل کی ہی علی اور ائمہ
اہلبیت کے لیے) قاسم کہتا ہی پس حساب کیا ہم نے مالک ہونے بنی امیہ
کا تو وہ ہزار مہینہ ہین "

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عثمان بنی امیہ کے مسن سردار اور اول
خلیفہ ہین جب اہل سنت نے دیکھا کہ بنی امیہ کی مثال ایسے جانورون سے
دی گئی ہی جو بعض حرکات انسانون کی سی کرتے ہین اور درحقیقت انسان
نہین ہین اور اُن کی مملکت پیغمبر پر شاق گذری ہی اور وہ خوش ہوتے ہین
اُس امر سے جو پیغمبر کو ناپسندیدہ ہوا ہی اور اُن کو اپنا خلیفہ اور امیر بنایا
ہی تب اُن کی مدح کی حدیثین وضع کرنی شروع کر دین - چنانچہ اس حدیث
سے باطل اور وضعی ہونا اس روایت کا ظاہر ہو جاتا ہی جو اہل سنت کے
یہان منقول ہوئی ہی " بہتر زمانہ یا لوگ یا امت میری وہ ہے جو میرے
زمانہ سے نزدیک ہون - پھر وہ لوگ ہین جو اُن سے متصل ہون پھر وہ لوگ
ہین جو اون سے متصل ہون - یعنی پھر وہ لوگ ہین جو والی ہون اُنکے بعد پھر وہ لوگ ہین
جو والی ہون اُنکے بعد (واضح رہے کہ اصل لفظ عربی یلونہم ہی جسکے معنے ہونے والی
کے بتائے اُسی اعتبار سے کہ جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے وہ
ان یلے " کا ترجمہ روایت کتب شیعہ سے اسی بحث مین کیا تھا کہ ابوبکر والی
خلافت ہوگا " اور جسکی مراد یہ ہی کہ مل جاوے گی خلافت ابوبکر کو "

مخفی نہ رہے کہ اصل مصدر علی اور ذریات طاہرہ کا ولی اور ولایت ہے) اس حدیث کے اعتبار سے خلفاے اربعہ اور بنی امیہ اور بنی عباس خلیفہ برحق قرار پاتے ہین - اور در حقیقت اہلسنت اسی حدیث وضعی کے اعتبار سے فضل ہر ایک صحابی و تابعین صحابی اور تبع تابعین کے قائل ہوئے ہین (اہل سنت کی اصطلاح مین تابعین اُن کو کہتے ہین جنہون نے کسی صحابی پیغمبر کو دیکھا ہوا ور جس نے اُس صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اُن کو تبع تابعین کہتے ہین -)

جامع الاصول مین جہان تذکرہ عبد الملک بن مروان کا جو خلفاے بنی امیہ سے تہا لکہا ہے - وہان یہ کہا ہے "وہ قرشی اموی تابعین مین سے مدینہ کے اور اُس کے فقہا سے تہا اُسنے شام مین سکونت اختیار کی اور دیکھا تہا اُسنے عثمان بن عفان کو" اسکے پیچہے یہ مضمون چہپا ہے یہ تحقیق سنا مین نے بارہا بے شک بنی امیہ مذمت کیے گئے ہین بضرورت اسلام اور اعتراف خاص و عام کے اور تحقیق کثرت سے آیات اور اخبار صریحہ اُنکے بارہ مین وارد ہوئے ہین اور بہت حرکات اور نشان قبیحہ اُنسے صادر ہوئے ہین ایک آیت یہ ہے -

"وماجعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة في القرآن"

اور نہین گردانا ہم نے خواب کو اسے کہ دکہائے ہم نے تجکو مگر فتنہ (آزمائش) ہی لوگون کے واسطے اور درخت ملعونہ قرآن مین (اُسے وہ خواب پیغمبر جسکا ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام سے اوپر نقل ہوا ہی) اور درخت ملعونہ جو قرآن مین ہی فتنہ ہی لوگون کے لیے ""

اور احادیث سے ایک وہ حدیث ہی جو کشاف مین ہی بیشک دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے خواب مین کہ تحقیق اولاد حکم کی دست بدست گھماتے ہین منبر اُس (پیغمبر) کو جیسے کہ دست بدست گھماتے ہین لونڈے گیند کو۔ اور شارحین نے کہا ہی کہ اولاد حکم سے مراد خاندانی بچون حکم سے ہی اور وہ جد اعلی حضرت معاویہ اور یزید کا تھا اور جو کچھ اُنھون نے حسنؑ اور حسینؑ سے کیا وہ تفسیر اس خواب کی ہی۔

اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے جو روایت عطا مین ہی یہ نقل کیا ہی کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دیکھا خواب مین بنی امیہ کو کہ کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبر) کے کودنا بندرون کا پس برا معلوم ہوا یہ اُس پیغمبر کو۔

اور بیان شجرہ ملعونہ مین ابن عباس سے یہ روایت لی ہی کہ شجرۂ ملعونہ بنی امیہ ہین۔ اور اس روایت کو تفسیر کبیر مین کچھ زیادتی کے ساتھ فخر رازی نے بھی نقل کیا ہی۔

ابن ماجہ نے یہ روایت لی ہی۔ راوی کہتا ہی کہ درمیان اس کے کہ ہم پیغمبر کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ ایک جوان[1] بنی ہاشم سے سامنے آیا پس جس وقت اُنھون نے دیکھا اُس کو ڈبڈبا آئین دونون آنکھین اُس پیغمبر کی اور متغیر ہوگیا رنگ اُس پیغمبر کا۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے کبھی آپ کے چہرہ کو ایسا نہین دیکھا کہ ہمکو ناخوشی ہو پس فرمایا اُس پیغمبر نے کہ ہم اہلبیت ہین کہ اختیار کیا اللہ نے واسطے ہمارے آخرت کو اوپر دنیا کے اور بیشک اہلبیت میرے قریب ہی کہ دیکھین گے بعد میرے بلائے شدید کو اور حالت پٹک دیے جانے کو یہان تک کہ آوے

[1] نام جوان بنی ہاشم عمداً ترک کیا گیا ہی مگر یقیناً وہ مرد اہلبیت پیغمبر سے ہوگا جیسا کہ آئندہ فضول روایت سے ظاہر ہی۔

ایک قوم مشرق کی طرف سے جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہونگے اور مانگینگے وہ خیر (بھلائی) کو پس وہ اُن کو نہ دی جائے گی پس وہ کشت و خون کرینگے اور نصرت پائینگے پس دیا جائے گا اُن کو جو کچھ کہ وہ مانگتے تھے پس نہین قبول کرینگے وہ اُس کو یہان تک کہ وہ حوالہ کردین اُس (خلافت فی الارض) کو طرف ایک مرد کے میرے اہلبیت سے پس بھر دیگا وہ اُس کو عدل سے جیسے کہ بھر دیا ہوگا اُنہون نے اُسکو جور سے"۔

اور حاکم نے صحیح یہ حدیث لی ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اہل بیت میرے کو قریب ہی کہ وہ دیکھین بعد میرے امت کے ہاتھ سے قتل اور پراگندہ ہونا اور بے شک شدید تر ہماری قوم سے ہمارے واسطے بغض ہی بنی امیہ اور بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کا"۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی کہ خواب مین دیکھا رسول اللہ صلعم نے ایک گروہ کو بنی امیہ سے چڑھتے ہین منبر پر اُس (پیغمبر) کے اور کودتے ہین وہ اُس پر کودنا بندرون کا۔ اور فرمایا کہ وہ حصہ اُن کا ہی دنیا سے دیا گیا اُن کو بدلے اُن کے اسلام کے۔ اور اس بنا پر مراد قول خدا کی کہ مگر فتنہ ہی واسطے لوگون کے اس سے ہی کہ جو کچھ احداث کیا اُنہون نے اپنے زمانہ مین اور "والشجرة الملعونة فی القرآن۔ عطف ہی اوپر رویا (خواب) کے"

ان اخبارات آئندہ اور پیشین گوئیون پیغمبر سے جو صحت کے ساتھ اہل سنت کے یہان منقول ہوئے ہین صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ بنی امیہ پیغمبر کے منبر پر اوچھل کود لگاوینگے اور وہ مالک اُس خلافت کے ہوجاوینگے جس کو پیغمبر بعد اپنے چھوڑنے والا تھا۔ اور وہ اخبار اور پیشین گوئیان پیغمبر کی از روے آیات قرآنی کے

ہیں۔ اور جیسے کہ پیغمبرؐ نے اس واقعہ آئندہ کی خبر دی تھی ویسے ہی وقوع میں آیا۔

پس بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوشخبری اُس خلافت کی (جو سلطنت چھوڑی ہوئی پیغمبرؐ کی تھی) موافق مذاق مصنف مخاطب کے مصداق ہو سکتی ہی کہ جس میں بنی امیہ اور خلافت کے لے لینے میں اور متصرف ہونے میں حضرت عثمان داخل ہیں بلکہ اُن کی وجہ سے بنی امیہ میں خلافت کی بنیاد پڑی ہی اور اُن کے بعد درحقیقت دست بدست بنی امیہ کو ملتی رہی ہی کہ بعد حضرت عثمانؓ کے حضرت معاویہ نے اپنے آپ کو خلیفہ مستقل قرار دیا۔ اور اُن کے بعد حضرت یزید اور حضرت مروان اعلیٰ درجہ کے خلیفہ اور مالک خلافت ہوئے وہاں تک کہ جب اُس خاندان سے خلافت بنی عباس نے نکالی اور خود مالک ہوئے۔

لیکن درحقیقت یہ اخبار آئندہ اور پیشین گوئی پیغمبرؐ کی بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوش خبری نہیں ہو سکتی کیونکہ اُن اخبار سے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر ہی جس سے اُن لوگون کو اجتناب کرنا لازم تھا۔ اور بنی امیہ کی اور اُس واقعہ کی مذمت اسی وجہ سے ہی کہ وہ خلافت اور سلطنت حق اہلبیت پیغمبرؐ تھا اور اہل بیت پیغمبرؐ اُس کی قابلیت رکھتے تھے اور بنو امیہ اُس کی نہ قابلیت رکھتے تھے نہ اُن کا حق تھا اور باوجود اس کے خلاف مرضی خدا و رسول وہ اُس خلافت پر تصرف کرنے اور خلافت کے والی اور مالک بن جانے والے تھے اسلیے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر دی گئی ہے ایسے اخبار اور پیشین گوئی سے بنو امیہ کی خلافت جس کے اول خلیفہ

حضرت عثمان مین جائز نہین ہو سکتی بلکہ صریح ناجائز اور مذموم ہی۔ اور نہ ایسی خلافتون کے وقوع مین آنے سے جس کے وقوع کی خبر دی جا چکی ہی یہ لازم آتا ہی کہ یہ امر تقدیری ایسا تہا کہ حکم خدا یون ہی تہا خلاف اُسکے تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا وقدر کا بدل دینا تہا یا مجرد اُس کے وقوع سے وہ امر وقوعی تقدیری یا تقدیر الٰہی یا حکم قضا و قدر سمجہا جاوے اور اُس سے وہ واقعہ جائز قرار پاوے۔

جن امور مین کہ انسان مختار ہی اُس کے لیے خود اعمال اُس کے مقدر ہو جاتے ہین خلافت کے لے لینے مین خود اُن کا اختیار تہا چاہتے لیتے چاہتے نہ لیتے اور معاویہ بہی یزید کی طرح چہوڑ دیتے یہ ظاہر کرکے کہ وہ خلافت حق اہلبیت پیغمبر ہی اور دیگر مسلمانون کو بہی لازم تہا کہ بنو امیہ کو خلیفہ قبول نہ کر لیتے بلکہ سب مسلمانون کو لازم تہا کہ متفق ہو کر اہل بیت پیغمبرؐ کو خلیفہ قبول کرتے لیکن جن بنو امیہ نے خلافت کو لے لیا اور جن مسلمانون نے اُن کو خلیفہ قبول کیا اُنہون نے (خلاف مرضی اور خوشنودی خدا کے جو ظاہر ہو چکی تہی) اپنے اختیار سے ایسا عمل کیا جو مذموم تہا اور عمل قابل مدح کو اختیار نہین کیا اس لیے وہ فعل اور عمل اُنکا مذموم قرار پایا۔

جو کفار کہ عہد پیغمبرؐ مین ایمان نہین لائے یا اب تک ایمان نہین لاتے ہین اُن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ امر تقدیری تہا اور ہی اور حکم خدا یون ہی تہا اور ہی۔ اور خلاف اُس کے ہونا تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر بدل دینا ہی یا اُن کا ایمان نہ لانا تقدیر الٰہی اور حکم قضا و قدر ہی اور وہ امر اُن کے لیے جائز ہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ کسی سزا کے قابل

دنیا اور آخرت مین قرار نہ پاوینگے۔ اور جو کوئی اُن سے سزا کی وعید کرے
یا اُن کو سزا دے وہ ظالم ہی۔
پیغمبرؐ نے جو اخبار احداث اور فتن کے بالاجمال فرمائے ہین عیسیٰ اُس کی
تفصیل اہل سنت کے یہان بنو امیہ کے لیے امر خلافت کے متعلق جسمین
حضرت عثمان پیشرو اُن کے ہین خود پیغمبرؐ سے لی گئی ہی جو اُس واقعہ سے
علاقہ رکھتی ہی جس کو پیغمبرؐ نے بعد اپنے وقوع مین آنا ظاہر فرمایا ہی یعنے
بنو امیہ کی خلافت بعد پیغمبرؐ احداث اور فتنہ ہی۔ ویسے ہی کتب شیعہ مین وہ
روایات ہین جنمین پیغمبرؐ نے تفصیلاً احداث اور فتنہ کو بیان فرمایا ہی کہ بعد میرے
والی اور متصرف اور مالک خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ ہو جاوینگے کسی احداث اور
فتنہ کو تفصیل سے فرمانا پیغمبرؐ کا بشارت اور خوشخبری احداث اور فتنے برپا
کرنے والون کے لیے نہین ہوسکتی۔ بلکہ وہ احداث اور فتنے خود احداث اور
فتنے ہی ہونگے نہ کچھ اور۔
اب مین یہ کہتا ہون کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا خلافت و سلطنت رسولؐ
کا لے لینا اور اُس کو رسولؐ کے اہلبیتؑ سے نکالنا کیونکر احداث اور
فتنہ قرار پاتا ہی۔
یہ ظاہر ہی کہ امارت قوم اور حفاظت اور اہتمام خانہ کعبہ خاندان
رسالت مین[۱] مدت سے چلا آتا تھا اور باعتبار معاملہ ملکی کے بھی وہ حق
اہلبیت پیغمبرؐ قرار پاگیا تھا۔ اگر پیغمبرؐ ایسی رائے رکھنے والے ہوتے
یا اُن کی ایسی مرضی ہوتی کہ وہ حق خلافت اہل بیت پیغمبرؐ سے نکل جاوے
یا پیغمبرؐ کے اہل بیت اُس حق سے محروم ہو جاوین تو صریح ہی کہ ایسا امر
قطعی بداخلاقی حق مین اُن کے اہلبیتؑ کے تہی۔

[۱] دیکھو صفحہ ۳۳۳ جلد پنجم رسالہ دوشنی

(یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبرؐ کی مرضی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے موافق تھی) جو کوئی ایسا مسئلہ مذہب اسلام میں قبول کرنے والا ہوگا کہ پیغمبر اپنے اہلبیت کو اُن کے حق سے محروم کرنے والے تھے وہ پیغمبرؐ کو بداخلاق اور مذہب اسلام میں بداخلاقی کے مسائل ماننے والا ہوگا۔

اسی بنا پر اوصاف امامت علی مرتضیٰؑ میں دیکھ کر پیغمبرؐ نے بتا اور جتا دیا تھا کہ کار خلافت پیغمبرؐ بعد پیغمبرؐ بنفس نفیس علی مرتضیٰؑ جو داخل اہل بیت پیغمبرؐ ہیں اور اہلبیت پیغمبرؐ چلانے والے ہیں۔ یہ بھی ضرور تھا کہ وقت وفات پیغمبرؐ وہ امام خلافت معین اور موجود ہو تا کہ وقت وفات رسولؐ سے وہ امام اپنے کام میں مشغول ہو اور جو امور کہ وقت وفات رسولؐ سے وقوع میں آویں اُن کو طے اور اُن کا انصرام اور جو جرائم لوگوں سے سرزد ہوں اُن کا تدارک کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے جو امام کا کام تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور قرآن کو جمع اور مرتب کرے جس کے احکام رعایا پر نافذ ہو سکیں۔

اگر یہ امر قبول کیا جاوے کہ وقت وفات رسولؐ امام معین اور موجود نہ تھا اور بعد وفات رسول امام اور جانشین اُس کا معین اور پیدا کیا جاوے تو اس میں بڑی قباحت لازم آتی ہے۔ کہ وقت وفات رسولؐ سے وقت تعیین خلیفہ تک امت رسولؐ بے سردار کے رہیگی۔ اور کوئی پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا کرنے والا اور اس مدت میں جو واقعات اور جرائم پیش آویں اُن کا طے اور انصرام اور تدارک کرنے والا نہوگا۔ اور نہ کوئی ذمہ دار اُن امور اور واقعات کے تدارک کا ہو سکتا ہے۔ اسقدر مدت

تک ہر متنفس کا نفس حاکم رہے گا اور اُس خلیفہ مابعد کو کوئی حق تدارک اُس مدت کے بابت نہو گا ۔

دیکھو وقت وفات پیغمبرؐ سے حضرت ابوبکر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین سعین اور کل امت رسول مین مسلم اور مقبول ہوئے خلیفہ تک کسقدر زمانہ گذرا اور اُس وقت سے حضرت ابوبکر کو منصب کار خلافت پیدا ہوا اگر علی مرتضیٰ عین وقت وفات رسول فکر اور تدبیر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کی نکرتے تو باسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی لاش کا کیا حال ہوجاتا ؟

اور ایسے ہی جمع قرآن اور اُس کی تکمیل ترتیب جس نوعیت سے کیگئی جو عہد حضرت عثمان مین ختم اور تمام ہوئی اور اُسپر غور کامل اور علم تمام نہونے کے باعث اجراے احکام خداوندی مین کیا کیا دشواریان اور مشکلین مثل آئین جس کو علی مرتضیٰؑ حل کرتے رہے اور جہان علی مرتضیٰؑ سے نہ پوچھا یا جہان اُن کو دخل کا موقع نہ ملا یا جہان اُن کی بات کو نہ مانا گیا وہان کیا کیا خطائین اور غلطیان ہوئین ؟

کل امت کو لازم تھا کہ عین وقت وفات رسولؐ کے جبکہ علی مرتضیٰؑ (جس کو پیغمبرؐ اپنا امام اور جانشین اور چلانے والا کار خلافت کا بتا یا اور جتا گئے تھے) موجود تھے تو کوئی دوسرے فکر اور تدبیر خلیفہ اور امام بنانے کی نہ کی جاتی جس کی کوئی ضرورت نہین تھی لیکن جب لوگون نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور بعد شہادت علی مرتضیٰؑ کے بجائے اہلبیت پیغمبرؐ کے بنی امیہ اور بنی عباس کو خلافت بتاتے اور جتاتے اور مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے خلیفہ بنایا ۔ اور خلافتین اُنہون نے لین اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ساتھ وہ سلوک کیے جس کی پیغمبرؐ غیر

دے گئے تھے اور جس کی تصدیق علمائے اہلسنت نے کی ہی اور کتب تواریخ اہلسنت جس سے مالامال ہین تو یہ تمام خلافتین احداث اور فتن نہین تو کیا ہی؟ اور کیا کتب فریقین مین جو احادیث اور روایات منقول ہوئے ہین اُن سے ان خلافتون کے وقوع مین آنے سے پورا ہونا پیشین گوئیون کا جو احداث اور فتن کے متعلق پیغمبر فرما گئے تھے لازم نہین آتا ہی۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے بعد یہ حقیقی استدلال مصنف مخاطب کی صریح واضح ہو جاتی ہی اور صاف نمایان ہو جاتا ہی کہ پیغمبر نے جو خبر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے خلیفہ ہونے کی دی تھی وہ بشارت اور خوشخبری نہین تھی بلکہ خبر احداث اور فتنے بپا کرنے کی تھی وہ امر تقدیری صحابہ اور خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کا تھا۔

اشعار

یہ مرضی خدا و پیمبر کی تھی
کہ بعد نبی ہو خلیفہ علی
مگر فتنہ تھا اور احداث تھا
خلافت ابوبکر کو جو ملی
خلافت عمر اور عثمان کی
اُسی فتنہ کی چال پر وہ چلی
وہ فتنہ ہوا اُن کے احداث سے
کہ آئندہ کو راہ جس کی کھلی
عمل سے وہ احداث اُن کے ہوا
اسی سے وہ تقدیر اُن کی بنی
مقدر ہوا اُن کا یہ اس لیے
کہ مرضی حق کی رعایت نہ کی
مقدر بدل جاتا اُن کا کو کرتے
رضائے خدا کی اگر پیروی

نہ احداث ہوتے نہ کچھ فتنہ ہوتے
سبھی چین سے اپنی قبرون مین سوتے

مصنف مخاطب بعد استدلال کے اُس روایت پر جس مین پیغمبر صلعم

نے خبر واقعہ مذموم کے پہلے بی بی تشبیہ کو دی تھی (یعنی ثمرہ توڑنے والا پھل کا بغیر وقت کے مثل زراعت کرنے کے ہے غیر کی زمین میں) کلام علی مرتضیٰ سے یوں استنباط کرتے ہیں کہ جناب امیر کو بھی یہ مضمون زنجیر واقعہ خلافت، معلوم تھا اسی لیے اُنھوں نے کہا کہ اس وقت میں ہماری خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہے جو ایسا ہی ہے جیسے پھلوں کی تیاری سے پہلے کوئی شخص پھل توڑنے کا ارادہ کرے وہ اسیطرح ناکام رہتا ہے جیسے کوئی شخص ایسی زمین میں کھیتی کرے جس میں اسکا حق نہیں کہ کھیتی سے اُس بونے والے کو فائدہ ہوگا یعنی اس وقت مستحق خلافت ابو بکر ہیں اُن کی خلافت میں ہم کو دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ دوسرے کی زمین میں کھیتی کرنا اور جب کہ جناب امیر کو یہ معلوم تھا کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں ہے پھر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تھے کہ دست بریدہ سے لڑوں یا صبر کروں ۔

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ جناب امیر کو یہ مضمون بیشک معلوم تھا کہ جس کی خبر پیغمبر نے دی تھی کہ بعد پیغمبر اصحاب احداث اور فتنے برپا کرینگے اور خلافت پہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر متصرف ہو جاوینگے ایسی حالت میں کہ خلافت ابھی مستقل حالت کو نہیں پہونچی ہوگی اور مذہب اسلام اور مسلمان تازہ ہونگے اور ارض خلافت حضرت ابو بکر کی نہیں ہوگی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکر کی نسبت یہ تشبیہ دی ہے کہ وہ پھلوں کی تیاری سے پہلے کسی شخص کا پھل کو توڑنا ایسے وقت میں کہ اُس کے توڑنے کا وقت نہ آیا ہو ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر کی زمین میں زراعت کرنا جس سے مراد علی مرتضیٰ کی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر

کو استحقاق تصرف اور تسلط کا خلافت پر نہین تہا کیا باعتبار اس کے کہ خلافت بوجہ پختہ نہ ہوجانے کے ایسی تہی کہ حضرت ابوبکر قابلیت اُس پر تصرف کی نہین رکہتے تہے اور کیا باعتبار اس کے کہ وہ خلافت اُن کی زمین نہ تہی جس کا نتیجہ یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کو بہی ضرر پہونچایا اور خود بہی اُس سے کہ حق تمتع نہین رکہتے تہے کچہ تمتع جائز حاصل نہین کیا۔ حضرت ابوبکر کے خلافت قبول کر لینے سے مسلمانون کی سلطنت کو یہ ضرر پہونچا کہ اُن لوگون کے ہاتہہ مین خلافت نہ آنے اور نہ رہنے سے جو قابلیت اور حق اُس کا رکہتے تہے سلطنت مسلمانون کی اور مذہب اسلام تمام روے زمین پر قائم ہوجانا چاہئے تہا نہو سکا۔ اور اہل حق اور قابلیت رکہنے والون خلافت کی محرومی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور امت رسول مین ہر کسی کو حوصلہ اور جرأت حصول خلافت کا بڑہ گیا اور اہل بیت پیغمبر ضعیف و ناتوان ہوگئے۔ درحقیقت علی مرتضیٰ نے یہ تشبیہ اپنے حق مین نہین دی ہی بلکہ حضرت ابوبکر کے حق مین دی ہی اور علی مرتضیٰ کا وہ ارشاد تشریح ہی اُن احادیث پیغمبر کی جن مین اُنہون نے احداث اور فتنہ بپا کرنے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلافت پر متصرف ہوجانے کی خبر دی تہی اور یہ تشبیہ صریح ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ہی کہ اُس کے اوپر کا فقرہ یہ ہی کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کہانے والے کے گلے مین اٹہو ہوتا ہی جس کا اطلاق صاف و صریح حضرت ابوبکرؓ پر ہوتا ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

علی مرتضیٰؑ نے جیسا کہ اپنے دیگر خطبون اور کلامون مین فرمایا ہی کہ حضرت ابوبکر مستحق خلافت نہین تہے ویسا ہی اس کلام مین ظاہر کیا ہی اور علی مرتضیٰ برابر فرماتے رہے ہین کہ خلافت میرا حق ہی اور مین اُس کا مستحق ہون پہر

اُس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ سے یہ معنی کیسے ہوسکتے ہیں کہ مستحق خلافت ابوبکرؓ ہیں اور ارض خلافت اُنکی ہی"۔

"علی مرتضیٰؑ کو بموجب ارشادات پیغمبرؐ کے صرف استحقاق خلافت اپنے لیے اور واقعہ حضرت ابوبکر اور عمرؓ کے خلیفہ ہوجانے کا معلوم تھا۔ اور پیغمبرؐ کے کسی ارشاد سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ کبھی ازروے واقعہ خلیفہ ہوسکینگے یا نہیں یا اُن کے خلیفہ ہونے کا کون وقت ہوگا اور ایسی خبر دے بہی نہیں سکتے تہے کہ جسکا ظہور مطابق واقعہ کے ہو کہ علی مرتضیٰؑ کی کسی وقت بلاخلش خلافت قائم نہیں ہوئی۔ اور جبکہ پیغمبرؐ استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہلبیت کے لیے بتا اور جتا چکے تہے اور بعد اپنے ہر زمانہ کے لیے علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہل بیت کے واسطے حق اور قابلیت ظاہر کرچکے تہے تو پہر کوئی خاص وقت خلافت کا علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت کے لیے معین نہیں فرما سکتے تہے نہ ایسے فرمانے کی ضرورت تہی۔ اور نہ کوئی ایسا علم جس سے پیغمبرؐ نے آگاہ نہ کیا ہو علی مرتضیٰ کو ہوسکتا تہا۔ اور نہ علی مرتضیٰؑ کے کسی کلام سے ایسا علم اُن کا ظاہر ہوسکتا ہی۔

پس علی مرتضیٰؑ کا سوچنا اس بات کو کہ دست بریدہ سے لڑوں یا صبر کروں نہایت ضروری تہا کہ حضرت ابوبکرؓ کا خلافت قبول کرنا احداث اور فتنہ اور واقعہ مذموم تہا جس کے خلاف خلافت کو علی مرتضیٰ اپنا حق جانتے تہے۔ ایک جہت سے اُس فتنہ و احداث کو فرو اور دور کرنا روا تہا اور دوسری جہت سے کہ بیعت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ہوچکی تہی اور وہ خلیفہ بن بیٹھے تہے اور مسلمان جدید اور مذہب اسلام تازہ تہا اور اہل کفر و ارتداد کی شورش تہی حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کرنا اور مسلمانوں کا قتال خلاف مصلحت وقت تہا جس میں سلطنت

مسلمانوں کے تباہ اور برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ تھا۔ اور یہ مسئلہ ایسا اہم اور مشکل تھا جسکے پہلے سوچنا لابد تھا اور اس کے کسی پہلو کا اختیار کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ علی مرتضیٰ کا سا ہی نفس پاک متحمل اسکا ہو سکتا تھا کہ اس خلافت پر حملہ نہ کرکے صبر کیا جائے جنکے دل و دماغ میں ذرہ برابر شائبہ طمع خلافت کا نہ تھا۔ صرف سچی محبت دین اسلام کی تھی جس نے اُن کو اُس حملہ سے باز رکھا۔ اور دین اسلام کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ یہ عمل علی مرتضیٰ کا حقیقی معجزہ ہی جو دوسرے کسی انسان سے نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرا انسان طمع خلافت میں پھنس جاتا اور کچھ پروا تباہی اور بربادی اسلام کی نہ کرتا۔

مصنف مخاطب اُسی کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "اب میں دعوی کرونگا تو کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی اور جو ساکت رہونگا تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا" اور اسکا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تمام مہاجرین و انصار ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر میں دعوی کروں تو سب لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت ابی بکرؓ کے جناب امیرؑ کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھ نہ ہوتا یہ بھی دلیل نص امامت کے باطل ہونے کی ہی ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہی کہتے کہ بموجب نص رسول کے دعوی ہی حریص ملک کیوں بتاتے اگر دعوی سے ساکت رہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا"

لیکن مصنف مخاطب نے اُس فقرہ کا ترجمہ پورے طور پر ٹھیک نہیں کیا ٹھیک ترجمہ یہ ہو "پس میں اگر کچھ کہوں تو لوگ کہیں گے کہ انہوں نے ملک کی طمع کی اور سکوت کروں تو لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا"

وہ الفاظ جنکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی "اب اگر میں دعوی

کرون " فان اقل " مین اس کا ترجمہ دعوی کرنے کا کسی طرح نہین ہو سکتا۔ بلکہ اسکا ترجمہ صاف یہی ہوتا ہی "پس اگر مین کچھ کہون " جس سے مراد یہ ہی کہ " اگر مین ملک خلافت پر اپنے حملہ کا ارادہ کسی حجت سے ظاہر کرون تو کہین گے کہ ملک کی طمع کی اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا " مراد اسکی " اگر مین کچھ کہون " جو مین نے یہ لی ہی کہ " اگر مین کسی حجت سے ملک خلافت پر حملہ کا ارادہ ظاہر کرون " اس مراد کی صحت پر یہ آخر مضمون فقرہ کا حجت ہی " اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا " یہ ظاہر ہی کہ موت سے خوف کا الزام اسی حالت مین لگایا جا سکتا ہی جبکہ حملہ کا ارادہ نہ کیا جاوے۔ مجرد دعوی سے خوف کا الزام پیدا نہین ہو سکتا ہی۔

پس ظاہر ہی کہ دعوی کرنے کی مراد اس فقرہ سے جیسا کہ مصنف مخاطب لیتے ہین ہرگز پیدا نہین ہو سکتی اور نہ وہ مراد مطابق واقعہ کے ہو سکتی ہی۔ کیونکہ نتیجہ اس فقرہ کا موافق مذاق مصنف مخاطب کے یہ ہوگا کہ علی مرتضی نے دعوی خلافت نہین کیا حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہی۔ علی مرتضی بعد تجہیز و تکفین پیغمبر کے اسی زمانہ مین اظہار اپنے حق اور بغیر حملہ بطلان انعقاد خلافت حضرت ابوبکر کا برابر کرتے رہے ہین۔ اور ایسی کوشش جس مین خونریزی کی نوبت نہ آنے پاوے حصول خلافت کے لیے جس پر غیر اہل حق نے تصرف کر لیا تھا ہمیشہ جاری رکھی ہی جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کتابت مین جو لفظ " فان اقل " پایا جاتا ہی کچھ تعجب نہین ہی کہ وہ لفظ غلطی کتابت سے بجاے " فان احمل " یعنی اگر حملہ کرون مین " پڑھا گیا ہی۔ کہ مضمون مابعد جو الزام حرص ملک اور خوف موت سے متعلق ہی اسی پر دلالت کرتا ہے

اقوال اور افعال علی مرتضیٰ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضیٰ خلافت حضرت ابوبکر کو قابل حملہ جانتے تھے مگر حملہ نہین کیا اور اُس حملہ کے کرنے اور نہ کرنے سے جو اعتراض اور الزام علی مرتضیٰ پر لگایا جا سکتا تہا اُس کو اس فقرہ مین اپنے کلام کے رفع فرماتے ہین۔ بس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت حضرت ابوبکر کو یقینی صحیح نہین جانتے تھے بلکہ اُس کو خلافت امر حق کے احداث اور فتنہ سمجھتے تھے جیسا کہ شروع کلام مین اُسی زمانہ کو امواج فتن فرمایا اور قرار دیا ہی اگر خلافت کو اپنا حق نہ سمجھتے تو ہرگز اظہار اپنے حق کا نہ کرتے اور خلافت حضرت ابوبکر کی احداث اور فتنے اُن کے نزدیک اگر نہوتی تو ہرگز اُس کو قابل حملہ کے قرار نہ دیتے۔ گو کسی دوسرے سبب سے حملہ وقوع مین نہ آتا۔ اور یہ فرمانا علی مرتضیٰ کا کہ لوگ مجکو حریص ملک کہین گے دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ خلافت پر اُنکا حق تہا اور وہ اُس کو اپنا حق جانتے تھے اور حضرت ابوبکر کا حق نہین سمجھتے تھے لیکن چونکہ طلب حق مین شائبہ طمع مضمر تہا اسلیے اُسوقت درگذر کی اور لوگون کو اطمینان دلا دیا کہ علی مرتضیٰ مین وصف رذیلہ طمع نہین ہی۔ اگر علی مرتضیٰ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح اور اُنکا حق جانتے تو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے خود اور تمام بنی ہاشم بلا توقف حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت کر لیتے اور کسی وقت یہ فرما دیتے کہ خلافت اُنکی صحیح ہی۔" یہ نہوتا کہ اُنکی خلافت کو قابل حملہ جانتے۔

جب یہ امر علانیہ ہی کہ علی مرتضیٰ ملک خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور خلاف اُس کے جو حضرت ابوبکر پر انعقاد خلافت ہوا اُسکو قابل حملہ تصور کرتے تھے تو ضرور ہی کہ ایسا اُنکا جاننا اور سمجہنا واجبی تہا اور وہ ایسا نہین جان سکتے تھے اور نہ سمجہ سکتے تھے جبتک کہ از روے قرآن اور ارشاد پیغمبر کے اُن کو علم نہو اسلیے کہ اُن سے بہتر بعد پیغمبر کے کسی کو علم قرآنی اور علم پیغمبری نہین تہا۔ اور اسی سے

لازم آتا ہی کہ وہ علم علی مرتضیٰؑ کا بابت حق خلافت کے اپنے لیے نصی تہا نہ غیر کے لیے۔ اور جس کسی نے اُس علم حق خلافت کو نصی نہ مانا۔ وہ درحقیقت علی مرتضیٰ کے علم حق کی تکذیب کرنیوالا ہی جس سے تکذیب رسول و خدا کی لازم آتی ہی اور کچہ شبہہ نہیں ہی کہ علی مرتضیٰؑ جو خلافت کو اپنا حق نہ غیر کا جانتے تہے وہ حجت شرعی تہی۔

لیکن جو لوگ کہ الزام حرص ملک علی مرتضیٰ پہ لگانے والے ہو سکتے ہین وہ اُن کے قول اور فعل کو حجت شرعی نہ ماننے والے اور نصوص کی غلط تاویل کرنے والے ہونگے جس پہ آخر کار علی مرتضیٰ کو جنگ کرنی پڑی اور جس کی خبر پیغمبر دے گئے تہے کہ تجکو تنزیل قرآن پہ جنگ کرنی پڑی اور تجکو تاویل قرآن پہ جنگ کرنا ہوگا۔ علی مرتضیٰ کے کلام مین اُنہین لوگون کی طرف یہ اشارہ ہی کہ جو لوگ بحالت حملہ کے ایسا کہنے والے ہو سکتے تہے کہ علیؑ ملک کا حریص ہی یا بحالت حملہ نہ ہونے کے اس بات کے قائل ہوے کہ علیؑ موت سے ڈر گیا جو لوگ حضرت ابو بکر سے بیعت کر چکے تہے۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تہے کہ جو غلط تاویل نص کی کرنے والے اور علی مرتضیٰ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے۔ لیکن جو لوگ کہ جناب امیرؑ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی جاننے والے اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے تہے۔ وہ اسکے قائل نہین ہو سکتے تہے کہ علی مرتضیٰؑ حریص ملک کے ہین یا موت سے ڈر گئے ایسے لوگون سے وہ کلام علی مرتضیٰؑ متعلق نہین ہی نہ ایسے لوگون کی طرف وہ خطاب علی مرتضیٰ کا ہی۔ اُس کلام علی مرتضیٰؑ مین صرف اُنہین لوگون سے خطاب ہی جو حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر چکے تہے اور جو نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے اور دعوی علی مرتضیٰؑ کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے مصنف نخاطب نے مطالب کلام علی مرتضیٰؑ کے بیان مین جو یہ کہا ہی کہ

"سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی" اور اُس سے استنباط عدم حجت شرعی اور ابطال نص امامت کرتے ہین - صریح خلاف کلام علی مرتضیٰؑ کے ہی اُس مین کوئی لفظ ایسا نہین جو دلالت کرتا ہو اس امر پر کہ کل لوگ ایسا کہنے والے ہونگے - اُس کے اصلی الفاظ یہ ہین "یقولوا حرص علی الملک" کہین کے کہنے والے کہ حرص کی ملک پر علی بس علی مرتضیٰؑ کا یہ ارشاد متنبہ کرنے والا ہی اُن لوگون کو کہ جو علی مرتضیٰؑ پر بوجہ حملہ کے غلط الزام حرص ملک کا لگانے والے ہوتے - اور جب حملہ حرص ملک کی وجہ سے نہ سمجھا جاتا تو خواہ مخواہ حملہ محض طلب حق کے لیے قرار پاوے گا اس کلام علی مرتضیٰؑ کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی - کہ ملک خلافت میرا حق ہی جس کے لیے نص ہو چکی ہی اور میرا دعوی حجت شرعی پر مبنی ہی اگر طلب حق کے لیے مین حملہ کرون تو جو لوگ بیعت کر چکے ہین اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے ہین اور حجت شرعی کو نہین مانتے وہ یہ کہین گے کہ "علی ملک پر حرص کرتا ہی" علی مرتضیٰ کی طینت مقدس اور سیرت طاہرہ ایسی تہی کہ وہ اپنے کسی فعل مین ذرہ برابر بہی شائبہ نفسانیت انسانی کے روادار نہین ہو سکتے تہے - یاد کرو وہ مشہور واقعہ جبکہ علی مرتضیٰ اپنے ایک کافر دشمن کو مغلوب کر کے اُس کے سینہ پر سوار ہو کر چاہتے تہے کہ اُس کے سر کو بدن سے جدا کرین تو اُس دشمن نے آپکے روے مبارک پر اپنا تہوک پہینکا - اُس وقت فوراً علی مرتضیٰؑ نے اُسکو قتل سے چہوڑ دیا - اور فرمایا - کہ اگر اسوقت مین اُس کو قتل کرتا تو وہ قتل میری نفسانیت پر محمول ہوتا اور خالصتہً سد وہ قتل نہ سمجہا جاتا جس پر پیغمبر سے سند فضیلت "کرم اللہ وجہہ" کی پائی "حضرت ابو بکرؓ امر حق خلافت مین علی مرتضیٰؑ سے مخالفت کے کہنے والے تہے - غیر ممکن تہا کہ علی مرتضیٰؑ ایسا

کہ حضرت ابوبکر سیرت ہے جس مین کہنے والے یہ کہ سکتے کہ علی مرتضیٰ نے بعض جگہ ابو بکر
اس فقرہ سے کہا جا سکتا ہے کہ مقابلہ اُس کا فردشمن سے حضرت ابوبکر صحابہ محقق
دوامت دین اسلام کے تھے لیکن سیرۃ پاکیزہ اور طینت علی مرتضیٰ مین اُسقدر
فرق ہے کچھ فرق اندیہ نہین آسکتا -

دوستان را کجا کنی محروم ٭ تو کہ با دشمنان نظر داری

فی الحقیقت علی مرتضیٰ کو آنکے پاکیزہ نیت اور مقدس زندگی نے ہرگز اُس
قسل سے بچا کا ہے جسمین شائبہ نفسانیت اور حرص کا پیدا ہو - اُن سے بچنے
کے لیے علی مرتضیٰ نے حملہ سے اجتناب کیا ہی اور حملہ نکرنے کی وجہ کو بیان فرمایا ہی
جس کے سمجھنے کے لیے دل تعصب سے صاف ہونا چاہیے ورنہ اُس کلام سے
انکے ویسے ہی استنباط غلط نکلین گے جیسے کہ نص امامت کی غلط تعبیر کی ہی

بعد اس کلام کے معہ کہ اگر مین کچھ کہون (واسے بہ نسبت اظہار ملک کرون)
تو کہین گے کہ ملک کا حریص ہی اگر مین ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے
ڈر گیا" اس فقرہ آخر مین جو غلط الزام لگانے والون کی طرف سے بیان فرمایا
ہی اُس کو خود علی مرتضیٰ یون رفع فرماتے ہین اور اُس غلط الزام کے عائد
کرنے والون کو یہ تنبیہ کرتے ہین جس کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ
کیا ہی -

" افسوس ہی بعد ان سب باتون کے (صحیح ترجمہ بعد چون وچرا اسکے)
قسم ہی خدا کی کہ ابن ابی طالب زیادہ محبت رکھنے والا ہی موت کے ساتھ
بچہ سے جو اپنی مان کے پستان کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا اور اُس کی مراد
مصنف مخاطب یہ بتاتے ہین - کہ میرے طلب خلافت سے جو میرا سکوت ہی وہ
ہرگز اسوجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو لوگون کے خیالات پر افسوس ہی

جو میری نسبت ایسا گمان کریں میں تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پہر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ ہی اور میری خلافت کا ابہی وقت نہین آیا "

پہر مصنف مخاطب اُس پر یہ استدلال کرتے ہین " اب انصاف فرمائیے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تہا پہر وہ اپنے ہاتہہ کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اُن پر یا اُن کے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اُنکو سکوت کی کہان تاب ہوتی "

مصنف مخاطب نے جو شروع مین مراد اُس فقرہ کی بیان کی ہی اُس مضمون سے مجکو اتفاق ہی صرف ایک لفظ حملہ کا اُس مین اضافہ ہونا چاہیے۔ یعنے طلب خلافت سے (بذریعہ حملہ کے) جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو۔ لوگون کے خیالات پر افسوس ہی جو میری نسبت ایسا گمان کرین۔ مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا۔ پہر مین موت سے کیون ڈرتا " اس مضمون مراد مین حملہ کا لفظ ہم اس لیے اضافہ کرتے ہین کہ واقعات ہمکو یہ دکہاتے ہین کہ علی مرتضیٰ نے طلب خلافت کے لیے اظہار رغبت اور دلیل کا کیا ہی۔ البتہ طلب خلافت کے لیے حملہ نہین کیا۔ لیکن آخر مین مصنف مخاطب نے جو وجہ مزاحمت نکرنے کی یہ ظاہر کی ہی کہ " علی مرتضیٰ کا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ تہا اور اُنکی خلافت کا وقت نہین آیا تہا " یہ مراد مصنف مخاطب کی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ یہ وجہ نہ کلام علی مرتضیٰ سے پیدا ہو سکتی ہی نہ نتائج واقعات

اُس کی تائید کرتے ہین۔

جب یہ امر مسلمہ ہی جیسا کہ کتب فریقین سے پہلے ظاہر ہو چکا ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار اور سعی مناسب برابر ہر زمانہ مین کرتے رہے اور بغیر حملہ کے طلب خلافت کی کوشش مین کبھی کوتاہی نہین کی۔ اور نہ کبھی حضرت ابوبکرؓ یا دوسرونکی خلافت کے صحیح ہونے کو قبول کیا۔ اور علانیہ حضرت ابوبکرا ور دوسرون کے خلیفہ ہو جانے پر اعتراض فرماتے رہے تو صریح ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت ابوبکر اور غیرون کے خلیفہ ہو جانے کو فتنہ جانتے تھے اور جب خود اُس خلافت اور اُسکے بہنون خلافتون کو فتنہ جانتے تھے تو کیسے یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ جانتے تھے۔ حالانکہ علی مرتضیٰؑ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین بذریعہ اظہار اپنے استحقاق کے اور از روے کوشش طلب اپنے حق کے مزاحمت کی۔ البتہ اُس اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بعد حملہ نہین کیا۔ اور یہ امر ظاہر ہی کہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے ذریعہ سے مزاحمت کی وجہ جدا گانہ اور بذریعہ حملہ کے طلب حق نہ کرنے کے لیے وجہ جدا گانہ تھی۔ اور چونکہ علی مرتضیٰ نے مزاحمت خلافت حضرت ابوبکر مین بذریعہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب اپنے حق کے کی تھی اور صرف حملہ طلب خلافت کے لیے نہین کیا تھا اور اُس حملہ کے نہ کرنے سے جو غلط الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تھا صرف اُس کو اس موقع پر اپنے اُس فقرۂ کلام سے رفع فرمایا ہی۔ کہ میرا سکوت حملہ سے بوجہ خوف موت کے نہین ہی۔ اس فقرہ مین اظہار وجہ سکوت کا حملہ سے مطلق نہین ہی۔ بلکہ انکار اس وجہ سے ہی جو کچھ لوگ غلط وجہ سکوت کی حملہ سے بیان

کرنے والے تھے اس تقریر سے جیسے غلطی مراد مصنف مخاطب کی نسبت فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کے ظاہر ہوتی ہی۔ ویسے ہی اُنکا استدلال غلط قرار پاتا ہی۔

شجاعت امر دیگر ہی اور حملہ کرنا امر دیگر ہی۔ علی مرتضیٰ کو صرف دعوی شجاعت کا نہین تھا بلکہ وہ وصف اُن مین فطرتی تھا۔ لیکن وصف شجاعت کو کام مین لانے کے لیے ضرور ہی کہ اُس کے موقع اور محل کو اور اُس سے جو نتیجہ پیدا ہو اُس کو پیش نظر رکہا جاوے اور اگر یون بے سوچے اور سمجھے شجاعت کو کام مین لایا جاوے تو وصف شجاعت اپنی حد سے تجاوز کر کے درجہ تہور پر پہونچ جاتا ہی جو مذموم ہی خصوص جبکہ شائبہ طمع خلافت اُس مین شامل ہو جاتا تو وصف شجاعت اپنے اعتدال پر قائم نہ رہتا لیکن باوصف موجود ہونے فطرتی وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے جو حملہ خلافت حضرت ابو بکر پر نہین کیا وہ نتیجہ اُس پیش بینی اور دور اندیشی کا تہا کہ جو بعد حملہ کے لازم آجاتا ادہر بیعت خم غدیر سے جو پیغمبر نے کرائی تہی اور لوگون کا علیؑ کو مثل اپنے پیغمبر نے ولی قرار دیا تہا اُس سے نکث و انحراف کر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابو بکر کے ہاتھہ پر بیعت کر کے خلیفہ بنایا اُسکو علی مرتضیٰ نے دست بردہ ہونا فرمایا جو نہایت ٹھیک تہا۔ اور اس حالت کا پیش رکھنا ضروری تہا اگر اُس امر کو پیش نظر رکھہ کے اور بغیر سوچے سمجھے مجرد شجاعت پر بہروسہ کر کے حملہ کرتے تو ضرور اندیشہ تہا کہ وصف شجاعت جو ممدوح ہی اپنی حد سے متجاوز ہو کر درجہ تہور مذموم پر (جیسے کہ جلتی آگ مین بے سوچے سمجھے کود پڑنا) پہونچ جاتا۔ اور وصف رذالت طمع خلافت اُس کو لاحق ہو جاتا ادہر یہ نتیجہ بھی اُسوقت حملہ کا خطرناک تہا کہ علی مرتضیٰ اُس حملہ مین غالب ہوتے یا مغلوب مگر مذہب اسلام اور مسلمان دونون کمزور ہو کر ضرور تباہ اور برباد ہو جاتے اور وہ

حالت موجودہ بہی مذہب اسلام اور مسلمانون کی باقی نہ رہتی جس حیثیت اور نوعیت سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکرؓ مین اُسکی توقع ہوسکتی تہی۔

اور اُس ناقص حالت اسلام اور مسلمانون کی اصلاح بذریعہ پند و نصیحت کے ہوسکتی تہی۔ جیسا کہ باوجود سخت مخالفت خلافت ہر زمانہ کے ائمہ اہلبیت اصلاح مذہب اسلام خراب شدہ اور مسلمانون نقص گرفتہ کے کرتے رہے۔ جس اصلاح کی بدولت اس وقت مذہب اسلام کامل اور صحیح کروڑون مسلمانون مین موجود ہی جو روے زمین کے ہر حصہ مین آباد ہین اور جسکو یقینی اصلی معجزہ ائمہ اہلبیتؑ کا کہنا روا ہی۔

اس میری تقریر سے علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی مراد ظاہر ہوجاتی ہی کہ باوصف وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے حملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ پر کیون نہ کیا اور کیون اُنہون نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ اُنکا حملہ نہ کرنا بوجہ خوف موت کے نہین تہا اور گو بیعت خم غدیر کو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نے قطع کردیا تہا لیکن علی مرتضیٰؑ اگر اُسوقت حملہ کرتے تو کچہ شبہ نہین ہی کہ مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانون کی خلافت سب تباہ و برباد ہوجاتی۔ اور اُس وقت علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ طمع خلافت نے اصل مذہب اسلام اور مسلمانون اور اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کردیا۔ جیسا کہ اب حملہ نہ کرنے سے خوف موت کا الزام لگایا جاتا ہی اور علی مرتضیٰؑ کی بے استحقاقی کا حق خلافت سے قیاس کیا جاتا ہی۔

اُس فقرہ کے بعد جو فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ مین ہی اُس کا ترجمہ مصنف مخاطب یون کرتے ہین۔

یہ بلکہ مجہے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اُن کو ظاہر کیون تو

تم اس طرح تڑپو جیسے گہرے کنوین مین رسیان تڑپتی ہین ؎ اور اس کی
مراد یہ بیان کرتے ہین کہ یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو
مگر مجھے آئندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تم پر ظاہر کرون تو تم
ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہی وہ باتین شاید یہ تہین
کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل
ہوگا اُن کے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بہی قتل ہونگا بس ابوبکر تو خلافت
لے چکے اب اُس کے بعد تم خلافت کی میرے لیے کوشش کرتے ہو حالانکہ
اُس کا نتیجہ قتل ہوگا اور جو چیز باعث قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیے نہ کہ
اُس کو طلب کرنا ؎

علی مرتضیٰؓ نے اس فقرہ مین یہ بہی تو ارشاد فرمادیا ہی کہ مجکو ایسا علم
مکنون حاصل ہوا ہی کہ اگر مین اُس کو ظاہر کرون تو تم ایسے مضطرب ہو
جاؤگے جیسے گہرے کنوین مین لنبی رسی مضطرب ہوتی ہی جس کی مراد یہ ہی کہ
بعد پیغمبرؐ جو فتنہ اور احداث ہونے والے ہین اور جو جو جور و ستم اہلبیت
پیغمبرؐ پہ گذرنے والے ہین جن پر اہلبیت پیغمبرؐ صبر کرین گے وہ امور مجکو
معلوم ہین اگر اُن کو ظاہر کرون تو تم مضطرب ہو جاؤگے۔ اس ارشاد
کی یہ مراد کسیطرح نہین ہو سکتی جو مصنف مخاطب لیتے ہین وہ مراد ایک
ایسی مراد ہی جسکے حقیقی ہونے پر خود مصنف مخاطب کو بہی اطمینان نہین ہی
چنانچہ وہ یہ کہتے ہین کہ وہ باتین (پوشیدہ جس کو سنکر وہ لوگ جن سے
علی مرتضیٰ خطاب فرما رہے ہین مضطرب ہو جاوین) شاید یہ تہین کہ ابوبکرؓ کے
بعد جو خلافت لے گا وہ قتل ہوگا اور اُن کے بعد کا خلیفہ بہی قتل ہوگا
اُنکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بہی قتل ہونگا ؎ اول تو یہ مراد دعوی خلافت

کی ترغیب سے متعلق نہین ہو سکتی بلکہ ترغیب حملہ سے مطابق ہوتی ہی - اور علی مرتضیٰؓ نے دعوی خلافت علانیہ برابر کیا ہی صرف حملہ نہین کیا - دوسرے اگر اُس فقرہ سے وہ مراد لی جائے تو علی مرتضی بزمانہ حیات حضرت ابوبکر کے ضرور اُن کو بغیر قتل کئے زندہ خلافت سے ہٹا دیتے اس لیے کہ اگر اُن کو یہ پوشیدہ امر معلوم ہوا تہا کہ حضرت ابوبکر کے مرنے کے بعد جو تین خلفا ہونگے جنکے آخری خود علی مرتضیٰؓ ہونگے قتل ہو جاوینگے تو اُن کو یہ بہی ضرور معلوم تہا کہ حضرت ابوبکر کی زندگی مین اگر کوئی خلیفہ مقرر ہو جاویگا تو سلسلہ قتل خلفا کا وقوع مین نہ آئیگا - کیونکہ تین خلفاء کا قتل ہونا موقوف اُسی حالت پر تہا کہ جب بعد وفات حضرت ابوبکر کے وہ خلفا یکے بعد دیگرے خلافت کو قبضہ مین لین - اور اگر مصنف مخاطب کو یہی مراد لینی منظور خاطر تہی تو بعد قتل علی مرتضیٰؓ کے ذکر خلافت بنی امیہ اور بنی عباسیہ کا بہی اپنی مراد مین کرنا ضرور تہا کہ علی مرتضیٰؓ کے مخاطب کلام اُس وقت حضرت ابوسفیان اور حضرت عباس تہے جو مارے خوشی کے دیر تک مثل لمبی رسی کے جو گہرے کنوین مین چہوڑنے کے وقت تڑپتی ہی تڑپتے رہتے -

تیسرا جو مراد مصنف مخاطب نے ظاہر کی ہی اُس سے زمانہ حضرت ابوبکر مین نتیجہ طلب خلافت نہ کرنے کا خوف موت علی مرتضی کے لیے پیدا ہوتا ہی -

چنانچہ بتصریح مصنف مخاطب نے آخرکار لکہا ہی کہ جو چیز باعث قتل ہو اُس سے بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا - حالانکہ علی مرتضیٰؓ نے خود اپنے اسی کلام مین اسی فقرہ سے اوپر اپنی رغبت طرف موت

کے ایسی ظاہر فرمائی ہی جیسے بچہ اپنے ماں کے پستان کی طرف رغبت
کرتا ہی۔ اور بوجہ خوف موت کے حملہ خلافت پسند کرنے سے صاف انکار
کیا ہی اور جو لوگ علی مرتضیٰ ع پر الزام خوف موت کا حملہ خلافت پسند کرنے
سے لگانے والے ہوں اُن کو علی مرتضیٰ ع نے متنبہ فرمایا ہی۔ لیکن مصنف
مخاطب کی جرأت قابل تماشا ہی باوصف تنبیہ علی مرتضیٰ ع کے کلام علی مرتضیٰ ع
کے فقرہ کی ایسی مراد لیتے ہیں جس سے جھٹلانا علی مرتضیٰ ع کا لازم آتا ہی یعنی
علی مرتضیٰ ع تو یہ فرماتے ہیں کہ مجکو رغبت طرف موت کے ایسی ہی کہ جیسے
بچہ کو پستان مادر کی طرف اور مصنف مخاطب فقرہ کی مراد یہ بتاتے ہیں
کہ بوجہ علم قتل ہو جانے کے طلب خلافت نہیں کی۔ درحقیقت علی ع
مرتضیٰ کے اُس فقرہ کی مراد صاف و صریح یہ ہی جیسا کہ تمام اُس کلام علی ع
مرتضیٰ سے متبادر ہی۔ یعنی تم ای عباس اور ابوسفیان مجکو خلافت پر حملہ
کرنے کی کیا ترغیب دیتے ہو مجکو ایسے پوشیدہ راز معلوم ہوئے ہیں کہ اگر
میں حملہ کرونگا تو مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانوں کی بادشاہت
قومی برہم درہم ہو جاوے گی کہ اہل ارتداد جدا مذہب اسلام پر اور مرتدین
مسلمانوں اور اُن کی قومی خلافت پر حملہ کر رہے ہیں اور زکوۃ کے متعلق
جدا جنگ و جدل باہم مسلمانوں کے ہو رہا ہی اور جب مسلمان اور سلطنت
مسلمانوں کی اور مذہب اسلام میرے حملہ سے تباہ و برباد ہو جاویگا
(جس کی خبر پیغمبر مجکو دے گئے ہیں اور وصیت (نصیحت) صبر کی فرما گئے
ہیں) تب تم لوگ دیر تک ایسے تڑپو گے جیسے لمبی رسی گہرے کنوین
میں تڑپتی ہی یعنی تم کو قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی کا مدت
تک افسوس رہے گا۔

اس کلام علی مرتضیٰ پر بحث اور غلط اُس کے معنی اور مراد ظاہر کرنے کے بعد جسکی حقیقت ہماری تقریر سے عیان ہوگئی مصنف مخاطب یہ دعوی کرتے ہیں "کہ جناب امیرؑ کو ابو بکر سے لڑنے کا کیون خیال پیدا ہوتا وہ تو اپنے بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکر کی اطاعت کو اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے" اور اس دعوی کی تائید کے لیے نہج البلاغہ سے کلام[1] علی مرتضیٰ کو سند لاتے ہین وہ اصل فقرہ اور ترجمہ مصنف مخاطب یہ ہی۔

"الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق لہ والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منہ"	عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہی تاکہ اُس کا حق اوروں سے لے کر دلاؤن اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہی تاکہ اُس سے حق لون"

یہ ترجمہ ٹھیک نہین ہی۔ ذلیل کا ترجمہ عاجز اور عزیز کا ترجمہ زبردست غلط لیا ہی۔ ذلیل کا ترجمہ خوار کا ہی اور عاجز ناتوان کو کہتے ہین اور عزیز کا ترجمہ برتر ہی اور زبردست قوی کو کہتے ہین جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے دوسری جگہ اسی فقرہ مین قوی کا ترجمہ زبردست کیا ہی۔ ٹھیک ترجمہ کل فقرہ کا یہ ہی "خوار میرے نزدیک برتر ہی تاکہ لون مین حق اُس کے لیے اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ لون مین حق اُس سے" اپنے ترجمہ پر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین۔

"جب جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے ہاتھہ کو دست بریدہ کیون کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑ بیٹھتے تھے؟"

دوسرا فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یہ ہی "رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا الیہ

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران جزو دہم۔

اس پر بلاغت ہمارے مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور جو اللہ کا حکم ہے اُس کو تسلیم کرتے ہیں ۔

اس ترجمہ میں قضا کا ترجمہ مصنف مخاطب نے تقدیر کیا ہے حالانکہ قضا سے مراد یہ ہے کہ وہ جو کچھ جاری ہو جائے یا گذر جائے اور اپنے اُس ترجمہ سے مصنف مخاطب یہ مراد لیتے ہیں کہ یعنی ہمکو معلوم ہو کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہے ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں ہرگز ہم کو شکایت نہیں ہے ۔

تیسرے فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول پر جھوٹ بولتا ہوں واللہ میں نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی ہے اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ ہونگا اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ یعنی رسول مجھکو یہ خبر دے گئے ہیں کہ پہلے خلافت حق ابی بکر ہے میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں ہے ۔

چوتھے فقرہ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ پس میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن میں غیر کا تھا ۔

اس ترجمہ میں جو مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہے کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی وہ یہ ترجمہ ہے — فاذا طاعتی سبقت بیعتی کا حالانکہ اُس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ ناگاہ اطاعت میری سبقت لے گئی ہے میری بیعت پر ۔

مصنف مخاطب جناب امیرؑ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد وفات رسولؐ کے جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک مجھکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکرؓ کی اطاعت مجھپر واجب تھی شاید اسکی وجہ

یہ ہو کہ رسولؐ خبر دے گئے تھے کہ ابوبکر خلیفہ برحق ہونگے اُنکی اطاعت کیجیو چنانچہ اس سے پہلے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین رسولؐ پر جھوٹ نہ بولونگا۔ اور یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہی یعنی مہاجرین و انصار نے ابوبکر سے بیعت کر لی تھی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں اُنکی بیعت اُن پر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اُس وقت موجود نہ ہوں "۔

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ "اگر یہ مانا جاوے کہ جناب امیرؑ نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکرؓ کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر مین کوئی حرج نہین سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا "۔

مصنف مخاطب نے جن فقرات کو اُس کلام علی مرتضیٰؑ سے لیا ہی جو نہج البلاغۃ مین مندرج ہین یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس پورے کلام علی مرتضیٰؑ کا ترجمہ اس موقع پر لکھا جائے تاکہ اُس سے خود بخود ظاہر ہو جائے کہ اُن فقرات سے وہ مراد ہرگز نہین ہو سکتی کہ جو مصنف مخاطب نے لی ہی۔ گو وہ کل کلام جو نہج البلاغۃ مین سید رضی نے منتخب کیا ہی خود ایک جزو کلام طویل علی مرتضیٰؑ کا ہی کہ اُنھون نے بعد واقعہ نہروان کے جس مین خوارج مغلوب اور تہ تیغ ہو چکے تھے ارشاد فرمایا ہی اور اُس مین اُس حالت کا ذکر کیا ہی جو وقت وفات رسول اللہ سے اُس وقت تک جبکہ وہ کلام ارشاد فرمایا ہی گذر چکی تھی۔ جیسا کہ شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی ترجمہ پورے اُس کلام کا جو نہج البلاغۃ مین لیا گیا ہی یہ ہی اور جو چار حصہ کو مشتمل ہی

(حصہ اول) پس امر خدا کے ساتھ مین نے قیام کیا جس وقت کہ وہ لوگ بزدل ہوگئے اور گویا ہوا مین جس وقت کہ وہ کلام مضطرب کرتے تھے۔ اور پیدا ہوا مین جس وقت کہ وہ لوگ دبک گئے۔ اور چلا مین ساتھ نور خدا کے جس وقت کہ وہ ٹھہر گئے۔ اور تھا مین اُن سب مین آواز مین پست تر اور سبقت مین سب سے اعلی۔ پس لے اُڑا مین عنان فضیلت کو۔ اور تنہا مین نے اُسکی گھوڑدوڑ مین بازی جیتی''

(حصہ دوم) مثل پہاڑ کے کہ نہین حرکت دے سکتی ہین اُس کو زور شور کی ہوائین اور اُس کو جگہ سے ہٹا نہین سکتین آندھیان اور نہین تھا مجھ مین کوئی عیب کہ جس کے باعث سے مجھکو کوئی عیب لگا سکے اور نہ کوئی بُرا کہنے کی بات جسکے سبب سے کوئی کہنے والا کچھ کہ سکے۔ اور ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے اُس وقت تک کہ مین اُس کے لیے حق کو لے لون اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہے اُس وقت تک کہ مین اُس سے حق کو لے لون''

(حصہ سوم) ہم راضی ہین خدا سے جو کچھ اُس کی قضا جاری ہوئی اور تسلیم کیا ہمنے اُس کے لیے اُس امر کو۔ آیا تو دیکھتا ہے مجھے کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہونگا کہ جنھون نے اُن حضرت پر جھوٹ باندھا''

(حصہ چہارم) پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو ناگاہ دیکھا طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی ہے۔ اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہے''

اس ارشاد علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہے کہ اُس کا پہلا حصہ متعلق ہے اپنے امور سے جن کو علی مرتضیٰؑ نے معرض افتخار مین اور اظہار مین اپنی فضیلات

جیسے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بسبب کمال اطاعت خدا اور رسول صلعم کے جو جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے وقوع میں آئی فرمایا ہے۔ اور اُس حصہ کلام میں سے مصنف مخاطب کوئی فقرہ اپنی غرض بانی کے مطلب کے لیے نہیں لے سکتے اور نہ اُس حصہ کلام سے کسی فقرہ کے معنی اور مراد کو مصنف مخاطب اپنے مذاق کے موافق بیان کر سکتے۔ جس سے یہ نتیجہ لازمی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف مخاطب علی مرتضیٰ کے افتخار اور فضیلت کے تسلیم کرنے میں مجبور آ گئے ہیں۔ اور در حقیقت علی مرتضیٰ نے اپنے مفاخر و افتخار میں جس جس شان سے اپنی فضیلت اُس حصہ کلام میں ظاہر فرمائی ہے اُس سے کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اُس کلام کی صداقت سے انکار نہیں کر سکے گا۔ اور جب افتخار علی مرتضیٰ کا اور اُن کی فضیلت تمام صحابہ اور مسلمانوں عہد پیغمبر پر قابل تسلیم ہو جاویگا کہ جس کا بمجبوری قبول کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم آتا ہے کہ جس کو واقعات زمانہ عہد رسول اور سوانح عمری علی مرتضیٰ ثابت کرتے ہیں تب حصص آئندہ کلام علی مرتضیٰ کے جن میں سے بعض فقرات کے مصنف مخاطب نے غلط معنے اور مراد قرار دی ہے خود بخود حقیقت معنی اور مراد اُن حصص کلام علی مرتضیٰ کی ظاہر ہو جاوے گی۔

دوسرے حصہ کلام علی مرتضیٰ کے شروع میں شامل ہے اُن کی اُس فضیلت کے استحکام کی کہ مثل پہاڑ کے کسی طرح سے جس کو جنبش نہ ہو سکے اور جس کو کوئی عیب اور امر مذموم نہ توڑ سکے۔ اس حصہ کلام کے اخیر میں جو یہ فقرہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جس کو مصنف مخاطب لیتے ہیں یہ کہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تا کہ اُس کے لیے حق لوں اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تا کہ اُس سے حق لوں ۔ حد متعلق سیرۃ علی مرتضیٰ

کے ہی جس مین آنحضرت علیہ السلام نے اظہار اپنی سیرۃ کا فرمایا ہی اس اعتبار سے کہ لوگ ہدایت پاکر سیرۃ علی مرتضیٰ کا اتباع کرین کہ وہ سیرۃ درحقیقت مأخذ اصول قانون عدل کی ہی۔ اور یہ سیرۃ اپنی علی مرتضیٰ نے عموماً اُسی محل اور موقع کے لیے بیان فرمائی ہی جبکہ درمیان دو شخصون کے کسی حق کا تنازع ہوا اور ایک نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو یا دبا رکھا ہو اور علی مرتضیٰ درمیان اُن دو شخصون کے شخص ثالث بمحل عدالت اور موقع عدل مین ہون۔ جس کا مدعا یہ ہی کہ حقدار جو اپنا حق چھن جانے کے باعث خوار ہو گیا ہو اُس کی حمایت کی جاوے اور اُس کو بوجہ حق کے زبردست سمجھا جاوے اور ناحقدار جس نے کسی کا حق لے کر برتری حاصل کی ہو اُس کی رعایت نکیجاوے اور اُس کو نا چیز اور حقیر سمجھنا چاہیے۔

مگر اس مین کچھ شبہ نہین ہو سکتا ہی کہ یہ اصول قانون عدل جو اپنے کلام مین علی مرتضیٰ نے اپنی سیرۃ کے لحاظ سے بیان فرمایا ہی اُس کی تعمیم مین خود علی مرتضیٰ کی حالت خاص شامل ہی بلکہ اُن کی حالت خاص سے اصولاً اُس کی تعمیم ہو گئی ہی۔ اور اُن کی حالت خاص کو بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے جب سمجھا جاتا ہی جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے اُس کلام علی مرتضیٰؓ کو باہم علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کیا ہی تو صاف یہ صورت پیدا ہوتی ہی کہ منصب خلافت کو علی مرتضیٰؓ اپنا حق بہ سبب اُس فضیلت اور برتری کے جس کا بیان حصہ اول مین کیا ہی اور اُس فضیلت اور برتری کے استحکام کو مثلاً اسی دوسرے حصہ کلام کے شروع مین ظاہر فرمایا ہی سمجھتے تھے جس کو حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے حصول سے حضرت ابوبکرؓ بظاہر برتر اور زبردست ٹھہر گئے تھے۔ اور لوگ بوجہ متصرف ہو جانے حضرت ابوبکرؓ

کے حق علی مرتضیٰؑ پر جو علی مرتضیٰؑ کو ذلیل اور کمزور اور حضرت ابو بکرؓ کو عزت والا اور قوی جانتے تھے اُنہیں خیالات کے باطل اور غلط قرار دینے کے لیے علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تاکہ اُس کے لیے حق لوں ۔ اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تاکہ اُس سے حق لوں ۔ باعتبار اُس واقعہ کے جو تصرف خلافت کے متعلق گذرا ہے اور صریح کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ حق خلافت علی مرتضیٰؑ کا تھا اور تصرف حضرت ابو بکرؓ کا ۔ علی مرتضیٰ ذلیل اور حضرت ابو بکرؓ عزت والے اور علی مرتضیٰ کمزور اور حضرت ابو بکرؓ زبردست سمجھے نہیں جا سکتے اور اُس معنے اور مراد سے اُس امر کا کچھ تعلق نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف تحفہ مخاطب کہتے ہیں کہ جناب امیر کسی زبردست سے کیوں ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیوں رکھتے ۔ اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑ دیتے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کی صرف اس خاص حالت میں جبکہ اُس کلام کو حالت حضرت ابو بکرؓ اور علی مرتضیٰؑ سے متعلق کیا جاوے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ جو فضیلت اور برتری علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور جس سبب اُس کے خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھا حضرت ابو بکرؓ نے جو اُس حق کو لے لیا اُس سے نہ علی مرتضیٰؑ خوار سمجھے جاتے ہیں اور نہ حضرت ابو بکرؓ زبردست اُسی فضیلت اور برتری میں جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی یعنی اُسی فضیلت اور برتری کی وجہ سے جو حق خلافت علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھا لینے نہ علی مرتضیٰؑ کی فضیلت اور برتری میں کچھ کمی ہو سکتی تھی نہ اُن کے حق میں کچھ نقصان آ سکتا تھا نہ حضرت ابو بکرؓ کی کچھ بڑائی اُس سے ثابت ہو سکتی تھی نہ اُن کے لیے حق خلافت پیدا ہو سکتا تھا ۔ کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ڈر گئے تھے اور اس وجہ سے انہوں

نے حضرت ابوبکر سے خلافت نہین سے لی تھی اس کلام علی مرتضیٰؑ سے کسی طرح مفہوم ہوتا ہی۔ پس بحث مستفسر صاحب کی اس امر پر ہی کہ خود اپنی طرف سے ایک امر غلط قرار دیتے ہین اور خود ہی اُسے سمجھ جاتے ہین۔

ہان علی مرتضیٰؑ نے خلافت حضرت ابوبکرؓ سے عملاً نہین لیا۔ اور اُسکے وجوہ خود علی مرتضیٰؑ نے فرمائے ہین جو ہمارے ناظرین پر بخوبی ظاہر ہو چکے ہین منجملہ اُنہین وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو بیعت رسول خداؐ نے بیعت علی مرتضیٰؑ سے جو خم غدیر پر ہوئی تھی فسخ کر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکرؓ پر بیعت کی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰؑ نے اپنے آپ کو دست بستہ فرمایا۔ یہ قول علی مرتضیٰؑ کا جو خطبہ شقشقیہ[1] مین ہے خلافت اور ... اس قول علی مرتضیٰ کا نہین ہو سکتا جو اس کلام زیر بحث مین اظہار حق کے متعلق ہی کیونکہ اظہار حق اور امر ہی اور اُس حق کو بذریعہ حملہ کے حاصل نہ کرنے کے لیے وجہ بیان کرنا اور امر ہی۔ دوسری مصلحت اور دور اندیشی جیسے کہ پہلے ظاہر ہو چکی ہین حق کے طلب کرنے مین صبر یا تدبر کرنا کچھ سبب نہین ہو سکتا ہی اور اُس سے اپنے حق کو ساقط کر دینا یا دعوی کا ترک کرنا لازم نہین آسکتا ہی بلکہ صبر اور تدبیر کرنا طلب حق مین بہ سبب دوسری مصلحتوں کے ایک فعل صواب تھا کہ جس مین طمع خلافت بھی نہین سمجھی جا سکتی تھی۔ افسوس ہی کہ ایسا عمدہ عمل علی مرتضیٰؑ کا کہ جو ہر کسی بشر سے ظہور مین نہین آسکتا تھا دوسری نوعیت سے سمجھا جاتے۔

تیسرا حصہ زیر بحث کلام علی مرتضیٰؑ کا متعلق اُس واقعہ کے ہی کہ علی مرتضیٰؑ جو اخبار پیغمبرؐ بیان فرماتے تھے خواہ وہ کسی کی ذات سے متعلق ہون خواہ پیشین گوئی آئندہ سے اور لوگ اُنھین شک کرتے تھے۔ لوگون کے اُس

[1] دیکھو جلد چہارم روشنی بحث خطبہ شقشقیہ۔

شک رفع کرنے کے واسطے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی اُسی حصہ سے یہ فقرہ مصنف مخاطب لیتے ہیں۔

رضینا عن اللّٰہ قضاہ وسلمنا لہ امرہ ۔ (ترجمہ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں جو کچھ خدا کا امر ہی)

قضائے الٰہی پر راضی ہونا اور اُسکے امر کو تسلیم کرنا یہ ایک اعلیٰ درجہ ہی مدارج عرفان کا کہ جس پر خاص اولیاء اللہ پہونچتے ہیں اور جو کوئی مصیبت اس دنیا میں خاصان خدا کو پیش آتی ہی وہ اُس کی بطیب خاطر برداشت کرتے ہیں اور جادۂ تحمل سے قدم اُن کا نہیں ڈگتا۔ اور جس میں امتحان اُن خاصان خدا کا ہوجاتا ہی اُس موقع پر یہ کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہی۔

ایسے کلمہ سے حقیقت کسی امر باطل کی جو وقوع میں آجاوے لازم نہیں آیا کرتی ہی۔

علی مرتضیٰ سید العارفین اور سردار اولیاء اللہ تھے یہ کلمہ بھی اُنہوں نے ایسے ہی موقع پر فرمایا ہی کہ جو موقع اُن کے لیے سخت تر مصیبت اور امتحان کا تھا اور وہ مصیبت یہ تھی کہ پیغمبرؐ جو اخبار فرما گئے تھے کہ بعد اُنکے کیا کیا فتنے برپا ہونگے اور صحابہ پیغمبرؐ احداث کرینگے اور اہل بیت پیغمبرؐ کو کیا کیا اذیتین امت کے ہاتھ سے پہونچینگی جن کو موقع بہ موقع خود اہلسنت کی کتابوں سے ہم اپنے رسالہ جات میں دکھا چکے ہیں۔ اور ابن ابی الحدید اور ابن میثم شارحین نے بھی احداث اور ملاحم کا ذکر کیا ہی۔

علی مرتضیٰؑ اُنہیں اخبارات اور علم پیغمبرؐ کے بموجب جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہوا تھا اظہار ایسے امور کا فرماتے تھے جس کی عام طور پر لوگ تصدیق نہیں کرتے تھے چنانچہ خود اسی حصۂ کلام میں علی مرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ آیا تو دیکھتا

ہے سمجھے کہ میں رسول خدا پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ میں پہلا وہ شخص ہوں کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس میں پہلا اُن لوگوں میں کا ہونگا کہ جنھوں نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا تھا۔

پس ظاہر ہے کہ امت اعمال فرمودہ رسول کی جب تصدیق نہ کرے اور علی مرتضیٰ کی صداقت بیانی پر شک لاوے تو اس سے زیادہ علی مرتضیٰ کے لیے کون موقع مصیبت کا ہوسکتا ہے۔ اسی مصیبت کے سبب سے جو اذیت امت رسول کے ہاتھ سے علی مرتضیٰ کو پہنچی اور جس کی علی مرتضیٰ نے برداشت کی اسی کے متعلق علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم قضائے خدا پر راضی ہیں اور اس کے امر کو تسلیم کرتے ہیں یعنی خدا کی راہ میں جو مصیبت اور اذیت ہم کو پہنچتی ہے اس کو ہم گوارا کرتے ہیں۔ یہ کلمہ کہ علی مرتضیٰ نے وقت برداشت مصیبت اور اذیت کے فرمایا ہے جس کو ایسے موقع پر خاصانِ خدا فرمایا کرتے ہیں۔

یہی کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معرکہ کربلا میں ایسے ہی موقعوں پر جبکہ امت رسول نے اُن کی ہدایت کو نہ مانا اور اُن کے حق کو قبول نہ کیا اور اُن کے اعوان و انصار کو قتل کیا اور خود امام علیہ السلام کو زخمی اور مجروح کیا ہے تو چند بار فرمایا ہے رضینا بقضاء اللہ وتسلیما لامرہ۔ لاکھوں ہزار کروروں شیعہ ہر سال عاشورا کے دن بیادگاری امام مظلوم وقت بجا آوری اعمال عاشورا کے خاص اس کلمہ کو بھی عملاً پڑھتے ہیں۔

کیا کوئی اس بات کا قائل ہوسکتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس کلمہ کے فرمانے سے یہ لازم آگیا کہ حضرت امام حسین ناحق پر تھے

اور یزید پر تھا - اور اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کردی تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اُس پر راضی ہو گئے تھے اور اُن کو کچھ شکایت نہین رہی تھی حالانکہ مرتے دم تک اُنھون نے بیعت یزید سے انکار کیا ہی - ایسے ہی علی مرتضیٰ نے جو وہ کلمہ ارشاد فرمایا ہی اور اُس کے مصنف مخاطب یہ معنے بتاتے ہین کہ اللہ نے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین - ہرگز ہم کو شکایت نہین کسی طرح یہ معنے جو مصنف مخاطب نے بیان کیے ہین صحیح قرار نہین پا سکتے -

ہم کو اس مین کچھ عذر نہین ہی کہ یہ کلمہ علی مرتضیٰؑ کا معاملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ سے متعلق سمجھا جاوے لیکن تعلق اُس کا خواہ مخواہ اسی نوع سے ہوگا کہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک خلافت حضرت ابوبکرؓ کی مذہب اسلام مین ایک مصیبت تھی اس وجہ سے کہ خلاف مرضی خدا و رسولؐ کے امت رسولؐ نے ایسے شخص کو خلیفہ قبول کیا تھا کہ جس مین وہ اوصاف نہ تھے جن کو خدا اور رسولؐ نے بیان فرمایا تھا اور غیر قابل اور غیر مستحق کو خلیفہ مقرر کر لیا گیا تھا اور علی مرتضیٰؑ خلاف اُس کے جو کچھ از روے قرآن اور اخبار پیغمبر بیان کرتے تھے اُس کی صحت پر لوگونکو شک ہوتا تھا - کچھ شبہ نہین ہو سکتا کہ اس سے زیادہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک کوئی مصیبت نہین ہو سکتی تھی جس سے سخت اذیت علی مرتضیٰؑ کے قلب اور روح کو پہونچی لیکن علی مرتضیٰؑ نے اپنے غیظ و غضب کو روکا جس کو صبر کہتے ہین اور اُس مصیبت عظیم اور اذیت شدید کو جس کا اشارہ خطبہ شقشقیہ مین بھی ہی برداشت کیا اور اسی مصیبت اور اذیت کی برداشت کی حالت سے یہ فقرہ متعلق ہو سکتا ہی کہ ہم قضاء الٰہی پر راضی ہین اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہین اور اس ... مرتضیٰ

کے واقع ہونے سے اور اس سے اذیت پہونچنے سے ہم کو کچھ شکایت نہین ہی کہ خاصگان خدا کا ایسے ہی موقعون پر امتحان ہوتا ہی اور جس سے ہرگز یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ واقعہ جس سے وہ مصیبت ظہور مین آئی اور خاصگان خدا کو اذیت پہونچی صحیح اور مطابق مرضی خدا کے تھا۔ اس بنا پر بلزوم اس امر کا قرار نہین پا سکتا کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی تھی اور علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ اس کی صحت اور جواز پر راضی ہوگئے تھے۔ کسی امر کو حق قبول کرنا اور چیز ہی اور کسی امر ناحق پر صبر و سکوت کرنا اور چیز ہی۔

خلیفہ برحق وہ ہو سکتا ہی جو مطابق ہدایت خدا و رسولؐ کے قبول کیا جائے اور جو امتیاز اور اوصاف خدا و رسولؐ نے قرار دیے ہین اُس مین وہ امتیاز اور اوصاف موجود ہون۔ ایسے خلیفہ کو کہ سکینگے کہ مطابق مرضی خدا اور رسولؐ کے ہی لیکن برخلاف اُس کے لوگ جس کسی کو خلیفہ مقرر کرلین اور وہ خلیفہ قرار پاجاوے اُس کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ بموجب تقدیر الٰہی کے یعنے موافق اُس اندازہ کے ہی جو خدا نے کیا تھا بلکہ صاف یہ کہا جائیگا کہ بموجب تقدیر بندگان خدا کے ہی کہ جس کو بندگان خدا نے اپنے اندازے سے مقرر کیا ہی اور یہی فرق ہی باہم خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الناس کے یعنی درمیان اُس خلیفہ کے کہ جو منجانب اللہ ہو اور اُسکے جو منجانب لوگون کے ہو۔ اور جن لوگون کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا اور اُسکے رسولؐ نے کوئی ہدایت دربارہ تقرر خلیفہ کے نہین کی وہ کیسے کہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اول خدا نے کی تھی وہ مجبور ہین اس امر کے کہنے پر کہ بغیر اور بلا مرضی خدا کے اُس کے بندہ مختار ہین جس کو چاہین خلیفہ مقرر کرلین اور کچھ شبہ نہین ہی کہ بغیر ہدایت خدا اور رسولؐ کے بندگان خدا اور امت رسولؐ جو کچھ محض اپنی خواہش سے عمل مین

لاوینگے اُس مین خطا ہوگی اور مجرد کسی امر کے واقع ہوجانے کو تقدیر الٰہی سمجھا جائے تو کفر کا وقوع اور شیوع گو کسی زمانہ مین ہو تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھا جائیگا

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مجرد واقع ہوجانے سے اگر تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھی جائے تو کوئی وجہ نہین ہی کہ بمقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزید کی خلافت کو کیون نہ کہا جائے کہ تقدیر الٰہی تھی اور بموجب اس تقدیر کے وہ خلافت صحیح ہی اور کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ مراد کیون نہ لیجائے کہ اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین ؛؛

بیقین کرنا چاہیے کہ یہ رضا و تسلیم جو علی مرتضیٰؑ اور حسنین علیہما السلام نے ظاہر کی ہی وہ مصیبت اور اذیت کی برداشت پر ہی جو راہ خدا مین اُن کو برداشت کرنا پڑا نہ حضرت ابوبکرؓ اور یزید کی صحت خلافتون کے قبول پر۔

علی مرتضیٰؑ نے اُسی حصہ کلام مین اس فقرہ کے بعد کہ ہم قضاے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو ہم نے قبول کیا ہی اور جس سے راہ خدا مین مصیبت اور اذیت کی برداشت مراد ہی جو یہ فرمایا ہی۔ آیا تو دیکھتا ہی کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے آنحضرت کی تصدیق کی ہی پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہ ہونگا کہ جنھون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا" اس کے یہ معنے نہین ہو سکتے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ؛؛

یہ معنی صحیح اسلیے نہین ہوسکتے کہ اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ حضرت جو کچھ فرماتے تھے لوگ اُس مین شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب

علی مرتضیٰؑ کے تھے پس ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کلام علی مرتضیٰؑ کا جس میں لوگ شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے تھے اُن لوگوں کے خیالات کے موافق تھا یا مخالف - ظاہر ہی کہ وہ ارشاد علی مرتضیٰؑ مخالف اُن لوگوں کے خیالات کے تھا -

اگر اُن لوگوں کے خیالات کے موافق ہوتا تو وہ لوگ ارشاد علی مرتضیٰؑ مین شک نہ کرتے اور اُن کے کلام کی تکذیب پر آمادہ نہ ہوتے اور اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اُن لوگوں کے خیال مین خلافت حضرت ابوبکرؓ کی برحق اور صحیح تھی - لہذا یہ لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ اخبار و احادیث پیغمبرؐ کے موافق اُس خلافت کو ناحق اور غیر صحیح ظاہر فرماتے تھے اور وہ لوگ علی مرتضیٰؑ کے ارشاد مین جو مخالف اُن کے خیالات کے تھا شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے ہوتے تھے -

پس اس کلام علی مرتضیٰؑ کے سوا سے اس کے اور کچھ معنے نہین ہوسکتے کہ رسولؐ آگاہ فرما گئے ہین کہ خلافت حق علیؑ و اہلبیت پیغمبرؐ ہی اور سوا ان کے جو کوئی خلافت قبول کرے یا امہ رسول کسی غیر کو خلیفہ قرار دے وہ ناحق اور مذہب اسلام مین فتنہ ہی - اور یہ خبر مین سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہی - اور یہ معنی کسی طرح سے صحیح نہین ہوسکتے کہ رسولؐ مجکو خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہی کیونکہ علی مرتضیٰؑ مخالف صحت خلافت ابوبکرؓ کے اخبار رسولؐ بیان کرتے تھے اور لوگون کے خیال بتائید صحت خلافت حضرت ابوبکرؓ کے تھے -

چوتھے حصہ کلام علی مرتضیٰؑ مین جو عین فقرہ منقولہ بالا کے بعد ہی جسکے معنی ابھی بتائے گئے ہین - یہ فقرہ ہی کہ پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو

ناگاہ دیکھا کہ طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی ہے - اور ناگاہ دیکھا میں نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے میں ہے جس کی صریح مراد یہ ہے کہ جب میں نے اپنے امر پر نظر کی تو بات تو یہ تھی کہ طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی تھی - یعنے میں نے رسول کی اطاعت کہ جو عین اطاعت خدا تھی اس درجہ پر کی تھی کہ وہ اطاعت میری سبقت لے گئی تھی اس بات پر کہ لوگ میرا اتباع کریں یا یہ بات تھی کہ میری اطاعت لوگوں پر میرے ساتھ بیعت کرنے سے سابق ہی واجب ہو گئی تھی لیکن باوصف اس شان صریح موجودہ کے بات یہ ہو گئی کہ عہد اپنے غیر کا اپنے گلے میں پایا - یعنی غیر کی سلطنت اور خلافت کا اتباع میری گردن میں پڑ گیا - جس سے غرض یہ ہے کہ لوگوں نے دوسرا خلیفہ اور بادشاہ سلطنت قومی مسلمانوں کا بنا لیا اور مجکو انکا تبع قرار دیا - بجاے اس کے کہ میرا حق بوجہ اطاعت خدا اور رسول کے یہ تھا کہ مجکو لوگ خلیفہ اور بادشاہ مذہب اسلام قبول کرتے - اور میری اطاعت اپنے اوپر واجب جانتے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرتے کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی تھی -

جس میں اشعار اور اظہار حق خلافت کا اپنے لیے اور انکار حق خلافت کا غیر کے لیے ہے - بجاے اس صاف و صریح مراد کے مصنف مخاطب جو یہ مطلب جناب امیرؑ کا قرار دیتے ہیں کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکر کی اطاعت مجھپر واجب ہو گئی صریح غلط ہے کیونکہ کلام علی مرتضیٰؑ سے وجوب اطاعت ابوبکر کا علی مرتضیٰؑ پر کسی طرح مفہوم نہیں ہو سکتا نہ اُس سے بیعت کرنا علی مرتضیٰؑ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر واضح ہوتا ہے چنانچہ وہ اصلی فقرہ یہ ہے فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے پس میں نے

اپنے معاملہ مین نظر کی تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ طاعت میری - (اے مین نے
جو اطاعت خدا اور رسول کی کی تہی) سبقت لے گئی ہی یا میری اطاعت جو خدا
ورسول نے لوگون پر واجب کردی ہی - میری بعیت پہ (اے میرے ساتھہ
بعیت کرنے پر) " سبقت لیگئی ہے "

مصنف مخاطب جو یون ترجمہ کرتے ہین کہ یکایک یہ معلوم ہوا کہ ..
میری اطاعت میری بعیت کرنے سے پہلے تہی " یا ہرگز ٹہیک نہین ہی - کیونکہ
یہ ایک غلط مضمون ہوتا ہی کہ مین نے جو اطاعت کی ہی وہ میری بعیت کرنے سے
تہی - اس لیے کہ علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی کبھی اطاعت نہین کی اور انکار
بعیت سے کیا -

اور اگر یون کہا جائے کہ مجکو اطاعت کرنا بعیت کرنے سے پہلے چاہیے
تہا تو اس کے واسطے اصل فقرہ مین الفاظ نہین ہین جو الفاظ کہ اصل
فقرے مین ہین اُس کے صرف یہی معنے ہوسکتے ہین کہ میری اطاعت جو مین نے
کی ہی یا جو لوگون پر واجب ہوگئی ہی وہ سبقت لے گئی ہی میری بعیت پر
یعنے میرے ساتھہ بعیت کرنے پر -

اور اگر اس فقرہ کا وہ مفہوم ہوتا جو مصنف مخاطب ترجمہ مین پیدا
کرنا چاہتے ہین تو وہ اصل فقرہ یون ہوتا "فاذا کانت علی طاعۃ غیری
قد سبقت علی بیعتی " پس ناگاہ تہا مجہپر اطاعت کرنا غیر اپنے کا بالتحقیق
سبقت لے گئی ہی اوپر بعیت میری کے "

مصنف مخاطب اپنے مفہوم کو جب تلک کہ اصل فقرہ عربی مین نہ بڑہاوین
تب تلک ترجمہ مین وہ مفہوم پیدا نہین ہوسکتا -

پہر قول جناب امیرؑ کا (اُسی قول کے ساتھہ جس کا ذکر ابہی ہوا) بیشک

یہ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ [illegible]
ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی"

ان دونون قول کا مفہوم صحیح ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ امر تو کچھ ہونا چاہیے
تھا اور ہو گیا کچھ یعنی حق ناحق ہو گیا مگر مصنف مخاطب [illegible]
کرتے ہین وہ یعنی مہاجرین وانصار نے ابو بکرؓ سے بیعت کر لی ہی اس وجہ
سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت
جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اُسوقت موجود
نہون"

جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے یہ مراد ظاہر کی ہی افسوس ہی کہ
اُسکے خلاف اصول ہونے کی وجہ سے ہم اُس سے اتفاق نہین کر سکتے
اول یہ اصول عامہ ہی کہ جس عہد مین جو لوگ شریک ہون اُنہین پر پابندی
اُس عہد کی لازم ہوتی ہی نہ اُن لوگون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک ہون طلب
کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو کہ کوئی عہد قومی ہونے والا ہی نہ
اُنکی طرف سے وکلا اور سفیر ہون یا اُنکے عوض اُنکی اجازت سے راے
دینے والے ہون یا یون کہو کہ قوم کی طرف سے جماعت اہل الراے یا اہل
حل وعقد ہون۔

جن مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی تھی اُنکا عہد
اگر صحیح ہو تو باعتبار اسکے کہ وہ عہد بیعت اُنہون نے کیا تھا اُسکی تعمیل
اُنپر واجب ہو لیکن علی مرتضیٰ جو نہ اُس عہد مین شریک تھے نہ اُنکی
اجازت سے کوئی اُنکے عوض راے دینے والا تھا نہ وہ شرکت کے لیے
طلب کیے گئے تھے نہ اُنکو اطلاع دی گئی تو صحیح معاہدہ [illegible]

حل و عقد کا قوم کی طرف سے رہا۔ تو وہ پابند کسی عہد مہاجرین اور انصار کے ہرگز نہیں ہو سکتے تھے اور نہ وہ اُنکے عہد کو اپنے ذمہ واجب جان سکتے تھے نہ مصنف مخاطب نے کوئی سند کسی آیت یا حدیث سے دی کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بہی واجب ہو جاتی ہی جو اسوقت موجود نہون نہ جمعیت اور انتخاب کرنے والا مجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد کا ہو۔

مین پوچھتا ہون کہ جو کفار خدمت مین پیغمبرؐ کی موجود ہو کر اور مسلمان ہو کر یعنے پیغمبرؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر کے عہد بیعت کرتے تھے تو وہ عہد بیعت اُن لوگون کے ذمہ بہی واجب ہو جاتا تھا جو اسوقت موجود نہون یہ سوال تو اصول عامہ کی شکل پر تہا۔ لیکن خاص صورت تمثیلاً اس واقعہ کی یہ ہی کہ پیغمبرؐ کسی امر کا ارشاد فرماتے اور کچھہ مسلمان اُسکے خلاف بغیر اطلاع اور طلب اور شرکت دوسرے مسلمانون کے کوئی عہد کسی سے کرتے تو آیا وہ عہد دوسرے مسلمانون کی گردن مین پڑ سکتا ہی اور وہ عہد اُن دوسرے مسلمانون پر واجب العمل ہو سکتا ہی۔؟

چہارم یون فرض کرو کہ اپنے زمانۂ حیات مین کوئی امر پیغمبرؐ نے بیان نہ فرمایا ہو اور کسی امر کی ہدایت نہ کی ہو اور کچھہ مسلمان خود بخود اپنی طرف سے کوئی عہد باہم کر لین تو وہ عہد اُن مسلمانون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک تھے نہ موجود نہ اُنکے عوض کوئی ملک کا دینے والا نہ وہ طلب کیے گئے تھے [illegible] اطلاع دی گئی ہو نہ وہ مجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد کا ہو۔ واجب [illegible]

[illegible] واجب [illegible] کہ ہرگز کوئی [illegible] نہین دے سکتا [illegible]

سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کے تقرر کے بارہ میں جو کچھ جس حیثیت سے کہ بحث و مباحثہ ہوا چاہیے تھا کہ وفات رسول (صلعم) کی خبر سنکر جیسے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی میں آنا شروع ہوئے تھے ویسے ہی لوگ جمع ہوتے جاتے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار اکٹھا ہوئے تھے انکو بھی مسجد نبوی میں بلا لیا جاتا تاکہ اول سب تجہیز و تکفین نبیؐ میں شریک ہوتے۔

بعد قبض روح پیغمبرؐ سب سے پہلے جو کام ہونا چاہیے تھا وہ کفن اور دفن پیغمبرؐ کا تھا لیکن اس کام کا مقدم ہونا وہی سمجھ سکتا تھا کہ جو بعد پیغمبرؐ امام تھے اور تمام کام عملی جو مذہب اسلام سے متعلق تھے انکا بجا لانے والا ہو یہی خلیفۂ رسول اور بادشاہ اسلام سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ تجہیز اور تکفین پیغمبرؐ کو مقدم نہ سمجھکر اور تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو ترک کر کے اور علی مرتضےؑ جو کار تجہیز و تکفین پیغمبرؐ میں مشغول تھے انکے اس کار کو سمجھکر کہ امام اپنا کام کر رہا ہے سقیفۂ بنی ساعدہ کو واسطے طے کرنے امر خلافت کے تشریف لے گئے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر نے علیؑ مرتضےؑ کا امام ہونا قبول کر کے سب سے پہلے امام سے اس امر میں اختلاف کیا کہ پیغمبرؐ کا کفن و دفن مقدم ہے یا خلیفہ کا مقرر کرنا۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب وفات پیغمبرؐ کی خبر ہوئی تھی تو وہ جنازۂ نبیؐ پر حاضر ہوئے اور انکے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بوسہ دیا اور انکی موت کا اطمینان کر کے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کو کہ جو سنکر موت رسولؐ کے تھے اور برہنہ تلوار کو کھینچکر یہ فرماتے تھے کہ جو کوئی نبیؐ کی موت کا قائل ہوگا اسکا سر اڑا دونگا یہ آیت پڑھکر موت پیغمبرؐ کا یقین دلایا۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ؕ	ترجمہ "اور نہین ہی محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اُس سے بہت رسول پہر کیا اگر پیغمبرؐ مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن"

اس آیت مین نبی کی وفات کا ہر طرح سے ذکر تہا خواہ بستر پر موت ہو خواہ میدان جنگ مین قتل ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سنکر فرمایا یہ آیت مجکو یاد نہین رہی تہی مگر حضرت ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے موت پیغمبرؐ کا اُنکو یقین ہو گیا۔

جب موت پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکر کو اطمینان اور حضرت عمر کو یقین ہو گیا تہا تو اُنکو لازم تہا کہ وہ تا تجہیز اور تکفین پیغمبر جنازہ پیغمبرؐ پر حاضر رہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چہوڑ کر چلے نہ جاتے۔

پیغمبرؐ کی جان اور جسم دونون رسولؐ ہوتے ہین جان محمدؐ کو ہی روح رسول کہتے تہے اور جسم محمدؐ کو ہی جسم پیغمبرؐ کہتے تہے۔ روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تہی اُسوقت بہی پیغمبرؐ کو چہوڑنا نہین چاہیے تہا اور جب روح پیغمبر جسم رسولؐ مین نہین تہی اُسوقت جسم پیغمبرؐ کو بہی چہوڑنا نہین چاہیے تہا۔

مگر حضرت ابوبکر اور عمر حیات پیغمبرؐ مین بہی میدان جنگ مین چہوڑ چہوڑ کر چلے گئے اور بعد ممات بہی جسم پیغمبرؐ کو چہوڑ کر چلے گئے

افسوس ہی کہ آیت ذکر ممات پیغمبر حضرت ابوبکرؓ کو تو پہلے سے یاد تہی اور وقت مرگ پیغمبرؐ اُنہون نے حضرت عمر کو تازہ یاد کرائی لیکن یہ دونون بزرگوار بہا ہی مضمون اس آیت کا دفعتاً بہول گئے "اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن"

فی الحقیقت علی مرتضےٰ منجانب خدا قابلیت امامت کی رکہتے تہے۔ جنہون نے حیات پیغمبرؐ مین میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑا نہ بعد وفات اُنکی جسم کو۔

حضرت ابو بکر و عمر کو نہین چاہیے تہا کہ علی مرتضےٰؑ سے اختلاف کرتے وہ کفن و دفن پیغمبرؐ کو مقدم سمجھتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ کو نہ چلے جاتے اور جنازۂ نبی پر حاضر رہکر اور جسقدر مہاجرین و انصار خبر وفات پیغمبرؐ سنکر جمع ہوتے وہ سب عزت شرکت دفن نبی کی حاصل کرتے۔

بعد اُسکے بموجودگی علی مرتضےٰ و بنی ہاشم اور دیگر مہاجرین و انصار کے اگر کسی کو یہ شبہہ ہوتا کہ پیش پیغمبرؐ علی مرتضےٰ کار امامت نہین کرتے رہے ہین اور اُن مین قابلیت کار خلافت کی نہین ہی تو اس امر کو طی کرتے کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر ہونے کے قابل ہی اور اس امر کے طی کرنے سے پہلے تمام مسلمانون علی الخصوص تمام سرداران قبائل عرب کو اطلاع دیتے کہ وہ کسی روز جمع ہوکر بالاتفاق اس امر کو طی کرین کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر کیا جاوے لیکن امر تقرر حضرت ابو بکرؓ کا خلافت پر نہایت عجلت کے ساتھ کار مقدم تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بلا لحاظ کسی اصول کے کہ جسکا ہونا ایک تنظیم عملی کار کے لیے ضروری تہا عمل مین لایا گیا۔

جن لوگون نے کہ اُسوقت حضرت ابو بکر کے ساتھ بیعت کی اُنکا عہد علی مرتضیٰ کی گردن مین ڈالنا یا اُنکے عہد کا علی مرتضیٰ کے ذمہ لازم ہونا جیسا کہ مصنف مخاطب قرار دیتے ہین سوا مصنف مخاطب کے اور کسی کی سمجھ مین نہین آسکتا۔
بلکہ میری سمجھ مین تو جو وہ لوگ ہی کہ جنہون نے اُسوقت حضرت ابو بکر

سے عہد بیعت کیا تھا یا بندا اپنے اُس عہد کے نہین رہ سکتے کہ وہ عہد نا حصول ہونے کی وجہ سے باطل اور ناجائز تھا ایسی حالت مین کلام علی مرتضیٰ ع کے یہ معنے بیان کرنا کہ غیر کا یعنے ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی اور مہاجرین اور انصار کی بیعت سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا سراسر غلط اور غیر صحیح ہی۔

نہ علی مرتضےٰ اس معنی مین وہ کلمہ فرما سکتے تھے اور جو کلمہ کہ اُنہون نے فرمایا ہی نہ اُسکے وہ معنے ہو سکتے ہین۔ بلکہ اُنکے ارشاد کے وہی معنے ہین کہ کچہ کا کچہ اور حق کا ناحق ہو گیا۔ یعنے کہ میری اطاعت جو خدا اور رسول ع کی کر چکا ہون سبقت لے گئی ہی میرے ساتھ بیعت کرنے سے۔ اور ناگاہ عہد غیر کے لیے میری گردن مین پڑ گیا۔

واسطے غیر کے عہد کا علی مرتضےٰ کی گردن مین پڑنے سے مراد یہ ہی کہ مین اُس غیر کو حملہ کر کے بوجہ دیگر مصلحتون کے جنکو اُنہون نے دوسرے موقعون پر فرمایا ہی دفع نہین کر سکتا اور اُنکو اُنکی حالت پر چھوڑ کر صبر کرتا ہون اور اس حیثیت سے عہد واسطے غیر کے میری گردن مین پڑ گیا۔

علی مرتضےٰ نے ہرگز یہ نہین فرمایا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ میری بیعت سے پہلے ابو بکر کی بیعت مجھپر فرض ہو گئی اور اُنکا عہد میری گردن پر آ گیا جس کی حقیقت ہم ابھی اوپر دکھلا چکے اور نہ اُس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب قصد کرتے ہین کہ تا خیر بیعت بطور دوستانہ شکایت کے تھی۔

اور اسی مضمون کو مصنف مخاطب یون ادا کرتے ہین کہ اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیر نے بیعت مین تاخیر کی تہی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تہی کہ وہ ابو بکر

کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہوں بلکہ بطور دستاویز شکایت کے تہی اور اس تاخیر میں کوئی ہرج نہ سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت سے یعنے حصول اطاعت قبل بیعت حاصل تھا۔

یہ مضمون بطور دفع دخل کے مصنف مخاطب نے باعتبار روایات اپنے بیان کی کتب کے بیان کیا ہے کہ بیعت علی مرتضیٰؑ کے بارہ میں اہل سنت کے بیان مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کا یہ مقصود ہے کہ بوجہ سطوت خلافت کے علی مرتضیٰؑ سے بلا تاخیر بیعت لی گئی اور بعض روایتوں سے اہل سنت نے یہ مقصد نکالا ہے کہ بوجاہت حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے تا زندگی اُنکے علی مرتضیٰؑ سے بیعت طلب کرنے پر اصرار نہیں کیا گیا تھا بعد وفات جناب سیدہؑ علی مرتضیٰؑ نے بیعت کی۔ لیکن ہم موقع بموقع ان ہر قسم کی روایات کی حقیقت دکھلا چکے ہیں۔

جن روایات سے بذریعہ قہر و استیلا کے علی مرتضیٰؑ کا واسطے بیعت کے طلب کرنا یا بلا تاخیر اُنکا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہے وہ روایات بغرض اثبات قہر و استیلا کے وضع کی گئی ہیں تاکہ حق خلافت قہر و استیلا کی وجہ سے پیدا ہو جائے لیکن ناواقف تھے اس امر سے کہ مسئلہ قہر و استیلا بیرون سلطنت حق پیدا کرتا ہے وہ مضامین اُنکی دوسری قسم کے روایات کے باعث مخالف اور مختلف ہونے کے قابل اعتماد کے نہیں ہیں۔

اور جن روایات سے کہ بعد وفات جناب فاطمہؑ کے بتاخیر بیعت کرنا [illegible] کا بیان کیا جاتا ہے منجملہ اُنکے جو روایت صحیح بخاری میں ہے اُس سے معاملہ [illegible] حضرت ابوبکر اور علی مرتضیٰؑ کے واضح اصل وجہ بیعت۔

اور بعد وفات [illegible] کے [illegible] ہی قرار پا سکتی ہے کہ حضرت [illegible]

حملہ نہ کرین اور حضرت ابوبکر طلب بیعت کے ارادہ سے باز آئین۔ در خلاف روایت صحیح بخاری کے دوسری روایتین اس قسم کی جس مین ذکر بیعت علی مرتضیٰ کا ہے معتمد نہین ہو سکتین۔

شیعہ از روے تحقیق برابر اسکے قائل ہین کہ علی مرتضیٰ نے بیعت حضرت ابوبکر سے نہین کی اور نہ کسی اور خلیفۂ وقت سے۔ اور نہ حضرت امام حسن نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور نہ حضرت امام حسین نے یزید بن معاویہ سے۔ البتہ علی مرتضیٰؑ نے باکراہ خلافت خلفاے ثلاثہ کو اُنکی حالت پر چھوڑا اور حملہ نکرکے اُنکو سہنے دیا اور اسی شان سے کہا جا سکتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے اتباع اُنکی خلافتون کا کیا جیسے سلطنت غیر عادل کا اتباع اہل عدل ہمیشہ کیا کرتے ہین

یقین کرنا چاہیے کہ اگر علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابوبکر کو واجب سمجھتے ہوتے تو ممکن نہین تہا کہ وہ ایک لحظہ بہی اُنکے ہاتہ پر بیعت کرنے سے توقف کرتے کیونکہ وہ تمام امور جو شرعاً واجب ہون فوراً بلا تاخیر عمل مین لانے والے تہے۔ اور تعمیل امر واجب مین تاخیر شکایت دوستانہ متصور نہین ہو سکتی بلکہ اپنے حق مین دشمنی ہے جسکی توقع علی مرتضیٰ سے غیر ممکن ہے۔ اور اگر علی مرتضیٰؑ بیعت حضرت ابوبکر کو واجب نہین سمجھتے تہے تو تاخیر بیعت کے کچہ معنی نہین ہو سکتے۔

اور جب مصنف مخاطب یہ قرار دیتے ہین کہ علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابوبکر کو واجب سمجھتے تہے تو اُسکے مخالف جو نتیجہ بیعت نہ کرنے کی حالت مین پیدا ہوتا ہے وہی نتیجہ تاخیر بیعت مین پیدا ہوگا۔ مقدار زمانہ امر واجب کو بیکار نہین کر سکتا۔

مصنف مخاطب کس قدر خوبی سے دفع دخل کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ امر واجب کی تعمیل کا تاخیر کا الزام عائد کرنا چاہتے ہین لیکن وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ

[illegible] دیگر اُن صحابہ اور مسلمانون کے سمجھتے ہین کہ جو امر واجب کو تغیر
[illegible] والے تھے جسکا اثر علی مرتضےٰ کے افضل الناس ہونے
[illegible] قبول نہین کر سکتے ہان اہل سنت مین سے جسکا جی
[illegible] مصنف مخاطب بجاے ادعاے نصیحت شیعون
[illegible] فضیحت کرنے لگے ہین۔

[illegible] حضرت ابو بکر سے جناب امیرؑ کو لڑنے کا خیال پیدا ہو
[illegible] ہین کہ وہ جناب امیرؑ ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے
[illegible] کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اُسیطرح
[illegible] جس ذریعہ سے اُنکو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ
سے [illegible] مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر اُنسے بیعت کی تھی اُنہین نے
اُسی شرط پر [illegible] جسطرح اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی اُسیطرح میری۔

[illegible] البلاغہ کی شرح ابن میثم سے خط جناب امیرؑ موسومہ معاویہ کے فقرات
نقل کرکے یون ترجمہ کیا ہے اور اخیر فقرہ کی جو عبارت چھوڑ دی ہے اُسکا ترجمہ
خط ہلالی مین ہم لکہ دینگے وہ جناب امیرؑ نے خط لکھا تھا معاویہ کو کہ بیشک
مجھسے اُنہین لوگون نے بیعت کر لی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے
بیعت کی تھی اُسی شرط پر جس شرط پر کہ اُنسے بیعت کی۔ اب نہ کسی حاضر کو جائز
ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہے کہ اُسکو رد کرے۔ اور
نہین ہے شوری مگر مہاجرین اور انصار کے لیے۔ پس اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام
مقرر کر دین تو وہی اللہ کی رضامندی ہے۔ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے
والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر دو اُسی بیعت
کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اُس سبب

سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے۔ اور مین قسم کہاتا ہون اپنی جان کی ای معاویہ اگر تو اپنی ہوا کو چھوڑکر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمان کے اتہام مین تو مجھکو سب آدمیون سے زیادہ بری پائیگا اور البتہ تو جان لیگا کہ مین ایک گوشہ مین تہا اُس سے "مگر یہ کہ گناہ ڈہونڈہے تو پس گناہ ڈہونڈہ تو جو کچہہ کہ ظاہر ہو تجکو"

مصنف مخاطب نے شروع مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ وہ اُنہین لوگون نے بعیت کی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بعیت کی تہی۔ اُسی شرط پر جس شرط پر اُنسے بعیت کی تہی " لفظ شرط صحیح نہین ہی اصل عبارت مین لفظ علیٰ ما " ہی جسکا یہ ترجمہ ہوتا ہی "اُسی طرح پر" یعنے بعیت کی مجھسے قوم کے اُنہین لوگون نے کہ جنہون نے بعیت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے اُسیطرح پر کہ بعیت کی تہی اُنہون نے اُنسے جسطرح پر یعنے جیسے کہ اُن تینون کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے جن لوگون نے بعیت کی تہی ویسے ہی مجھکو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُنہا لوگون نے مجھسے بعیت کی ہی۔

اور باقی مضمون ترجمہ مین جہان کہین جو پیرایہ بنوع دیگر اختیار کیا ہی اُسکا فرق اُس ترجمہ سے نمایان ہو جائیگا جہان آئندہ ہم ترجمہ لکہین گے۔

مصنف مخاطب اپنے ترجمہ کے مضمون بالا سے یہ استدلال کرتے ہین وہ جناب امیرؑ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بعیت کی تہی اُنہین لوگون نے مجھسے بعیت کی ہی پس جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون اور جسطرح اُنکی امامت سے کسی بعیت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا اُسیطرح میری امامت سے انکار جائز نہین "

"پھر جناب امیر کو یہ تردد کیوں ہوتا کہ ابو بکر سے لڑوں یا نہ لڑوں۔ اگر جناب امیر ابو بکر سے لڑتے تو ابو بکر کے مقابلہ میں اُنکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ میں امیر معاویہ کی ہوئی"

"پھر جناب امیر نے فرمادیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہی جسکو وہ امام بنائیں اُسی سے اللہ راضی ہی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ امامت کے لیے نص نہ تھی بلکہ امامت بیعت مہاجرین و انصار سے حاصل ہوتی تھی۔ خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین و انصار نے امام بنایا تھا پس اللہ اُنکی امامت سے راضی تھا۔ مہاجرین و انصار جسکو امام بنائیں پھر اُس سے جو کوئی مخالفت کرے اور سمجھانے سے نہ مانے اُس سے مومنین کو لڑنا چاہیے پس اگر جناب امیر ابو بکر کی مخالفت کرکے اُنسے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا واجب ہوتا"

"مہاجرین اور انصار جسکو امام بناتے ہیں اُسپر طعن کرنا بھی جائز نہیں جو طعن کرے وہ بھی باغی ہی اور اُس سے لڑنا جائز ہی"

"جناب امیر نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین ولاہ اللہ) اُسمیں اس آیت کی طرف اشارہ ہی"

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا"	"اور جو شخص مخالفت کرے رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقہ مومنین کا پھیرینگے ہم اُسکو جدہر کو پھرا اور ڈالینگے ہم اُسکو جہنم میں اور وہ بُرا ٹھکانا ہی"

اور فاضل میثم کی شرح سے حوالہ دیتے ہیں کہ "جناب امیر کے خط میں ۔۔

(ولا الله) سے آگے (ربنا توفی) اور اُسکے بعد پوری آیت نہین تھی اور پورا خط لکھا
نقل ہی جسمین پوری آیت مذکور ہی
مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ بہی لکھتے ہین کہ وہ رقعہ سے اپنی عادت
خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی الفاظ
بہی حذف کردیے ہین

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ جناب امیر نے جو
یہ فرمایا تہا کہ مہاجرین وانصار کے بنائے ہوئے امام سے جو مخالف ہو اُس
سے لڑو اس دعوے کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب
امیر نے اُن مہاجرین اور انصار کو جنہون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کو امام
بنایا مومن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین الا ماشاء الله
منہا) جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بہی ثابت کردیا کہ ابوبکر اور
عمر اور عثمان امام المومنین تہے اسیطرح مین بہی امام المومنین ہون

مصنف مخاطب یہ بہی حجت کرتے ہین کہ اس آیت مین جہنم کی سزا
اُس شخص کے لیے مذکور ہی جو حق ظاہر ہوجانے کے بعد رسول کی اور طریقہ
مومنین کی مخالفت کرے اور جناب امیر نے اس آیت کو اس شخص پر صادق
کیا جو ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابوبکر
اور عمر اور عثمان اور علی کا مخالف ہو وہ رسول کا بہی مخالف ہی اور اُسکی سزا
جہنم ہی

آخر کار مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ شیعون کے مقابلہ مین
جو اہلسنت کا مذہب ہی وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت ہوگیا اور
چونکہ جناب امیر نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بہی ذکر کردی ہی اسلیے یہ بات

ہوگیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہی اور شیعون کا مذہب ثقلین کے مخالف ہی۔

اے حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تیرہ حجت ہوگا!!

جب روز جزا حساب ہوگا محشر مین نجات اُسسے ملے گی		اِس قول کا کیا جواب ہوگا جو تابع بوتراب ہوگا

پھر مصنف مخاطب علماے شیعہ کو اس قول کی تاویل مین سخت عاجز جانکر اُنکا قول یون ظاہر کرتے ہین کہ وہ جو لوگ نص امامت کو نہین مانتے تھے اُنکے سامنے جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا کہ جو اُن کو مسلم تہا مگر جناب امیرؑ کو مسلم نہ تہا؛ اور علماے شیعہ کی تاویل کو بوجوہ باطل کرنے کا قصد کرتے ہین۔

وجہ اول۔ جناب امیرؑ نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔

دوسرے۔ اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجھا جاے کہ یہ قول جناب امیرؑ کو مسلم نہ تہا۔ اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے ایسا لکھا تہا تو اتنا لکھ دینا کافی تہا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی تہی شوری کا اختیار مہاجرین اور انصار کو اور اُنکے امام بنانے ہوے سے باغی ہونے والے سے لڑنا اور پہر قرآن کی آیت سے اسکو ثابت کرنا قرائن اس امر کے ہین کہ جناب امیرؑ کے نزدیک یہی حق تہا۔ کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کے قرائن موجود ہین پہر ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی اور ظاہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک

حق یہی ہی جو کہ رہا ہی۔ یہ امر فصاحت اور بلاغت کے خلاف ہی کہ کہنے والا
اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہے اور اُسمین کوئی ایسا اشارہ نہ کردے
کہ یہ قول اُس کہنے والے کے نزدیک حق نہین بلکہ اُسکی تائید کردے۔
جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے اُنکے کلام مین ایسے
عیب کو کیونکر دخل ہو سکتا ہی۔

تیسرے۔ اگر جناب امیرؑ کو الزامی دلیل پیش کرنا منظور تھی تو اُسکے
ساتھ نص امامت بھی ضرور ذکر کردیتے اور یون لکھتے کہ رسولؐ نے بھی مجھی
کو امام بنانے کا حکم کیا ہی اور مہاجرین اور انصار نے بھی مجھسے بیعت کی ہی
پس دونون طرح حق امامت مجھی کو حاصل ہی۔ دونون دلیلون سے استدلا
نہایت قوی ہوتا۔ ضعیف استدلال پر کیون اکتفا کیا۔ جناب امیرؑ نے
یہ بھی خیال نہ کیا کہ لوگون کو یہ شبہہ ہوگا کہ جناب امیرؑ کے لیے نص نہ تھی۔

چوتھے۔ جناب امیرؑ کے دوسرے قول سے بھی تائید ہوتی ہی جب لوگون
نے بعد حادثۂ عثمان کے اُن کو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مجھے
چھوڑدو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو۔ اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ بنانا اُنہین
لوگون کا کام تھا جس سے وہ بیعت کرتے وہی خلیفہ ہوتا۔ اس کلام کے
آخر مین جناب امیرؑ نے یہ فرمادیا کہ جسکو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے
یا شاید تم سے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔"

جو کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اُسکے معنے اور مراد
مین مصنف مخاطب نے اپنی عادت کے موافق تحریف کی ہی اگر وہ علی مرتضیٰ
کے اس کلام کے معنی اور مراد کی تہ کو پہونچ گئے ہین۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے اسی کلام بلیغ مین بتادیا ہی کہ

امامت کے لیے نص ہوتی ہی اور وہ نص میرے ہی لیے ہی نہ میرے متقدمین کے واسطے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہی کہ امام منصوص سے جو افضل ہو اسکا قتل کرنا از روے نص لازم ہی۔ اور جو کچھ امر حق تھا اور جو کچھ نزاع تھا مسئلہ سے دلیل قطعی اور الزامی پیدا ہوتی تھی سب کچھ اس کلام میں موجود ہی جبکہ اسکے اصلی معنی اور مراد کی تشریح ہم کرینگے تب ظاہر ہو جائیگا کہ مصنف مخاطب کا نہ کوئی استدلال قائم رہ سکتا ہی اور نہ علماے شیعہ کے قول کا جواب بچ سکتا ہی۔

سید رضی نے کتاب نہج البلاغہ واسطے قائم اور باقی رکھنے فن بلاغت کے تالیف کی ہی اور جیسا کہ مصنف مخاطب اسی بحث میں قبول کرتے ہین کہ وہ جناب امیر کمال فصاحت اور بلاغت مین سب سے بڑھے تھے؟

ایسے ہی تمام امت پیغمبر قبول کرتی چلی آئی ہی کہ علی مرتضیٰ قدرتاً فصیح اور بلیغ تھے۔ اس لیے سید رضی مجبور تھے کہ اس کتاب فن بلاغت مین جناب علی مرتضیٰ کے کلام خواہ وہ تحریری ہون یا تقریری جمع کرین۔ اور بہت کچھ حصہ اس کتاب کا متفرق طور پر دوسری کتابون مین مروی اور منقول ہو چکا ہی جس سے انہون نے اسکو لیا ہی۔

چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین اس کتاب (خط) علی مرتضیٰ کی نسبت لکھا ہی کہ ارباب سیر نے اسکا ذکر کیا ہی اور ہمارے شیوخ متکلمین اسکو حجت مین لائے ہین اور جیسے کہ پورا یہ خط شارح ابن میثم نے اپنی شرح مین منقول کیا ہی ویسے ہی پورا یہ خط شارح ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی جو ابن میثم سے مقدم ہی۔

سید رضی نے یہ کتاب نہج البلاغہ مذہبی شان سے جمع نہین کی ہی کہ جسمین

پہلے سے مضامین احادیث اور روایات کا جمع کرنا لازم ہوتا بلکہ اُنھون نے اپنے نزدیک جس کلام تحریری اور تقریری علی مرتضیٰ سے جستہ جستہ لینا مناسب سمجھا ہی اُسکو لیا ہی اور زیادہ لحاظ اس بات کا رکھا ہی کہ وہ مضامین جو عقائد کسی فرقہ اسلام کو ناگوار ہون ترک کیے جائین تاکہ اُنکی یہ کتاب ہر فرقہ کے مسلمانون کو فن بلاغت مین فائدہ پہونچاوے۔

مصنف مخاطب نے جو سید رضی کی نسبت یہ لکھا ہی کہ سید رضی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اُسکے باقی فقرے حذف کردیے" نہایت نازیبا ہی لیکن جب وہ خود علی مرتضیٰ کی نسبت اُنکے فضائل کے کم کرنے مین اور دوسرون سے چھوٹے درجہ پر قائم کرنے مین کوشان ہین تو اُنکو سید رضی کی نسبت جو علی مرتضیٰ سے چند پشتون کے بعد نسل مین ہین کسی ناحق الزام دینے مین اور بجائے حسن صواب کے عیب لگانے مین کیا باک ہو سکتا ہی۔

سید رضی نے کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کا جو انتخاب کیا ہی اگرچہ اُسمین لفظ آیت (ما تولّی) کہ جس سے نشان آیت معلوم ہو جاے ترک نہین کیا مصنف مخاطب جو لفظ (ما تولّی) کا ترک کرنا ظاہر کرتے ہین غلط ہی۔ شرح ابن ابی الحدید اور شرح ملا فتح اللہ صاحب شیرازی مین وہ لفظ آیت درمیان کلام منقولۂ سید رضی کے موجود ہی۔ البتہ شرح ابن میسم مطبوعۂ طہران مین وہ لفظ آیت کلام منقولہ نہج البلاغہ سے بہ سہو کاتب متروک ہو گیا ہی۔

وقت شرح کے خود ابن میسم کے کلام مین وہ لفظ آیت داخل کلام منقولہ نہج البلاغہ موجود ہی۔ مصنف مخاطب کو جنکے سامنے شرح ابن میسم تھی چاہیے تھا کہ وہ بیان شرح ابن میسم سے خیال کر لیتے کہ وہ لفظ آیت سید رضی نے ترک

نہیں کیا اور نسبت کوئی ہی چیز نہیں پائی جاتی اسلیے کہ علی مرتضیٰ کا تمام کلام ہمیشہ
مشتمل ... میں آیات قرآنی اور مقتبس قرآن سے ہوا کرتا ہی - اور علما خود بخود
بیان کرتے ہیں کہ کلام علی مرتضیٰ کا ماخذ کون آیت قرآن اور حدیث رسولؐ ہی
منصوص ... آیت ... اس کلام علی مرتضےؑ مین موجود ہی کہ جو نہج البلاغہ مین
سید رضی نے منقول کیا ہی - اور پورا وہ خط علی مرتضےؑ کا مع پوری آیت
کے کتب سیر مین موجود ہی جہان سے سید رضیؒ نے لیا ہی پس الزام خیانت
سید رضیؒ پر نسبت حاسد سے زیادہ بیجا ہی -

قبل اسکے کہ ہم کلام زیر بحث علی مرتضیؑ کے معنے بیان کرین یہ بھی مناسب
معلوم ہوتا ہی کہ اُس خط کا پورا ترجمہ لکھدین اور کلام زیر بحث پر خط کھینچدین تاکہ
معلوم ہوجاے کہ جو مضمون خط کا سید رضی نے ترک کیا ہی وہ اہلسنت کے
استدلال کے لیے مفید ہی یا متبعان حضرت معاویہ کے لیے مضر -

(خط علی مرتضیٰ بنام معاویہ)

اور لیکن بعد اسکے بیشک بیعت میری ای معاویہ لازم ہوگئی ہی تجھکو درحالیکہ
تو شام مین ہی اسواسطے کہ تحقیق امر یہ ہی کہ بیعت کی ہی مجھسے قوم نے انہین لوگون
نے جنھون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُسی طرح پر جسطرح پر اُن
سے بیعت کی تہی - پس نہ کسی حاضر کو یہ جائز کہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ
واسطے غائب کے یہ ہوسکتا ہی کہ اُسکو رد کرے - اور نہین ہی شوری مگر واسطے
مہاجرین اور انصار کے - پس اگر اجتماع کرین وہ کسی پر اور نام رکھین اُسکا
امام تو ہوگی وہی رضاے خدا - پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا از روے
طعن یا بدعت کے تو پہیر دو اُسکو طرف اُسی چیز کے جس سے کہ وہ نکل گیا ہی
پس اگر وہ انکار کرے جنگ کرو اُس سے اس سبب سے کہ اُسنے اتباع کیا ہی

غیر راہ مومنین کی پہیر دیا ہی اُسکو اللہ نے (ترجمہ اُ[illegible]
جہنم واصل کرینگے ہم اُسکو اور وہ بُرا ٹھکانا ہی [illegible]
بیعت کی میری پہر توڑ دیا اُن دونون نے میری بیعت کو اور تہا توڑنا اُن [illegible]
کا مثل ارتداد اُن دونون کے پس جہاد کیا مین نے اُن دونون سے [illegible]
بات پر یہانتک کہ آیا حق اور ظاہر ہوا امر اللہ کا درحالیکہ وہ کراہت کرتے
تہے پس داخل ہو تو ای معاویہ اُس امر مین کہ داخل ہوے ہین اُسمین مسلمان
پس تحقیق کہ میرے نزدیک محبوب ترین امور تیرے باب مین عافیت ہی مگر
یہ کہ تو بلا کو لیکر خود ہی پیش آئے - پس اگر تو اُسکو لیکر پیش آیا تو جنگ کرونگا
مین تجہسے اور مدد چاہونگا مین اللہ سے تیرے مغلوب ہونے کی - اور تحقیق
کہ تو نے جہگڑا کیا قتل عثمان مین پس داخل ہو تو اُس امر مین کہ اُسمین لوگ
داخل ہوے پہر محاکمہ کر قوم کا (مراد قوم سے وہ لوگ ہین جنکو معاویہ قاتل عثمان
کا جانتا تہا) مین تجہکو اور اُس قوم کو کتاب خدا پر اوٹہالونگا (اور تیرے اور اُس
قوم کے درمیان مین موافق کتاب خدا کے حکم دونگا) اور یہ بات جسکا تو ارادہ
کرتا ہی اُس قسم سے ہی کہ جیسے بچہ کو دودہ چہوڑانے کے لیے دہوکا دیتے ہین -
اور قسم ہی مجہکو اپنی زندگی کی ای معاویہ ہر آئینہ اگر غور کرے تو اپنی عقل سے نہ
خواہش نفسانی سے البتہ پائیگا تو مجہکو زیادہ بری لوگون مین کا خون عثمان سے
اور ہر آئینہ جان لیگا تو کہ بیشک مین اُس سے الگ تہلگ تہا - مگر یہ کہ تہمت
تو مجہپر کرے جو مین نے نہ کیا ہو - پس جو کچہہ تیرے خیال مین آئے [illegible]
مجہپر لگا اور جان تو کہ تو اُن رہا شدہ لوگون مین سے ہی کہ جنکو خلافت حلال
نہین ہی اور نہ اُنمین شوریٰ پیش ہو سکتا ہی - اور تحقیق کہ مین نے بہیجا ہی
پاس تیرے اور اُن لوگون کے پاس جو تیرے آگے ہین جریر بن عبداللہ [illegible]

حال بیان اور بہ نہرت سے ہی ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس ترجمہ کل مضمون خط علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی کہ سید رضی ح نے جسقدر اس خط سے مضمون نہج البلاغہ مین نقل کیا ہی اُسی پر کوئی استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کرسکتے ہین — اور جسقدر مضمون کہ سید رضی ح نے اُس خط سے ترک کیا ہی اُسپر مصنف مخاطب۔ یا اُنکے ہم خیال کسی قسم کا استدلال پیدا نہین کرسکتے — اگر سید رضی کوئی مضمون مفید استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیالون کا متروک کرتے تو سید رضی پر الزام خیانت ناروا نہوتا — لیکن خود مصنف مخاطب بقیہ مضمون خط علی مرتضیٰ سے جسکو سید رضی نے ترک کیا ہی کوئی امر مفید اپنے پیدا نہ کرسکے — ایسی حالت مین صرف زبان سے یہ کہدینا کہ "سید رضی نے اپنی عادت کے موافق خیانت کی" شایان نہ تہا —

اب مین مصنف مخاطب کی وہ خیانت فی المعنی والمراد کلام زیر بحث علی مرتضےٰ مین دکہاتا ہون جو اُنہون نے اپنے استدلال کے لیے کی ہی — اور اس بحث مین جو طریقہ کہ مصنف مخاطب نے اختیار کیا ہی وہ کوئی تازہ نہین ہی بلکہ تحریف فی المعنے والمراد کی اُنکی عادت ہوگئی ہی جیسا کہ اسوقت تک اُنکے حملون اور ہمارے دفاعون سے ظاہر ہی —

کلام زیر بحث مین علی مرتضےٰ نے صرف یہ فرمایا ہی کہ "قوم کے جیسے لوگون نے بیعت کی تہی ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ساتہ جسطرح پر اپنے خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُسیطرح پر مجہسے بیعت کی ہی"

یہ ارشاد اُنکا مطابق واقعہ کے ہی اور کچہہ شبہہ نہین کہ یہ واقعہ خود جناب علی مرتضیٰ کو مسلم تہا اور تمام مسلمانون کو یہ واقعہ تاریخی اسوقت تک مسلم

چلا آتا ہی — لیکن بہ بیان اس واقعہ سے علی مرتضےٰ سے یہ نہین پایا گیا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت حقہ تہی — نہ یہ کہا ہی کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تہی اسیطرح میری خلافت بہی حق ہی — نہ یہ ارشاد کیا ہی کہ جس ذریعہ سے اُن کو خلافت حاصل ہوئی تہی اُسی ذریعہ سے مجکو خلافت حاصل ہوئی ہی یا جو ذریعہ حصول خلافت کا اُن تینون کے لیے ہوا وہ صحیح اور مطابق شریعت کے تہا یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا یہ کہ جسطرح وہ تینون امام برحق ہے اسیطرح مین امام برحق ہون — یا اُن تینون کی امامت سے کسی بعیت کرنے ولے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا —

اس دو واقعہ بعیت کے بیان کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ حضرت علی مرتضےٰ خلافت ابو بکرؓ کو خلافت حقہ سمجہتے ہون یا اُنکی خلافت برحق تہی یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا وہ تینون امام برحق تہے یا کسی بعیت کرنے ولے یا غائب کو انکار کرنا یا اُنپر حملہ کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا —

یہ امر فراموش نہین کرنا چاہیے کہ کسی امر کا وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کو تسلیم کرنا اور امر ہی اور کسی امر کا جائز یا صحیح طور پر وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کی صحت اور جواز کو قبول کرنا اور چیز ہی —

اور جب بیان اُن امور کا کلام علی مرتضےٰ مین موجود نہین ہی جن امور کو مصنف مخاطب اپنے استدلال مین بیان کرتے ہین تو خلاف ظاہر اور صریح کلام کے معنے اور مراد کی حیثیت سے اضافہ کرنا اُن امور کا قطعی تحریف فی المعنی والمراد ہی —

لیکن مین خود اسی کلام علی مرتضیٰ سے بتا دونگا کہ کلام علی مرتضیٰ
مین جو بیان بیعت خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰ کا ہی اُس سے بیشک یہ
لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰ حضرت ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے
اور ذریعہ حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور غیر صحیح
خلاف نص قرآنی اور مسئلہ شریعت کے تھا جو نص قرآنی سے علی مرتضیٰ
نے استنباط کیے اپنے اسی کلام مین بیان فرمایا ہی۔ اور ذریعہ اپنے
حصول خلافت کا موافق نص قرآنی اور مسئلہ شریعت جو اپنے اسی کلام
مین آیت قرآنی سے بیان فرمایا ہی صحیح اور جائز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت
سب پر واجب بتلاتے تھے۔ اور اُن تینون کو امام برحق نہین اپنے آپ کو
امام برحق جانتے تھے۔ اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو اُن تینون کی
امامت اور خلافت سے انکار یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا
جائز قرار دیتے تھے اور صرف اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے
یا غائب کو انکار یا بغاوت یا تقرر امام دیگر اپنے موسوم خلافت ہونے
کے بعد غیر صحیح اور ناجائز بتلاتے تھے۔

میرے اس سخن سے دیکھنے والون کو نہایت تعجب ہوگا لیکن جب وہ
میری تقریر آئندہ پر غور کرینگے تو اُنکا وہ تعجب بآسانی رفع ہو جائیگا۔ اور وہ
تقریر آئندہ کچھ میری تقریر نہین ہی بلکہ خود علی مرتضیٰ کا ارشاد ہی اور وہ ارشاد
اُنکا وہ فقرہ ہی جسمین ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار کا ہی جو مابعد اُس فقرہ
کے ہی جسمین بیان واقعہ بیعت خلفاے ثلاثہ اور خود علی مرتضیٰ کی بیعت کا
ذکر ہی اور وہ فقرہ ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار وہی ہی جسکو خود مصنف تحفہ طلب
نے بھی نقل کرکے ترجمہ کیا ہی۔

؎ اور سوا اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی۔ پس اگر مجتمع ہوجائین وہ اور کسی کا امام نام رکہدین تو ہوگا وہ کام خوشنودی خدا کا؎

علی مرتضٰی نے اس فقرہ مین ایک مسئلہ مذہب اسلام کے لیے بیان فرمایا ہی کہ جب مہاجر اور انصار مجتمع ہوکر کسی کا امام نام رکہدین یا یون کہو کہ کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی تو یہ امر موجب خوشنودی خدا ہی۔ علی مرتضٰی نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین جو الفاظ اور مضمون ظاہر کیا ہی اُسکے ظاہر الفاظ اور باطن مضمون علانیہ بتا رہے ہین کہ کل مہاجر اور انصار کہ وہ اہل حل و عقد اور اہل الراے امت محمدیہ مین سمجھے گئے ہین مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی وہ اُنکا اجتماع اور اتفاق خوشنودی خدا ہی۔

اگر کل مہاجر اور انصار کے مجتمع اور متفق ہونے سے اس مسئلہ مین مقصود نہوتا تو کلام علی مرتضٰی مین ضرور اشعار اسکا ہوتا کہ اگر بعض یا اکثر یا غالب یا کمتر مہاجر اور انصار متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین تو بہی وہ امام قرار پاجاے گا اور اس امر کے بیان کرنیکی بہی ضرورت تہی کہ درصورت عدم اجتماع اور اتفاق کے یا اختلاف کے کیا ہونا چاہیے؟

مگر جب مقصود کلام علی مرتضٰی سے قید اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کی مانی جاے اور جسکا ماننا باعتبار الفاظ اور مضمون کلام کے ضروری ہی۔ تو ضرورت اُسکے خلاف کے بیان کرنے کی باقی نہین رہتی ہی کیونکہ باعتبار فن بلاغت کے جب اس مسئلہ مین اجتماع مہاجرین اور انصار سے اتفاق کل مہاجر اور انصار کا سمجھا جاے۔ تو اسی مسئلہ کے خلاف یہ مسئلہ لازمی طور پر پیدا ہوجاتا ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا اتفاق نکرین

اور اختلاف کرین تو وہ شخص جسکو امام قبول کرنے مین کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا متفق نہون یا اختلاف کا اتفاقی شخص نہ امام ہوگا نہ خدا اُس غیر اجتماعی اور غیر اتفاقی کل مہاجرین اور انصار سے یا اختلافی امر سے راضی ہوگا بلکہ خلاف خوشنودی خدا کے ہوگا—

اس مسئلہ مین اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کی جو قید اور شرط ہی اُسکا اصول یہ ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار جمع نہون تو غیر شریک مہاجر اور انصار کی راے سے وہ مجمع کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکے گا— اور موجودہ مجمع مہاجرین اور انصار کا بغیر شرکت اُن مہاجرین اور انصار کے کہ جو اُس مجمع مین شریک نہوان امر حق طی نہین کر سکتے اور جو کچھہ کہ وہ طی کرین وہ ناقص رہیگا— کاملیت حقیت امام قرار دینے کی اُسی وقت ہوسکتی ہی کہ جب کل مہاجر اور انصار مجتمع ہون— کیونکہ جو مہاجر اور انصار شریک مجمع نہون ممکن ہی کہ وہ ایسی راے رکھتے ہون کہ جسکے ظاہر ہونے کے بعد موجودہ مہاجرین اور انصار اپنی راے اور عندیہ کو تبدیل کردین—

اور اگر کل مہاجر اور انصار جمع بہی ہون اور باہم اُنکے اتفاق نہو اور اختلاف واقع ہو یعنی کچھہ مجمع کسیکو امام موسوم کرے اور کچھہ مجمع کسی دوسرے کو تو ایک عہد واحد مین دو امام ہوجائین گے اور اُن کے باہم اختلاف کی وجہ سے فساد برپا ہوجائیگا اور وہ موجب رضاے الٰہی نہین ہوسکتا۔

کل مہاجرین اور انصار کے مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی ایک کے امام موسوم کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہی کہ کل مہاجر اور انصار بالاتفاق جس کسیکو امام موسوم کرینگے وہ ضرور ہی کہ بموجب قرآن اور قول و فعل رسول ؐ کے ہوگا— یعنی قرآن مین جو اوصاف امام واجب الطاعت کے بتلائے گئے ہین اور پیغمبر نے جنکی تفسیر اپنے قول اور فعل سے کرکے جتا دیا ہی— (دیکھو بحث مسئلہ امامت کی

جلد دوم رسالہ روشنی صفحہ ۷ سے) اُنکو امام موسوم کرسکتے ہین اور اسی عنوان سے ایسا شخص امام منصوص موجب خوشنودی خدا ہوگا۔

اور ایسے ہی اجماع اور ایسے ہی اتفاق کل مہاجرین اور انصار کو کہ جس سے امام موسوم ہوا اور اُس شخص کو جو ایسے اجماع اور اتفاق سے مہاجرین اور انصار امام موسوم کیا جاے علی مرتضےٰ نے موجب خوشنودی خدا بیان فرمایا ہی۔ اسی وجہ سے کہ ایسا اجماع اور اتفاق اور اس سے کسی کا امام موسوم ہونا نص ہی چنانچہ علی مرتضےٰ نے اپنے اسی کلام مین صاف اشارہ آیت قرآنی کی طرف فرمایا ہی اور اسی سے ظاہر ہی کہ امامت کے لیے نص تہی اور وہ امامت منصوص باجماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے حاصل ہوجاتی ہی۔

جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا امامت کے لیے علی مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا اُس سے مطابق کرکے از روے واقعات تاریخی مسئلہ کے دیکہو کہ امامت اور خلافت خلفاے ثلاثہ کی اس مسئلہ کے موافق تہی یا مخالف اور علی مرتضیٰ کی امامت اور خلافت اس مسئلہ کے مطابق تہی یا نہین ؟

حضرت ابوبکر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت اور امامت منعقد ہوئی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اُسوقت تمام مہاجر اور انصار موجود نہین تہے یہانتک کہ علیؑ مرتضیٰ کو نہ اطلاع ہوئی اور نہ وہ شریک تہے مہاجرین مین صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تہے۔

زید بن خطاب بہائی حضرت عمر کے اور عباس بن ربیعہ اور عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبیداللہ اور عثمان بن عفان اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن مسعود اور بلالؓ وغیرہ جنکو ممتاز مہاجرین سمجہا گیا ہی اُنکا بہی اُس مجمع مین پتہ نہین ہی۔ البتہ بہ نسبت مہاجرین کے انصار کا زیادہ مجمع تہا لیکن کل انصار موجود نہ تہے

مثل جابر بن عبد اللہ ابو ایوب نامدار دین انصار کے تاہم انصار موجودہ نے حضرت
ابوبکرؓ کی امامت اور خلافت پر اتفاق نہیں کیا۔ وہ انصار میں سے اپنا ایک امیر
بنانا چاہتے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کو نامزد کرتے تھے۔ اور پھر بعض انصار
نے علی مرتضےٰؑ کا امام ہونے کیلئے نام لیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ
سردار انصار تا دم مرگ حضرت ابوبکرؓ کے بلکہ حضرت عمرؓ کے بھی خلیفہ اور امام
ہونے سے منکر رہے اور لوگ انکار نے انکی جان کھوئی۔ اور انتہا درجہ کی یہ
بات ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے امامت اور خلافت حضرت ابوبکرؓ کو فلتہ فرمایا ہے
یعنی وہ بغیر سوچ سمجھے امام اور خلیفہ مقرر ہوگئے اور ناس خلافت اور امامت
کے شر سے خدا نے بچالیا" جس سے صاف یہ مراد ہے کہ بغیر مشورہ کامل کے
وہ خلافت اور امامت عمل میں آگئی تھی۔

خلافت اور امامت حضرت عمرؓ کا بھی حال ہر کسی پر ظاہر ہے کہ انکے لیئے بھی
کل مہاجر اور انصار موجودہ کا اجماع اور اتفاق نہیں ہوا تھا۔ صرف حضرت ابوبکرؓ
نے انکا استخلاف کیا اور حضرت عثمان نے اسکا کتبہ لکھا۔ اسحضرت طلحہ اور
دیگر صحابہ نے حضرت ابوبکر کی اس تجویز پر خود حضرت ابوبکر کے سامنے قبل انکی
وفات کے حاضر آکر اعتراض کیا کہ ایسے سخت اور درشت طبیعت شخص کو آنحضرت
رسولؐ پر خلیفہ مقرر کرتے ہو خدا کے سامنے کیا جواب دوگے۔ اور اسی بنا
پر کہ یہ خلافت بھی اجماع اور اتفاق مہاجرین سے منعقد نہیں ہوئی تھی علی مرتضیٰ
نے فرمایا ہے کہ "یہ خلافت بھی ہیں پہلی خلافت کی تھی"

انعقاد خلافت حضرت عثمانؓ کا بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے
چھ شخصوں کو معین کردیا تھا کہ جن کے بعض پر اطلاق مہاجر اور انصار کا بھی نہیں
ہوسکتا ہے۔ اور کچھ مہاجر اور بہت انصار زمرۂ اہل شوریٰ میں شامل نہیں کیونکہ

اور پہلے دن اہل شوریٰ نے علی مرتضیٰ کو نامزد کیا کہ درحقیقت اوسیوقت وہ امامت کے لئے
موسوم ہوئے تھے لیکن علی مرتضیٰ سے یہ شرط چاہی گئی کہ وہ سیرۃ شیخین پر عمل کرین جسکو
اونہون نے قبول نہین کیا کہ وہ خلاف قران اور سنت رسول کسی اور کی سیرۃ پر عمل کرنے کا
اقرار نہین کر سکتے تھے اور اسی جگہ پر یہ امر ظاہر ہی کہ قران اور سنت رسول کے خلاف
سیرۃ شیخین کی تھی جسکے عمل پر علی مرتضیٰ سے شرط کیجاتی تھی اگر سیرۃ شیخین مطابق
قران اور سنت رسول کے ہوتی تو اونکی سیرۃ پر عمل کرانے کی شرط کی نہ ضرورت تھی
اور نہ علی مرتضیٰ کو اوسکے انکار کی کوئی وجہ ہوسکتی تھی - اور نیز وہ شرط خلاف وصیت
حضرت عمر کے تھی کہ حضرت عمر نے وصیت شوریٰ مین کوئی ایسی قید اور شرط نہین لگائی
تھی وصیت کے تعمیل کرنے والونکو ہرگز جائز نہین تھا کہ وہ مضمون وصیت مین
ایک شرط اضافہ کرکے تحریف کرین - جب علی مرتضیٰ نے شرط عمل سیرۃ
شیخین کو قبول نہین کیا تو حضرت عثمان بموجب وصیت علانیہ تحریف شدہ کے
خلیفہ اور امام بنائے گئے جنہون نے شرط سیرہ شیخین کو خلاف علی مرتضیٰ
کے قبول کر لیا - اور علی مرتضیٰ نے اوسیوقت باعلان حضرت عثمان کے امام
اور خلیفہ ہونے سے اختلاف کیا حضرت عمر نے جو تعین اشخاص کا شوریٰ کے
لئے کیا تھا یہ امر خود غلط طریقہ اور خلاف اوس مسئلہ شوریٰ کے ہی جو علی
مرتضیٰ نے فرمایا تھا - حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اسقدر فرما جاتے کہ
کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین - کیونکہ شبہ نہین
کہ جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا علی مرتضیٰ نے فرمایا تھا اوس کے
موافق یہ تینون امامتین اور خلافتین وقوع مین نہین آئی ہین - ایسی خلافتین اور
امامتین حق نہین ہوسکتین اور نہ علی مرتضیٰ اونکو برحق جان سکتے تھے - بعد قتل
حضرت عثمان کے جو علی مرتضیٰ کو امامت اور خلافت کے لیے نامزد کیا گیا

لاریب وہ مطابق اسی مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کے ہی کہ علی مرتضیٰ نے بیان فرمایا ہی۔ جن مہاجر اور انصار اسی ایک جلسہ مین جمع اور متفق علی مرتضیٰ کے لیے ہوئی ہے۔ جسوقت کہ مسجد نبوی مین مہاجرین اور انصار اور دیگر مسلمان جمع ہوئے اور علی مرتضیٰ کو بلایا گیا تھا کہ مجمع مین اس امر کو قبول کرین کہ جنکی خواہش اونسی کی گئی تھی۔ جسوقت کہ علی مرتضیٰ تشریف لائے اور ممبر مسجد نبوی پر قدم رکھا اور حضار مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلحہ اور زبیر اس مجمع مین نہین ہین چنانچہ علی مرتضیٰ نے اونکو طلب کیا جب وہ حاضر آئے تب بعد گفتگوی مناسب اور ضروری کے علی مرتضیٰ نے اس امر کو جسکی تکلیف آنکو دی گئی تھی قبول کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنکو کوئی طمع خلافت کی نہین تھی اگرچہ بامام منصوص ہونی کی وجہ سے وہ خلافت فی الارض سمجھتے تھے بعد اسکے علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اور علی مرتضیٰ باجتماع اور اتفاق کل مہاجرین اور انصار موجودہ کے امام اور خلیفہ قبول کیے گئے۔

اسی موقع پر ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ اگرچہ واقعہ بیعت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اور واقعہ بیعت علے مرتضے کا ضمن ہی لیکن شان اس واقعہ کی جداگانہ ہی کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر جو بیعت ہوئی جسوقت کہ وہ امام اور خلیفہ بنائے گئے اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا وقت شوریٰ کے ناقص تھا اور جسوقت کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا کامل تھا۔ بس علے مرتضے نے کلام زیر بحث میں جو ارشاد فرمایا ہی کہ بیشک مجھسے اون لوگون نے بیعت کی جنھون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی اسیطرح پر کہ جسطرح پر اون سے بیعت کی تھی

اوسکی مراد صرف یہ ہو سکتی ہی کہ مجرد وقوع بیعت مین کوئی فرق نہین تھا گو اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصارین وقت شوری کے نقصان اور کمال ہو یعنی بیعت اونکے ہاتھ پر بھی ہوئی اور انکے ہاتھ پر بھی ہوئی صرف ناقص اور کامل ہونے شورے کا فرق تھا۔

اس اعتبار سے مجرد وقوع بیعت کی حجت حجت الزامی ہی ہو سکتی ہی۔

یعنی ای معاویہ جب تو ناقص شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول کر چکا ہی تو کیا وجہ ہی کہ تو کامل شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول نہ کرے۔

ایسی حالت مین علماء شیعہ جو یہ کہتے ہین کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کی لیئے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو معاویہ اور گروہ معاویہ کو مسلم تھا تو غور کرنا چاہیئے کہ علماے شیعہ کیا بیجا کہتے ہین۔

اور بنظر اسکے کہ مطابق مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار بیان فرمودہ علی مرتضی کے خلافت اور امامت خلفاء ثلاثہ کی واقع نہین ہوئی کہ شورہ ناقص تھا۔

اور خود علی مرتضی کی نامزدگی اس مسئلہ کے مطابق عمل مین آئی۔

کہ شوری کامل تھا مین یہ کہتا ہون کہ علی مرتضی حضرت ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا جایز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب جانتے تھے۔

اور اون تینون کو امام برحق نہین بلکہ اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو خلفاے ثلاثہ کی بیعت سے انکا۔

یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اور اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کا انکار یا اپنی نامزدگی کے بعد تقرر امام دیگر جائز نہین قرار دیتے تھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا جو علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی وہ "پس اگر مجتمع ہوجائین اور نام رکھدین اُسکا امام" یعنی اُسکا امام ہونا قبول کرلین اور کہدین کہ یہی امام ہی اُسکی مراد اپنے نفس نفیس سے ہی۔ پس از وجہ اسکے کہ انعقاد خلافت و امامت حضرت ابوبکر اُپر خلاف مسئلہ شوری فرمودہ علی مرتضیٰ ناقص طور پر وقوع مین آیا تھا۔)

جناب امیر نے حضرت ابوبکر کو قابل حملہ سمجھا اور غور کیا کہ ابوبکر سے لڑین یا بوجہ دیگر امور کے اُنسے نہ لڑین گو دوسرے وجہ سے آخرکار اُنھون نے لڑنا پسند نہین کیا۔ لیکن بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت حضرت ابوبکر پر ناقص شوری مہاجرین اور انصار سے ہوا تھا اسلیئے علی مرتضیٰ اُنپر حملہ کرسکتے تھے۔

اور اگر جناب امیر حضرت ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ مین اُنکی وہ حالت ہرگز نہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی ہوئی۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر کی نامزدگی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار سے وقوع مین آئی تھی اور علی مرتضیٰ کی نامزدگی بذریعہ کامل شوری مہاجرین و انصار کے عمل مین آئی تھی۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ جو امامت بذریعہ بیعت ناقص شوری مہاجرین و انصار کے حاصل ہووہ منصوص نہین ہوسکتی اور نہ ایسی امامت سے خدا راضی ہوسکتا ہی اور جو کوئی بذریعہ ناقص شوری سے مہاجرین اور انصار کے امام بنا ہو [illegible] سے ہو بیشک لڑنا چاہیے کیونکہ وہ [illegible]

مقصود آیت جس سے استنباط کرکے علی مرتضی نے مسئلہ شریعت بیان فرمایا
امام موسوم کیا گیا ہے۔

پس اگر جناب امیر ابوبکر سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا ہرگز واجب نہوتا بلکہ حرام ہوتا کیونکہ حضرت ابوبکر کا تقرر بذریعہ ناقص شوری مہاجرین وانصار کے عمل میں آیا تھا جو جائز نہ تھا اور اُس سے علی مرتضی کی مخالفت حق ہوتی۔ اور علی مرتضے سے جو کوئی لڑتا وہ مرتکب فعل حرام کا ہوتا۔ اور جو کوئی بذریعۂ ناقص شورے مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جاے اُسپر طعن کرنا قطعی جائز بلکہ واجب ہے اور جو کوئی طعن کرے وہ باغی نہیں قرار پا سکتا بلکہ وہ ناصر امرحق کا مثاب ہوگا اور خود اُس سے ہی کسیکو لڑنا حرام ہوگا۔

علی مرتضی نے اپنے کلام زیر بحث میں بعد ذکر مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن لرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر دو اُسی بعیت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے اسکے معنی اور مراد صریح یہ ہیں کہ جب کل نہ جزو مہاجرین اور انصار شوری کے وقت مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام نامزد کردیں جو موجب خوشنودی خدا کا ہوگا۔ پھر نکلے امر سے یعنی اُن کل نہ جزو مہاجرین وانصار مجتمعا ومتفقا کے شوری سے باہر ہو جائے تو اُسکے لیے وہ حکم ہے کہ جو علی مرتضے نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔ اور جبکہ وہ شوری ناقص ہو نہ کامل تو وہ نہ موجب خوشنودی خدا ہو سکتا ہے نہ اُسپر اطلاق اُس حکم کا آسکتا ہے کہ جو علی مرتضی نے فرمایا ہے۔

علی مرتضے نے اپنے اس کلام میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کچھ شبہہ

رسول کو علی مرتضیٰ نے مشورے کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمعہ اور متفقہ سے
نہ ہر ایک جدا جدا دینے کے لیے خواہ وہ مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ مین
سیدہ ہو یا غیر انکا جو حکم بیان فرمایا ہی اُسکا ماخذ یہی آیت ہی جسکو مصنف مخاطب
نے نقل کیا ہی اور ہم ہی اوپر لکھ آئے ہین — اور علی مرتضیٰ کا ارشاد اُسی
آیت سے مستنبط ہی —

مگر یہی وہ آیت ہی جسکا ہمنے مسئلہ امامت کی بحث مین کہ قرآن مین ہی یا نہین
ذکر کیا ہی دیکھو صفحہ ۱۸۸ — رسالہ تشیع جلد دوم اور جسکو امام شافعی تین سو
مرتبہ قرآن کے اوراق مین اول سے آخر تک ٹٹولکر آخر کار بہت غور اور فکر کے
بعد اِسی آیت پر پہونچے اور یہ شرف استدلال خاص اُنہین کے واسطے کیا گیا ہی
مجکو اسمین بہت شبہہ ہی کہ اپنی تلاش سے امام شافعی اس آیت پر پہونچے
ہون بلکہ میرا گمان یہ ہی کہ اُنہون نے گو کوشش بلیغ اور کئی سال تک قرآن کو
ٹٹولا مگر اُنکا ذہن اس آیت کی طرف استدلال کے لیے منتقل نہین ہوا الا
یہ آیت مکتوب علی مرتضیٰ مین موجود تھی اور اُس مکتوب کا کل ارباب سیر نے
ذکر کیا ہی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہی کہ وہ ذکر کیا ہی اُسکا کل ارباب
سیر نے اور ہمارے شیوخ متکلمین اپنی کتابون مین صحت اختیار اور طریقہ امامت
پر حجت لائے ہین الخ

امام شافعی کو بھی اُسی مکتوب مین یہ آیت نظر پڑگئی ہی اور اُسکو اُنہون نے
اپنا اجتہاد قرار دیدیا ہی — مگر میرا یہ طریقہ نہین کہ جیسے مصنف مخاطب نے سید مرتضیٰ
کی نسبت خیانت کا بیجا الزام لگا دیا ہی امام شافعی کی نسبت مین بھی کوئی الزام
لگا دون —

مین اسی پر بحث کرتا ہون کہ امام شافعی نے اس آیت کے معنے اور مراد

قرار دیتے ہین اور متکلمین شیعہ معترض ہوتے ہین اور مقصود حضرت علی مرتضیٰ کے کلام پر کہ نہ اونکے مصنف مخاطب سے غلطی ہوئی ہو اور نہ اُنکے سمجھنے اور مراد اور مفہوم مطابق اس مسئلہ کے نہین ہو کہ جو خود علی مرتضیٰ نے اس آیت سے اقتباس کر کے بیان فرمایا ہے۔

مقصود اس آیت کا یہ ہو کہ جو کوئی پیغمبر کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت اُسکی ظاہر ہو گئی ہو اور پیروی کرے غیر راہ مومنین کی وہ جہنمی ہے"

اور امام شافعی نے بہی جو مقصد آیت کا ظاہر کیا ہو وہ ٹہیک ہو کہ "اتباع غیر سبیل مومنین کا حرام ہو کہ خداوند عالم نے پیروی غیر سبیل مومنین اور مخالفت رسول کو جمع کیا ہے"

لیکن سبیل مومنین کے فہم مین کہ وہ کیا ہو امام شافعی سے غلطی ہوئی ہے۔ اُنہون نے اور جس کسی نے کہ اُنکا اتباع کیا یا جس کسی کی اُنہون نے تائید کی یہ سمجہہ لیا کہ حضرت ابو بکر پر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین انعقاد خلافت ہوا اور اُسوقت جو وہ امام یا خلیفہ بنائے گئے اور پہر اُنکو دوسرے مومنین جنہون نے کہ اُنکو قبول کیا وہی اجماع ہو اور وہی سبیل مومنین ہے۔

حالانکہ مومنین کے لیے سبیل کا مقرر ہونا قبل اسکے کہ مومنین اُسپر چلین پہلے معین ہونا چاہیے جیسا کہ اسی آیت مین موجود ہو کہ "جو شخص مخالفت کرے رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر راہ مومنین کا" جس سے صاف ظاہر ہو کہ ہدایت پہلے ظاہر ہو چکی ہو اور وہ سبیل پہلے معین ہو چکی ہو کہ جسکا اتباع مومنین کو واجب ہے۔

علی مرتضیٰ نے اسی آیت سے اقتباس فرما کر جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا فرمایا ہو اُس سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہو کہ راہ کا معین ہونا اول امر ہو اور

اُسپر چلنا اور نہ چلنا آخر امر ہی۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہین کہ سوا اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی پس اگر مجتمع ہوجاتے ہین وہ اور نام رکھتے کسی کا امام ہے جسکی مراد یہ ہی کہ کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرلین۔ اُسی کا اتباع کل مومنین کو کرنا چاہیے یعنے مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر جو سبیل اور طریقہ مومنین کے چلنے کے لیے قبول کرلین اُسی سبیل اور طریقہ پر مومنین کو چلنا چاہیے۔ یہ صورت ہوئی امر اول ساہ معین ہوسکنے کی لیکن اُس سبیل معینہ پر اگر کوئی نہ چلے کہ جو داخل صورت امر آخر ہی اُسکے لیے علی مرتضےٰ نے یہ فرمایا ہی کہ وہ پھر اگر باہر ہوجائے اُنکے امر سے (مہاجرین و انصار مجتمع و متفقہ کے امر شوریٰ سے) کوئی باہر ہوجانے والا طعن کرکے۔ یا خود طریقہ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیرو اُسی کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو اللہ نے حق سے الخ

پس کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضیٰ نے آیت قرآنی سے اقتباس کرکے جو سبیل مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی درحقیقت وہ تفسیر اُسی آیت کی ہی اور یہ مطابق تفسیر علی مرتضیٰ کے نہ قول امام شافعی کا ذکر اُنکو کچھ مسلمانون نے امام بنادیا ہی اور نہ قول متکلمین معتزلہ کا اور نہ بیان ہمارے مصنف مخاطب کا قابل اعتماد اور لائق قبول ہی۔

اگر کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو کہتے کہ یہ امام ہی تو ایسا اجماع اور اتفاق کلی ضرور موافق نص کے ہوتا جس سے عمل کسی کو بدا قرار نہ پاتا جسکا اتباع واجب ہوتا اور مومنین کے چلنے کے لیے وہی راہ ہوتی اور اُس سے انحراف حرام سمجھا جاتا اور اُسی کو اجماع کہ سکتے لیکن با اجماع کل مہاجرین و انصار

ہے۔ اور اُنکے اتفاق سے نہ خلافت اور امامت حضرت ابو بکرؓ کی واقع ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی اور نہ حضرت عثمانؓ کی۔ اسلیے وہ آیت یا کلام علی مرتضیٰؓ زیر بحث حجت اجماع واسطے خلافتوں اور اماموں حضرات ثلاثہ کے ہرگز نہیں ہوسکتی بلکہ اُسی آیت اور ارشاد علی مرتضیٰؓ کے مخالف وہ خلافتیں اور امامتیں باطل ہیں۔

البتہ وہی آیت اور وہی کلام علی مرتضیٰؓ جس میں بیان مسئلہ شوریٰ مہاجرین وانصار کا ہے۔ اور جو تفسیر آیت ہے اور جسکے مطابق کامل طور پر نہ ناقص طور پر حضرت علی مرتضیٰؓ امام اور خلیفہ قبول کیے گئے امامت اور خلافت علی مرتضیٰؓ کے لیے نص ہے۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ امامت اور خلافت کے لیے قرآن میں نص ہے اور وہ نص سوائے علی مرتضیٰؓ کے اُنکے غیر کے لیے نہیں ہوسکتی ہے۔ پس خلافت اور امامت علی مرتضیٰؓ کی منصوص ہے اور اُنکے غیر کی غیر منصوص اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ امامت کے لیے نص تھی اور مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ کا کسی کو امام قبول کرنا ہی حکماً نص ہے اسلیے کہ کل مہاجرین و انصار کی نسبت قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خلاف نص اجماع اور اتفاق کریں۔

ہاں خلافت اور امامت حضرات خلفائے ثلاثہ کے لیے نہ کوئی نص تھی اور نہ اجماع اور نہ اتفاق جزوی مہاجرین اور انصار کا حکماً نص ہوسکتا ہے۔ اور جناب امیرؓ کا اُسوقت اُن کل مہاجرین اور انصار کو مومن ماننا لازم آسکتا کہ جب کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر امام موسوم کرتے اور خلاف مقصود آیت اور مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار فرمودہ علی مرتضیٰؓ کے کہ جو تفسیر آیت کی ہے جس کسی نے ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا اُس کسی کو کیونکر لازم آسکتا ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے مومن مانا۔

اور اگر شیعہ ایسے لوگوں کو مرتد کہتے ہیں تو وہ راضی ہو سکتے ہیں اُسکے کرنے پر اگر اُنکو کوئی یہ بتادے کہ ایسے لوگوں کو جو آیت اور مسئلہ شوریٰ تف آیت فرمودہ علی مرتضیٰ ع کو نہ مانے اور اُسکے برخلاف عمل کرے اُسکو کیا کہنا چاہیے۔

اور جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے ہرگز یہ ثابت نہیں کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ و عثمانؓ امام المومنین تھے اسی طرح میں بھی امام المومنین ہوا بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ اور عثمانؓ امام المومنین نہیں ہو سکتے کہ اُنپر سب مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفق نہیں ہوے تھے البتہ میں امام المومنین ہوں کہ مجھپر تمام مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوے یعنی مجھکو بلا اختلاف تمام مہاجرین اور انصار نے قبول کیا۔

بیشک اس آیت میں جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہے جو حق جاننے کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ مگر جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق نہیں کیا جو ابوبکر اور عمرؓ اور عثمانؓ کا باغی ہو کیونکہ ابوبکر اور عمر اور عثمانؓ اور اُنکے متبعین نے حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسول اور طریقہ مومنین کی مخالفت کی یعنی قرآن میں اوصاف امام کے بتا دیے گئے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنے قول اور فعل سے امام کو جتا دیا تھا اور تمام مہاجرین اور انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ ناقص طریقہ اختیار کیا گیا جو خلاف آیت اور مخالف رسول اور اُس طریقہ مومنین کے تھا کہ جو خدا اور رسولؐ نے بتایا تھا۔ پس جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا مخالف ہو وہ رسول کا موافق ہے اور اُسکی جزا بہشت ہے۔

البتہ جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا ہے جو علی مرتضیٰ

باغی ہوا۔ اسلیے کہ جو اوصاف امام کے قرآن مین بتائے گئے ہین اور پیغمبر نے علی کا امام ہونا بتا دیا تہا اور تمام مہاجر و انصار نے مجتمع اور متفق ہوکر علی کا امام ہونا قبول کر لیا تہا۔ جو شخص کہ علی کا مخالف ہو وہ رسول کا اور خدا کا بہی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی۔

بنظر اس تحقیق کے جو دکہائی گئی شیعون کے مقابلہ مین اہلسنت کا مذہب اس کلام معجز نظام سے ہرگز ثابت نہین ہوسکتا اور جناب امیر نے جو اس مسئلہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کا ذکر کیا بلاشبہہ اس سے ثابت ہوگیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی نہ وہ ہلحاظ آیت قرآنی کو مانتے ہین نہ ارشاد علی مرتضیٰ کو۔ البتہ شیعون کا مذہب ثقلین کے موافق ہی جو دونون کو مانتے ہین۔

ای حضرات اہلسنت یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تمپر حجت ہوگا۔ کہ جس قول کے معنے اور مراد کی تم دنیا مین تحریف کرتے ہو۔ اور دین دنیا مین شیعون کے لیے یہی قول علی مرتضےٰ کے اصلی معنے اور مراد مین حجت ہی۔

رباعی

جب روز جزا حساب ہوگا … اس قول کا کیا جواب ہوگا

محشر مین نجات اسے ملے گی … جو تابع بوتراب ہوگا

مین نے یہ رباعی مصنف مخاطب کی اس موقع پر چہین لی ہی کہ مین اُسکے لیے اجازت معنوی سمجہتا ہون —

جو حقیقت اور حقیت معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰ کی معنے ظاہر کی اُس سے صریح ظاہر ہی کہ مصنف مخاطب نے عمداً یا غلطی سے وہ معنی اور مراد قرار دیے

جو کلام علی مرتضیٰؑ کے مقصود کے خلاف ہین اور اسوجہ سے کوئی استدلال مصنف مخاطب کا اُنکے حق مین قائم نہین رہ سکتا۔

اسی ہماری تحقیق سے یہ بہی ظاہر ہی کہ علماے شیعہ نے جو یہ ظاہر کیا ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو اُنکے مخالفون کو مسلم تہا۔ ایسا بیان کرنا علماے شیعہ کا بہی صحیح ہی کیونکہ وہ بیان اُنکا مجرد وقوع بیعت سے بطور حجت الزامی کے صحیح اور قابل قبول پایا جاتا ہی۔ اور مصنف مخاطب نے جو اُسکے ابطال مین وجوہ لکھے ہین وہ خود غلط مفہوم معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ اور غلط استنباط پر مبنی ہین۔

یہ سچ ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنے قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔ لیکن قرآن سے اور ارشاد علی مرتضیٰؑ سے یہ ثابت ہوا کہ خلافتین اور امامتین خلفاے ثلاثہ کی بوجہ نقصان شوریٰ کے ناواجب الاطاعت تہین اور امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کی بوجہ کامل ہونے شوریٰ کے واجب الاطاعت تہی۔

جب ہم قبول کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ نے جو کچہہ ارشاد فرمایا وہ اُنکو مسلم کیا بلکہ وہ ارشاد اُنکا تفسیر آیت قرآنی تہا۔ اور جو مسئلہ شوریٰ مہاجرینؓ انصار کا بیان کیا وہ نصی ہی۔ اور ہم نہ ظاہر قول علی مرتضیٰؑ کو چہوڑتے ہین نہ کوئی اُسکی تاویل کرتے ہین بلکہ صاف وصریح جو معنے اُسکے ہین وہی معنے لیتے ہین کہ ہر گاہ شوریٰ کل مہاجرین وانصار کے مجتمعا متفقہ سے کسی کو امام قبول کرنا چاہیے تو ایراد مصنف مخاطب کا باقی نہین رہتا۔

ہم یہ بہی قبول کرتے ہین کہ اسی پر علی مرتضیٰؑ کو اعتقاد نہین یقین تہا

لیکن یہ ہی معاویہ کو الزام دینے کے سبب صرف اتنا لکھدینا کافی نہتا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی۔ الزام دینے کی ضرورت فقط اتنے قول سے پوری نہین ہوتی تہی بلکہ شوری کا مسئلہ بہی مرتضیٰ کو ظاہر فرمانا ضروری تہا کہ مجتمعہ اور متفقہ شوری مہاجرین اور انصار سے جو کوئی امام قبول کیا جاے وہ واجب الاطاعت ہی اور اُس سے اللہ راضی ہی اور جو اُس سے باغی ہو اُس سے لڑو تاکہ حقیقت غیر صحت بیعت خلفاے ثلاثہ کی اور صحت بیعت علی مرتضیٰ کی کہل جاے۔

اور پہر قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا لازم تہا تاکہ اُنکے مسئلہ بیان کرنے سے لوگون کو یقین ہوا اور سمجہین کہ اس مسئلہ صحیح کے مطابق خلفاے ثلاثہ کی امامت اور خلافت ناقص ہوئی اور خود علی مرتضیٰ بذریعہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کے جسمین کل مہاجر اور انصار متفق ستہے قبول کیے گئے۔ اور جانین کہ واجب الاطاعت کسکی اور کونسی امامت اور خلافت ہوتی ہی۔ اور خلفاے ثلاثہ کے ساتہہ شان بیعت اور علی مرتضیٰ کی ساتہہ شان بیعت مین کیا فرق ہی اور لوگ اپنی غلطی سے متنبہ ہون کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو تو امام اور خلیفہ واجب الاطاعت قبول کر لیا گیا تہا اور کامل شوری کی بیعت والے کو واجب الاطاعت قبول نہین کیا جاتا۔ اور لوگ کسی وقت یہ نہ کہنے لگین کہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ نے کیون بیان نہین کیا کہ شوری کی رو سے مین امام قبول کیا گیا ہون جس سے اللہ راضی ہی اور جو مجہسے باغی ہو اُس سے لڑو علی مرتضیٰ نے مسئلہ شوری بیان کرکے خلفاے ثلاثہ کی حالت اور اپنی حالت کیون نہ دکہائی اور یہ تنبیہ لوگون کو کیون نہ کی کہ جب بمجرد وقوع بیعت کو واجب الاطاعت ہوتے ہو تو کیا وجہ ہی کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو مانو

اور کامل شوری کی بیعت والے کو نہ مانو۔

اور کچھ شبہہ نہین کہ ظاہر کلام کے یہی معنی اور مراد ہی اور ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی کی اور بیشک ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک یہ معنی ہین تو ترجیح کیونکر

اسمین کچھ شبہہ نہین کہ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بینظیر تھے اور اُن کے کلام فصیح اور بلیغ کے صاف و صریح یہی معنے ہوتے ہین جو ہمنے بیان کیے۔ اور جو مصنف مخاطب اُس کلام فصیح اور بلیغ کے معنی مین تحریف کرتے ہین اگر وہی معنے لیے جائین تو کلام علی مرتضیٰؑ مین عیب کو دخل ہوتا ہی کہ اُنہون نے ایسے اہم مسئلہ کے ظاہر کرنے مین نہ صورت غیر معتبرا و غیر متفقہ مہاجر اور انصار کو بیان کیا نہ اکثر یا غالب یا کمتر یا اختلافی حالت کا ذکر کیا جس کے ترک بیان سے مسئلہ مہمل ہوتا ہی اور جو شان علی مرتضیٰؑ سے نہایت بعید ہی

البتہ مصنف مخاطب کو اس کلام بلیغ کے خلاف مقصود صریح معنی ظاہر کرنے کے لیے عمدا یا مغالطہ کا موقع ملا ہی۔

بیشک جناب امیرؑ نے اپنے ابتدائی کلام مین جہان ذکر بیعت خلفاے ثلاثہ کا اور اپنی بیعت کا کیا ہی وہان اُنکو دلیل الزامی پیش کرنا منظور تھا اُسی نوعیت سے جیساکہ میری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہی۔ مگر اُسکے ساتھ نص امامت کا بھی ذکر کر دیا ہی۔ جہان مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی اسلیے کہ اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کا خلاف نص محال تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰؑ ہر زمانہ مین حق خلافت اور امامت اپنے لیے ظاہر فرماتے رہے ہین اور مہاجرین اور انصار سے خواہش کرتے رہے ہین کہ مجکو امام اور خلیفہ تسلیم کرنا چاہیے۔ اُنکا ایسا ارشاد کسی کی سمجھ مین آ سکتا ہی کہ خلافت مرضی خدا اور اُسکے رسول کے تھا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ ہر نوع کا ذریعہ منصوص خلافت کے بحق علی مرتضی کے تھا اور اُن ذرایع متعددہ کو وہ اپنے حق مین جانتے تھے جیسا کہ اُنھون نے وقتاً فوقتاً ہر موقع مناسب اور ضروری پر اُسکا اظہار کیا ہی۔ تو اس موقع پر ہر ذریعہ منصوص کی تصریح کی جیسا کہ مصنف مخاطب چاہتے ہین کیا ضرورت تھی۔ بلکہ یہ موقع بمقابلہ معاویہ کے صرف اس بات کی ضرورت رکھتا تھا کہ وقوع بیعت سے اپنے ہاتھ پر حجت لائین۔ اور صحیح منصوص مسئلہ شوری کا بیان کرکے اُس کے مطابق مخالفون کو قائل کرین۔

درحقیقت علی مرتضیٰ نے اس موقع پر بھی از روے نص حق امامت اپنے لیے ظاہر فرمایا ہی کہ کل مہاجرین اور انصار نے مجھسے بیعت کی اور کل مہاجر اور انصار کے شوری کامل سے مین خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہون کہ جنکا اجماع اور اتفاق خلاف نص نہین ہوسکتا ہی۔ مگر اس حجت نصی مین دلیل الزامی بھی ضرور لازم آتی ہی۔

علی مرتضیٰ نے مجرد الزامی دلیل پیش نہین کی ہی بلکہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کی حجت نصی اپنے واسطے ظاہر فرمائی ہی۔ اُنھون نے کسی ضعیف استدلال پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ موقع ایسا تھا کہ جسکے لیے ایسی حجت نصی کی ضرورت تھی جسمین دلیل الزامی بھی موجود ہو اور یک سخن مین دونون دلیلون کو جمع کردیا ہم جسکے دیکھنے سے ہر کسی کو یقین ہوجاتا ہی کہ جناب امیر کے لیے نص تھی اور جسکو اُنھون نے بشکل اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کے ظاہر فرمایا ہی اور جسمین مخاطب مخالفوں کے لیے دلیل الزامی بھی تھی۔

البتہ جن لوگونکی آنکھوں پر تعصب کی عینک لگی ہوئی ہی وہ اس کلام منصوص کے معنے کو دیکھہ نہین سکتے۔ یا مصادرہ سرمن کے ملان مین خلط ڈالنے کے

لیے اُسکے معنے اور مقصود کو تحریف کرتے ہین۔

آخر مین مصنف مخاطب اُسی معنے اور مراد کی تائید مین جو اس قول علی مرتضےٰ مین مصنف مخاطب لیتے ہین دوسرے قول علی مرتضےٰ کو تائید مین لاتے ہین جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اُنکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو اور جس کو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تمسے بہی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا

یہ وہی قول ہی جسپر پہلے مصنف مخاطب استدلال کرچکے ہین اور جسکی حقیقت اور مراد ہم پہلے دکہا چکے ہین۔ (صفحہ ۲۲۴۔ جلد ۴۔ رسالہ رشدی) اور جس سے ظاہر ہوگیا ہی کہ خلیفہ نائب رسول اور امام اور اولی الامر بنالینا لوگون کا کام نہین ہی البتہ لوگ جس کسی کی گردن مین اپنا کام ڈالدین وہ پادشاہ بن جائیگا اور جب اُس کلام علی مرتضیٰ کو اس کلام علی مرتضیٰ کے ساتھ ملا کر پڑہا جاے تو یہی معنے ہونگے کہ جو کوئی بغیر اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے کچہ ہی قبول کیا جاے وہ قبول ہونا اُسکا صحیح قرار نہین پاسکتا گو باعتبار وقوع کے وہ کچہ ہی قبول کرلیا جاے۔

مصنف مخاطب ایک اور خطبہ نہج البلاغہ کے فقرات کو پیش کرتے ہین اور جسکے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیونکا خلافت کے لیے وہ ہی جو اُن سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکہتا ہو اور امور خلافت مین احکام الٰہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو"

انپر مصنف مخاطب یہان استدلال کرتے ہین کہ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر خلافت کے زیادہ حقدار نہ تہے اُنکا خیال تہہ کیا ہوا تہا اور بانہون نے تصریح کردی ہی کہ اُنکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہین ہی اور فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین

علم بھی عثمان سے کم نہ تھا۔ اور شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم نہو گا۔ اس صورت مین ابوبکر قوی بھی تھے اور اعلم بھی۔ پس زیادہ حقدار خلافت کے بھی وہی تھے۔ جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی"

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا غلط ہی اور اُسکی بنا بھی غلط ہی۔ اس نقرہ مین درحقیقت علی مرتضےٰؑ نے ایک مسئلہ استحقاق خلافت کے لیے بیان فرمایا ہی اور جسکی بنا منصوص ہی۔ اور وہ مسئلہ یہی فرمایا ہی کہ "امر خلافت کے لیے وہی شخص احق الناس ہی کہ جو اُن لوگون مین قوی تر ہو امر خلافت پر اور عالم تر ہو حکم خدا کا امر خلافت مین"

اور کچہہ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے قوی تر اور عالم تر ہونے کا اشارہ اپنی اس ارشاد مین جو بنیاد حق خلافت کے لیے ہی اپنی ذات مقدس کے لیے فرمایا ہی۔ اور کوئی انکار نہین کرسکتا کہ علی مرتضےٰؑ بعد وفات پیغمبر کل صحابہ اور مسلمانون مین قوی تر اور عالم تر تھے۔ اور یہ امر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین متعدد جگہ ذکر کرچکے ہین جس سے انکار کرنا بہت مشکل ہی۔

شجاعت اور علم عقلاً و نقلاً اصل بنیاد حق خلافت کے لیے ہی۔ خدا نے قرآن مین طالوت کے لیے فرمایا ہی کہ "زیادہ دی ہی اُسکو خدا نے کشادگی بیچ علم اور جسم کے یعنی علم اور شجاعت مین۔ اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دی اُسکو خدا نے پادشاہی اور حکمت اور سکھایا خدا نے اُسکو جس چیز کو کہ خود چاہتا ہی"

اور یہی اصول عقلاً ہر زمانہ کے حکما قرار دیتے چلے آتے ہین۔ اور کچہہ شبہہ نہین کہ جب تک کسی مین اعلیٰ درجہ کی قوت شجاعت اور اعلیٰ درجہ کا علم

۱؎ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۳ جلد ۲۔ اور صفحہ ۵۶۴ جلد ۴۔

کاملیت کے ساتھ ہو قدرت سیاست مدن کی اُس کسی مین قبول [illegible] کی جا سکتی
اور بغیر اقوی الناس یعنی اشجع الناس اور اعلم الناس ہونے کے کیسے کوئی شخص
عمل کر سکتا ہی کہ کس موقع پر کیا ہونا چاہیے اور کس کیفیت پر کیا تدبیر کرنی لازم
ہی اور کس موقع پر جنگ ہونا چاہیے اور کس موقع پر صلح ۔ اور کس [illegible] تدبیر سے
احکام خدا کا اصول اور فروع دین کے مطابق عمل کیا جا سکیگا ۔ اور کس تدبیر سے
حدود خدا اور اُسکے عمل کی حفاظت ہو سکیگی ۔

اور یہی دونوں امور یعنی اقوی اور اعلم ہونا عقلاً خلافت کیلیے لازمی ہیں
اور انہین دونوں امور کو خدا نے قرآن مین قصہ حضرت طالوت اور داؤد مین
بتصریح فرمایا ہی ۔ اور علی مرتضیٰ ؑ کے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین نص قرآنی ماخذ
قرار پاتی ہی ۔

اور چونکہ بعد پیغمبر ص اس دونوں وصف نصی کا سوائے علی مرتضیٰ ؑ کے
اور کوئی مصداق نہین ہو سکتا ہی اسلیے یقین کرنا چاہیے کہ ان اوصاف نصی کا
علی مرتضیٰ ؑ نے صرف اپنے آپکو اس مسئلہ کے ظاہر فرمانے کے وقت مصداق
سمجھا ہی ۔ کہ ان دونوں وصف نصی کے بعد پیغمبر ص وہی مصداق تھے ۔

اور جناب امیر ؑ کے ارشاد کا جسپر اوپر بحث ہو چکی ہی ہرگز یہ مقصود نہین کہ
آپکا علم علم عثمان سے زیادہ نہین ہی ۔ اُسکے معنی اور مراد وہی ہین جو ہمنے اُسی[۱]
موقع پر بیان کیے ہین ۔ کہ جب طریقہ عمل حضرت عثمان کا امر خلافت مین خراب
اور قابل شکایت ہو گیا تھا اور لوگون نے علی مرتضیٰ کو گھیرا تو علی مرتضیٰ
حضرت عثمان کے سمجھانے کے لیے گئے ہین اور راستے شریعت کے کھلے
ہوئے اور نشان دین کے قائم تھے اور حضرت عثمان اُسکے خلاف عمل مین لاتے

[۱] دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۵ ۔

ستے تہے اُسکی نسبت علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی کہ بیشک تم جانتے ہو اُسکو کہ جانتے ہین ہم اُسکو — علی مرتضیٰ کا مقصود یہ تہا کہ ای عثمان دیدہ و دانستہ خلاف شریعت عمل کرتے ہو —

پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہی کہ علیؑ ساتہہ قرآن کے ہی اور قرآن ساتہہ علیؑ کے — اور اقضی تم مین علیؑ ہی — اور مین شہر علم ہون اور علیؑ اُسکا دروازہ ہی جو کوئی اسکی تکذیب کرنے والا ہو وہ علی مرتضےٰ کے اُس قول سے یہ معنے لے سکتا ہی کہ اُنکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی — اور نہ یہ فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا علم بہی عثمان سے کم نہ تہا — بلکہ مسلم یہ ہی کہ خلفاے ثلاثہ کا علم مساوی نہین تہا کسی کو کوئی امر معلوم تہا اور کسی کو کوئی امر اور کوئی امر کسی کو بہی اُن مین سے معلوم نہین تہا — اور علی مرتضیٰ کو کل امور معلوم تہے —

پس شیخین کا علم جناب امیرؑ کے علم سے کیسے کم نہونا سمجہا جا سکتا ہی جیسا کہ خود قول اور فعل خلفاے ثلاثہ سے ظاہر ہو چکا ہی — پس اس صورت مین نہ حضرت ابوبکر اقوی تہے نہ اعلم — وہ زیادہ حقدار خلافت کے کیسے سمجہے جا سکتے ہین اور اس قول جناب امیرؑ سے کہ جسمین مسئلہ حق خلافت کے لیے بیان کیا ہی صراحۃً نص امامت ظاہر ہی کہ خود وہ مسئلہ نص صریح قرآنی سے ماخوذ ہی —

مصنف مخاطب نے جو اپنے استدلال مین بنظر فقرہ خطبہ شقشقیہ کے ذکر ہاتہہ کٹے ہوئے جناب امیرؑ کا کیا ہی اس غرض سے کہ جناب امیرؑ زیادہ قوت رکہنے والے نہ سمجہے جائین — مین یہ سمجہتا ہون کہ مصنف مخاطب کی اس موقع پر قطع دست علی مرتضےٰؑ سے یہ مراد نہین ہوگی کہ درحقیقت اُنکا ہاتہہ کٹ گیا تہا — بلکہ مصنف مخاطب کا یہ مقصود ہوگا کہ بسبب بیعت ہو جانے کے بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے علی مرتضےٰؑ کو زیادہ قوت خلافت پر نہین رہی —

مین اس امر کو کہ علی مرتضےٰ نے جو اپنے آپکو دست بُریدہ فرمایا اُسکے کیا معنی مین اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر جن وجوہ سے حملہ نہین کیا ہے تشریح سے پہلے بیان کر چکا ہون[1]۔ لیکن اس امر کو کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے جو اُنکے ہاتھہ پر ہوئی زیادہ قوت ہو گئی اس موقع پر استدلال کے لیے کچھہ مفید نہین ہی۔ اسلیے کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمایا ہی اُسمین اُس قوت کا ذکر ہی کہ جو قبل بیعت ہونے کے ہو یعنی جسوقت کوئی خلیفہ قرار دیا جاے اُسوقت وہ شخص قدرت خلافت کرنے کی رکھتا ہو۔ اور وہ قدرت خلافت کرنے کی اُسمین سب سے زیادہ ہو۔

بادشاہ مقرر ہو جانے کے بعد قوت ہو جانا اور امر ہی اور قبل بادشاہ ہونے کے قدرت بادشاہت کرنے کی رکھنا اور امر ہی۔ اور یہی امر یعنے قدرت خلافت کرنے کی رکھنا حجت خلیفہ مقرر ہونے کے لیے ہی۔ جیسا کہ علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی۔

اور اس بنا پر حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے اُنکے ہاتھہ پر قوت ہو جانے سے حضرت ابو بکر کے حق خلافت کو کچھہ فائدہ نہین پہونچ سکتا جب تک کہ اُنمین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ قبل خلیفہ مقرر ہونے کے ثابت نہو۔ دیکھو حضرت یزید کو کسقدر قوت بعد خلیفہ قرار پانے کے ہو گئی تھی لیکن وہ قوت حق خلافت کے لیے وجہ نہین ہو سکتی

اور اگر مصنف مخاطب کا اپنے استدلال مین علی مرتضےٰ کے دست بریدہ ہونے سے یہ مقصود ہی کہ حضرت ابو بکر مین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ اُسیوقت تھی جبکہ وہ خلیفہ قبول کیے گئے تو یہ مقصود اُسوقت صحیح قرار پا سکتا ہی کہ جب دست بریدہ ہونے کی یہ مراد پہلے ثابت ہو جاے

[1] جلد ۵ روشنی صفحہ ۳۱۵۔

کہ علی مرتضےٰ مین قوت خلافت کرنے کی اُسوقت کم تھی - اور ایسا ثابت کرنا محال ہی - کیونکہ عین وقت وفات پیغمبرؐ تک ہر کسی کو اشجع الناس اور اعلم الناس ہونا علی مرتضیٰؑ کا مسلم ہی -

اب جو کوئی کہ عین بعد قبض روح پیغمبرؐ اور قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ علیؑ کی زیادہ قوت جسمانی اور علمی کا زوال یا نقصان ثابت کرنے کا ارادہ کرے اسکی نسبت امت رسولؐ جو کچھ کہے سو کہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ اسکو کوئی سبب قوی ضرور بیان کرنا ہوگا - سو ایسا امر تاریخ مذہب اسلام تو میری نگاہ سے تو نہین گذرا اور مصنف مخاطب کی بہی رحلت ہوچکی ہی اگر اُنکا کوئی اور ہم خیال وجہ فوری زوال یا نقصان قوت علی مرتضےٰؑ کا بیان کرے تو مین اُسکا نہایت ممنون ہونگا - کیونکہ مین اسوقت تک برابر تاریخی واقعات مین یہی پاتا چلا آتا ہون کہ ہر زمانہ خلافت مین علی مرتضیٰؑ کی علمی قوت سے مدد لی گئی ہی اور خلافت اول مین قوت جسمی سے بہی -

علی مرتضےٰؑ نے جو اس مسئلہ مین اقوی اور اعلم ہونے کی حجت نصی حق خلافت کے لیے بیان فرمائی ہی اُسکے حضرت ابو بکر پر منطبق کرنے کے لیے ایسا طریقہ مصنف مخاطب نے اپنے استدلال مین اختیار کیا ہی کہ جس سے وہ دشواری پر دشواری مین پہنس گئے ہین - نہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ سے حضرت ابو بکرؓ اقوی اور اشجع اور زیادہ قدرت رکھنے والے امور خلافت مین تہے نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ ابو بکرؓ اعلم احکام خدا کے اور زیادہ تر استنباط کرنے والے مسائل شریعت کے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے تہے - نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ کے اقوی الناس اور اعلم الناس ہونے مین عین وقت وفات

رسول فوراً نقصان آگیا تھا — نہ اسکی تردید کر سکتے ہین کہ غلبۂ قوت علمی علی مرتضٰی کا ہر زمانۂ خلافت مین اور قوت جسمی کا شروع خلافت حضرت ابو بکر مین وقت ارتداد کے مسلم ہو چکا ہی —

بمقابلہ مصنف مخاطبہ کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہی کہ اُسنے اپنے آپکو ان دشواریون مین نہین پھنسایا —

علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ مین حق خلافت کے لیے جو اقوی اور اعلم ہونیکی قید لگائی ہی اُس سے حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافتین غیر صحیح قرار پاتی ہین اسوجہ سے کہ ان تینون زمانہ مین اقوے اور اعلم علی مرتضےٰ موجود تھے اور بحالت موجود ہونے اقوے اور اعلم کے حضرات خلفائے ثلاثہ غیر اقوے اور غیر اعلم کو خلافت کے لیے قبول کیا گیا —

ابن ابی الحدید نے اس ایراد سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے لیے اور حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافتون کے صحیح قرار پا جانے کے لیے ایک اور پہلو نکالکر یہ کہا ہی کہ وہ یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا کہ احق الناس امامت کے لیے وہ شخص ہی کہ جو اقوے ہو نہین خلافت پر اور اعلم ہو نہین حکم خدا کا امور خلافت مین — یہ منافی نہین ہی مذہب ہمارے اصحاب بغدادین کا کہ صحت امامت مفضول کی اُنکے مذہب مین ہی — اسواسطے کہ علی مرتضیٰ نے امامت غیر اقوے کو فاسد نہین فرمایا — لیکن یہ فرمایا ہی کہ اقوے احق ہی — اور ہمارے اصحاب منکر نہین ہین اس بات کے کہ علی مرتضےٰ احق تھے امامت کے لیے اُن لوگون سے کہ جو اُنسے متقدم ہوئے جسکے ساتھ ہی وہ صحت امامت متقدمین کے بھی قائل ہین اسواسطے کہ کچھ منافات نہین ہوتی ہی درمیان احق ہونے کسی کے اور درمیان صحت امامت غیر اُس احق کے ***

لیکن یہ نکتہ اس سخن کی خود اُسی سخن سے ظاہر ہی اور ایسا سخن کلام صحیح و بلیغ علی مرتضےٰ کا قبول نہین ہونے دیتا۔ کسی کام کے لیے مفضول کو قبول کرنا درجہ تنزل کا قبول کرلینا ہی۔ اور فطرت انسانی ہمیشہ ترقی چاہتی ہی۔ خلاف فطرت انسانی کے درجہ تنزل کو قبول کرنا اور اُس قبول کو صحیح سمجھنا ابن ابے الحدید یا اُنکے ہم خیال پسند کرین مگر مین عقلاً اسکو پسند نہین کر سکتا ہون۔

سوال۔ مجانین اور فاتر العقل کے بنی نوع انسان مین کوئی فرد ایسی نہین ہی کہ جسمین بمقابلہ ایک دوسرے کے درجہ قوت اور علم کم و زیادہ نہو یا مساوی ہو اور جب اُنمین سے کسی ایک کو سردار بنانا منظور ہو کہ جسکی سب اطاعت کرین اور وقت سردار قبول کرنے کے اُن سب مین کسی کی افضلیت کا خیال نہ رکھا جائے تو سب سے آخر درجہ کے مفضول کے لیے سردار بننے کا حق پیدا ہو جائیگا۔ اور کل قوم مین جو سب سے مفضول ہو سردار قرار پا جائیگا ابن ابے الحدید یا اُن کے ہم خیال ایسے سردار کے سامنے اپنا سر جھکائین مگر ہمارا تو سلام ہی۔

جسوقت علی مرتضےٰ ؑ نے یہ مسئلہ حق خلافت کا بیان فرمایا ہی اُسوقت حالت زمانہ امت پیغمبر کی طرف سے یہ سوال کرتی تہی کہ جب مسلمانونکی قوم کے لیے کسیکو خلیفہ یعنی بادشاہ بنانا منظور ہو تو اپنی قوم مین سے کسکو خلیفہ قبول کیا جائے۔

اُسکے جواب مین علی مرتضیٰ ؑ فرماتے ہین کہ وہ شخص احق ہی قبول کیے جانیکا جو اُن سب مین قویتر ہو خلافت کے کرنے پر اور اعلم تر ہو احکام خدا کا بیچ خلافت مین۔

پس اسی مسئلہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ اقوی اور اعلم کی خلافت صحیح ہی اور اسکے غیر کی جس مین کل مفضول بمقابلہ اُس افضل کے شامل ہوئے باطل ہو۔ اور علی مرتضے کو ہرگز ضرورت اس امر کی نہین تھی کہ وہ بعد فرمانے ایسے کلام بلیغ کے یہ بہی فرماتے کہ امامت غیر اقوی کی فاسد ہی کہ ایسا بیان فضول اور داخل عیب بلاغت کے تہا۔

مین قبول کرتا ہون کہ ابن ابی الحدید نے درمیان ہونے کسی کے احق اور درمیان صحت امامت غیر احق کے فرق بتانے کے وقت اقوی سے مراد احسن سیاست اور اعلم سے مراد اکثر علم اور اگر ما گرم تعبیرون سے جو مقتضائے علم ہون لی ہی۔ لیکن اس مراد سے کوئی امر مفید ان کے سخن کے لیے پیدا نہین ہوسکتا اسلیے کہ ترک اولی خالی زلت اور ضرر سے نہین ہی اور قبول حسن بمقابلہ احسن کے قبیح ہی۔

اور اگر علی مرتضے کے نزدیک خلافت مفضول فاسد ہوتی تو وہ ضرور بحالت ترک کیے جانے افضل کے قبول کیے جانے مفضول کا اور اُسکی صحت امامت کا بیان فرماتے کہ مسئلہ جواز ایسے بیان کا مشتاق رہتا تہا اقوی اور اعلم قوم کو تمام قوم پہچانتی ہوتی ہی اسمدہ اقوے اور اعلم کو سو مونہ پر اظہار بہی اپنی اعلی درجہ کی قوت اور علم کا فخر کرتا رہتا ہی جسکے قبول کر لینے مین کوئی دشواری پیش نہین آسکتی۔

اور اگر متعدد اشخاص دعوے اقوے اور اعلم ہونے کا کرتے تو مہاجرین اور انصار جنکو اہل الرائے یا اہل حل و عقد کہا جاتا ہی مجتمع اور متفق ہوکر انمین سے کسی ایکو امام موسوم کرسکتے تہے۔ لیکن بحالت ترک افضل کے اگر مفضول کا خلافت اور امامت کے لیے قبول کرنا صحیح ہوسکتا تو اُس کے انتخاب

کے لیے عجب تماشا نظر آتا کہ اُس افضل کے سوا کل قوم کا ہر فرد بشر دعویدار
مفضولیت کا ہوتا ــــ اور بالآخر انتہاے درجہ مفضولیت پر پہونچکر مجانین اور
فاترالعقل مین سے افضل کا انتخاب کیا جاتا بلکہ پوری تکمیل صحت امامت
مفضولی کی اُسوقت ہوسکتی تھی کہ جب کسیکو جنون اور فتور عقل دوری نہو
بلکہ مستمر ہو اور اُسمین ہی قدامت کا لحاظ زیادہ کیا جاے ــــ

میرے نزدیک اگرچہ ابن ابی الحدید اُن دشواریون مین نہین پہنسے مین
کہ جن دشواریون مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین - لیکن
ابن ابی الحدید اور اُنکے ہم خیالون نے جو طریقہ اختیار کیا ہی وہ اپنی دشواری
مین اُن دشواریون سے کم نہین ہی جن مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال
پہنسے ہین ــــ اور ہر ایک نے ہر ایک کے دشوار طریقہ پر نظر کرکے دوسرے
کے طریقہ کو چھوڑا ہی ــــ

لیکن جب اُن دونون کے طریقہ پر بمقابلہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کے نظر کیجاتی
ہی تو دونون کے طریقہ دشوار گذار نظر آتے ہین اور اُنپر چلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے
اور صراط مستقیم موافق ارشاد علی مرتضیٰؑ کے وہی دکہائی دیتی ہی جو شیعون کا
مسلک ہی ــ کہ اقوے اور اعلم کا خلافت کے لیے قبول کیا جانا صحیح ہی اور
غیر اقوے اور غیر اعلم کا قبول کیا جانا خلافت کے لیے باطل اور فاسد ہی ــ

پہر مصنف مخاطب اُسی خطبہ کا آئندہ فقرہ نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین
کہ " پہر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اُسپر عتاب کیا جاے اور اگر نہ مانے تو اُس سے
قتال کیا جاے " اور کہتے ہین کہ فاضل میسم نے اسکی شرح مین لکھا ہی کہ " وہ
یہ حکم اُس باغی کا ہی جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے "
کچہہ شبہہ نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے اس اپنے ارشاد مین جو حکم فرمایا ہی وجہ

شرح کہ ابن میثم نے کی ہی یہ حکم بمقابلہ اُسی خلیفہ اور امام کے ہی کہ جو سب مین اقویٰ اور اعلم ہونے کی وجہ سے باجتماع اور اتفاق اُن لوگون کے خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہو جو اُسکے قبول کرنے کا حق رکھتے ہون۔ اور اُسکا تقرر باضابطہ عمل مین آیا ہو اور ایسے ہی خلیفہ اور امام سے بغاوت کرنے والے کے لیے وہ حکم ہی۔

مصنف مخاطب پھر فقرہ آئندہ خطبہ کا یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اُسوقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ "جناب امیر اپنی جان کی قسم کھا کر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لیے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہو کر بیعت نہ کرین اُسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اسلیے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہی۔"

مصنف مخاطب نے فقرہ کلام علی مرتضےٰ کے ترجمہ مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "وہ جب تک سب آدمی حاضر نہون" اس مین لفظ "سب آدمی" ترجمہ ہی لفظ "عامتہ الناس" کا یہ ترجمہ صحیح نہین ہی۔ بلکہ صحیح ترجمہ اُسکا "عام لوگ" ہی پس کل مضمون فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک عام لوگ حاضر نہون اُس وقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور مصنف مخاطب نے جو تصریح کی ہی اُسمین بجاے کل آدمی کے عوام الناس لکھنا چاہیے تھا۔ کہ درحقیقت خلافت بیعت خواص سے منعقد ہو جاتی ہی نہ عوام سے جیسا کہ علی مرتضےٰ کے فقرہ آئندہ مین ذکر ہی جسکا مصنف

مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین ''اور لیکن اہل اُسکے حکم کرتے ہین اُسپر جو بیعت خلافت کے وقت غائب تھا''

اور اُسکے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ''جو لوگ بیعت کر چکے اُنہین کا حکم اُسپر بھی جاری ہوگا جو اُسوقت موجود نہ تھا'' ہمکو نہ اس فقرہ کے ترجمہ پر کچھ بحث ہی نہ اُسکے معنی بیان کرنیکی نہ کسی شرح کی ضرورت ہی۔

مصنف مخاطب نے پھر فقرہ آئندہ کا یہ ترجمہ کیا ہی ''پھر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے اور غائب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے''

لیکن اس فقرہ کا ترجمہ مصنف مخاطب کو اسطرح کرنا چاہیے تھا کہ ''پھر نہین جائز ہی واسطے حاضر کے یہ کہ پھر جائے (یعنی بیعت کو توڑ دے) اور نہین چاہیے غائب کو یہ کہ کسی اور کو اختیار کرے (یعنی اہل الراے نے مجتمع ہوکر بالاتفاق جس کسی کو خلیفہ اور امام قبول کر لیا ہی غائب کو بھی لازم ہی کہ اُسی کو قبول کرے اُسکے خلاف کسی اور کو قبول نہ کرے)۔

ان تمام فقرات اور اُسکے معنی اور ترجمہ سے ظاہر ہی کہ کوئی استدلال سودمند مصنف مخاطب کے لیے پیدا نہین ہو سکتا ہی۔ تاہم مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ ''اس قول مین تو جناب امیرؑ نے قسم کہا کر فرما دیا کہ خلافت کے لیے بعض کی بیعت کافی ہی سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بھی جناب امیرؑ کی جھوٹی تھی''

پھر مصنف مخاطب اپنے استدلال کی یہ تائید بھی کرتے ہین کہ ''اس سے پہلے جناب امیرؑ کا یہ قول بھی ہم نقل کر چکے ہین کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی وہ قول خوارج کے مقابلہ مین تھا جو امامت کے بالکل منکر تھے''

اور آخر کار یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ ''پس جو مضمون جناب امیر علیہ السلام نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بھی ثابت ہی۔ اب کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کا یہی مذہب تھا اور شیعون کا مذہب جناب امیرؑ کے مذہب کے خلاف ہی''

لیکن یہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا غلط ہی اور کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز وہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین مستنبط نہین ہوتا۔

علی مرتضیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ ''اگر امامت منعقد ہوتی عامۃ الناس کے حاضر ہونے پر تو اُسکے انعقاد کی کوئی سبیل نہو سکتی۔ لیکن اہل انعقاد امامت کے حکم کرتے ہین غائب پر اور حاضر کو نہین چاہیے کہ اُس سے پہرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کرے'' جسکی صاف مراد یہ ہی کہ اہل الراے اور اہل حل وعقد امامت کے کہ جو خاص لوگ ہین وہ مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام قبول کر لین وہی عامۃ الناس کے لیے امام ہو جائیگا۔ اُس سے کسی کو انحراف کرنا نہین چاہیے۔ خواہ وہ عامۃ الناس حاضر ہون یا غائب۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عقد امامت کے لیے خاص لوگون کا حاضر ہونا ضرور ہی عامۃ الناس کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی۔ اُسکی مراد یہ نہین ہو سکتی کہ خلافت کے انعقاد کے لیے بعض خواص کی بیعت کافی ہی سب خواص کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ بیشک۔ انعقاد امامت جملہ اہل حل وعقد کی حاضری پر موقوف ہی کہ جو خاص لوگ ہین البتہ عام لوگونکا حاضر ہونا انعقاد امامت کے لیے ضرور نہین ہی۔

جناب امیرؑ نے جو کچھ فرمایا ہی اور جسپر لوگون کو یقین دلانے کے لیے قسم کہائی ہی شیعہ اُسکو سچ جانتے ہین لیکن جو معنے کہ مصنف مخاطب نے اُسکے

غلط بیان کرتے ہیں اُسکا مطلب نہیں سمجھتے ہیں۔

اہلسنت [illegible] ہم خیال ارشاد علی مرتضیٰ کو جو

ولایت علی مرتضیٰ نے اپنے ارشاد کی صداقت پر یقین دلانے کے لیے قسم کھائی ہی قبول نہیں کرتے اور اُسکے صاف و صریح معنی میں تحریف کرتے ہیں۔

قول علی مرتضیٰ سے جو [illegible] ہو چکی [illegible] ہرگز یہ امر واضح نہیں ہوتا کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی [illegible] خوارج جو کہتے تھے کہ حکومت کسی کی جائز نہیں اُسکے مقابلہ میں علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ [illegible] ہی کہ لوگون کے لیے کوئی امیر نیک ہو یا بد [illegible] اور اس کلام سے امیر [illegible] کا [illegible] اور [illegible] کا [illegible] بیان ہی اس کلام کے ہرگز یہ معنے نہیں ہیں کہ فاسق کی خلافت جائز ہی۔

پس جو مضمون [illegible] نے امیر معاویہ کے نام خط میں لکھا تھا وہی مضمون [illegible] اقوال سے بیشک ثابت ہی اور کوئی شبہہ باقی نہیں کہ [illegible] کے ارشادات کے موافق شیعون کا مذہب ہی۔ اور اہلسنت کا مذہب قطعی اُسکے خلاف ہی۔

شیعون کا مذہب جیسے دیگر اقوال علی مرتضیٰ کے موافق ہی اور اہلسنت کا خلاف [illegible] ہی [illegible] مضمون اسی خطبے سے جو زیر بحث ہی اور جسکو اہلسنت [illegible] نے ترک کر دیا ہی شیعون کا مذہب صحیح اور اہلسنت کا مذہب غیر صحیح قرار پاتا ہی۔

[illegible] نے جہان تک اس خطبے سے لیا ہی اسکا آخر فقرہ ناتمام

[illegible] ۱۲۹ [illegible]

یہ ہی کہ غیر حاضر کو جائز نہین ہی کہ انعقاد امامت تک جو اُسکے اہل انعقاد کرین) پہر سے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کر سکتا ہی۔

یہ فقرہ اس مضمون پر تمام ہوتا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ بیشک خلیفہ اور امام بننے والا ہو سکتا ہون دو شخصون سے ایک وہ شخص کہ ادعا کرے ایسی چیز (امر امامت) کا جو نہین ہی واسطے اُسکے (یعنی حق واسطے اُسکے) دوسرے وہ شخص کہ منع کرے ایسے شخص کو کہ جو اُس امامت پر ہو یعنی مانع طاعت ہو اور امتثال امر امام کا نکرے)۔

بعینہ مضمون اس فقرہ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضےٰ ایسے شخص سے قتال جائز سمجھتے تہے کہ جو استحقاق امامت کا نرکہتا ہو۔ اور ظاہر ہی کہ حضرات خلفاے ثلاثہ بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے اقوے اور اعلم نہین تہے۔ پس یہ حضرات جو بے ضابطہ امام بن بیٹہے اور منصب امامت قبول کرلیا وہ اُنکا حق نہین تہا اسلیے کہ وہ حق احق الناس کا تہا اور احق الناس وہ ہو سکتا تہا جو اقوی اور اعلم ہو اور یہ صفتین اُس عہد مین صرف علی مرتضیٰؑ مین تہین۔ اور سواے علی مرتضےٰؑ کے اور کسی مین یہ صفتین نہین پائی جاتی تہین۔ اور اُن تینون کا امام اور خلیفہ بن جانا بہی باجتماع مہاجرین اور انصار اور اہل الرای جزوی کے ہوا نہ کلی کے۔

پس غیر علی مرتضےٰؑ پر جو انعقاد امامت اور خلافت کا ہوا وہ بے قاعدہ اور بخلاف مسئلہ فرمودۂ علی مرتضےٰؑ کے ہوا اور اسی بنا پر علی مرتضےٰؑ کو اُنسے قتال جائز تہا (جیسا کہ آخر حصہ فقرہ مذکورہ اسی خطبہ مین ہی)

اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت علی مرتضےٰؑ نے سوچا تہا کہ اُنپر حملہ کی جرأت کرون یا نہین؟ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی۔ لیکن

علی مرتضےٰ پر اُن سے ایسا قتال جائز تھا نہ واجب اسلیے بوجوہ دیگر کہ جس
مین دین اسلام تباہ ہوتا تھا ایسی حالت مین علی مرتضےٰ کو لازم نہین تھا
کہ وہ امر جائز پر عمل کرتے پس اُنھون نے امر جائز پر عمل نہ کرکے صبر فرمایا
دوسرے اُس شخص سے علی مرتضےٰ قتال جائز جانتے تھے کہ جو مانع
طاعت امام ہوا اور اُسکے حکم کو نہ مانے۔

اسمین اشارہ ارباب جنگ جمل اور ارباب صفین اور نہروان کی طرف ہی
کہ باوصف اسکے کہ علی مرتضےٰ باقاعدہ امامت اور خلافت کے لیے قبول
کیے گئے۔ اور ارباب جنگ جمل اور صفین اور نہروان اطاعت علی مرتضےٰ
سے امتناع کرتے تھے اور علی مرتضےٰ کے حکم کو نہین مانتے تھے اور اُن
سے جنگ کرنے کے لیے کوئی امر مانع نہین تھا اسلیے علی مرتضےٰ نے
اُنسے جنگ کرنا ضرور سمجھا۔

مصنف مخاطب نے اس مضمون کو اپنے فقرہ منقولہ سے اسی غرض
سے ترک کیا ہی کہ مضمون اس فقرہ کا علانیہ ایسا موافق مذہب شیعہ
کے اور خلاف مخالف کے ہی کہ جسمین مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کچھہ
تحریف معنی کی بھی نہین کرسکتے تھے۔

بقیہ مضمون اسی خطبہ کا ہم ذیل مین ترجمہ کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا
کہ اُس سے مذہب شیعہ کسقدر موافق ہی اور مذہب مخالف شیعہ کس قدر
مخالف ہی۔

پھر علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ ای بندگان خدا تمکو پرہیزگاری کی
نصیحت کرتا ہون کیونکہ پرہیزگاری بہتر اُن تمام نصیحتون سے ہو جنکے ساتھہ
بندے نصیحت کیے جاتے ہین اور بہتر انجام امور ہو خدا کے نزدیک اور

بالتحقیق کہل گیا ہر وہ امر جو کہ درمیان تمہارے اور اہل قبلہ کے اور نہین
پہیرے گئے تم اس حکم سے مگر جو بیان ہی [illegible] صاحبان صبر جو [illegible] حق کے
[illegible] واسطے ہین [illegible] تم [illegible] کیے جاؤ اور رکے رہو [illegible] باز رہو
اُس سے کہ منع کیے جاؤ - اور [illegible] نہ کرو کسی کام کرنے مین جلدی جب تک کہ
تفتیش اُسمین نہ کرلو کیونکہ تمہارے لیے ہر امر کے ساتہ تبدیلیان ہین
جنکو ناپسند کرتے ہو تم - آگاہ ہو کہ تحقیق یہ دنیا جسکی زیب کی تمنا رکہتے ہو
تم اور اُسمین رغبت کرتے ہو اور صبح اُسکی تمکو غضبناک کرتی ہی اور خوش
بہی کرتی ہی گو تمہارا گہر نہین اور نہ وہ منزل ہی جسکے لیے تم پیدا کیے گئے ہو
اور نہ وہ ایسی چیز ہی جسکی طرف تم بلائے گئے ہو - آگاہ رہو کہ نہ وہ تمہارے
لیے باقی رہیگی اور نہ تم اُسپر ہمیشہ رہوگے اگرچہ تمکو اُسنے دہوکے مین
ڈالا ہی پس تحقیق مین نے اُسکے شر اور بدی کی خطرناکی ظاہر کردی تمکو پس
چہوڑ دو اُسکے دہوکے کو بسبب اُسکے حذر دلانے کے اور طمع کرنے
اُسکے کو بوجہ خوف دلانے اُسکے (یعنے وہ دنیا خود ہی حذر اور خوف
دلاتی ہی) اور سبقت کرو دنیا مین اُس گہر کی طرف جسکے لیے تم بلائے گئے
ہو اور پہیرو اپنے دلون کو اُس (دنیا) سے اور ہرگز تم مین سے کوئی نہ
کرے جیسے کہ لونڈیان کرتی ہین دنیا دی چیز کے نہ دستیاب ہونے پر اور
تم پورا کرنا چاہو اپنے اوپر نعمت خدا کا صبر کے ساتہ جو خدا کی اطاعت پر
کیا جاے اور اُس محافظت کے ساتہ جسکو کتاب خدا نے محفوظ رکہا
(یعنے کتاب خدا نے جو حفاظت تمہاری کی ہی اُسکے ذریعہ سے اپنی محافظت
کرو) آگاہ ہو کہ نہ ضرر پہونچائیگا تمکو ضائع کرنا دنیا دی کسی شی کا بعد اسکے کہ
تمنے حفاظت ستون دین کی کرلی - آگاہ رہو نہ نفع دیگا تمکو جسکی تمنے محافظت

گمراہ نہ ہوی سے (یا بعض ہین کو ضائع کر کے) خدا ہمارے اور تمہارے قلوب کو ہمیں حق کی طرف ایدر ڈالدے ہمارے اور تمہارے دلون مین صبر دے

یہ خطبہ علی مرتضیٰ نے اُس وقت فرمایا ہی جبکہ بعد قتل حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بدل دیے گئے ہین اور باہم اہل قبلہ کے جنگ شروع ہوگئی ہی جیسا کہ مضمون خطبہ سے ظاہر ہی - اور مسلمان احکام خدا کے جاننے مین یا قرآن سے مسائل کے استنباط مین عاجز ہوکر راہ چلنے پر آمادہ ہو چکے تھے -

علی مرتضیٰ کے اسی قسم کے خطبون کی وجہ سے امام شافعی قائل ہو گئے ہین کہ اگر علی مرتضیٰ نہوتے تو احکام اہل بغی سے کچھہ بھی پہچانا نہ جاسکتا

اس واجب التعظیم رائے سے علی مرتضیٰؑ کے علم و فضل کا اندازہ بمقابلہ غیرون کے اہل نظر کی نگاہ مین بخوبی ہوسکتا ہی - کہ اگر علی مرتضیٰؑ نہوتے تو مذہب اسلام بغیر بیان ایک رکن عظیم کے ہوتا - علی مرتضیٰؑ ہی وہ شخص تھا کہ جسنے اپنے علم سے تکملہ مذہب اسلام کا کیا -

علی مرتضیٰؑ نے اس خطبہ مین مذہب اسلام کے مستقیم کرنے کے لیے ہدایت اور اپنے پند و نصائح سے مسلمانون کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائی ہی اور بعد پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے تھے اُن کو پیش نظر رکھکے حقیقت ہر ایک امر کی مع اسکے کہ مسلمانون کو کیا کیا کرنا چاہیے دکھائی ہی -

پہلے علی مرتضیٰؑ نے پیغمبرؐ کی مدح پر شہادت دی ہی کہ وہ امین وحی تھے تاکہ لوگون کو یقین ہو کہ پیغمبرؐ تنزیل من اللہ سے کچھہ تحریف اور

تبدیلی نہین کرتے تھے اور اُنسے اُنمین کچھ خطا نہین ہوتی تھی جو نتیجہ عصمت ہی۔ اور غرض اس ارشاد سے یہ تھی کہ لوگ قرآن کے صحیح منزل من اللہ ہونے مین ذرہ بھر شبہہ نکرین۔

پھر پیغمبر کے ختم المرسلین ہونے کے مدح ظاہر کی ہی کہ بعد اس پیغمبر کے کوئی اور پیغمبر آنے والا نہین ہی اور ضرور ہی کہ بعد اُسکے مذہب اسلام کے قائم رکھنے کے لیے کہ تازہ ہی اور اُسکے چلانے کے لیے تاکہ پختہ ہوجاے کوئی اُسکا جانشین ہوا اور وہ جانشین کیا اوصاف رکھتا ہو جنکی وجہ سے وہ خلافت پیغمبر کا احق الناس ہو۔

پھر پیغمبر کو بصفت بشیر و نذیر یاد کیا ہی تاکہ لوگ جان لین کہ موافق احکام خدا کے عمل کرنے سے رحمت خدا کے مستحق ہونگے اور مخالف احکام خدا کے عمل مین لانے سے سزا وار عذاب ہونگے۔

پس بعد ذکر پیغمبر کے سب سے پہلے اُس شخص کے ذکر کی ضرورت تھی کہ جو مستحق پیغمبر کی جانشینی کا ہی۔ اور اُسکا وصف یہ فرمایا کہ خلافت پیغمبر کا احق الناس وہ کوئی ہی کہ اُس امر خلافت کے لیے سب مین قوی تر ہو یعنی قدرت سیاست اہلیت کے ساتھہ رکھتا ہو تاکہ کامل تو جاننے والا ہو مواقع خلافت اور اُسکی کیفیتون کا اور کیفیت تدبیر مدن اور حرب کا اور اسی سے لازم آتا ہی اشجع الناس ہونا اُسکا۔

دوسرا وصف یہ فرمایا ہی کہ اعلم ہو حکم خدا کا نیابت رسول کے بارہ مین یعنی اصول اور فروع دین کا بڑا جاننے والا ہو۔ تاکہ ہر عمل اُسکے محل پر رکھے جس سے یہ لازم آتا ہی کہ شدید تر ہو حفاظت کرنے والا اور رعایات حدود خدا کا اور اُسپر عمل کرنے والا۔ اور یہ امر لازم کرتا ہی کہ وہ اُن لوگون مین اعدل تر

غور کرنا چاہیے کہ آیا یہ اوصاف سوائے علی مرتضیٰ کے کسی [illegible]
جو مقام نیابت رسولؐ پر قدم رکھے ۔
یقین کرنا چاہیے کہ یہ اوصاف [illegible]
علی مرتضیٰ پاتے تھے کہ کسی اور میں یہ اوصاف نہیں [illegible]
اور میں یہ اوصاف جانتے تو قسم خدائی [illegible]
نام بتا دیتے ۔ اور کسی اور کا نام نہ بتلانے سے صریح [illegible] اپنے نفس
کی طرف جسکو خدا نے نفس رسولؐ کہا ہے ۔ اور یہ [illegible]
پس مسلمانوں کو لازم تھا کہ ایسے ہی شخص کو بعد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا [illegible]
قبول کرتے ۔ اگر ایسے شخص کو جب کسی نے نائب پیغمبرؐ کا مانا اور بس کسی نے
کہ اسکو قبول نہ کیا سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ بشیر کی بشارت رحمت کا کہاں
اور پیغمبرؐ نذیر کی نذارت عذاب کا کہاں موقع ہوگا ۔ کہ اس طرح سے ذکر
وقت مدح رسولؐ کے شروع خطبہ میں علی مرتضیٰ نے ذکر فرمایا ہے ۔
پھر علی مرتضیٰ نے انہیں اوصاف والے کے نائب پیغمبرؐ کے قبول
ہو جانے والے کے بارہ میں یہ مسئلہ فرمایا ہے ثمّ پھر اگر فتنہ کرے کوئی فتنہ پرداز
تو اسپر عتاب کیا جاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کیا جاوے ۔
لیکن یہ مسئلہ اسی حالت سے منطبق ہوگا کہ جب اقوی اور اعلم نائب
رسولؐ قبول کیا جاوے اور نہیں تو نہیں ۔ جسکا یہ نتیجہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے
خلیفہ قبول ہونے کے بعد عمل اس مسئلہ پر ہوگا نہ انکے غیر خلیفہ قبول ہو جانے
کی حالت میں ۔
بلکہ انکے غیر کے خلیفہ قبول ہو جانے پر حملہ جائز ہے کہ اس حملہ پر اطلاق
فتنہ کا نہوگا کیونکہ انعقاد خلافت غیر اقوی اور اعلم پر خود فتنہ ہے ۔ گو کسی

دوسری وجہ ہے حملہ نہ کیا جاوے۔

اور خطبہ شقشقیہ مین جو ارادہ حملہ کا خلافت حضرت ابو بکر پر جناب مرتضیٰ نے فرمایا ہی یہ امر باہم مطابق ہی کہ اس خطبہ مین جہان کہ پند و نصایح فرمائے مین یہ ارشاد کیا ہی کہ وہ جلدی نہ کرو کسی امر مین جب تک کہ تفتیش نکر لو کہ تمہارے لیے ہر امر مین جسکو تم ناپسند کرتے ہو تبدیلی ہو سکتی ہے

یعنے جب کوئی غیر شخص خلیفہ قبول کیا جاوے تو بنظر حالت موجودہ کے اُسکے لیے یعنے اُسپر حملہ کرنے نہ کرنے کے لیے حکم دیگر ہی اور جب مستحق خلیفہ کیا جاوے اور اُسمین لوگ فتنہ پردازی کرین تو اُسکے لیے حکم دیگر ہی اور ہر موقع پر اُسکا حکم وہی جانتا ہی جو اُن موقعون کو پہچانتا ہی کہ ایسا علم صاحبان بصیرت اور صبر کو ہوتا ہی۔

اور جس سے مراد یہ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ پر حملہ نکرنا دانائی تھی گو وہ بغیر احق ہونے کے خلیفہ قبول کیے گئے اور اُس موقع پر صبر کرنا ضرور تہا کہ مذہب اسلام تباہ و برباد ہو جاتا اور ارباب جمل اور صفین سے اور خوارج سے قتال دانائی ہی۔ کہ اُن لوگون نے ایسے شخص کے خلیفہ ہو جانے کے بعد جو مستحق خلافت تہا سرکشی کی اور جن پر اطلاق بغاوت الزام آگیا۔ اور جنسے جنگ کرنے مین اندیشہ تباہی اسلام کا یا اور کوئی امر مانع نہ تہا بلکہ اُنسے قتال موافق قرآن کے تہا۔

بعد بیان مسئلہ استحقاق خلافت پیغمبر کے علی مرتضیٰ نے مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہی جسکی تصریح ہم اوپر کر چکے ہین اور جس سے ظاہر ہی کہ مسئلہ انعقاد خلافت کے بموجب حضرت ابو بکرؓ پر انعقاد خلافت صحیح نہین ہوا البتہ خود علی مرتضیٰ پر انعقاد خلافت مطابق مسئلہ کے واقع ہوا ہی

اور اُسی کے ساتھ علی مرتضےٰ نے تصریح سے فرمادیا ہی کہ دو شخصوں سے مین لڑسکتا ہون - ایک اُس شخص سے جو دعوے کرے اُس چیز کا جسکا وہ حق نہین رکھتا یعنے حضرت ابو بکر کہ خلیفہ بن بیٹھے جسکا وہ حق نہین رکھتے تہے -

دوسرے اُس شخص سے کہ جو روکے اُس چیز کو جو اُسپر واجب ہو جاتی ہے (یعنے قتال باغیون سے کہ جسپر اطاعت امام واجب تہی) جسمین اشارہ طرف جنگ جمل اور صفین اور نہروان کے ہی -

پہر اسکے بعد تمام نصائح علی مرتضےٰ نے فرمائے ہین - جسکی ابتدا پرہیزگاری سے کی ہی یعنے انسان کو ہر امر بد سے بچنا لازم ہی -

پہر واقعہ حرب کا درمیان اہل قبلہ کے ذکر کرکے بتایا ہی کہ صاحبان بصیرت اور صبر اور اہل علم ہی متحمل اسکے ہوسکتے ہین جو موافق حق کو پہچانتے ہین - اس فقرہ مین اہل صبر کا لفظ بہت غور طلب ہی کہ کس موقع کو زیر نظر رکھکے اُس کلمہ کے فرمانے کی ضرورت ہوئی ہی -

جہان تک خیال کیا جاتا ہی وہ موقع سوائے خلافتون حضرات خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی نہین ہوسکتا - جنکو علی مرتضےٰ صحیح نہین سمجہتے تہے لیکن دوسرے وجوہ کے پیش نظر ہونے کے باعث اُن سے قتال بہی نہین کرسکتے تہے اور صبر کرلیتے تہے -

صبر کے معنی ہین غصہ کو پی جانا جسکی مراد یہ ہوئی کہ علی مرتضےٰ کو اُن خلافتون کے انعقاد پر غصہ تو بہت آتا تہا مگر غصہ کو پی جاتے تہے - اور ایسے غصہ کے پی جانے والون کی نسبت اس خطبہ مین فرمایا ہی کہ وہ متحمل ایسے موقعون کے ہوتے ہین

اور اُسکے ساتھ یہ بتایا ہو کہ حالت کے تغیر سے امر بدل جاتا ہی۔ پس مراجعت کے حکم کی ہمیسے تفتیش کرلو۔ پھر دنیا اور اُسکی آرزو اور طمع کی مذمت کی ہی اور اُسکے حصول کو خطرناک ظاہر فرماکر ہدایت کی ہی کہ دنیا کے ضائع ہونے سے کچھ ضرر نہین ہو سکتا جبکہ دین کی حفاظت ہو چکی ہی کتاب خدا کے بموجب اور ستون دین کا قائم ہو چکا ہی۔ لیکن دنیا کچھ نفع نہین دے سکتی اگر دین ضائع ہو جائے ۔

مقصود اس ہدایت سے یہ ہی کہ دین مین جو طریقے مقرر کردیے گئے ہین اُسکے بموجب لوگون کو چلنا چاہیے اگر اُن طریقون پر چلنے سے کچھ دنیا ضائع ہو جائے تو کچھ پروا نہین کرنی چاہیے اسلیے کہ دین کے طریقون پر چلنے سے وہی دنیا ضائع ہو سکتی ہی جو خلاف طریقون دین کے چلنے سے حاصل ہو۔ اور اُسکے ضائع ہونے سے کچھ ضرر نہین پہونچ سکتا ہی اور وہ دنیا جو خلاف طریقون دین پر چلنے سے حاصل ہو کچھ نفع نہین پہونچا سکتی۔

علی مرتضیٰ نے جو یہ کلیہ فرمایا ہی اُسکی مثال اُنکی نگاہ مین وہی تینون خلافتین ہین کہ جو خلاف طریقون دین کے حاصل کی گئی تہین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے انعقاد مین اختلاف ہونے کی وجہ سے اور غیر مستحق کے خلفا قرار پانے کے سبب سے خلافت صحیح بہی قائم نہو سکی۔ اور باہم مسلمانون کے دروازہ حرب کا کہل جانے سے سلطنت قومی مسلمانون کی ضعیف اور آخرکار تباہ ہوگئی۔ اور تمام روے زمین پر کسی وقت پہیل نہ سکی۔

اگر اقوی اور اعلم کو احق الناس مسلمان مستحق سمجھکر بالاتفاق اول ہی خلیفہ مقرر کرتے کہ یہی طریقے دین کے تہے تو کبہی نہ غیر مستحق کو حوصلہ خلافت کا پیدا ہوتا نہ باہم مسلمانون کے جنگ ہوتی نہ تمام روے زمین پر مذہب اسلام

پہلے سے ترک [illegible]۔

پھر مصنف مخاطب جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکر سے لڑنے کا خیال پیدا ہونے کے لیے آنحضرت کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جناب امیر جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے اور رسول صلعم کا قول ہے کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہے"

اور مصنف ابن ماجہ سے ارشاد رسول صلعم نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ "بیشک میری امت متفرق ہوگی بہتر فرقہ پر اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسول صلعم نے فرمایا جماعت جماعت جماعت"

اس ترجمہ پر ہمکو کچھ عذر نہیں ہے البتہ شروع میں ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ "بیشک میری امت قریب ہے کہ متفرق ہوگی" کیونکہ اصل لفظ عربی یہ ہیں "ان امتی ستفترق"

مصنف مخاطب ارشاد پیغمبر صلعم مندرجہ بالا سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ "اس بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جناب امیر نے ابوبکر سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا"

یہ روایت خصال میں اسطرح مروی ہوئی ہے کہ بات کہی ہمسے ابو احمد شافعی نے فرغانہ میں کہا کہ بات کہی ہمسے مجاہد بن اعین بن داؤد نے کہا بات کہی ہمسے محمد بن فضل نے کہا بات کہی ہمسے ابن لہیعہ نے اُسنے سعید بن ابی ہلال سے اُسنے انس بن مالک سے کہا اُسنے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے بیشک بنی اسرائیل متفرق ہوئے عیسیٰ کے بارہ میں اکہتر فرقوں پر پس ہلاک ہوئے ستر فرقے اور نجات پائی ایک فرقے نے اور تحقیق امت میری قریب ہے کہ متفرق

گر پہلے خاص طور پر اعلیحضرت سپہر شوکت صاحب عالم پرنس مرزا محمد
الدین حیدر بہادر بالقابہ ۔ جناب خان بہادر نواب حاجی
کوٹ شجاعت علی بیگ صاحب قزلباش رئیس مرشدآباد کا دلی احسانمندی کے ساتھ
شکر گزار ہوں کہ ان بزرگواروں نے اپنی عالی ہمتی سے پچاس پچاس روپیہ بنظر امداد عطا فرمائے
خدا اونکی توفیقات عالیہ میں برکت عطا کرے ۔ والتسلیم

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد زر
۱	جناب سید عوض علیصاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر	ے ر
۲	ازسرکار آصف الدولہ شجاع الملک نواب سید زین العابدین خان بہادر فیروز جنگ	ے ر
۳	جناب سید ہادی حسین صاحب وکیل ۔	ے ر
۴	جناب مولوی سید ہادی علیصاحب آنریری مجسٹریٹ	ے ر
۵	جناب سید منیر حسن صاحب تعلقدار اودھ	ے ر
۶	جناب مولوی سید نظیر حسین صاحب مدرس ۔	ے ر
۷	جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب ۔ خان بہادر ریٹائر سب جج	ے ر
۸	جناب مولوی سید تجمل حسین صاحب سب جج ۔	ے ر
۹	جناب نواب سید صفدر نواب صاحب بہادر بالقابہ	[illegible]
۱۱	جناب سید محمد تقی صاحب تعلقدار	ے ر
۱۲	جناب سید شریعت حسین صاحب انسپکٹر	ے
۱۳	جناب سید خلیفہ محمد کاظم صاحب جج ۔	ے ر
۱۴	جناب سید مدد علیشاہ صاحب سابق صدر قانونگو ۔ معہ القابیا	[illegible]
۱۴	جناب سید علیجان صاحب ہیڈ کلرک جیل ۔	ے ر
۱۵	جناب سید امید علیشاہ صاحب نقوی البخاری	ے ر
۱۶	جناب مولوی حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل	ے ر
۷	ازسرکار حکیم مرزا محمد رضا خان بہادر ٹرسٹی نجف	[illegible]

۱۸	جناب آغا قاسم حسین صاحب قزلباش الپائیڈ نویس	[illegible]
۱۹	جناب مرزا شیدا علی بیگ صاحب کمشنر نیلام	سے
۲۰	جناب شیخ سخاوت علی صاحب سب رجسٹرار	سے
۲۱	جناب سید صادق علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر	سے
۲۲	جناب حکیم میر سجاد حسین صاحب	سے
۲۳	جناب سید ظہور الحسن صاحب نائب تحصیلدار	سے
۲۴	از سرکار نواب میر دوست علیخان بہادر بالقابہ رضوی	[illegible]
۲۵	جناب سید ملازم حسین صاحب وثیقہ نویس	سے
۲۶	جناب سید فدا حسین صاحب واصلباقی نویس	سے
۲۷	جناب مرزا عید علی صاحب منشی انجینر (بقایا عنایت ۱۲)	۱۲
۲۸	جناب اشرف علیصاحب عرف منا صاحب - (ایضا)	[illegible]
۲۹	جناب سید محمد صاحب	سے
۳۰	جناب سید امیر کاظم صاحب	سے
۳۱	جناب سید مرشد حسین صاحب	سے
۳۲	جناب سید محمد منیر صاحب اہلکار سررشتہ	سے
۳۳	جناب مولوی سید حشمت علیصاحب وکیل	سے
۳۴	جناب سید فدا حسین صاحب اورسیر (سے) (۳۵) جناب سید حسین صاحب وکیل	سے
۳۶	جناب نواب مولوی زوار علی صاحب بہادر رئیس) (۳۷) جناب مولوی مبارک علی صاحب سب جج	ص
۳۸	جناب مولوی سید محب علی صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ (سے) (۳۹) جناب سید سجاد حسین صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ	سے
۴۰	جناب سید ایوب حسین صاحب سب انسپکٹر	سے
۴۱	جناب سید احمد علیشاہ صاحب اہلکار پولس	سے
۴۲	جناب سید مختار حسین صاحب مختار (باقی آئندہ)	سے

مرزا عبد الحق - قزلباش - ایڈیٹر روشنی

انی تارک فیکم الثقلین

ذریعۂ اعلائے نور

رسالہ روشنی یا اور رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم سنہ ۱۸۹۹ء چوماہی دوم

باہتمام

مرزا عبد النقی قزلباش

اڈیٹر رسالہ روشنی

مطبع مطلع الانوار شہر لکھنؤ میں چھپا اور
دفتر رسالہ روشنی چوک لکھنؤ سے شائع ہوا

ملاحظہ طلب

سالگذشتہ جب مین عشرہ محرم کے لئے مرادآباد کو گیا تھا۔ تو ارادہ یہ تھا کہ بعد محرم جلد واپس آکر چوماہی اول ۹۹ء کے نمبر شایع کرونگا لیکن وطن ہونچکر ایسے مخمصون مین پھنس گیا کہ چھٹکارہ ہی نملا تیرھوین رجب کو مع الخیر واپس آیا اور چوماہی اول کے نمبر جنکو مرادآباد مین چھپوالیا تھا ارسال خدمت کئے۔ اب چوماہی دوم کے نمبر بھی حاضر خدمت کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ یہ نمبر پہونچتے ہی اس جلد ششم سنہ ۹۹ء کی بابت معاونین زرچندہ بھیجدینگے۔ تاکہ آخری چوماہی کے نمبر بھی جلد بھیج سکون یا مجھکو اجازت دینگے کہ بذریعہ ویلوپارسل بھیجدون۔ اور

جن بزرگوار ونکے ذمہ سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا بھی چندہ ہنوز باقی ہی اگر وہ بھی موجودہ حالت رسالہ پہ نظر کر کے رحم فرماوین اور زرچندہ بھیجدین تو بڑی عنایت ہو۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہی کہ بعض بعض احباب نے اس امر کو کہ قوم کے الوالعزم لوگون کے بھروسہ پر اور اس امید پر کہ وہ بقیہ مجلدات چھپوادینگے اور بالفعل رسالہ دشمنی کی اشاعت موجودہ عنوان سے بند کردیجائے پسند نہین کیا بلکہ انہون نے مجھے بہت کچھ امید دلائی۔ لہذا مینے اپنی وہ رائے واپس لی۔ اور حسب دستور اب رسالہ شایع ہوتا رہیگا۔ جن احباب نے اس موقع پر میری ہمت بندھوائی انکا ممنون ہون۔ اور جناب نواب سید نصیر حسین خانصاحب رئیس پٹنہ کا خصوصاً دل سے شکر گذار ہون کہ جناب ممدوح نے اب بھی بہت کچھ مدد دی اور آئندہ بھی اعانت کا مستحکم وعدہ کرلیا ہے۔

خاکسار

مرزا عبدالتقی قزلباش

ہوجائے ۷۳ فرقون پر ہلاک ہونگے اُس مین ۷۱ فرقے اور نجات پائے گا ایک فرقہ لوگون نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا فرمایا آپ نے الجماعت یعنی ایک گروہ ؕ

مصنف خصال نے اپنا یہ اجتہاد لکھا ہے کہ "الجماعۃ سے مراد الجماعۃ اہل الحق ہی اگرچہ وہ قلیل ہون اور تحقیق کہ نبیؐ سے روایت ہوئی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اکیلا ایک مومن حجت ہے اور مومن اکیلا جماعت ہے ؕ

دیگر علمار شیعہ اس روایت کی بابت یہ بھی کہتے ہین کہ "راوی اس کے ابواحمد شافعی علمار اہل سنت سے ہین اور سلسلۂ سند مین اس حدیث کے کل عامہ ہین ابو لہیعہ اور سعید بن ابو ہلال رواۃ صحاح ستہ ہین اور اُنکی قدح کتاب تقریب التہذیب مین جو تصنیف ابن حجر عسقلانی سے علم رجال مین ہی۔ موجود ہے انس بن مالک کی کیفیت بغض علیؓ کے ساتھ اور اس کا قصہ مشہور ہی۔ اور سند روایت مین اس حدیث کی امام اہلبیتؑ سے کوئی راوی نہین ہی اسلیے ایسے رواۃ کے بیان پر شیعون کو اطمینان نہین ہوسکتا اور نہ ایسی حدیث شیعون پر کچھ حجت ہوسکتی ہے مگر مجھکو کچھ ضرور نہین ہے کہ مین اس حدیث کی صحت سے انکار کرون مقصود اس حدیث کا صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقے پر متفرق ہوجائیگی ۷۲ فرقے اس مین ہلاک ہونے والے ہین اور ایک فرقہ نجات پانے والا ہے اور اس ایک فرقے کو بتایا ہی کہ وہ ایک جماعت ہی اور جماعت کا اطلاق ہر گروہ پر ہوسکتا ہی کہ وہ کل ۷۳ فرقے ایک ایک جماعت ہے انھین مین سے آپ نے جو ایک جماعت کو نجات پانے والا فرمایا ہی وہ آنحضرتؐ کے ذہن مین تھا۔ اس کا [illegible]

[illegible]

خاص پہچان اُس نجات پانے والے گروہ کی بیان نہیں ہوئی ہے اور اسی وجہ سے ہر گروہ منجملہ ۷۲ گروہ کے اپنے آپ کو یہی کہتا ہے کہ ہمارا گروہ نجات پانے والا ہے اور ہر گروہ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ نجات پانیوالی جماعت ثابت ہو جاوے مگر اس مین شک نہین کہ وہ جماعت اہل حق ہو۔ پس اس حدیث سے استدلال مصنف مخاطب کا ہرگز مستنبط نہین ہو سکتا ہے بلکہ مصنف مخاطب نے خلاف مضمون حدیث کے استدلال کیا ہے اس حدیث سے نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کا یہ قول ہے کہ حق ہمیشہ اُس جماعت کی طرف ہے کہ جو جماعت کثیر ہو چنانچہ مصنف کتاب خصال نے اپنے اجتہاد کے وقت مخالف بیان مصنف مخاطب کے پیغمبرؐ سے یہ روایت ظاہر کی ہی کہ اکیلا مومن حجت ہی اور اکیلا مومن جماعت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کل جماعت صحابہؓ مہاجرین وانصار نے یا اہل حل وعقد اور اہل الرائے نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا پس خلاف واقعہ جناب امیرؑ کی نسبت جاننا اُس امر کا کیسے سمجھا جا سکتا ہی۔؟

مصنف مخاطب نے اس حدیث پیغمبرؐ پر استدلال کرنے کے وقت یہ غلطی کی ہے کہ اُنھون نے یہ سمجھ لیا کہ صحابہ کی جماعت نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے حالانکہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ابتداءً حضرت ابوبکرؓ کو دو تین صحابہ نے خلیفہ بنایا اور موجودہ انصار ابتداءً مہاجرین مین سے کسی کے خلیفہ بنانے سے مختلف تھے اور سعد بن عبادہ انصاری کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اور گو بعد کو آہستہ آہستہ دوسرے مسلمانون نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا کہ جن عوام مسلمانون کو حق انعقاد خلافت کا نہین تھا بلکہ وہ حق کل

مہاجر و انصار مجتمعاً و متفقاً یا اہل حل و عقد کا اور اہل الرائے کا تھا جنمین سے علی مرتضیٰؑ جو اعلیٰ ترین مہاجر اور اہل الرائے اور ناصر پیغمبرؐ تھے اور دیگر بنی ہاشم اور سردار انصار اور مالک بن نویرہ اور بعض دیگر مسلمان برابر مخالف رہے اور اگر فرض کیا جائے کہ اخیر درجہ پر سوائے دو تین مہاجر اور انصار مغرز صحابہ کے اور سب نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا تو بھی بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ پر صحیح قرار نہین پا سکتا اس لیے کہ جماعت نے اُس طریقہ کو قبول نہین کیا - بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے وہ طریقہ صحیح اُسوقت ہو سکتا ہی کہ جب جماعت اُسکو قبول کرلے -

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے کلامون مین جس پر ابھی اوپر بحث ہو چکی ہے مہاجرین اور انصار کے اجتماع اور اہل الرائے کی حاضری پر مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہے اُس مسئلہ کا علم علی مرتضیٰؑ کو اسی حدیث پیغمبرؐ سے یقین کرنا چاہیے کہ ہوا ہے - ارشاد پیغمبرؐ مین جو تکرار سے نجات پانیوالے فرقے کو "الجماعت" فرمایا گیا ہے اُس سے وہی فرقہ مراد ہو سکتی ہی کہ جس مین شان اجتماع مہاجرین اور انصار اور اہل الرائے حل و عقد کی موجود ہو - اور جس فرقے مین کہ یہ شان نہین پائی جائیگی (اور ہم اوپر دکھا چکے ہین کہ یہ شان خلافتون خلفائے ثلثہ مین نہین تھی) تو ایسا فرقہ جماعت نجات پانیوالا نہین ہو سکتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین مقصود ہی اور جیسا کہ پیغمبرؐ کا منشا اُن کے ارشاد سے ظاہر ہے - اور جس کو صراحت سے علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام اور خطبون مین فرمایا ہے -

اور اگر ارشاد پیغمبرؐ مین فرقہ نجات پانے والے سے ایسی جماعت مراد لی جائے جیسے کہ مصنف مخاطب لیتے ہین - تو کیا وجہ ہے کہ بعد قتل حضرت

عثمان فرقہ بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل والا اور فرقہ خوارج نہروان والا اور فرقہ حضرت معاویہ جنگ صفین والا اور بعد قتل علی مرتضیٰ ؑ فرقہ حضرت معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام ابن رسول اللہ سے جنگ اور قتال کرنیوالا اور فرقہ حضرت یزید حضرت امام حسین علیہ السلام ابن رسول اللہ کو قتل اور خاندان رسالت کو تاراج کرنے والا جماعت مراد نہ لیجائے ؟ اور وہی جماعت نجات پانے والی نہ سمجھی جاسکے ؟ اور فرقہ علی مرتضیٰ ؑ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہلاک ہونے والا فرقہ نہ سمجھا جاسکے ؟ کیونکہ جیسے مصنف مخاطب انعقاد خلافت خلفائے ثلاثہ بعض صحابہ کے سبب سے صحیح سمجھکر اُس فرقہ کو جماعت نجات پانے والی قرار دیتے ہیں ویسے ہی جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنیوالے فرقوں میں بعض صحابہ اور تابعین صحابہ موجود تھے ۔

یہ تو میں دکھا چکا کہ حدیث پیغمبر ؐ میں جو فرقہ نجات پانے والا جماعت کا فرمایا گیا ہے اُسکا اطلاق اُن فرقوں جماعت پر نہیں ہوسکتا کہ جو خلافتوں خلفاء ثلاثہ کو یا حق خلافت اور امامت بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر کو یا خلافت حضرت معاویہ اور حضرت یزید کو قبول کرنیوالے تھے ۔

اب مجکو یہ دکھانا باقی ہے کہ شیعہ فرقہ دوستدار اہل بیت والے کا اطلاق قطعی اُس جماعت پر آتا ہے جسکو پیغمبر ؐ نے نجات پانیوالا فرمایا ہے تمام واقعات تاریخی مذہب اسلام سے اور احادیث پیغمبر ؐ سے جو توضیح آیات قرآنی ہیں یہ امر ہر ایک مسلمان کے ذہن نشین ہوتا ہے کہ جو خصوصیت یگانی اور عزت صحبت اور وقعت علم اور شجاعت علی مرتضیٰ ؑ کی پیغمبر ؐ کی نگاہ میں تھی

وہ کسی اور کی نہین تھی۔ اور اس نظر پیغمبرؐ سے مہاجر اور انصار اور تمام مسلمان علی مرتضیٰؑ کی بلند مرتبگی کو ہر امر مین جو خلافت کے لیے لازمی امر ہی دلمین قبول کیے ہوے تھے۔ اور بعد پیغمبرؐ ہر زمانہ خلافت مین خواہ وہ زمانہ عہد خلافتون حضرات خلفاے ثلاثہ کا ہو یا خود عہد خلافت علی مرتضیٰؑ کا۔ علی مرتضیٰؑ نے جس جس وقت اظہار حق خلافت کا اپنے اور اہلبیت پیغمبرؐ کے لیے کیا اُس سے کسی مہاجر یا انصار نے یا کسی اہل الراے اور حل وعقد نے یا کسی دیگر جماعت مسلمانون نے انکار نہین کیا۔ اس حیثیت سے کہ علی مرتضیٰؑ مین وہ اوصاف افضلیت حق خلافت کے لیے نہین ہین۔ جب جب ایسے موقع پیش آئے ہین علی مرتضیٰؑ کی تقریر اور خطبات کو سُن کر ہر کوئی ساکت اور حیران ہو گیا ہی اور ہر کسی نے اپنے سکوت اور حیرت سے اُسکو تسلیم اور قبول کر لیا ہی جس امر پر کہ دلی اجتماع مہاجرین اور انصار کا رہا ہی اُسی امر کو شیعہ دوستدار اہلبیت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین۔ پس اب غور کرنا چاہیے کہ جماعت امت نے دلمین جب علی مرتضیٰؑ کی افضلیت اور احق خلافت ہونا قبول کیا اور اُسی کو فرقہ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہلبیت قبول کرتا چلا آتا ہے تو ایسی جماعت حقیقی وہی جماعت ہوئی یا نہین جس کو نجات پانے والا پیغمبرؐ نے فرمایا ہی؟۔ لیکن اُس جماعت اُمت سے جس نے دلمین علی مرتضیٰؑ کا افضل اور احق ہونا قبول کیا تھا دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حصہ ایسا ہو گیا کہ جس نے ظاہر مین خلاف باطن علی مرتضیٰؑ کا افضل ہونا اور احق ہونا عملاً قبول نہ کیا۔ اور دوسرا حصہ ایسا رہا کہ جو علی مرتضیٰؑ کا افضل اور احق الناس ہونا ظاہر مین موافق باطن کے عملاً وقوع مین لانے کو لازمی جانتے تھے اور لازم جانا۔ اول الذکر ٹکڑا اپنے

عمل خلاف باطن کے سبب سے اُس جماعت سے خارج ہو گیا جنمین پھر بسبب اختلاف امور دیگر اور امر اصلی خلافت کے کسی نے کسی وجہ سے کسی کو اور کسی نے کسی وجہ سے کسیکو امیر اور خلیفہ قبول کر کے فرقہاے متعدد میں متفرق ہو گئے اور وہ ٹکڑا ثانی اُس جماعت مین داخل رہا - کہ جو علی مرتضیٰ کو افضل اور احق الناس ہونا باطن مین بھی جانتے ہین اور ظاہر مین بھی اُس کے واقع کرنیکو واجب سمجھتے ہین -

مخالف شیعہ دوستداران اہلبیتؑ کے وہ لوگ ہین کہ جو اُس فرقہ جماعت مین شامل ہو گئے کہ جنھون نے خلاف باطن علی مرتضی کا احق اور افضل ہونا عملاً قبول نہ کیا - اور شیعہ دوستداران اہل بیتؑ نے اپنے مخالفون کو خلاف باطن عمل کرنے کی وجہ سے منافق کے لقب سے پکارا خواہ وہ لقب خلاف حقیقت ہو یا نہو -

پس فرقہ شیعہ دوستداران اہلبیت اُسی جماعت مین داخل ہین کہ جسکا اطلاق حدیث پیغمبرؐ مین نجات پانے والی جماعت پر ہے اور اُس فرقہ کے مخالف دوسرے فرقون مین ہین جو نجات پانے والون کے خلاف ہین -

اس بنا پر جناب امیرؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال ضرور ہونا چاہیے تھا - کہ علی مرتضیٰؑ جانتے تھے کہ بعض حصہ جماعت امت نے متفرق ہو کر خلاف باطن حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا یا ہے - حالانکہ رسولؐ کا قول ہے کہ فرقہ نجات پانے والا جماعت ہی - اور جماعت کا اطلاق اُسی امر کی نسبت سمجھا جا سکتا ہے کہ جو دلمین اُس جماعت کے ہو - نہ وہ کہ دل مین کچھ ہو اور ظاہر مین وہ جماعت کچھ کہے اور کرے کچھ - دوسرا طریقہ فرقہ شیعہ کے منطبق ہونے کا اُس جماعت پر جسکو پیغمبرؐ نے نجات پانے والا فرمایا ہے یہ

ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنی امت یعنی گروہ عام مسلمانان کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ وہ
قریب ہے کہ وہ بہتر گروہ پر جدا ہو جائیگی ۔ اکثر ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ
خلاصی ۔ رہائی ۔ برائت (نجات) پانے والا ہوگا جب لوگون نے پوچھا کہ
وہ فرقہ کونسا ہوگا آپ نے فرمایا کہ الجماعت الجماعت الجماعت
جماعت کے معنی بھی گروہ ہونے کے ہین اور الف لام جو پیغمبرؐ نے لفظ
جماعت پر داخل کر کے فرمایا ہے اس سے اس تعریف گروہ عام مسلمانون
مین تخصیص کی ہے اور اس موقع پر الف لام سوائے معہود ذہنی کے نہ استغراق
کا سمجھا جا سکتا ہے نہ عہد خارجی کا اور الف لام معہود ذہنی کے سوائے
اسکی کچھ مراد نہین ہو سکتی کہ وہ جماعت نجات پانے والی پیغمبرؐ کے ذہن مین
تھی ۔ اب تلاش اس امر کی کہ پیغمبرؐ کے ذہن مین نجات پانے والے فرقہ کی
کس جماعت سے مراد تھی بجز اس کے اور کسی طرح سے نہین ہو سکتی کہ خود
پیغمبرؐ کی کسی دوسری حدیث سے اسکو دریافت کیا جائے ۔ اور وہ دوسری
حدیث پیغمبرؐ کی سوائے اس کے اور کوئی نہین ہو سکتی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے
کہ مین درمیان تمھارے دو بھاری چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک
کتاب خدا اور دوسرے اپنی عترت اور اہلبیت یعنے (علم قرآن اور اسکے عالم)
ان دونون چیزونکو مضبوط پکڑے رہنا تاکہ تم بعد میرے گمراہ نہو ۔ کہ یہ دونون
چیزین آپس سے جدا نہین ہونگی جب تک کہ مجھسے حوض کوثر پر ملاقات نکرین
یہ حدیث اور حدیث زیر بحث پر جب غور کیا جائے تو ہم مضمون ہین
(۳) حدیث مین نصیحت ہی کہ بعد پیغمبرؐ کے امت کیا کرے ؟ ۔ اور حدیث زیر
بحث مین نتیجہ ہے امت کے عمل اور غیر عمل کا یعنے منجملہ امت کے جو جدا جدا
گروہ در گروہ عمل اور غیر عمل سے ہو جائینگے اس مین وہ جماعتین جو نصیحت

پیغمبر پر عمل نہین کریگی ہلاک ہونے والی ہوگی - اور جو جماعت نصیحت پیغمبر پر عمل کریگی وہ خلاصی پاویگی -

مین پہلے اس امر کو دکھا چکا ہون کہ وہ جماعت جس نے کتاب خدا اور عترت اور اہلبیت رسول کو مضبوط پکڑا ہی یعنے جس نے علم قرآن عترت اہلبیت رسول سے حاصل کیا ہے وہ فرقہ شیعہ ہے جو گمراہ نہین ہوا ہے - پس حدیث زیر بحث مین اطلاق فرقہ نجات پانے والے کی مراد اُسی جماعت سے ہوسکتی ہے جو شیعون کی ہی - اور اُس جماعت مستغرق ہونے والی دوسرے فرقہ سے کہ جو علی مرتضیٰ کو افضل اور احق خلافت جانتی تھی اور عملاً اسکو ظہور مین نہین لالی اور ثقلین کو اُس نوعیت سے مضبوط نہین پکڑا جیسا کہ پیغمبر کا منشا رتھا - اور حضرت ابو بکر اُسی فرقہ مین داخل بلکہ اُس فرقہ کے بانی اور سردار ہوسے - ایسی حالت مین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو بے شک موقع تھا کہ حضرت ابو بکر کو قابل حملہ سمجھین -

مین یاد دلاتا ہون کہ مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ پر بحث کر رہے ہین پہلے اُنھون نے صحت خطبہ شقشقیہ پر اعتراض کیا ہے پھر اُنھون نے اُس سے مدح خلفاے ثلاثہ کی ظاہر ہونے کی کوشش کی - پھر اس فقرہ خطبہ شقشقیہ کے متعلق کہ ”مین سوچ رہا کہ کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرون یا صبر کرون اوپر اندھا دھند بنا وٹ کے - بوڑھا ہوجاوے اُس مین بچہ اور بہت ضعیف ہو جاوے اُس مین بوڑھا - اور سختی اُٹھاوے اُس مین مومن یہانتک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے - پس میری رلے صبر کرنے کی قرار پائی اور صبر کیا مین نے درحالیکہ میری آنکھ مین کھٹک تھی اور حلق مین پھندا تھا“

مصنف مخاطب نے یہ ظاہر کیا تھا کہ "وہ مصیبت فراق رسول کی تھی" پھر یہ کوشش کی ہے کہ حمد کے ارادے کے مضامین دوسرے اقوال علی مرتضیٰ ؑ سے غلط ثابت کریں۔ یہانتک جسقدر بحث مصنف مخاطب کی طرف سے ہو چکی ہے اُسکی حقیقت ہم بھی دکھا چکے ہین۔

اب مصنف مخاطب یہ بحث باقی رہنا ظاہر کرتے ہین کہ "وہ کیا مصیبت تھی جسکا جناب امیرؑ نے اس مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا" اور پھر شیعون کا یہ قول ظاہر کرتے ہین کہ "وہ مصیبت ابوبکرؓ کی خلافت مین احکام ظلم وجور کے جاری ہونے کی تھی" اور اس خیال کو اس لیے غیر صحیح قرار دیتے ہین کہ "جناب امیرؑ نے خلافت ابوبکرؓ کی مدح کی ہے" اور نہج البلاغۃ سے اُس کلام علی مرتضیٰ ؑ کا یون ترجمہ کرتے ہین کہ "پھر پسند کیا مسلمانون نے بعد نبیؐ کے اپنی راے سے اپنی جماعت مین سے ایک شخص کو تو اُس نے ٹھیک اور درست کام کیا اپنی طاقت کے موافق اور ضعیفی کی اور کوشش کی" لیکن مصنف مخاطب نے آخر فقرے مین دو لفظ چھوڑ دیے ہین جو شرح میسم مین موجود ہین اور ترجمہ مین بھی بعض لفظ ایسے ہین جو ہونا چاہیےاس لیے ہم ٹھیک ترجمہ مع ترجمہ آخر الفاظ کے کرتے ہین "پس اختیار کیا مسلمانون نے بعد اُس (پیغمبرؐ) کے اپنی رایون سے ایک شخص کو اُنمین سے پس نزدیک ہوا وہ ساتھ امر خلافت کے اور ٹھیک کیا کام اُسنے موافق طاقت اپنی کے اوپر حال ضعف کے اور کوشش کی یہ دونون امر اُسمین تھے"

مصنف مخاطب باعتبار اپنے ترجمہ کے یہ استدلال کرتے ہین کہ "ابوبکرؓ نے حتی الامکان بہت اچھا کام کیا اور باوجود ضعیفی کے وہ کوشش کرتے تھے

سلہ شرح میسم مطبوعہ طہران جز ۴۰۔

اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ خلافت ابی بکر کے زمانے مین ظلم نہ تھا ورنہ جناب امیر ع انکی خلافت کی مدح نہ کرتے ۱۱

علی مرتضیٰ ع نے جو ارشاد اس موقع پر کیا ہی جس پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ایک جزو اُس ارشاد کا ہے جو زمانۂ خلافت خلفاء ثلاثہ کی بابت فرمایا ہی اور اُس پورے ارشاد کو جو تینون خلافتونکے متعلق ہی ہم پہلے اُس موقع پر لکھ چکے ہین جہان مصنف مخاطب نے حضرت عمر ع کے زمانۂ خلافت کے متعلق علی مرتضیٰ ع کے اس کلام کے جزو سے بحث کی ہے اور علی مرتضیٰ ع نے اُس ارشاد مین حضرات ثلاثہ کی سرگذشت زمانہ خلافت کی ایسی بیان کی ہی جیسے کہ کسی بادشاہ کی نسبت کوئی راے ظاہر کرے کہ اُسنے اپنے زمانہ مین بادشاہت کا کام کسطرح چلایا اور ضرور ہی کہ جو کوئی بادشاہ بن جائے وہ یا تو ایسا ہو گا کہ تمام کاروبار سلطنت کا قوت کے ساتھ نہایت عمدگی سے انجام دے یا ایسا ہو گا کہ وہ کاروبار سلطنت کا بالکل خراب کر دے یا ایسا ہو گا کہ کچھ کام اچھی طرح کرے اور کچھ کامون کے کرنے مین عاجز ہو جس سے سلطنت کو نقصان پہونچے۔ علی مرتضیٰ ع کے ارشاد سے جو انھون نے فرمایا ہے ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکر کی حالت ایسی ہی تھی کہ جسقدر انمین طاقت تھی اُسقدر انھون نے کام اچھا کیا اور ضعف اور کوشش کے کہ یہ دونون امر انمین تھے۔ یعنی اُن مین اگر ضعف نہوتا تو کامل طور پر کام عمدہ کرتے اور اگر کوشش نہوتی تو کام بالکل خراب کر دیتے جس سے یہ نتیجہ صاف پیدا ہوتا ہے کہ بوجہ ضعف کے یا وجود کوشش کے کچھ کامون خلافت کے کرنے مین عاجز رہے علی مرتضیٰ ع نے ایک قسم کا نقص انمین ظاہر فرمایا ہے اور اسی کے ہم معنی حالت حضرت ابوبکر کی [illegible] کلام علی مرتضیٰ ع مین ہے جس مین حضرت ابوبکر کو قلیل السبب فرمایا گیا ہے

یہ راے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت ایک ایسی صحیح راے ہے کہ جو کوئی واقعات سے اُسکو مطابق کرے گا وہ حضرت ابوبکر کی نسبت ایسی ہی راے رکھنے والا ہوگا۔ لیکن ایسی رائے سے حضرت ابوبکرؓ کے لیے احق الناس ہونا یا اُنکا افضل ہونا حق خلافت کے لیے لازم نہین آسکتا اور نہ اُنکا کوئی عمل مابعد حق خلافت پیدا کر سکتا ہے۔ اُنکا احق اور افضل ہونا ضرور تھا کہ وقت انعقاد خلافت کے بمقابلہ علی مرتضیٰؓ کے مسلمہ ہوتا یا علی مرتضیٰؓ کے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا کہ قبل حاصل ہو جانے خلافت کے وہ احق اور افضل تھے۔ حالانکہ اس کلام علی مرتضیٰؓ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بوجہ اپنے ضعف کے (لفظ ضعف کا ضعف جسمانی اور علمی دونون کو حاوی ہے) امور خلافت کو اکملیت کے ساتھ نہین چلا سکے۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کا اقوی اور اعلم ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ علی مرتضیٰؓ نے مسئلہ احق ہونے خلافت کے لیے فرمایا ہے۔ اور اسی مسئلہ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی حالت اس کلام مین اپنے بتائی ہے۔ اور جبکہ حضرت ابوبکرؓ اقوی اور اعلم ہونے کی وجہ سے اور ضعف جسمانی اور علمی کے سبب سے احق خلافت کے لیے نہین تھے تو اُنکا امر خلافت کو قبول ہی کرنا بنفسہ جور ہے۔ اور اُن کی وہی حالت قضیہ ارتداد مین بوجہ ضعف جسمانی کے جیسا کہ کتب تواریخ سے ظاہر ہے اور قصہ مالک بن نویرہ اور معاملہ فدک مین نسبت ضعف علمی کے ظاہر ہوئی۔

جس کلام علی مرتضیٰؓ مین یہ فقرہ اول نسبت حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل اور اُنکی سرگذشت خلافت کے ہی اُسی کلام مین ایک ایک فقرہ نسبت حضرت

عمر خلیفہ دوم و حضرت عثمان خلیفہ سوم اور اُنکی سرگذشتون خلافت سے ہے
ان تینون فقرون کلام علی مرتضی ع سے ظاہر ہے کہ علی مرتضی ع نے ان تینون خلافتون کی حالت اور سرگذشت پر نظر کرکے جو مطابق واقع کے ہے خلفاے ثلاثہ کی ناقابلیت اور ناکملیت کے ساتھ کار خلافت نکر سکنے کو بیان فرمایا ہے - جس سے نسبت حضرت ابوبکر ع کی نہ کسی دوسرے خلیفہ کی کوئی مدح احق خلافت ہونے کے لیے پیدا ہوسکتی ہے اور وہی ناقابلیت جس درجہ مین ہوا اور وہی غیر اکملیت اُن خلافتون کے زمانہ مین ظلم تھا - اور جناب امیر ع نے درحقیقت اُنکی خلافت کی مدح نہین کی بلکہ اُنکی خلافت مین جو نقص ناقابلیت اور غیر اکملیت کی وجہ سے تھا اُسکی مذمت کی ہے جو کسیطرح قابل استدلال کے مصنف مخاطب کے لیے نہین ہوسکتا -

پھر مصنف مخاطب ایک قول جناب امیر ع کا جو بعیت عثمان ع کے وقت اُنھون نے کہا تھا نقل کرکے ترجمہ کرتے ہین کہ " و اسد صلح رکھونگا مین جبتک سلامت رہینگے معاملے مسلمانون کے ' اور نہوگا ظلم مگر خاص مجھپر " -

مصنف مخاطب اسپر یہ استدلال کرتے ہین کہ " اس قول سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر ع نے فرمایا کہ مین اپنے اوپر ظلم بھی گوارا کرلونگا لیکن مسلمانون پر ظلم نہ گوارا کرونگا اور میری صلح اُسی وقت تک رہیگی جبتک کہ مسلمانون پر ظلم نہوگا اور جب مسلمانون پر ظلم ہوگا تو مین ہرگز صلح نرکھونگا ضرور لڑونگا - پس اگر خلافت ابی بکر ع مین ظلم ہوتا جناب امیر ع ضرور لڑتے لیکن نہ لڑنے سے ثابت ہوگیا کہ خلافت ابی بکر مین ظلم نہ تھا - اور جناب امیر ع مجبور نہ تھے ورنہ اگر صلح نہ کرتے تو دست بُرد سے کیا کر سکتے " -

میسم بحرانی نے اس قول کی شرح مین جو لکھا ہے مصنف مخاطب اُسکا

یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ یعنی البتہ چھوڑ دونگا مین جھگڑا امر خلافت مین جبتک سلامت رہینگے معاملات مسلمانون کے فتنہ سے " اور اس مین اشارہ یہ ہی کہ بیشک غرض جناب امیرؑ کی امر خلافت مین جھگڑا کرنے سے بہتری مسلمانون کے حال کی اور درستی اُن کے امور کی اور سلامتی مسلمانون کی فتنہ سے تھی اور بیشک تھی مسلمانون کے لیے گذشتہ خلیفون کی خلافت مین درستی حالت کی "

اور اس قول شارح کے یہ معنے مصنف مخاطب لیتے ہین کہ شیخین کے زمانہ مین مسلمانون کے معاملات درست تھے جور و ظلم نہ تھا "

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ وہ شارح میسم نے یہ شبہ نقل کیا ہے کہ جناب امیرؑ خلفاے ثلثہ سے اس لیے نہ لڑے کہ لڑائی مین فتنہ تھا۔ پھر معاویہ سے کیون لڑے حالانکہ اُن سے لڑنے مین بھی فتنہ تھا "

پھر مصنف مخاطب اس شبہ کا جواب جو شارح میسم نے دیا ہی نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ بیشک فرق درمیان خلفاء ثلاثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے " اور اُسکے یہ معنی مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ مین احکام الٰہی جاری ہوتے تھے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل ہوتا تھا اس لیے خلفاء ثلاثہ سے جناب امیرؑ نہ لڑے اور معاویہ پر یہ اعتماد نہ تھا اس لیے اُنسے جناب امیرؑ لڑے " مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین کہ وہ تمام شارحین نے لکھا ہے کہ خلفاے ثلاثہ کی حکومت عدل و انصاف کی تھی اور احکام الٰہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے یہ ہی وجہ ہی

کہ جناب امیر ع اُن سے نہ لڑتے " بالآخر مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالے ہین
کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہوگیا کہ جناب امیر ع کی وہ مصیبت جس کا اس مبالغہ سے
اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفہ اول کے زمانے مین احکام مخالف
شرع جاری تھے "

مصنف مخاطب نے جس کلام علی مرتضی ع کو نقل کر کے ترجمہ کیا ہے
وہ پورا فقرہ اُنھون نے نہین لیا اور ایسے ہی پورا قول شارح میثم کا نقل
کرکے ترجمہ نہین کیا اور مراد کلام علی مرتضی ع اور قول شارح کی غلط لی ہے
اور اُس مراد کا غلط ہونا بھی چاہیے تھا اس لیے کہ پورا فقرہ اُس کلام اور
قول کا جب نہین لیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اُس کے معنی اور مضمون کی مراد اور
نوعیت متغیر ہو جاوے اس لیے مجھکو ضرور ہوا کہ مین پورے فقرۂ کلام علی مرتضی ع
اور پورے فقرے قول شارح ابن میثم کا ترجمہ دکھاؤن اور یہ بھی دکھاؤن کہ
علی مرتضی ع نے کس وقت اور کس حالت مین وہ پورا فقرہ اپنے کلام کا فرمایا
ہے اور شان اُسکی کیا تھی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے جس سے
ظاہر ہو جاوے گا کہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا کلام علی مرتضی ع اور
قول شارح ابن میثم پر غیر صحیح ہے۔

شارح ابن میثم نے اُس فقرہ کلام علی مرتضی ع کو صرف اسقدر بیان کیا
ہے کہ وہ بیعت عثمان کے بارہ مین ہے " اور شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے
کہ یہ کلام علی مرتضی ع کا اُسوقت کا ہے جسوقت کہ عزم کیا لوگون نے بیعت حضرت
عثمان پر " اور یہ ذکر کرتے ہین کہ علی مرتضی ع نے اُسوقت یہ فرمایا کہ خلافت
حق ہمارا ہے اگر دوگے ہمکو تو لے لینگے ہم اُس کو اور اگر روک رکھوگے
صبر کرینگے مصیبت پر اگرچہ زمانہ کچھ طول پکڑے تحقیق کہ ذکر کیا ہے اُس کا

اہل سیر نے پھر فرمایا اُن لوگون سے کہ قسم دیتا ہون مین تم کو خدا کی سوا میرے تمھارے درمیان کوئی ایسا ہے جس سے پیغمبرؐ نے اپنا عقد مواخات باندھا ہو جبکہ درمیان مسلمانون کے عقد مواخات باندھا سب نے کہا کہ نہین" پھر فرمایا آیا تم مین کوئی سوا میرے ایسا ہے جسکو پیغمبرؐ نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہا ہو سب نے کہا نہین" پھر فرمایا کہ آیا بجز میرے تم مین کوئی ایسا ہے جس کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہو انت منی بمنزلتہ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" سب نے کہا نہین" پھر فرمایا آیا تم مین بجز میرے کوئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے جس پر اعتماد کیا ہو سورۂ برات کے پہونچانے پر اور فرمایا ہو کہ نہین ادا کرے گا اُس خدمت کو مگر مین یا جو شخص کہ مجھسے ہو۔ سب نے کہا کہ نہین" پھر فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ اصحاب رسول اللہ بھاگ گئے پیغمبرؐ سے جدا ہوکر جنگ مین اور نہین بھاگا مین کبھی۔ سب نے کہا ہان" پھر فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ لوگون مین اول اسلام لانے والا مین ہون۔ سب نے کہا ہان" پھر فرمایا کہ آیا کون ہے قریب تر رسولؐ سے نسب مین۔ لوگون نے کہا کہ آپ۔ پس قطع کلام آنحضرت کا کیا عبد الرحمن ابن عوف نے اور کہا کہ اے علیؑ تحقیق لوگ انکار کرتے ہین مگر عثمان کو پس آپ اپنے نفس کے لیے راہ نہ نکالیے پھر کہا اے ابو طلحہ (ابو طلحہ انصاری وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ پچاس آدمی اصحاب سے منتخب کر کے ارباب شوریٰ کو ترغیب دے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرین اور یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ جو اہل شوریٰ کے غلبہ رائے کے خلاف ہو اُس کا سر کاٹ ڈالا جائے) کیا حکم ملا ہے تجھکو عمرؓ سے۔ کہا اُس نے تحقیق کہ قتل کرون مین اُس شخص کو جو شق کرے عصائے جماعت کو۔ پھر کہا عبد الرحمن نے علیؑ سے بیعت کرو اس وقت اور نہین تو ہو جاؤ

تم متبع غیر سبیل مومنین کے اور نافذ کرینگے ہم تمپر وہ امر کہ جسپر ہم مامور ہوے ہین
پس فرمایا (علی مرتضیٰؑ) نے (یہ وہ کلام علی مرتضیٰؑ ہے جسپر بحث ہے) بالتحقیق
جانا تمنے بیشک کہ مین احق ہون اُس خلافت کا اپنے غیر سے (جسپر خط کھینچا گیا ہے
مصنف مخاطب نے یہ فقرہ مذکورہ چھوڑ دیا ہے) وہ قسم خدا کی ہر آئینہ سلامت
رکھونگا مین یا استثنیٰ رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہین گے امور مسلمانون کے
اور نہین ہوگا پیچھے اُسکے جور مگر مجھپر (یہانتک تو کلام مصنف نے لیا ہے اور
یہ فقرہ آئندہ چھوڑ دیا ہے) خاصتہً درحالیکہ خواستگار ہون مین اُسکے اجر کا
(اسے مجھپر جو جور ہوا اور مین اُسپر صبر کرتا ہون اُس کے اجر کا خواستگار ہون)
اور اُس کے فضل کا اور نہین خواستگار ہون اُس چیز کا جس کی رغبت رکھتے ہو
تم اُسکی زینت اور اُس (دنیا) کے جواہر ین نقش و نگار سے" (اس آخر فقرے
تک کلام کو مخاطب نے نہین لکھا ہے) ۔

شروع کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰؑ اپنے آپکو
احق خلافت اپنے غیر سے جانتے تھے اور اپنے اُس حق کو لوگون کے جان لینے
کو بھی ظاہر کر دیا ہے ۔

غیر علی مرتضیٰؑ پر جسقدر خلافتین کہ قرار پائین وہ بمقابلہ علی مرتضیٰؑ کے
احق نہ تھے صرف علی مرتضیٰؑ اُس کے احق تھے اور احق ہونا بھی ایک حق ہے
اور وہی حق مرجح علی مرتضیٰؑ کا لے لیا گیا جسکو وہ غصب" کہا گیا ہے اور یہی
جور خاصتہً علی مرتضیٰ پر ہوا جیسا کہ اُنھون نے اسی کلام مین ارشاد فرمایا ہے
اور اسی حق کے نہ ملنے پر اور اُس کے حصول کے لیے حملہ نہ کرنے پر صبر
فرمایا ہے اور اُس صبر کا اجر اور فضل خدا سے چاہا ہے اور اپنے آپ کو روکا
ہے رغبت سے اُس دنیا کی جس کی رغبت وہ لوگ اُس دنیا کی زینت اور

اُس کی جو اہر نگاری پر رکھتے تھے۔ پس اس کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف نمایان ہے کہ اصل امر انعقاد خلافت مین جو بحق غیر ہوا اور حق مین علیؑ احق الناس کے نہین ہوا جور تھا۔

علی مرتضیٰ ع نے جو اپنے اس کلام مین یہ فرمایا ہے کہ وہ قسم خدا کی سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا مین (اسے خلل نہین ڈالونگا مین) جب تک کہ سلامت رہنگے معاملہ مسلمانون کے '' بیشک یہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کا صحیح ہے۔ خلافت کے لیے احق الناس ہونیکا حق اُنکا ایک ایسا حق تھا کہ وہ حق آنکے ذاتی اور قربی اوصاف کے سبب سے پیدا ہوا تھا۔ اُس حق کے نہ ملنے پر اُنھون نے صبر فرمایا اور صبر نہ فرمانے کی حالت مین طمع خلافت کی سمجھی جا سکتی تھی۔ کیونکہ بہ حالت نہ ملنے اُن کے اُس حق ذاتی کے یہ ممکن تھا کہ اصلاح احوال مسلمانون کی عام طور پر دوسری خلافت مین بھی رہ سکے۔ گو اکملیت کے ساتھ نہو جیسا کہ بحالت خلیفہ ہونے خود علی مرتضیٰ ع کے ہوتا مگر عموماً جب سلامتی امور مسلمانون مین خلل واقع ہو اُسوقت علی مرتضیٰ ع اُس کی برداشت نہین کر سکتے تھے اور اُسوقت امام پر لازم ہو جاتا کہ وہ ایسی خلافت کے درہم اور برہم کرنے کے لیے کوشش کرے کہ جس خلافت مین رخنہ عموماً امور اسلامی مین پیش آوے۔ گو وہ امام خود قتل ہو جاتے۔ اسی بنا پر علی مرتضیٰ ع نے فرمایا ہے کہ وہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہین گے امور مسلمانون کے اور اُس مین جور نہو گا مگر مجھپر خاص کرکے '' یعنے میرا حق خلافت نہ ملنے مین اور اُس کے لینے پر حملہ نہ کرنے مین صرف میری ذات پر گو جور ہوگا لیکن اگر غیر مستحق کی خلافت مین مسلمانون کے امور سلامت رہین تو مین بھی اُس خلافت کو سلامت رکھونگا اُس خلافت سے آشتی رکھونگا۔ اسلیے کہ اصل غرض خلافت

کے حصول مین اصلاح امور مسلمانون کی تھی۔ لیکن جب عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہین تو پھر اُس خلافت کو کہ جس مین عموماً امور مسلمانونکے سلامت نہ رہین سلامت رکھا نہین جا سکتا تھا۔ اور امام اپنا کام کرنے پر خالصۃً للہ آمادہ ہوجاتا۔ مگر کلام علی مرتضیٰ ع مین یہ فقرہ درحقیقت متعلق ہی حالت خلافت حضرت عثمان ع کے۔

علی مرتضیٰ ع بنظر عادت اور خصلت حضرت عثمان ؓ کے ضرور جانتے تھے کہ عہد خلافت حضرت عثمان ؓ مین مسلمانون کے امور سلامت نہین رہینگے اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین سلامت رہے جیسا کہ واقعات تاریخی عہد خلافت حضرت عثمان مین ظاہر ہوے اور باوصف فہمائش اور نصیحت علی مرتضیٰ کے حضرت عثمان ؓ نے اصلاح امور مسلمانونکی نکی اور برعایت راے حضرت مروان ؓ کے حضرت عثمان ؓ اصلاح امور مسلمانونکی کر بھی نہین سکتے تھے۔

جب حضرت عثمان ع نے اپنے افعال اور اعمال سے امور مسلمانونکے سلامت نہ رکھے اس شان سے بھی کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین تھے اور نہ اُنہین ذاتی قوت سلامت رکھنے امور مسلمانونکی تھی ایسی حالت مین خود مسلمانون نے خلافت حضرت عثمان ع کو سلامت نہ رکھا اور حضرت عثمان ؓ کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عثمان ؓ کے اُنہین وجوہ مخالف سلامتی امور مسلمانونکی نظر سے جو پیش آنیوالے تھے اور حضرت عثمان ؓ کی حالت اور خصلت دکھا رہی تھی کہ وہ افعال اور اعمال مخالف سلامتی امور مسلمانون کے پیش آنیوالے ہین علی مرتضیٰ ؓ کی ذکنت انعقاد خلافت کی حضرت عثمان ؓ پر یہ فرمایا تھا کہ مین سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا جبتک کہ امور مسلمانونکی سلامت رہینگی پس وہ ارشاد اُنکا نہایت صحیح اور واجبی تھا جیسا کہ خود دوسرے مسلمانون نے اُس خلافت کو سلامت نہین

رکھا اس حیثیت سے کہ دوسرے مسلمان اپنے امور کے متعلق عام طور پر تمام مسلمانون کی طرف سے شاکی تھے اور وہ شکایت بذریعہ علی مرتضیٰؑ کے حضرت عثمانؓ تک پہونچائی گئی اور حضرت عثمانؓ نے نہ اُس شکایت کی پروا کی اور نہ فہمائش علی مرتضیٰؑ پر عمل کیا کہ جس مین اصلاح امور مسلمانون کی تھی اسلیے اُنکی خلافت مین خلل پڑگیا اور زمانہ اُنکی خلافت کا ختم ہوگیا

اسیوجہ سے شیعہ یہ کہتے ہین کہ انعقاد بعیت خلافت غیر مستحق پر بحق علی مرتضیٰؑ جور تھا اور امور مسلمانون کے عموماً سلامت نرہنے کی وجہ سے ظلم تھا لیکن قتل حضرت عثمانؓ واجبی تھا یا نہین؟ یہ ایک دوسرا امر ہی اگر علی مرتضیٰؑ کے سامنے دعوی قتل حضرت عثمانؓ کا پیش ہوتا تو اُسوقت معلوم ہوجاتا کہ اُنکا قتل واجبی تھا یا نہین؟ - مگر باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰؑ نے طالبان خون حضرت عثمانؓ سے چاہا کہ وہ دعوی اور شہادت پیش کرین لیکن کسی کیطرف سے کوئی دعوی اور شہادت پیش نہوئی تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوسکتا ہی کہ کچھ لوگ طلب خون عثمانؓ کا ایک بہانہ کرتے تھے اور دل مین جانتے تھے کہ قتل حضرت عثمانؓ کا واجبی ہی اور کسی سے قصاص لیا نہ جا سکے گا -

اس ارشاد علی مرتضیٰؑ سے کہ وہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جب تک کہ امور مسلمانون کے سلامت رہینگے الخ. یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ خلافت حضرت ابوبکرؓ یا شیخین مین جور وظلم نہ تھا ورنہ جناب امیرؑ اُنسے لڑتے الخ (لیکن بجاے لڑنے کے یہ کہنا چاہیے کہ جناب امیرؑ حضرات شیخین سے آشتی یا اُنکی خلافت کو سلامت نہ رکھتے الخ) مگر اصل انعقاد خلافت حضرات شیخین مین جور وہی تھا جو اصل انعقاد خلافت حضرت عثمانؓ مین تھا یعنے

بمقابلہ احق ہونے علی مرتضیٰ ع کے دوسرون کو حقدار بنایا گیا اور غیر احق نے خلافت کو لے لیا اور مفضول کو ترجیح دی گئی اور خاص علی مرتضیٰ ع بے بجور کیا گیا تھا۔ مگر مجرد اس امر پر جس پر علی مرتضیٰ ع نے صبر کیا علی مرتضیٰ ع کو حضرات شیخین سے لڑنا یا اُنکی خلافتوں کو سلامت نہ رکھنا یا اُن مین خلل ڈالنا لازم اور ضروری نہین تھا بلکہ اُنکی خلافتون کو بھی علی مرتضیٰ ع اُس وقت تک سلامت رکھنے کے قابل اور خلل نہ ڈالنے کے لائق جانتے تھے کہ جبتک کہ عموماً امور مسلمانون کے سلامت رہین۔

واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ حضرت ابوبکر یا حضرات شیخین کے عہد خلافت مین گو خاص خاص موقعون پر ایسی کارروائیان ہوئین کہ جو مخالف شرع تھین اور وہ مخالفت عمداً غلط تعبیر یا بے پروائی یا مطلق نافہمی یا کسی خاص غرض اور کم علمی کی وجہ سے واقع ہوئی لیکن عموماً ایسی حالت نہین ہوئی کہ سلامتی امور مسلمانون کی نہ رہ سکی اور ارکان دین اور حدود الٰہی کو درہم برہم کر دیا گیا ہو بلکہ استحکام اور وسعت سلطنت قومی مسلمانون کی بمشورہ اور اکثر باتباع علی مرتضیٰ ع اور بحمایت علی مرتضیٰ ع کے ہوتا رہا اور وہ اظہار راے علی مرتضیٰ ع کا اور حمایت علی مرتضیٰ ع کی استحکام مذہب اسلام اور سلامتی امور مسلمانان کے لیے تھا۔ اور حضرت ابوبکر ع نے یہان تک فرمایا کہ وہ مجھسے اقالہ بیعت کا کر لو جبکہ درمیان تمھارے علی ع ہے۔ اور حضرت عمر ع بھی فرماتے رہے کہ اگر علی مرتضیٰ ع نہوتے تو مین ہلاک ہوجاتا۔ جبکہ علی مرتضیٰ ع حضرت عمر ع کو اُنکی غلطی سے آگاہ کرتے تھے۔ لیکن یہ تمام مواقع جو حضرت ابوبکر ع اور حضرت عمر ع کے زمانہ خلافت مین پیش آتے ہین کہ جس مین علی مرتضیٰ ع سے مشورہ لیا گیا یا پوچھا گیا یا خود علی مرتضیٰ ع نے

انکی غلطی پر مطلع ہونے کے بعد ہدایت کی یا علی مرتضیٰ ع کا ارشاد قبول کیا گیا وہ عموماً سلامتی امور مسلمانون سے متعلق ہین ۔ اور اسی وجہ سے ضرورت نہین تھی کہ علی مرتضیٰ ع انکے خلافتون کو درہم برہم یا اُن پر حملہ کرتے مگر اصل امر خلافت اور حق خلافت اور معاملہ فدک اور قضیہ مالک بن نویرہ جنکا تعلق امر خلافت اور حق خلافت سے تھا امور خاص تھے جنکا ذات علیؑ اور اہلبیت پیغمبر ص سے جو تابع فرمان اور سرپرستی علی مرتضیٰ ع سے تھے تعلق تھا ۔ اور یہ امور متعلق عمومیت امور مسلمانان جن کو آج کل کی اصطلاح مین امور قومی کہا جا سکتا ہے متعلق نہ تھے ۔ جنکا تعلق ایسے امور عامہ سے نہین تھا جس مین عموماً ارکان دین منہدم ہوتے ہون اور حدود الٰہی تمام مسلمانون کے لیے برقرار نہ رہتے ہون ۔ اُن مین جور ہونے سے یہ لازم نہین آتا تھا کہ سلامتی دیگر امور مسلمانان کی عموماً نہ رہے اس لیے کہ وہ امور جور متعلق ذات خاص علی مرتضیٰ کے تھے علی مرتضیٰ ع نے اپنی ذات پر جو جور ہوا اُس پر اُنھون نے صبر فرمایا ہے ۔ اور ان امور جور ذاتی کی وجہ سے علی مرتضیٰ ع نے حضرات شیخین پر حملہ نہین کیا کہ جس مین طمع خلافت کی ظاہر ہوتی تھی ۔ اور بوجہ اس کے کہ عمومیت کے ساتھ امور مسلمانون کے باتباع اور حمایت علی مرتضیٰ ع کے اُن دونون خلافتون مین سلامت رہتے ہے علی مرتضیٰ ع نے اُن خلافتون کو سلامت رکھا ۔

علماء شیعہ کبھی اس بات کے قائل نہین ہوئے ہین کہ عہد خلافت حضرات شیخین مین برابر جور ہوتے رہے یا خلاف شرع کے ہمیشہ ظلم ہوتا رہا کہ جسسے عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہے ہون وہ صرف اس امر کے قائل ہین کہ احق الناس کو خلافت کے لیے قبول نہ کرنا جور تھا ۔ اور حضرات شیخین

سے خاص خاص موقعون پر خصوص جن کا تعلق ذات علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ سے تھا جور ہوا اور وہ جور بھی باعتبار عمداً غلط تعبیر یا نافہمی اور بےپروائی اور کسی غرض خاص سے یا کم علمی کے سبب سے خاص خاص معاملات مین واقع ہوا جس مین اتباع علی مرتضیٰؑ کا نہین کیا گیا۔ لیکن وہ عمدہ عمدہ کام عموماً امور مسلمانان کے متعلق باتباع راے علی مرتضیٰؑ اور اُنکے مشورہ کے بموجب کام کرتے رہے۔ اور عموماً امور مسلمانونکے متعلق جہان کہین اُنسے غلطی ہوئی سواے خاص موقعون کے اصلاح علی مرتضیٰؑ کو قبول کرتے رہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی نسبت ایسی راے کچھ صرف علماے شیعہ کی نہین ہی بلکہ اکثر علماء اہلسنت بھی اُن کے ہمزبان ہین۔ اور واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ عہد حضرت عثمانؓ مین عموماً سلامتی امور مسلمانان کی نہین رہی۔ اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین رہی اور حضرت عثمانؓ نے خلاف پند و نصائح علی مرتضیٰؑ کے بروت حضرت مروانؓ کے عمل کرکے اپنی خلافت کو سلامت نہ رکھا پس اس تمام مقصد اور غرض کلام علی مرتضیٰؑ کی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد اُس نوعیت سے نتیجہ نہین نکلتا ہی جس طور پر کہ مصنف مخاطب نے بیان کیا ہی بلکہ یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ مین بوجہ اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ غیر احق الناس تھے اور احق الناس کو خلافت نہ ملی جور تھا اور گو خاص خاص موقعون مین مخالف شرع حضرت ابوبکرؓ سے اپنے عہد خلافت مین کارروائی ہوئی لیکن عموماً امور مسلمانونکے سلامت رہے اور انہدام ارکان دین کا نہین ہوا اور حدود الٰہی برقرار رہے۔ اسلیے علی مرتضیٰؑ نے اُسپر صبر کیا جو اُنکی ذات سے متعلق جور ہوا اور بوجہ سلامت رہنے عموماً امور مسلمانون

سے کہ علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر حملہ نہین کیا اور آشتی رکھی اور اگر عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہتے تو علی مرتضیٰؑ اپنے دست بریدہ سے یعنی باوجود اس کے کہ علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ پر بیعت نہین ہوئی تھی خلافت حضرت ابو بکرؓ پر حملہ اور اُس کے درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے گو نتیجہ اپنے قتل کا ہوتا۔

شارح میثم بحرانی نے اس قول علی مرتضیٰؑ کی شرح مین جو لکھا ہی اُس کا پورا مضمون یہ ہی "اور قول اُن (علی مرتضیٰؑ) کی وہ قسم ہی ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانون کے کا شرح یہ ہی کہ وہ البتہ چھوڑونگا مین مناقشہ (باریک بینی) اس امر مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانونکے فتنہ سے۔ اور اس مین اشارہ ہے طرف اسکے کہ بیشک غرض اُن علیہ السلام کی مناقشہ سے اس امر مین وہی بہتری صلاح حال مسلمانونکی اور درستی اُنکے امور کی اور سلامتی اُنکی فتنہ سے ہی۔ اور تحقیق تھی مسلمانون کے لیے جو کوئی کہ گذر گیا خلفا سے قبل اُسکی درستی امر کی اگرچہ تھی وہ درستی کہ نہین پہونچی تھی نزدیک اُن (علی مرتضیٰؑ) کے کمال استقامت اپنی کو جبکہ ہوتے وہ والی اس امر کے پس اسواسطے قسم کھا کر کہتا ہون مین ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین اُس امر کی۔ اور نہین جھگڑا کرونگا مین اُس امر مین اسواسطے کہ اگر جھگڑا کیا جائے اُس مین ہر آئینہ پھیل جائیگا فتنہ درمیان مسلمانون کے اور ٹوٹ جائیگا عصا اسلام کا اور وہ مطلوب شارع کی ضد ہی۔ اور سوا اسکے نہین ہی کہ متعین کی جاتی ہی اُس پر نزاع اور قتال وقت خوف فتنہ کے اور قیام اسکے کے لئے۔

یہ قول شارح میثم کا موافق ہے اُس حقیقت کے اور مطابق ہے اُس معنے اور مراد کے جو ہم نے ظاہر کیا ہے اور مصنف مخاطب نے قول شارح سے وہ مضمون چھوڑ دیا ہے کہ وہ کمال استقامت سلامتی امور مسلمانون کا علی مرتضیٰ ع کے نزدیک عہد خلفاء گذشتہ مین نہین تھا۔ اور یہ مضمون ظاہر کرتا ہے نقص خلافت اُن خلفاء کو اگرچہ وہ نقص اس درجہ پر نہین تھا کہ اُن خلافتون کو سلامت نہ رکھا جاتا یعنے وہ نقص بالتعمیم سلامتی امور مسلمانون نہین تھا بلکہ بالتخصیص بعض مسلمانون کے امور مین واقع ہوا — ایسی حالت مین قول شارح کے وہ معنی نہین ہوسکتے جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین بلکہ وہی معنے ہوتے ہین جو ہم نے ظاہر کیے ہین اور خود علی مرتضیٰ ع نے اپنے کلامون مین حضرت ابوبکر کی حالت کو قلیل العیب اور ضعیف فرمایا ہے

شارح میثم نے جو نسبت فرق درمیان خلفاء ثلثہ اور معاویہ کے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کے امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے تو وہ بطور نتیجہ کے ہے اُس شرح کے کہ جو فاضل میثم اپنے اس سخن سے پہلے یہ کہ چکے ہین کہ عہد حضرت عثمان ؓ سے قبل سلامتی امور مسلمانون کے کمال استقامت کے ساتھ علی مرتضیٰ ع کے نزدیک نہین تھی یعنے سلامتی امور مسلمانون کی بالتعمیم تھی گو بالتخصیص نہین رہی — اور آخر مین شارح میثم نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ خاص ذات علی مرتضیٰ ع پر جو رہوا بوجہ اس کے کہ احق کو خلافت نہ ملی تھا جب اس تمام بیان پر نظر کی جاتے تو حضرت معاویہ ع کا فرق ظاہر ہوجاتا ہے جس کو تفصیل سے مین بیان کرتا ہون کہ انعقاد خلافت خلفاء ثلثہ پر ہوگیا گو اُس انعقاد خلافت مین بوجہ اس کے کہ احق الناس کو خلافت نہ ملی خاص علی مرتضیٰ ع پر

جو رہو الیکن علی مرتضیٰ ع نے اُس انعقاد خلافت پر صبر کیا اُس حالت تک کہ بالعموم امور مسلمانون کے اُن خلافتون مین سلامت رہین — اور اگر بالعموم امور مسلمانون کے نہ بالخصوص بعض مسلمانون پر جن کا تعلق امر اور ذات علی مرتضیٰ ع سے ہو سلامت نہ رہین تو اُن خلافتون پر حملہ روا ہو — کیونکہ قبل اس کے کہ اُن خلافتون مین سلامتی عموماً امور مسلمانون کی نہ رہے حملہ بحالت بالعموم سلامتی امور کے مسلمانون مین فتنہ برپا کرنا تھا — اور وہ حملہ محض بہ طمع خلافت سمجھا جاتا — اور فتنہ کا برپا کرنا مذموم ضد مطلوب شارع ع ہے — حضرات شیخین کے عہد خلافت مین گو بالخصوص جنکا تعلق خاص ذات اور امر علی مرتضیٰ ع سے تھا سلامتی نہین رہی — مگر بالعموم امور مسلمانون کے متعلق سلامتی رہی لیکن عہد خلافت حضرت عثمان ؓ مین عموماً امور مسلمانون کی وہ شان نہین رہی جو عموماً سلامتی امور مسلمانون کی شان عہد حضرات شیخین مین تھی — اور اُنکی خلافت قابل حملہ کے ہوگئی تھی آخر خود مسلمانون نے اُس کو برہم اور درہم کر دیا چنانچہ ہمارے زمانہ کے ایک آزاد طبع[سلہ] محقق اپنی تصنیف جامع الاحکام فی فقہ الاسلام مین واقعات تاریخی سے یہ قبول کرتے ہین کہ بجز خلیفہ ثالث کے جو نیک مزاج مگر ضعیف العقل تھے کہ اُنھوں نے وہی روش اختیار کی تھی خلیفہ اول و دوم اپنے عہد خلافت مین حضرت علی ع جو معنی اور مفاد احکام شرع بیان فرماتے تھے اُنکا لحاظ کرتے تھے اور جو علی مرتضیٰ ع احادیث کی تاویل فرماتے تھے اُس کے بموجب فیصلہ صادر کرتے تھے!! جس سے بالتعمیم سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت حضرات شیخین مین اُس

سلہ ہائی کورٹ کلکتہ کے ایک ذی علم جج آنریبل مولوی سید امیر علی خان بہادر سی — آئی — ای —

نہاں سے اور عدم سلامتی امور مسلمانوں کی عہد خلافت خلیفہ ثالث مین ظاہر ہے۔ اور حضرت عثمان رض کی روش کا فرق حضرات شیخین کی رفتار سے نمایان ہوتا ہے۔ لیکن حضرات خلفاء ثلثہ کی حالت کے خلاف حالت حضرت معاویہ رض اور نیز ارباب جنگ جمل کی ہے کہ حضرت معاویہ رض یا حضرت طلحہ رض اور زبیر رض کو مہاجرین اور انصار نے یا اہل الرا ے یا اہل حل وعقد نے مجتمع ہوکر یا اُن کے جزو نے خلافت کے لیے قبول نہین کیا تھا۔ اس حیثیت سے بہی کہ جسمین خاص دارالسلام علی مرتضی ع بیعت ہوئے بلکہ کل مہاجر اور انصار نے مجتمع ہوکر بالاتفاق علی مرتضی ع کو خلیفہ قبول کیا تہا اور ہر مسئلہ کی روسے وہ خلیفہ برحق قرار پاچکے تہے ارباب جنگ جمل اور حضرت معاویہ کو چاہیے تھا کہ وہ خلافت علی مرتضی ع پر حملہ نہ کرتے اور منتظر رہتے کہ سلامتی امور مسلمانوں کی عہد خلافت علی مرتضی ع مین رہتی ہے یا نہین۔ بلا انتظار اس کے جو انھون نے خلافت علی مرتضی ع مین خلل ڈالنا چاہا وہ فتنہ تھا جسکو شرع مین بغاوت کہا گیا ہے۔ علی مرتضی ع کو اس فتنے کے فرو اور بغاوت کے رفع کرنے کے واسطے جنگ کرنا واجب تھا جب تک کہ وہ لوگ امر الٰہی کی طرف آجاوین جس کے بارہ مین خاص آیت قرآن مین موجود ہے اور جسپر پہلے بحث ہو چکی ہے۔

پس یہ فرق تھا درمیان خلفاے ثلثہ اور حضرت معاویہ رض کے اور یہ وجہ تھی کہ علی مرتضی ع نے خلفاے ثلثہ سے جنگ نہین کی اور انتظار زوال عموماً سلامتی امور مسلمانوں کا جنگ کے لیے کیا۔ کہ قبل اس کے جنگ کرنا فتنہ کا پہیلانا درمیان مسلمانوں کے اور توڑنا عصا اسلام کا اور وہ ضد مطلوب شارع علیہ السلام کی تھا اسلیے کہ شارع علیہ السلام کا مقصود یہی تھا کہ عموماً امور مسلمانوں کے سلامت رہین اور اصلاح

اُن امور کی ہوتی ہے اُس کو کسی وقت کامل استقامت نہو۔ اور ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع سے علی مرتضی ع نے جنگ کی کہ ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع باعث ضد مطلوب شارع علیہ السلام کے ہوے تھے اور یہی منشا ہے شارح میسم کا جو اُنھون نے فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور معاویہ ع کے بیان کیا ہے۔ اور اسی مراد مین اُنھون نے کہا ہے کہ "بیشک فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر ونہی کے مطابق عمل کرنیمین ظاہر ہے"۔ اور اسکے معنی یہی ہین کہ عموماً نہ خصوصاً اُن عہدون مین سلامتی امور مسلمانون کی جبتک رہی تب تک وہ خلافت سلامت رہی۔

جناب امیر ع کے اس قول کی شرح مین جو بعیت عثمان ع کے وقت فرمایا تھا میسم نے اس پہلو سے لکھا ہے کہ خلفاے ثلثہ کی حکومت عدل وانصاف کی حکومت تھی اور عموماً احکام آلہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے نہ کسی اور شارح نے ایسا لکھا ہے۔ شارح میسم نے جو کچھ لکھا ہے اور جس معنے مراد مین لکھا ہے اُس کی حقیقت اوپر دکھائی جا چکی اور شارح ابن ابی الحدید یہ لکھتے ہین کہ اہل شوری کے لیے علی مرتضی ع یہ کہتے ہین تحقیق جانا تم نے بے شک مین احق ہون خلافت کا اپنے غیر سے اور عدول کیا تم نے مجھسے پھر قسم کھائی ہر آئینہ سلامت رکھینگے وہ (یعنی علی مرتضی ع) اور چھوڑ دینگے مخالفت اُسکے لیے جسوقت کہ ہوگی علی مرتضی ع کی تسلیم مین اور گرجانے مین علی مرتضی ع کے اپنے حق سے سلامتی امور مسلمانون کی اور ہنوگا جور اور افسوس مگر اُن (حضرت) پر خاصتہً اور یہ کلام مانند کلام علی مرتضی ع کے ہے اسواسطے کہ جس وقت جانا اُنھون نے یا غلبہ ظن ہوا اُنکا یہ کہ بیشک اگر

جھگڑا کیا جائیگا اور جنگ کیجائیگی داخل ہوجاویگی اسلام پر سستی اور رخنہ
نہین جائز ہوگی واسطے اُنکے منازعت اگرچہ وہ طلب کرین جھگڑے سے کے
ساتھ اُس چیز کو جس چیز کے کہ وہ احق ہین پس اگر جانا اُنھون سنے یا غلبہ
ظن ہوا اُنکا اس بات پر کہ رک جانا اپنے حق کی طلب سے سوا اس سے کے
کچھ اور نہین ہوگا کہ داخل ہوجاوے گا رخنہ اور سستی اوپر اسپنے خاصۃً
اور سلامت رہیگا اسلام فتنہ سے واجب ہوا اُن حضرت پر چشم پوشی اور
صبر اُس چیز پر جو کچھ کہ مصیبت یا ناگواری لاسئے وہ لوگ اُن کے حق کے
لے لینے مین اور روک لیا اُن حضرت سنے ہاتھ اپنا تاکہ اسلام فتنہ سے
پناہ مین رہے پھر شارح ابن ابی الحدید نے یہ سوال کیا ہے کہ کیون نہین
سلامت رکھا معاویہ اور اصحاب جمل کو اور چشم پوشی کی سلے لیسے جانے حق
اپنے سے واسطے حفاظت اسلام سکے فتنہ سے اور اس سوال کا یہ جواب
دیا ہے کہ بیشک جور جو پیش آیا تھا اصحاب جمل اور معاویہ اور اہل شام
کی طرف سے وہ خاص سمٹ کر انہین پر نہین آنے والا تھا بلکہ عام تھا اسلام
اور تمام مسلمانون پر اسواسطے کہ وہ لوگ علی مرتضی ع کے نزدیک ایسے نہین
تھے کہ جو اصلاح ریاست امت کی رکھ سکین اور آراستگی خلافت کو اُٹھا
سکین پس نہ تھی ایسی شرط جسکو محققا شرط کیا تھا اور وہ شرط وہی قول
اُن حضرت کا ہے نہین ہوگا جور مجھپر مگر خاصۃً اور یہ کلام دلالت کرتا ہے
اوپر اس بات کے کہ بیشک علی مرتضی ع اس طرف نہین جاتے تھے کہ
خلافت عثمان رض کی متضمن تھی جور کی اوپر مسلمانون کے اور اسلام کے
اگرچہ ضرور تھی متضمن جور کی اوپر اُنکے خاصۃً اور بیشک وہ خلافت
واقع ہوئی جہت مخالفت اولیٰ کی نہ جہت فساد کلی اور بطلان اصلی کی ۱۲

شارح ابن ابی الحدید نے جو کچھ راے اپنی اس کلام علی مرتضیٰ ع کی نسبت ظاہر کی ہے وہ میری اُس راے سے کچھ مخالف نہین ہے جو مین نے اوپر ظاہر کی ہے البتہ زمانۂ حضرت عثمان کی نسبت باعتبار واقعات تاریخی کے مین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سلامتی امور مسلمانون مین ایک نوع کا خلل آگیا تھا اور جسکی اصلاح کی پند و نصیحت کے ذریعہ سے علی مرتضیٰ ع نے کوشش کی لیکن وہ کوشش حضرت عثمان پر کچھ کارگر نہ ہوئی اور بالآخر مسلمانون نے جن کے امور کی سلامتی نہین رہی تھی حضرت عثمان ع کو قتل کر ڈالا تاہم گو میرے اور شارح ابن ابی الحدید کے درمیان کسیقدر اختلاف ہو شارح ابن ابی الحدید کا قول ایسا نہین ہے جو تائید مصنف مخاطب کی کرتا ہو۔ ملا فتح اللہ شیرازی کی جو ایک سخت شیعہ عالم تھے شرح فارسی مطبوعہ میرے پاس موجود ہے مگر افسوس ہے کہ اُس مین یہ مقام نہین۔ اور نہج البلاغۃ کی اول شرح ملا قطب الدین راوندی نے کی ہے جن پر شارح ابن ابی الحدید نے بعض بعض مقام پر ایراد کیا ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون ملا فتح اللہ شیرازی ملا قطب الدین راوندی سے ایک قدم اگر آگے بڑھے ہوے نہین تھے تو اُن کے قدم بقدم تھے اور ان دونون علما کی نسبت مجھکو ہرگز گمان نہین ہوسکتا کہ انھون نے عہد خلافت حضرات خلفاے ثلاثہ کی نسبت ایسا کچھ لکھا ہو جیسا کہ مصنف مخاطب اس موقع پر کہتے ہین۔ اور افسوس ہے کہ مین مصنف مخاطب سے اس امر مین متفق نہین ہوسکتا کہ تمام شارحین نے ایسا لکھا ہے جس نوعیت سے کہ مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے۔ اور نہ اُس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ مین نے ظاہر کی یہ نتیجہ کسیطرح پیدا نہین ہوسکتا جو مصنف

مخاطب اخذ کرتے ہین کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہوگیا کہ جناب امیرؑ کی مصیبت جسکا اس مبالغہ سے اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفۂ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے ؛؛ بلکہ صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ کو بوجہ احق الناس ہونے کے جو خلافت نہین ملی وہ مصیبت علی مرتضیٰؑ پر تھی اور اس سے زیادہ کسی مصیبت کا مبالغہ نہین ہوسکتا مگر اس مصیبت پر علی مرتضیٰؑ نے صبر کیا اور خلیفۂ اول کے زمانے مین گو خاص موقعون پر احکام مخالف شرع جاری ہوے لیکن عموماً سلامتی امور مسلمانون کی رہی اور یہی نتیجہ مطابق واقعات تاریخی کے ہے اور موافق کلام علی مرتضیٰؑ کے جس جس موقع پر کہ اُنھون نے جو کچھ فرمایا ـــ

مصنف مخاطب نہایت عجیب یہ بات ظاہر کرتے ہین وہ کہ روایات شیعہ پر غور سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانون پر ظلم و جور کا ہونا یا امور منہیہ کا واقع ہونا جناب امیرؑ کو ایسا ناگوار نہ تھا جو بڑی مصیبت سمجھا جاے اس لیے کہ ظلم و جور اور امور منہیہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت بلکہ اُن کی خاص مجلس مین علانیہ واقع ہوتے تھے مگر جناب امیرؑ اُن کے دفع کی کوشش نہین کرتے تھے ؛؛

مصنف مخاطب اپنے اس دعوی کی سند کے لیے ایک واقعہ دکھاتے ہین جبکہ جناب امیرؑ سے لوگون نے خلافت کے لیے بیعت کی ـ اور ملا فتح اللہ کے ترجمہ سے کلام علی مرتضیٰؑ کو نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ "کھولا تم نے میرا ہاتھ اور روکا مین نے اُسکو" اور مضمون آئندہ متعلق اس فقرے کو ترک کرکے مصنف مخاطب نسبت فرمودہ علی مرتضیٰؑ کے یون بیان فرماتے ہین کہ "جناب امیرؑ حاضرین سے

مخاطب ہو کر فرماتے ہین کہ تم سب بیعت کرنے کے لیے میرا ہاتھ کھولتے تھے لیکن چونکہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اس لیے مین اپنا ہاتھ روکتا تھا اور تمھاری بیعت پر راضی نہ تھا"

پھر مصنف مخاطب اپنے اس بیان پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وہ جناب امیرؑ کو خلافت پسند نہ تھی پھر بھلا ابو بکرؓ کی خلافت لینے کی شکایت وہ کیون کرتے اور جو چیز اون کو پسند نہ تھی اور اوس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اوسکا غصب کیسا"؟

پورا مضمون اس کلام علی مرتضیٰؑ کا یہ ہے کہ وہ کھولا تم نے ہاتھ میرے کو پس روکا مین نے اوس کو اور کھینچا تمنے اوسکو پس بند کیا مین نے اوسکو"

اس کلام علی مرتضیٰؑ مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اور نہ واقعات تاریخی سے مصنف مخاطب نے یہ دکھایا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے خلافت کے لینے سے انکار کیا ہو یا نا پسند کرتے تھے بلکہ واقعات تاریخی سے بخوبی ثابت ہے کہ بعد پیغمبرؐ ہر زمانہ مین علی مرتضیٰؑ نے قبل اور بعد کسی دوسرے کے خلیفہ مقرر ہو جانے پر اظہار اپنے حق کا اور اپنا احق ہونا ظاہر فرمایا ہے اور بحث کر کے اپنے احق ہونے کی حجتین تمام کی ہین۔ ایسی حالت مین اس کلام علی مرتضیٰؑ سے کیسطرح استنباط ہو سکتا ہے کہ خلافت انکو پسند نہ تھی اور اس لیے انھون نے اپنا ہاتھ روکا اور وہ بیعت پر راضی نہ تھے اور نہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ وہ ابو بکر کی خلافت لینے کی شکایت کیون کرتے۔ اور اوس خلافت کا غصب ہونا کیسے ہو سکے"؟

یہ سچ ہے کہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ امر واضح ہوتا ہے

کہ جسوقت علی مرتضیٰ ع کو خلیفہ قبول کیا گیا ہے اُسوقت علی مرتضیٰ ع کے ہاتھہ کو لوگ بیعت کے لیے کھولتے تھے اور کھینچتے تھے اور علی مرتضیٰ ع اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے اور بند کیے لیتے تھے ۔ اگرچہ اس کلام علی مرتضیٰ ع سے یہ نہین ظاہر ہوتا کہ آپ کیون اپنا ہاتھہ بند کیے لیتے تھے اور اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے ۔ لیکن علی مرتضیٰ ع کو اسکی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہین تھی اس لیے کہ اس کے قبل کے تمام واقعات روزگار ہر بیعت کے تازہ تھے اور لوگون کی آنکھہ کے سامنے موجود تھے اور وہ واقعات اسوقت تک کتب سیر اور تواریخ اور روایات مین موجود ہین ۔ جسکی تفصیل جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین مذکور ہوئی ہے یعنے بعد وفات پیغمبر ص کے علی مرتضیٰ ع تجہیز و تکفین پیغمبر ص مین مصروف تھے اور حضرت ابوبکر رض سقیفہ بنی ساعدہ مین خلیفہ مقرر کیے گئے ۔ جبپر علی مرتضیٰ ع نے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور اپنا احق ہونا خلافت کے لیے فرمایا ۔ لیکن لوگون نے کچھ شنوائی نہ کی اور اُس پر آپ نے صبر کیا اور ایک مدت تک گوشہ نشینی اختیار کی پھر جسوقت کہ حضرت ابوبکر رض کے استخلاف کے بموجب حضرت عمر رض خلیفہ قرار دیے گئے اُسوقت بھی آپ نے اعتراض سے اپنے آپ کو نہین روکا اور حضرت عثمان رض کے خلیفہ مقرر ہونے کے وقت مجلس شوریٰ مین آپ نے وہ حجتین اپنے احق خلافت ہونے کے لیے پیش کین کہ جسکو لوگون نے قبول کیا مگر آپ کے خلیفہ قبول کرنے سے جواب دیدیا ۔

یہ واقعات صاف دکھاتے ہین کہ علی مرتضیٰ ع کو حد سے زیادہ اُمت رسول ص کی طرف سے بے دلی پیدا ہوگئی تھی ۔ اور تین مرتبہ علی الاتصال اُمت رسول ص یہ خطا کر چکی تھی کہ علی مرتضیٰ ع کی ہدایت پر مطلق توجہ نہین کرتی

تھی اور اُن سے کے خلیفہ قبول کرنے سے ہر مرتبہ بے پروائی وقوع مین لاتی تھی ۔

قتل حضرت عثمان رض کے بعد جب لوگون نے بہت الحاح کیا اور بیعت کے لیے مبالغہ مین حد سے گذر گئے تو ایسی حالت مین جبکہ علی مرتضیٰ ع کو طمع خلافت کی نہین تھی اور لوگون کی نافرمانی سے نہایت بیدلی پیدا ہو چکی تھی وہ بیدلی علی مرتضیٰ ع کو برانگیختہ کرتی تھی کہ امر خلافت کے متعلق لوگون کو اُسی حالت پر چھوڑ دین کہ وہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کرلین۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ ع نے اپنے خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے کہ "اگر بیعت حاضر نہوتی اور وجود ناصر کا نہوتا اور خدا علما سے عہد نہ لیتا تو ڈالدیتا مین مہار خلافت کی اُسکی گردن پر اور اُسی کاسہ مین پانی پلاتا کہ جہان اُس سے پہلے پیا" اُسی بیدلی اور ناخوشی علی مرتضیٰ ع نے جو لوگون کی بے پروائی اور راہ مستقیم پر نہ چلنے اور علی مرتضیٰ ع کی ہدایت کو اور علی مرتضیٰ ع کے احق الناس ہونے کو نہ ماننے سے پیدا ہوئی تھی علی مرتضیٰ ع سے یہ امر ظاہر کرایا کہ لوگ بیعت کرنے کے لیے علی مرتضیٰ ع کا ہاتھ کھولتے تھے اور کھینچتے تھے ۔ اور علی مرتضیٰ ع اپنے ہاتھ کو روکتے تھے اور بند کیے لیتے تھے ۔ لیکن پھر اس امر کے پیش آنے سے بیعت لینے پر علی مرتضیٰ ع مجبور ہوگئے جیسا کہ اسی کلام مین فرماتے ہین اور مصنف مخاطب اُس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہین کہ "پھر ہجوم کیا تم نے مجھپر ہجوم کرنا پیاسے اونٹون کا اپنے حوضون پر پانی پینے کے دن یہانتک کہ ٹوٹا جوتی کا تسمہ اور گری چادر اور پامال ہوگئے وہ لوگ جو ضعیف تھے ۔ اور پہونچی خوشی آدمیون کو اس بات پر کہ اُنھون نے مجھسے بیعت کی یہانتک کہ خوش ہوئے اُسپر بچے

اور لرزتے ہوئے آتے بوڑھے بعیت کے لیے ۔ اور مشقت اُٹھاکر گئے بعیت کے لیے بیمار ۔ اور چہرہ کھولا بعیت کے لیے اُبھری چھاتیون والی عورتون نے ؎

اس پر مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ وے ہجوم کرنیوالون نے ضعیفون کو پامال کرکے پیس ڈالا یہ بہت بڑا ظلم تھا اس سے بڑھکر ظلم وہ ہے جو خطبۂ شقشقیہ مین مذکور ہے کہ حسنین ؑ کو پامال کر ڈالا ۔

قیامت یہ ہے کہ جناب امیر ؑ کی مجلس مین بلند چھاتیون والی عورتون نے بعیت کے لیے مُنھ کھولا یہ علانیہ فسق ہے ۔ بعیت سے عورتون کو کیا تعلق تھا جناب امیر ؑ نے اپنی مجلس مین عورتون کو کیون آنے دیا مُنھ کھولنے سے منع کیون نہ کیا اُنکی بعیت کیون قبول کی ۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لیے کہ عورتون کی چھاتیان بلند تھین بغور دیکھنے کی بے شک ضرورت ہے ؎

اس کے بعد مصنف مخاطب اپنے مذاق طبع کے موافق یہ بند نظم کرتے ہین ۔

حیا و شرم کا پردہ اُٹھایا شرمگینون نے	سر مجلس نقاب مین کھولدین پردہ نشینون نے
کیا عہد اطاعت نور سیند نازنینون نے	ملاتے ہاتھ اُبھری چھاتیون والے حسینون نے
جو شرماتے تھے گھر مین مجلسون مین بیحجاب آئے	جو گھونگھٹ رانگین کرتے تھے وہ بے نقاب آئے

مصنف مخاطب افسوس کرتے ہین کہ خلافت کے ملنے کی خوشی مین جناب امیر ؑ کو ان امور کی کچھ پرواہ نہوئی یہ کیسا غضب ہے کہ اس ظلم و فسق کو جناب امیر ؑ فخریہ اپنے کلام مین بیان کررہے ہین کہ ہم وہ ہین کہ ہماری خلافت کے وقت ایسے امور واقع ہوے ۔ بھلا اس مین کیا فخر تھا کہ بچون نے اور

اوبھری چھاتیون والی عورتون نے بیعت کی لرزتے ہوئے بوڑھے
بیعت کرنے کو آئے اور بیمارون نے بھی بیعت کے لیے مصیبت اُٹھائی
یہ تو بہت شرم کی باتین تھین نہ کہ اظہار فخر کے لیے خطبہ مین اُن کا ذکر کیا
جائے اگر جناب امیرؑ کو فقط یہی ثابت کرنا منظور تھا - کہ بہت سی آدمیون
نے مجھسے بیعت کے لیے ہجوم کیا تھا تو یہ مضمون پہلے فقرے سے ثابت
ہوگیا تھا پھران ناگوار باتون کے ذکر کی کیا ضرورت تھی ؟؟

مصنف مخاطب نے جو اس مضمون کلام علی مرتضیؑ پر اعتراض
اور افسوس طنزآمیز کیا ہے وہ بالکل غلط اور بے محل ہے - علی مرتضیؑ نے اپنے
اس کلام مین ذکر ایک واقعہ کا کیا ہے جو اُسوقت پیش آیا ہے جبکہ وہ خلافت
کے لیے قبول کیے گئے ہین جس سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ کس شان سے
علی مرتضیؑ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور بیعت کرنے والون نے کس خوشی
اور شوق سے علی مرتضیؑ پر بیعت کے لیے ہجوم کیا اور وقت ہجوم کرنے
لے اُن ہجوم کرنے والون کو کیسا اضطرار تھا اور کیسی بیقراری وہ لوگ
اُسوقت رکھتے تھے - عموماً کسی واقعہ کے بیان سے کسی بیان کرنیوالے
پر یا اُس کی روایت کرنے والے پر کوئی الزام عائد نہین ہوسکتا - اور
کسی واقعہ کو اس طور پر بیان کرنا کہ جس سے نقشہ اُس واقعہ کا لوگون کی
نگاہ مین کھپ جاوے البتہ ہر کسی کا کام نہین ہے ایسا امر اُسی سے ہوسکتا
ہے جو فصاحت اور بلاغت مین اپنا مثل اپنے زمانہ مین نرکھتا ہو -

علی مرتضیؑ نے جو اپنے بیان مین نقشہ ہجوم بیعت کرنے والون کا
کھینچا ہے اُس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ بیعت خلیفہ قبول کرنے کے
لیے اس شان سے ہونی چاہیے - نہ اُس شان سے کہ قبل اس کے تین

خلافتون کے لیے ظہور مین آئی جس مین حکمت عملی اور تدبیر اور داب ناجائز سب کچھ تھا اور جو طمع خلافت کو سرسبد رکھے ہوے تھی۔ اسی امر نے مصنف مخاطب کو بیچین کر دیا ہے۔ اور ضرورت اُنکو ہوئی کہ وہ شان بے لوث پر داغ لگانے کے لیے آمادہ ہون لیکن جو چیز کہ صاف اور نکھری ہوئی ہو اُس کو ہر کوئی داغدار نہین دیکھا سکتا۔

بیان ہجوم بیعت کرنے والون مین جو ذکر پامال ہوجانے ضعیفون یا حسنین ؑ کا خطبۂ شقشقیہ مین ہے وہ پامالی اُس صفت کی نہین تھی کہ جس مین بالعمد کسی نے بہ نیت ضرر پہونچانے کے کسی کو پامال کیا ہو یا کسی کی بے حرمتی مقصود ہو کہ جو حد جرم تک پہونچا ہو بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اشتیاق بیعت کرنے والون کا اس درجہ پر تھا کہ مضطربانہ صورت سے مشتاق لوگون نے ایسا ہجوم بقصد بیعت کیا کہ ایک کو دوسرے کے سروپا کی خبر نہ رہی جیسا کہ ہر زمانہ مین شوقین کے ہجوم سے خاص خاص موقعون پر پامالی کے واقعات پیش آتے رہتے ہین۔ اور ہر ایک مہذب ملک مین ایسے شوقیہ موقع پر جسکو وہ اپنے نزدیک ناجائز نہین سمجھتا ایسا اتفاق ظہور مین آتا ہے گو دوسرا ملک اُس شوقیہ موقع کو ناروا سمجھے۔

مصنف مخاطب جو خلافت کی بیعت سے لوگون کو بے تعلق سمجھتے ہین یہ اُن کی غلطی اور نادانی مضامین قرآنی سے ہی۔ جس کسی کو علم قرآنی نہین ہوتا وہ ایسی ہی غلطیان کیا کرتا ہے اور اسی لیے قرآن کے ساتھ اُس کی عالم کی ضرورت ہے۔ جسوقت رسول خدا ؐ نے مکہ کو فتح کیا تو کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور وہان مکہ کے مردون سے بیعت

لی اور مردون کی پیروی سے عورتون نے بھی طرف بیعت کے رغبت کی اور حضرت پیغمبرؐ کو خدا کی طرف سے اجازت بیعت لینے کی عورتون سے دی گئی - خدا فرماتا ہے - یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم (سورہ ممتحنہ) ترجمہ اے نبی جسوقت کہ آوین تیرے پاس مومن عورتین کہ بیعت کرین تجھسے اس بات پر کہ نہ شریک گردانین گے اللہ کے ساتھہ کسی چیز کو اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری کرینگی اور نہ قتل کرین اپنی اولاد کو اور نہ بہتان باندھین گی کہ افترا کیا ہو اُنھون نے اپنے اپنے ہاتھہ پاؤن کے سامنے اور نافرمانی نہ کرین تیری اچھی باتون مین پس بیعت لے تو اُن سے اور خدا سے بخشش مانگ تو اُنکے لیے - بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

مذہب اسلام مین دین و دنیا ایک چیز ہے - اور وقت فتح مکہ سے قطع رسالت کے ساتھہ خلافت فی الارض یعنے بادشاہت لاحق اور قائم ہو چکی تھی - اور جن شرائط پر عورتون سے بیعت لینے کی اجازت دی گئی اُن مین انتظام دنیوی کا جسکا تعلق سلطنت اور امارت سے ہے بہت بڑا حصہ ہے یہان تک کہ شرط اچھی باتون مین نافرمانی نہ کرنا خاص طور پر امور عامہ سلطنت سے علاقہ رکھتا ہے - اور اہل شہر نے وقت فتح مکہ کے بیعت لینا پیغمبرؐ کا عورتون سے جائز رکھا ہے - طریقہ بیعت مین اگرچہ اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ایک گوشہ چادر پیغمبرؐ کے ہاتھہ مین تھا اور دوسرا عورتون

کے ہاتھہ مین - بعض نے کہا ہی کہ ایک پیالہ مین پانی تہا کہ اُس مین آنحضرتؐ اور عورتون نے ہاتھہ ڈبوے تھے - اور حدیث بی بی عائشہ صحیح مانی گئی ہے کہ بیعت زنان زبانی تھی - (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۳۶۰)۔

اسی اجازت قرآنی کی نظر سے موقع خم غدیر پر پیغمبرؐ نے جب علیؑ کی نسبت جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے اور جو کچھ کرنا تھا کر چکے تو یہ حکم دیا کہ ایک دوسرا خیمہ میرے خیمہ کے برابر کھڑا کیا جاوے اور اُس مین سب لوگ آ آکر علی مرتضیٰ ع کو مرکباد دین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جملہ ازواج پیغمبرؐ نے بھی اوس خیمہ مین حاضر ہو کر مبارکبادیان دین - (تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرۃ محمد بن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر) اور حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ نے ان الفاظ مین مبارکبادی دی ہے امسیت یا ابن ابی طالب مولا کل مومن و مومنۃ - آج شام کی تم نے اے علی بن ابی طالب ع درحالیکہ ہو مولی ہر مومن اور مومنہ کے (زین الفتیٰ عاصمی و صواعق بروایت دارقطنی)۔

اس مبارکباد مین اقبال اطاعت اُس قول اور فعل رسولؐ کا تھا یا نہین جو پیغمبرؐ علی مرتضیٰ ع کی نسبت ظہور مین لائے تھے - اور یہ قول اور فعل پیغمبرؐ بمنزلہ اس کے تہا یا نہین کہ پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰ ع کی بیعت کرائی اور اُس مین مردون کے ساتھہ عورتین بھی شامل تھین اور وہ عورتین جس مین ازواج رسولؐ بھی داخل تھین علیؑ کے سامنے آئی تھین یا نہین؟۔

عورتون کی بیعت کا مسئلہ اسقدر عہد رسولؐ مین شائع ہو گیا تھا کہ خود عورتین بھی اس مسئلہ کو پورے طور سے جانتی تھین - اور اسی وجہ سے علی مرتضیٰ ع کی بیعت کے لیے وہ بھی بڑے شوق سے دوڑ پڑین جبکہ

بعد قتل حضرت عثمان ؓ کے علی مرتضیٰ ؓ خلیفہ اور نائب رسول ؐ قبول کیے
گئے - لیکن اشتیاق بیعت عورتون کا اُسی خلیفہ رسول ؐ کی نسبت ہوسکتا ہے
کہ جس کو وہ نائب رسول ؐ اور احق خلافت سمجھتی ہون اور جس کسی کو وہ ایسا
نہ جانتی ہون اُس کے ہاتھہ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز وہ متوجہ نہین ہوسکینگی
کچھ شبہہ نہین ہے کہ کوئی شخص کامل خلیفہ نہین ہوسکتا جبتک کہ بالقلب
اُسکو مرد وزن خلیفہ قبول نہ کرین - اور اُس قبول کو قول وفعل سے اپنے
ظاہر نہ کرین - اور جو مرد وزن محض سکوت کی حیثیت سے قبول کرینگی اُسمین
ہرگز اُنکا دلی شوق ایسے خلیفہ کے لیے قبول نکیا جاویگا گو وہ سطوت اور
اطاعت سے باہر نہ جاسکین - حضرات خلفاے ثلثہ کی خلافت مین یہ بھی
نقصان تھا کہ مسلمان عورتون نے اُن کو خلیفہ برحق قبول نہین کیا تھا -
مگر یہ نقص قبول خلافت علی مرتضیٰ ؓ مین باقی نہین رہا اور عورتون نے اُس
عہد کی بتقلید عہد پیغمبر ؐ کے تکمیل قبول خلافت علی مرتضیٰ ؓ کی خود بخود کردی -
اور جس شان سے جس کشمکش مین وہ بیعت کیلیے آئین وہ کسی طرح امور منہیہ
مین داخل نہین ہوسکتا - اور حالت اضطرار مین کشمکش کی وجہ سے چادر
کا سر سے سرک جانا اور چہرہ کا کھل جانا جبکہ آنا اُن عورتون کا امر شروع تھا
معیوب نہین ہوسکتا - امر بیعت کے لیے جس مین معاہدہ فرمان برادری کا ہوتا
ہے ضرور ہے کہ بیعت کرنے والا بالغ اور ممیز ہو اور لڑکیون کے لیے امتیاز
بلوغ اُنکی چھاتی کا اُبھرنا ہے - جس کے سبب سے وہ ممیز ہوجاتی ہین -
اس غرض سے کہ صلاحیت معاہدہ کی کسی لڑکی بیعت کرنے والی مین ہی یا نہین
امتیاز کی نیت سے کسی علامت کو دیکھنا یا کسی علامت امتیازی پر نظر پڑجانا اور
بیان کرنا ہرگز امر منہیہ نہین ہوسکتا بلکہ شرعًا جائز ہے - اکثر موقعون پر شرع مین

عورتون کے بے حجاب ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیساکہ تعلیم دین کے لیے معلم کے سامنے آنا اور طبیب کے سامنے بے حجاب ہونا یا کسی عضو کو دکھانا۔ اور امام طبیب روحانی ہوتا ہے اُسکی اطاعت کے معاہدہ کے لیے اُس کے سامنے آنا امر جائز ہو گا۔ اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ اور اُسکے نائب امام کو باپ کے حکم مین مانا گیا ہے۔

یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہاد کا حکم عورتوں سے ساقط ہے۔ مگر نصیبہ بنت کعب کی نسبت مورخین لکھتے ہین کہ وہ مع شمشیر اور شوہر اور لڑکون کے غزوہ احد مین خوشنودی خدا چاہنے کے لیے مجاہدون کے ساتھ تھی۔ اور ایک مشک اُسکے پاس تھی جس سے مسلمانون کو پانی پلاتی تھی۔ جب کفار کا غلبہ ہوا تو متوجہ قتال ہوئی اور تیرہ ۱۳ زخم اُسکو پہونچے ایک زخم سال بھر مین اچھا ہوا اور وہ زخم ابن قمیہ کے ہاتھ سے لگا تھا وہ کہتا تھا کہ محمدؐ کو دکھاؤ۔ مجکو خلاصی نہو اگر وہ خلاص ہو جائے۔ مصعب مع گروہ مسلمانون کے اُس کے برابر آیا نصیبہ بھی اُن مین تھی ابن قمیہ نے اور ایک ضرب لگائی نصیبہ نے بھی کئی ضربین اُسپر لگائین مگر وہ زرہ پہنے ہوے تھا کارگر نہوئین جب نصیبہ کو زخم لگا۔ پیغمبرؐ نے اُس کے بیٹے کو پکارا کہ اپنی مان کا زخم باندھ۔ نصیبہ کا بیان ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے سامنے مقاتلہ کرتی تھی اور اصحاب پیغمبرؐ کے سامنے سے بھاگے جاتے تھے اور اُس کے پاس سپر نہین تھی۔ پیغمبرؐ نے ایک بھاگنے والے سے کہا کہ اپنی سپر اُس کو دے کہ جو لڑ رہی ہے اُسنے سپر ڈالدی اور نصیبہ نے اُٹھالی۔ اور پیغمبرؐ کے پاس چلی آئی اور حملہ مردانہ کرتی تھی کہ ایک کافر نے تلوار اُس پر لگائی کارگر نہوئی اُس نے

لہ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۹۶ مطبوعہ بمبئی حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۰۸ جنگ احد۔

اُسکے گھوڑے پر تلوار ماری کہ گھوڑا گرا اور سوار الگ ہو گیا - پیغمبرؐ نے اُسکے بیٹے کو پکارا اور وہ آیا - اور نصیبہ نے باتفاق بیٹے کے اُس مشرک کو قتل کیا نصیبہ کے بیٹے عبداللہ کو ایک کافر نے زخم لگایا نصیبہ نے اپنے بیٹے کا زخم باندھا - پیغمبرؐ نے اُس شخص کو بتایا کہ جسنے زخم نصیبہ کے بیٹے کو لگایا تھا نصیبہ نے اُسکی پنڈلی پر تلوار ماری کہ وہ گر گیا - پیغمبرؐ بہت ہنسے اور وہ مشرک مر گیا - نصیبہ کہ یمامہ مین بھی تھی اور اُسکا لڑکا اُس کے ساتھ تھا مسیلمہ کو ڈھونڈھتی تھی کہ نصیبہ پر کسی نے تلوار لگائی کہ گر گئی اور اُسنے دیکھا کہ وہ تلوار لگانے والا قتل ہو گیا اور اُس کا بیٹا اپنی تلوار سے خون پاک کرتا ہے

جنگ احد مین جب نصیبہ پیغمبرؐ کے سامنے کھڑی تھی تو سینہ اور پستان اپنے کو سپر کیے تھی ۴؎ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ باوصف اس کے کہ عورتون کو قطعی رخصت جہاد کی نہین ہے مگر نصیبہ نے پیغمبرؐ کے سامنے جہاد مین قتل وقتال کیا اور پیغمبرؐ کی حمایت کی لیے جہاد مین سینہ و پستان کو سپر کیے ہوے تھی اور بلا حجاب صرف مسلمانون کے نہین بلکہ کفار کے سامنے آئی - تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے سامنے امور منہیہ وقوع مین آتے تھے اور پیغمبرؐ بجاے روکنے کے اُس کی تائید کرتے تھے؟ نہین یہ امر نہین ہے بلکہ یہ امر ہے کہ گو عورتون کو اجازت جہاد کی نہین ہے لیکن اگر کوئی عورت جوش مین آکر شریک جہاد ہو جاے تو وہ روکی نہین جا سکتی -

قرآن مین بہشتی عورتون کا جو مومنین کی ازواج ہونے والیان ہین خدا نے ذکر فرمایا کہ ہم نے اُن سب کو ایک اُٹھان پہ اُٹھایا اور اُنکو باکرہ

بنایا ہے ہم عمر اور پیار دلانے والیان واسطے اصحاب یمین کے ہونگی" (سورۂ واقعہ) پہر خدا فرماتا ہی کہ وہ ان باغون مین ہونگی جنھون نے کسیکو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا ہوگا اور پہلے کسی انسان اور جن نے اُنپر ہاتھ بھی نہ ڈالا ہوگا (رنگتین انکی) یاقوت و مرجان کی سی ہونگی نیک خوبصورت عورتین ہونگی خیمون مین رہنے والیان ہین" (سورۂ الرحمن)

عربی زبان مین ہر سیاہ چشم گوری عورت کو حور کہتے ہین اور خود علماے اہل سنت نے مثل ابن عباس اور مجاہد کے کہا ہے کہ "آیات قرآنی مین جن الفاظ سے حورین ایک مخلوق سمجھی جاتی ہے وہان دنیا کی عورتین ہی مراد ہین" (تفسیر کبیر و بشیر)۔

ستر اور حجاب کے آیات جو قرآن مین سورۂ نور اور سورۂ احزاب مین موجود ہین اور اُن احادیث نبویؐ پر جو اہل سنت کے یہان منقول ہوئی ہین علماے اہل سنت نے غور کر کے یہ قرار دیا ہے کہ "اجنبی عورتون کی طرف نظر کرنے کے باب مین ہماری یہ راے ہے کہ اُنکی زینت ظاہری کے مقامات یعنی چہرہ اور ہتھیلی کیطرف نظر کرنا جائز ہے" "اور اجنبی عورت کے چہرے کو دیکھنا تو جائز ہے مگر چھونا مکروہ ہے (فتاوای عالمگیری)۔ اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ "جائز نہین کہ مرد اجنبی عورت کا بدن سواے چہرہ اور ہتھیلی کے دیکھے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عورتین اپنی زینت بجز اسقدر کے کہ جو کھلی رہتی ہین نہ دکھلاوین"

علی اور ابن عباس نے کہا ہی کہ کھلی زینت سرمہ اور انگشتری ہین اور اُن سے مراد اُن کی جگہ ہے یعنے چہرہ اور ہتھیلی جس طرح زینت سے مراد زینت کی جگہ ہے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہی کہ پانون کا دیکھنا بھی

جائز ہی - ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ اجنبی عورت کے ہاتھون کا دیکھنا بھی جائز ہی"

اگر ممیزہ لڑکیان بلا قصد بے حجابی بیعت کرنے کے لیے مضطربانہ دوڑ پڑین اور کشمکش ہجوم کی وجہ سے اُنکا مُنھ کُھل گیا اور ایسی حالت مین اُن کو مُنھ کھولنے سوا چارہ نہ تھا - اور علی مرتضی ؑ نے بضرورت جواز بیعت علامت ممیزہ کچھ لڑکیون کا بیان اُس واقعہ مین کیا توکوئی عیب نہین ہوسکتا - اس واقعہ مین جو امور پیش آئے اُسمین نہ کوئی ظلم تھا نہ فسق اور نہ علی مرتضیٰ ؑ کو خلافت ملنے سے کوئی ایسی خوشی تھی - جو کسی نعمت غیر مترقبہ کے حصول یا کسی ناحق کو سلطنت کے مل جانے پر ہو - خلافت کا قبول کرنا بھی اُنکا عین دین تھا - اور نہ علی مرتضیٰ ؑ نے اُسکو فخریہ بیان کیا ہی بلکہ لوگون کے اشتیاق اور اضطراب کی حالت کو ظاہر کیا ہی - اُنھون نے اس واقعہ مین یہ امور پیش نہین کرائے تھے نہ کسی سے کہا تھا نہ کوشش کی تھی کہ وہ امور اُس واقعہ مین ظہور مین لائے جاوین - اور کوشش اور تدبیر سے ایسے امور وقوع مین آ بھی نہین سکتے ہین ایسا واقعہ اور اُسمین امور خود بخود پیش آجاتے ہین اور جبکہ یہ واقعہ خود بخود پیش آیا کہ کمسن مردون اور اُبھری ہوئی چھاتیون والی لڑکیون اور کانپتے ہوے بوڑھے اور بیمار اپنے شوق اور اضطراب مین بیعت کے لیے آئی تو بیان ایسی امور کا ہرگز قابل شرم نتھا بلکہ نہایت ضروری تھا کہ تاریخی واقعات کی اعتبار صحیح روزگار پر ثبت ہی کہ علی مرتضیٰ ؑ کو خلیفہ ہونیکی وقت کیا حالت لوگونکی بیعت کرنیکی تھی اور دوسرے وقت کیا کیفیت گذری ہی کہ جسکو راویون نی بیان کیا ہی اور مورخین نی اُسکو لیا ہی - اور جسکا نتیجہ ہے کہ خلفاے ثلثہ کے خلیفہ قبول ہونے کے وقت اُنکے خلیفہ قبول ہونے

سے کے لیے صرف تدبیر تھی اور کسی کو جوش نہ تھا ۔ وقت خلیفہ قرار دیے جانے حضرت ابوبکرؓ کے انصار اپنے مین سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ قرار دینا چاہتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور نیز ابوعبیدہؓ باہم ایک دوسرے کے خلیفہ مقرر ہونے پر اصرار کرتے تھے کسی ایک پر کوئی متفق نہین تھا

جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لیے استخلاف کیا تو معزز صحابہ نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے پر اعتراض کیا اور ناخوشی ظاہر کی ۔ اور حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے پر مجلس شوریٰ مین اور اُس سے قبل اختلاف تھا ۔ اور ہر زمانہ مین جو تدابیر ناروا عمل مین لائی گئین وہ ہمارے رسالہ جات روشنی مین اپنے اپنے موقع پر کسی قدر تفصیل سے مندرج ہین اشعار ۔ سقیفہ مین بیعت ابوبکرؓ کی × عمرؓ اور اک عبیدہؓ نے کی × ابوبکرؓ نے پھر عمرؓ کیلیے × خلافت کی جسدم کتابت لکھی × تو جملہ صحابی ؓ آکر کہا × کہ کرتے ہو تم اُنکو اپنا وصی × جو ہے ترشرو اور مرد غلیظ × خدا تم سے راضی نہوگا کبھی اسیطرح پھر شیخ ثالث کو بھی × عمرؓ کی جگہ پر خلافت ملی × غرض اُنمین کوئی نہ ذی ہوش تھا × نہ کچھ ولولہ تھا نہ کچھ جوش تھا × مگر بوقت بیعت علی مرتضیٰؑ کے لوگونکو یہ جوش تھا × بند ۔ ہی واجب چونکہ بیعت حکم حق سے مرد و زن سب پر × اسی خاطر چلے پردہ نشین بھی جوش مین آکر × کیے تھا مضطرب اُنکو جو شوق بیعت حیدرؑ × نہ تھا کچھ ہوش اسکا سر پہ ہے بھی یا نہین چادر × غرض در حقیقت جو ہین بیعت اسکو کہتے ہین × علیؑ پہ جو ہوا اجماع امت اسکو کہتے ہین

خلافت علی مرتضیٰؑ کی نسبت یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جس خلافت کی ابتدا ان امور سے ہو اُسمین کامیابی کی کیا امید ہو سکتی ہے ۔

جس وقت علی مرتضیٰؑ خلیفہ قبول کیے گئے ہین اُس وقت حالت خلافت کی نہایت خراب اور اُس کا نظم و نسق نہایت سست اور مضمحل ہو گیا تھا اور جو وصیت اور ہدایت پیغمبرؐ نے فرمائی تھی کہ خلیفہ کون ہونا چاہیے اور کیسے اوصاف کا اور کس خاندان کا اُسکو لوگ ترک کر چکے تھے جس کے

سبب سے امت رسول ؐ مین انتشار پھیل گیا تھا اُسوقت جو لوگ کہ مدینہ مین موجود تھے اور جن مین سے کوئی علانیہ دعویدار خلافت کا بغیر کسی تدبیر فوری کے نہین ہو سکتا تھا اور کسی کو مہلت بندوبست حصول خلافت کی اپنے واسطے نہ تھی وہ لوگ اُسوقت مجبور ہوے کہ اُس طریقہ کو ترک کرین کہ جو خلاف حیثیت اور ہدایت پیغمبر ؐ کے اختیار کیا تھا اور اُس طریقہ کے اختیار کرنے نے جو مزہ چکھایا تھا اُسکی پشیمانی نے درحقیقت وہ جوش دکھایا کہ جو علی مرتضی ؑ نے بیان فرمایا ہے - لیکن جن لوگون کی سینہ مین آتش طمع خلافت شلگتی ہوئی تھی اُنھون نے بعد خلیفہ ہوجانے علی مرتضی ؑ کے اپنی اُسی پوشیدہ آگ کو بھڑکایا اور وہی طریقہ اختیار کرنا چاہا کہ جو بعد وفات رسول ؐ خلاف وصیت اور ہدایت رسول ؐ کے اختیار کیا تھا اور اُس کے شعلے جنگ جمل اور صفین اور نہروان مین بلند ہوے - آپ شمشیر اور حسن تدبیر علی مرتضی ؑ نے اُن تمام شرارون کو ٹھنڈا کرکے فتح مندیان حاصل کین ملک شام کی فتح مندی مین کچھ کسر باقی رہی تھی - جس کے لیے علی مرتضی ؑ بندوبست اور انتظام کر رہے تھے اور یقین کرنا چاہیے کہ اس مرتبہ ملک شام مطیع بھی ہو جاتا لیکن ایک اتفاق ناگہانی سے قتل علی مرتضی ؑ واقع ہوگیا یعنے مسجد کوفہ مین عین عبادت کے درمیان درجہ شہادت ملا -

ان واقعات تاریخی پر اہل بصیرت نظر کرکے کیا یہ کہ سکتے ہین کہ علی مرتضی ؑ کی خلافت کی ابتدا مین جو امور پیش آئے وہ باعث اس کے ہوے کہ انکو کامیابی نہین ہوئی ؟ نہین علی مرتضی ؑ کو اپنی خلافت مین پوری کامیابی ہوئی اور جو شور و شغب خلافت مین پیش آیا اُسکو اُنھون نے فتحمندی حاصل کرکے فرو کردیا اور آئندہ کو اپنی ہدایت سے طریق شریعت بتادیا - اور کوئی دانا وذی ہوش

اُن کے قتل ناگہانی کے سبب سے ملک شام پر فتح حاصل نہو سکنے پر (جسکی نسبت ہر کسیکو یقین ہی کہ اگر علی مرتضیٰ ع کا وہ قتل ناگہانی پیش نہ آتا تو ملک شام قطعی فتح ہو جاتا اور اُس ملک کے باشندے اطاعت علی مرتضیٰ کی قبول کر لیتے اور بغاوت فرو ہو جاتی) یہ نہین کہہ سکتا کہ علی مرتضیٰ کو اپنے زمانہ خلافت مین کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ بیجا طرفداران حضرات خلفاے ثلثہ گرد وغبار اُڑا کر آفتاب کامیابی علی مرتضیٰ کو چھپانا چاہتے ہین۔ اور جو جوش بیعت خلافت علی مرتضیٰ ع کے لیے ہوا اور وہ چمکتا ہوا نشان صداقت خلافت کا ہی جو دوسرون کے لیے وقوع مین نہین آیا اپنی شرمندگی اُتارنے کے لیے اُس تابندہ ستارے کو دھندلا کر کے دکھاتے ہین۔ لیکن ایسی بدنمائیان اُنکی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد پیش نہین جا سکتین۔ روایات کتب شیعہ سے ہرگز ثابت نہین ہے۔ جس نوع سے مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "جناب امیر ع کے زمانہ مین ظلم وجور بہت رائج تھا۔ اور جناب امیر کو اُسکی خبر تھی اور اُسکا تدارک نہین کرتے تھے اور مرتکب اُن ظلمونکی وہ بہی لوگ تہے جو جناب امیر کی فوجین شامل اور اُنکی شیعہ تہے وہ لوگ ناراض ہو کر جُدا ہو جاتی تو جناب امیر ع کی خلافت چھین جاتی۔ اور بحوالہ روضہ کافی ایک خطبہ جناب امیر کی مصنف مخاطب سند لاتے ہین کہ "گرد جناب امیر ایک مجمع اُنکے خاص شیعونکا تھا اُسوقت جناب امیر نے بہت سے ظلمونکے ذکر کر کے یہ بہی کہا کہ اگر مین وہ جاگیرین جاری کردون جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تہین۔ مگر یہ حکم رسول جاری نہوا اور جو حکم جور کے دیے گئے ہین۔ اگر مین اُن کو منسوخ کردون اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین ہین اگر مین اُنکو نکال کر اُن کے شوہرون کے پاس پہنچا دون

اللہ اگر مین دفتر عطایا کا محو کردون اور اسیطرح دیا کردون جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ سب کو برابر دیا کرتے تھے اور بیت المال اغنیا کی دولت نہ بناؤن ۔ اور اگر مین قرآن کے مطابق عمل کرنے کا حکم کردون تو تم مجھسے جدا ہو جاؤ ۔ یہ وہی مضمون ہی ۔ جسکی حقیقت ہم ضمیمہ اول جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۱۷۷) مین پورا خطبہ نقل کرکے مفصل دکھا چکے ہین ۔

روایات کتب شیعہ سے اور نیز کتب اہل سنت سے جو امر ثابت ہی وہ یہ ہی ۔ کہ جس ظلم وجور کا زمانہ جناب امیرؑ مین مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین وہ مجریہ علی مرتضی ع اور عہد علی مرتضیؑ کے نہین تھے ۔ بلکہ وہ مجریہ عہد خلافتون سابق کے تھے اور جناب امیرؑ کے عہد خلافت تک وہ برطرف نہین ہوئے تھے ۔ اور اُن کی خبر بے شک علی مرتضیؑ کو تھی اور اُن کا بیان بے شک علی مرتضی ع نے لیا اور وہ کتب سنی وشیعہ دونون مین منقول ہین ۔ وہ خطبہ جناب امیرؑ نے صرف مجمع اپنے اہلبیتؑ اور خاص شیعون مین نہین فرمایا ۔ بلکہ عام مجمع مین فرمایا ہے جس مجمع مین علی مرتضیؑ کے اہل بیت اور خاص شیعہ اُن کے گرد اُن کے تھے وہ مجمع ایسا تھا کہ جس مین وہ لوگ بھی شریک تھے کہ جو علی مرتضیؑ کو شروع سے مستحق خلافت جانتے تھے اور خلافت خلفائے ثلثہ کو بہ طیب خاطر خلیفہ ماننے والے نہین تھے اور وہ لوگ بھی تھے کہ جو خلافت خلفائے ثلثہ کو بہ طیب خاطر ماننے والے تھے اور اُنکے عندیہ مین خلفائے ثلثہ کی خلافت اور اُنکے احکام اور اُنکا عمل سب کچھ واجبی تھا یہانتک کہ سیرت شیخین پر عمل کا عہد لے کر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ کیا تھا اور علی مرتضیؑ

نے اُس وقت بھی عمل سیرت شیخین سے انکار کر دیا تھا۔ جس کے سبب سے اُسوقت اُنکو خلافت نہین ملی تھی۔ جن مظلمون اور جور ونکا علی مرتضیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور جنکا وجود عہد خلافتون ماضیہ مین ہوا تہا۔ اُنکے تدارک کا ضرور علی مرتضی ؑ ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ہنگامہ پردازون اور باغیون نے علی مرتضی ؑ کو اتنی مہلت نہین دی کہ وہ اُن ظلمون اور جور خلاف شرع کو رفع کر سکتے لیکن وہ ظلم اور جور فسق و فجور سے متعلق تھے۔ اور جو شر و فساد ابتدا سے خلافت علی مرتضی ؑ مین ہنگامہ سازون نے برپا کیے اُنکا رفع کرنا مقدم تھا جبتک سیاست مدن کامل طور پر قائم اور بغاوت و سرکشی فرو نہو جاوے تب تک انتظام تمدن کے مسائل جن سے فسق و فجور رفع ہو جاری نہین کیے جا سکتے ہین۔ اور یہ امر خلاف مصلحت تھا کہ ایسے لوگون کو جو مسلمان سلطنت کی طرف سے خلاف شرع عمل سے مستفید ہو رہے تھے اور جو شریک لشکر علی مرتضی ؑ کے تھے اُنپر انتظام تمدن کے مسائل فوراً جاری کر کے ناراضگی پھیلائی جاوے اُن لوگون کو علانیہ دشمن بنا لینا خلاف اصول سیاست کے تھا۔ خود پیغمبر ؐ نے دفعۃً قوم کی بد اخلاقیون کو جو مخالف ملت ابراہیم ؑ رائج ہو گئی تھین دفعۃً دور نہین کیا اور مذہب اسلام کے کل مسائل دفعۃً بہ اندیشۂ بلوہ نافذ نہین فرمائے جون جون قوت اسلام کی ہوتی گئی آہستہ آہستہ بد اخلاقی کے رواج کو دور فرمانے کے لیے مصلحت آمیز احکام نافذ فرماتے رہے اور رفتہ رفتہ اُسکی تعمیل ہوتی گئی اور بقدر وسعت تکلیف دی جاتی رہی تاکہ قوم دفعۃً ناگواری کے احاطہ مین نہ گھر جاوے۔ مثلاً ممانعت شراب اور اصلاح امر غلامی اور فسخ رواج کثرت ازواج اور بہت مثالین تاریخ اسلام مین موجود

ہین ۔ یہان تک کہ خانہ کعبہ کو ڈھاکر باندیشہ قرب زمانہ کفر یا شرک یا جاہلیت قوم کے اُسکو اُس کی اصلی ہیئت پر بناکر شرقاً غرباً دو دروازے نہ قائم کرسکے اور کبھی اپنے لشکر کے فراریون کو سزا نہ دی ۔ اور جب اُنسے افعال ناروا متعلق امور سیاست مدن کے سرزد ہوتے تھے ہمیشہ درگذر فرمائی جسکی معافی کی خبرین قرآن مین موجود ہین ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ دشمن کہین گے کہ محمد ص اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے ۔ منافقون کو پہچانتے تھے جنکا حکم مثل کفار کے تھا برابر اپنے ساتھ رکھا اور اُنپر جہاد نہ کیا منافقون اور مؤلفۃ القلوبون کے ساتھ وہی مراعات اور برتاو کرتے تھے جو سچے مسلمانون کے ساتھ ۔ جسمین یہ ہی مصلحت تھی کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگ پکے مسلمان ہو جاوین گے ۔ مصالح وقت پر نظر رکھنا ہمیشہ حکیم دانا کا کام ہوتا ہے ۔ پیغمبر کے ایسے طریقہ عمل سے ہرگز کوئی یہ نہین سمجھ سکتا ہے کہ اُن ایسے لوگون کو اگر جدا کر دیا جاتا تو پیغمبری اور خلافت چھن جاتی ۔

علی مرتضی ع اس موقع پر جس کا ذکر اُن کے خطبہ مین ہے اُسی طریقہ پیغمبری پر چلے ہین جسکو اپنے فعل اور قول سے پیغمبر ص نے سنت بتایا تھا ۔ علی مرتضی ع ہی وہ نفس رسول ص تھا جو ہمیشہ قدم بہ قدم رسول ص کے چلا ہے ۔ یہ خیال لوگون کا بالکل غلط ہے کہ علی مرتضی ع کو حکمت عملی (پالسی) نہین آتی تھی مگر یہ سچ ہے کہ علی مرتضی ع حکمت عملی ناروا کو پسند نہین کرتے تھے جس مین مکر و فریب بھرا ہوا ہو اور جس کو نادان لوگ تدبیر صائب سمجھتے ہین حالانکہ تدبیر باصواب اور مکر و فریب مین وصف حمیدہ اور فعل رذیلہ کا فرق ہے جس کا امتیاز ہر کوئی عملاً نہین کر سکتا مگر عالم نیک طینت

علی مرتضی ع نے جسقدر امور ناروا کا بیان اُس خطبہ مین فرمایا ہے

جو عہد خلفاے ثلثہ مین جاری اور رائج ہوے تھے۔ وہ امور ایسے نہین ہین کہ جو کتب شیعہ مین منقول ہوے ہین۔ بلکہ بعینہٖ علی مرتضیٰؑ کا ایسا بیان زیادہ تفصیل سے خود کتب اہل سنت مین مذکور ہے۔ اور پیشین گوئیون پیغمبرؐ اور واقعات تاریخی سے اُن امور کی تصدیق بخوبی ہوتی ہے۔ ایسی حالت مین کسی قسم کا اعتراض مصنف مخاطب کا صحت اُس بیان پر وارد نہین ہو سکتا ہے۔ اور بغیر کسی کھٹکے کے اُس بیان کا قبول کرنا لازم ہے

مصنف مخاطب نے شاید یہ خیال کیا ہے کہ جیسے اُن کے یہان کے روایات وضعی کو علماے شیعہ کے اعتراضون پر علماء اہل سنت نے غلط اور مصنوعی ہونا قبول کر لیا ہے وہی صورت شیعون کے یہان بھی پیدا ہوگی۔ لیکن یہ خیال اُن کا غلط ہے۔ سچ کو کوئی جھوٹ نہین بنا سکتا۔ اور جھوٹ کو سچ۔ گو تھوڑے زمانہ کے لیے کوئی جھوٹ رونق پا جاوے جب علی مرتضیٰ ؑ نے اُن جاگیرون کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تھین اُنکو قابل اجرا اور احکام جور کو قابل نسخ اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین تھین اُن کو قابل جدائی کے اور دفتر عطایا کو قابل محو اور جس طرح رسول اللہ سب کو برابر دیا کرتے تھے اُسی طرح داد دہش کا لازمی ہونا اور بیت المال کو اغنیا کی دولت نہ بنانا اور قرآن کے مطابق عمل کرنا ظاہر فرما دیا اگرچہ باعتبار فوت حیثیت سیاست مدن کے تدارک اُن امور کا اُس وقت خلاف مصلحت سمجھکر اور اُنکو دوسرے وقت پر موقوف رکھا۔ تو علی مرتضیٰ ؑ بری الذمہ ہو گئے۔ لیکن جو لوگ اُن مظالم مین مبتلا تھے اور اُنھون

نے ہدایت علی مرتضی ع کے بموجب عمل نہ کیا۔ وہ خود اُن ظلموں میں گرفتار رہے۔ اس تمام حقیقت کے ظاہر ہونے سے بعد ہر کوئی اس امر کو قبول کریگا کہ اس خطبہ مین سے کوئی امر ایسا نہین ہے کہ جس سے صحت مضمون خطبہ پر شبہہ ہو سکے۔

مصنف مخاطب نے یہان تک جسقدر فقرات خطبۂ شقشقیہ پر بحث کی ہے یہ خیال کرتے ہین کہ وہ ثابت کر چکے کہ شیعون نے جو خطبۂ شقشقیہ کے ان فقرات کے معنی بتائے ہین وہ غلط ہین حالانکہ جو حقیقت ہم نے دکھائی اُس سے خود غلطی مصنف مخاطب کی واضح ہے اور وہ آئندہ فقرہ شقشقیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین "اری تراثی نہبا" دیکھتا ہون مین اپنی میراث کو لوٹ۔ مصنف مخاطب اس فقرہ کی مراد یون بیان کرتے ہین کہ "جناب امیر ع فرماتے ہین کہ مصیبت فراق رسول ص نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ مین اپنے مال کی بھی پروا نہین کر سکتا۔ مین دیکھ رہا ہون کہ میرا مال لٹ رہا ہے اور مجھ سے کچھ اُس کا انتظام نہین ہو سکتا پس اس حالت مین خلافت کا کیا انتظام کر سکونگا"

مصنف مخاطب نے اس فقرہ پر اس قدر دور جا کر بحث شروع کی ہے کہ دیکھنے والے بھول سکتے ہین کہ اس فقرے سے ماقبل کے فقرات کا کیا مضمون تھا اس لیے مین یاد دلاتا ہون کہ علی مرتضی ع نے اس خطبہ کو شکایت معاملہ خلافت اور اُسکے متصرف سے شروع کیا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اُس خلافت کے لباس کو بہ تکلیف پہن لیا گیا حالانکہ اُس کا محل مثل کیلی کے میرا تھا۔ اور مین نے اُس پر صبر کیا اور میری حالت اُس وقت ایسی رہی کہ میری آنکھ مین کھٹک تھی اور میرا گلا گرفتہ ہو گیا تھا اور مین دیکھتا تھا

کہ میراث میری لٹ رہی ہے "

مصنف مخاطب اُس اذیت کو جو علی مرتضیٰ ع نے بیان فرمائی ہے یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ اذیت علی مرتضیٰ ع کو غم وفات رسول ص سے پہونچی تھی ۔ لیکن ہم دکھا چکے ہین کہ یہ حالت اذیت علی مرتضیٰ ع کی بے محل خلافت پر تصرف سے ہوئی تھی جس سے خلل دین مین پیدا ہوا تھا ۔ پیغمبر کی وفات کا یا اُن کی وفات سے صدمہ کا بیان اس خطبہ مین نہین ہے بلکہ جو کچھ بیان ہے وہ بیان اس نتیجہ کا ہے یعنی تصرف بے محل خلافت سے شروع ہوا ہے پیغمبر کی وفات اور وصیت یہ معاملہ خلافت مین عمل نہونے سے پیدا ہوا اور جس سے اختلال دین مین لازم آیا ۔ اس سے اس فقرے کے معنی کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کو لٹتا ہوا اسطرح نہین ہو سکتے جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ مین دیکھ رہا ہون کہ مال میرا لٹ رہا ہے اور مجھ سے انتظام اُس کا کچھ نہین ہو سکتا اس حالت مین خلافت کا کیا انتظام کر سکونگا ۔ بلکہ اُسکے صاف معنی یہی ہین کہ خلافت بے محل منتقل ہو جانے سے علی مرتضیٰ ع کو اذیت پہونچی اور وہ دیکھتے تھے کہ خلافت میراث اُنکی لٹ رہی ہے ۔ شارح ابن ابی الحدید نے صاف لکھا ہے کہ میراث سے اشارہ خلافت سے ہے اور وہ مال موروثی ہوتا ہے ۔ اور شیعہ شارحین نے بھی اس کو منصب خلافت قرار دیا ہے "

مصنف مخاطب فقرہ علی مرتضیٰ ع مین جو ذکر میراث ہے اُس مین یہ تجدید مراد کرتے ہین کہ ابو طالب ع نے مکہ مین جو جائداد مثل شعب ابو طالب ع چھوڑی تھی اُسکو عقیل اور طالب نے بیچ ڈالا جناب امیر ع کو اُس مین سے کچھ نہ ملا " اس ایجاد طبع مصنف مخاطب کی وہی مثال ہے

کہ جیسا کسی ایرانی نے مثلاً کسی موقع پر کہا ہے اگرچہ خشکہ با بیروزہ کنندہ مزہ ندارد مگر ایجاد بندہ۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر کلام علی مرتضیٰ ع کی مراد ظاہر کرنے مین بالکل اٹکل سے کام لیا ہے۔ حضرت ابوطالب ع کے صرف تین بیٹے تھے جعفرؑ جو بعد شہادت بہ لقب طیار مشہور ہوئے اور عقیلؑ اور علی ع۔ حضرت ابوطالب ع کے کوئی بیٹا مسمیٰ بہ طالب نہین تھا مصنف مخاطب نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوطالب ع کی جو کنیت ابوطالب ع ہے کوئی بیٹا انکا طالب بھی ہو گا حالانکہ کسی کتاب مین کسی روایت معتبر سے یہ نہین پایا جاتا ہے کہ کوئی بیٹا اُن کا طالب تھا۔ اور نہ کہین اُنکے بیٹے طالب کا کہین تاریخ اسلام مین ذکر ہے۔ اور نہ کہین تاریخ اسلام مین طالب کی سلسلۂ اولاد کا مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ جعفرؑ اور عقیل ع اور علی ع کا سلسلۂ اولاد کتب تصانیف اہل اسلام مین موجود ہے۔ حضرت ابوطالب ع کی کنیت جو ابوطالب ع مشہور ہے عرب مین یہ رسم تھی کہ بعض خاص لوگون کی کنیت قبل اسکے کہ کچھ اُنکی اولاد ہو بچپن سے قرار دے لی جاتی تھی۔ اور بعض کے باپ کے نام سے قرار پاتی تھی جیسے ابن فلان۔ اور بعض کی بغیر نام فرزند اور باپ کے کسی اور بنا پر کنیت لوگ رکھ دیتے تھے جیسے ابوحنیفہ۔

حضرت ابوطالب ع کی کنیت اُن کے زمانۂ ابتدا سے پیدائش مین قرار دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابوطالب ع کے نام کی جہان تحقیق کی گئی ہے کہ اُنکا کیا نام تھا وہان یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنکی کنیت ہی اُنکا نام تھا[1] اور

[1] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ع مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۵

اگرچہ اُن کے اور نام بھی مروی ہوے ہین لیکن کسی ایک شخص کے متعدد
نام رکھے جانے یا کسی کے متعدد ناموں سے خاص خاص موقعوں پر پکارے
جانے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُنکا کوئی دوسرا نام سواے کسی ایک
نام کے نہو۔ ایسا ہوتا تھا کہ ایک نام باپ رکھتا تھا ایک نام مان رکھتی تھی
ایک نام کوئی اور عزیز۔ اسکی بہت مثالین موجود ہین۔ جب حضرت ابوطالبؑ
کے کسی بیٹے طالبؑ کا وجود نہین تو استدلال مین اس بات کے ظاہر کرنے کی کہ
عقیل و طالبؑ نے ابوطالب کی تمام جائداد کو بیچ ڈالا اہل نظر غور کرین کہ کیا وقعت
ہوسکتی ہے۔ حضرت عبدالمطلب امیر قریش تھے جنکے بیٹے حضرت عبداللہ
پدر پیغمبرؐ اور حضرت ابوطالبؑ پدر علی مرتضیٰؑ بطن فاطمہ بنت عمرو بن عائد
سے تھے جن فاطمہؑ کا نسب اوپر اسی خاندان حضرت ہاشم سے ملتا ہے
بعد حضرت عبدالمطلب کے حضرت ابوطالبؑ امیر قریش ہوے۔ اور بعد
حضرت ابوطالبؑ کے وہی امارت بذریعہ قرابت اور میراث کے حضرت
محمدؐ کی طرف منتقل ہوئی اور اُسی امارت کے ساتھ امارتین شیوخ طوائف
عرب منضم ہوگئین جسکا نام خلافت رکھا گیا۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت
عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ اور حضرت محمدؐ اور حضرت جعفرؑ اور حضرت
عقیلؑ و حضرت علی مرتضیٰؑ کی سکونت مکہ مین اس شان سے رہی جب
تک رہی۔ کہ اُنکے مکانات مین کوئی ایسی جدائی و علیحدگی نہین تھی کہ ایک
دوسرے مکانون سے فاصلہ پر ہون چنانچہ پہلے وہ مکانات شعب بنی
ہاشم کے نام سے مشہور تھے اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ مکہ مین ایک گھر
طالبیین شعب بنی ہاشم مین پیدا ہوئی اور سواے حق امارت کے جو امیر وقت
کو حاصل ہوتا ہے (خواہ وہ حضرت عبدالمطلب ہون خواہ حضرت ابوطالبؑ

گھر مین کچھ جگہ خاص مین امیر اور اُنکے اولاد سکونت رکھتی تھی - مگر یہ جاے سکونت اُسی زمانہ مین کوئی عمارت عالیشان نہین رکھتی تھی جیسا کہ بعد وفات پیغمبرؐ جب سلطنت دوسرے خاندانون مین گئی - اور بالخصوص عہد حضرت عثمانؓ خلیفۂ سوم مین محلات عائشہ ونائلہ تیار کراکے پادشاہت کی شان دکھائی گئی اور خلفاے بنی امیہ وبنی عباس کے زمانے کی عمارتین پادشاہی یادگار زمانہ رہین بہرحال وہ جگہ سکونت عبد المطلب اور ابو طالب کی جیسے تھی اُس کا نشان اب تک دیا جاتا ہے کہ یہان بود وباش رکھتے تھے اور اہل مکہ بتاتے ہین پیغمبرؐ اس جگہ پیدا ہوے تھے - جس سے اس کا اندازہ اب بھی ہوجاتا ہے کہ اُس جگہ کس قیمت اور مالیت کے مکان اُس زمانے کی رسم کے بموجب ہوسکتے ہین -

مصنف مخاطب نے بہتات کے طور پر ابو طالب ع کی جائداد کو ظاہر کیا ہے وہ کہ میراث سے وہ جائداد مراد ہے جو ابو طالب نے مکہ مین چھوڑی تھی جیسے شعب ابی طالب ع وغیرہ - جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب ع کی بہت سی جائدادین تھین اور منجملہ اُن کے ایک شعب ابی طالب ع بھی تھا - حالانکہ سواے حق امارت مکہ اور قوم قریش کی جسکی رو سے امیر مکہ اور قریش کو حق تصرف تھا - جس زمین پر چاہے اپنی ذات کے لیے تصرف کرے - لیکن جاے سکونت بجز شعب ابی طالب ع کے اور کوئی مکان نہین تھا اور نہ ذاتی تصرفات کے لیے کوئی اور جائداد تھی - اور جاے سکونت یا مکان سکونت - اور شعب ابو طالب ایک چیز تھی - کتاب لغت مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وہ شعب ابی طالب ع مکہ مین تھا اور وہ مکان مولد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے - چنانچہ اسد بھی

اُسی مقام کو اہل مکہ نشان مولد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم دیتے ہین لہٰذا پس اسی جگہ مکان یا مقام سکونت حضرت ابو طالب ع اور حضرت عبداللہ ع کا تھا۔ شعب ابی طالب درحقیقت یہ کہ اس سبب سے مشہور ہوا کہ شعب لغت مین قبیلہ کو کہتے ہین کہ جو بزرگ ہو اور پھر اُس سے کچھ حصہ جدا ہو اور پھر کچھ زندگی بسر کرنے والون کو پھر بطن کو پھر ران کو پھر شگاف اور درز کو یعنی جس سے خاص نسل اور شاخ مقصود ہے۔ جب کفار قریش نے حضرت محمد ص کو اذیت پہونچانا شروع کیا اور اُنکے قتل پر تیار ہوئے تب حضرت ابو طالب ع نے اُسی مکان سکونت کے حصہ مین حضرت محمد ص اور اپنے خاندان کو محفوظ رہنے کے لیے رکھا اور اسی جگہ شعب یعنے خاندان ابو طالب ع محصور ہو گیا تھا۔ اور کفار نے نبی ہاشم سے خرید و فروخت و مناکحت کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ وہی نصہ ہے کہ جب کفار قریش سخت اذیت پیغمبر خدا کو پہونچانے اور اُن کے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابو طالب ع نے اپنے شعب یعنی کنبہ کی حفاظت اسی جگہ پر کی تھی اس لیے یہ مکان اور مقام شعب ابی طالب ع کے نام سے مشہور اور معروف ہو گیا اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ کسی خاص واقعہ اور وجہ کے باعث کوئی مکان اور مقام معروف اور مشہور ہو جاتا ہے۔ پس شعب ابو طالب ع کے یہ معنے ہین کہ وہ ابو طالب ع کے کنبہ کے محصور ہو کر رہنے کی جگہ اور مکان ہے۔ وہ کوئی جاے سکونت قدیم سے علیحدہ چیز نہین تھی۔ بعد وفات حضرت ابو طالب ع کے جعفرؓ بن ابیطالب ع ہجرت اولی مین حبشہ کو سردار مہاجرین ہو کر چلے گئے اور پھر حضرت پیغمبر ص اور علی مرتضیٰ ع نے بھی ہجرت کر کے مدینہ مین توطن اختیار کیا مگر اہل سیر متفق ہین کہ پیغمبر ص نے

اُس گھر کو جس مین وہ پیدا ہوے تھے اور جو بذریعہ ارث کے اُنھین پہونچا وہ عقیل بن ابی طالب ع کو بخشدیا۔ اور فرزندان عقیلؑ نے بعد وفات اپنے باپ کے اُس گھر کو محمد بن یوسف کے ہاتھ کہ بھائی حجاج یوسف ثقفی کا ہے بیچ ڈالا اور اُس نے خانہ مولد آن جناب کو داخل قصر اپنے کے کر لیا۔ جب دولت بنی امیہ کی گذر گئی تو ہادی ہارون الرشید طواف بیت اللہ کے لیے آئین اور اُس گھر کو اُس قصر سے جدا کر کے ایک مسجد بنوادی (دیکھو تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۱۹۸ چھاپ مصر و روضۃ الصفا جلد دو صفحہ ۹ چھاپ بمبئی سنہ ۱۲۷۱ھ) — مکان اور جائے سکونت پیغمبرؐ کا تاریخ اسلام مین پتہ چلتا ہے کہ وہ عقیلؑ کو بخش گئے تھے لیکن ابوطالب ع اور حضرت جعفر ع اور علی مرتضیٰؑ کے مکان سکونت کا خاصۃً کچھ پتہ نہین چلتا کہ وہ حق اُنکا کیا ہوا اور کہان گیا۔

تاریخ مکہ تالیف ابی الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ارزقی چھاپ لندن صفحہ ۴۴۲ مین یہ مذکور ہے کہ جب عبدالمطلب بصرہ کو گئے ہین تب اپنی حیات مین اپنے حق کو درمیان اپنی اولاد کے تقسیم کر گئے۔ اور اُنکے حوالہ کر دیا اور اسیطرح نبی صلعم کو حق اپنے باپ عبداللہ ع کا ملا۔ لیکن اس تقسیم مین تشریح نہین ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو جدا اور حضرت محمدؐ کو جدا حق دیے۔ البتہ وہ تقسیم میان دوسری اولاد حضرت عبدالمطلبؑ کے تھی حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ ایک بطن سے تھے اسلیے اُنکے حقوق مین معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عبدالمطلب نے کوئی جدائی نہین کی اور بعد حضرت عبدالمطلب کے امیر مکہ اور قریش کے حضرت ابوطالبؑ ہوئے اسلیے کل مکانات خاص اپنے خاندان پر اُنکی حفاظت اور مقابضت ہی۔ جب حضرت ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو رواج خاندان کے بموجب حضرت محمدؐ امیر قریش و مکہ قرار پائے اور اُس امارت کے سبب سے کل مکانات مشترکہ پر حق قبضہ اور اختیار حضرت محمدؐ کو رہا۔ اور اُسی منصب امارت کے سبب سے پیغمبرؐ نے کل وہ مکانات جو حضرت ابوطالبؑ

کے قبضہ مین تھے عقیل کو بخشدیے ہین - اور اسی وجہ سے کسی خاص حق حضرت جعفر اور علی مرتضی ؑ کا تاریخ اسلام مین ذکر نہین ہی کہ انکی سکونت کا مکان کیا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ جعفر اور علی ؑ نے مکان سکونت مکہ کو ترک کر دیا - اور حضرت عقیل مکہ مین اسی مکان اور جاے سکونت قدیم مین سکونت گزین رہے - اور جب کوئی اپنا حق ترک کر دیتا ہے اور اپنے خاندان کے باقیماندہ کے قبضہ مین دیدیتا ہے تو اسی باقیماندہ کو حق قبضہ اس حق متروکہ پر ہو جاتا ہے - یہ وہی مسئلہ ابرا ہے - جو فقہ مذہب اسلام مین بیہ قرار اور مسلم رہا ہے - حضرت محمد ؐ کا مکانات مقبوضہ حضرت ابو طالب ؑ عقیل کو بخشے گئے تھے خواہ وقت ہجرت کے حضرت جعفر و علی مرتضی ؑ اپنا حق سکونت ذاتی اس مکان اور مقام مکہ سے ترک کر کے عقیل بن ابی طالب ؑ کو دے گئے تھے - لیکن اسی زمانہ ہجرت مین حضرت محمد ؐ بجاے حضرت ابو طالب ؑ کے امیر مکہ اور قریش کے تھے اس امارت کو حضرت محمد ؐ نے ترک نہین کیا تھا اور تبدیل مقام سے ترک حق امارت لازم آتا ہے - امیر کو اختیار ہوتا ہے کہ بنظر مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کے دار الامارت جہان چاہے قرار دے - حضرت محمد ؐ نے جسوقت کہ ہجرت فرمائی ہے اس وقت وہ ایسی حالت سے نہین نکلے ہین کہ صرف امیر مکہ اور قریش کے تھے بلکہ وہ اس ارادہ اور خیال سعی کو ساتھ لیکر نکلے ہین کہ تبلیغ رسالت اور اجراے مذہب اسلام کو تمام اور کامل کرین جس کا نتیجہ لازمی وسعت اسی امارت مکہ اور قریش کا تھا اور جس کے سبب سے وہ دوسرے موقعون اور ملکون کے پادشاہ اور خلیفہ ہو جاوین - چنانچہ حضرت محمد ؐ جب بوقت فتح مکہ کے مکہ مین داخل ہوے ہین تو انکی یہ بھی شان تھی کہ وہ رسول ؐ

اور خلیفۃ اللہ۔ اور تمام روے زمین کی بادشاہت کا حق رکھنے والے تھے
اسی کے ساتھ یہ امر بھی یقینی پیدا ہوتا ہے کہ جس وراثت اور مراتب خاندانی
کی وجہ سے حضرت محمد ص امیر مکہ اور قریش کے مسلم ہوے تھے اور جس
امارت کے ساتھ دوسری قومون اور ملک کی امیری اور خلافت منضم ہوگئی
تھی۔ بعد وفات حضرت محمد ص کے سواے علی مرتضیٰ ع کے اُس امارت
اور خلافت کا جو حضرت محمد ص کے قبضہ مین تھی اور کوئی قابلیت و استحقاق
بذریعہ وراثت اور قرابت کے نہین رکھتا تھا اور علی مرتضیٰ ع کی ہی وہ
امارت اور خلافت میراث تھی جو غیر مستحقین نے یکے بعد دیگرے لوٹ لی۔

اب اہل نظر غور سے دیکھین کہ علی مرتضیٰ ع نے جو بعد وفات پیغمبر ص
خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے "کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کی لوٹ" تو وہ
اُس مکان اور حق سکونت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت ابو طالب نے
مکہ مین چھوڑی تھی۔ اور حضرت محمد ص یا علی مرتضیٰ ع نے وقت ہجرت
مکہ سے اُسکو قبضہ عقیل بن ابی طالب مین چھوڑ دیا تھا؟ یا اُس خلافت
اور امارت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت محمد ص نے بعد وفات اپنے چھوڑا
تھا اور جسکو اُنھون نے بعد حضرت ابو طالب ع کے امارت مکہ اور قریش یا کر
وسعت دی تھی۔ اور جو غیر مستحقین کے قبضہ مین بے محل چلی گئی تھی؟
علی مرتضیٰ ع کی نسبت کسی طرح سمجھ مین نہین آسکتا کہ وہ ایک ایسے حقیقت اور
ایسی بے سود حق سکونت مکہ کو جس کو خود حضرت محمد ص یا علی ع ترک کر کے
عقیل اپنے بھائی کے قبضہ مین دے آے تھے اُسکی شکایت بعد وفات
رسول ص مجمع امت رسول ص مین کرین۔ اُسوقت جبکہ سب معاملہ خلافت کا
ذکر کرتے ہون۔ اُنکو جو کچھ شکایت ہو سکتی تھی وہ امر امارت اور خلافت

سے متعلق ہوسکتی تھی جو بہتم بالشان تھی اور جس مین وہ بوجہ قرابت اور وراثت کے حق رکھتے تھے اور جس کے بے محل منتقل ہوجانے سے سخت اندیشہ خرابی دین اسلام کا تھا اور جس حق کو اُنھون نے عمدا کبھی ترک نہین کیا تھا۔

عقیل بن ابی طالب ؑ اُس مکان اور مقام پر جو مکہ مین تھا اور جسکو حضرت محمد ؐ اور علی مرتضی ؑ نے قبضہ عقیل بن ابی طالب ؑ مین چھوڑدیا تھا اُس وقت تک قابض رہے جبکہ وہ کفار مکہ کے ساتھ ہوکر جنگ بدر مین آئے اور گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔

اب ہم کو مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ بتائین کہ حضرت عقیل نے جائداد مکہ کو اپنے مسلمان ہونے سے پہلے اور جنگ بدر مین آنے سے قبل بیچ ڈالا تھا یا اُس کے بعد جبکہ وہ مدینہ مین رہ پڑے۔ اگر وہ بعد بیچ ڈالنے جائداد کے مکہ سے آئے تو اُسوقت علی مرتضی ؑ نے اُنسے مواخذہ کیون نہین کیا اور اُسی وقت کیون نہین فرمایا کہ مین اپنی میراث لٹتی ہوئی دیکھہ رہا ہون۔ اُسوقت عقیل سے مواخذہ نہ کرنا یا میراث کے لٹ جانے کا ذکر نہ کرنا صریح اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ عقیل نے کوئی بیجا تصرف جائداد حضرت ابو طالب ؑ پر اُسوقت تک نہین کیا تھا اور جو کچھہ تصرف عقیل کا اُس جائداد پر تھا وہ خلاف مرضی علی مرتضی ؑ کے نہین تھا۔ جب عقیل جنگ بدر مین گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہوکر مدینے مین سکونت گزین ہوئے تو پھر اُنکو مکہ والی جائداد پر خلاف مرضی علی مرتضی ؑ کے بیچ ڈالنے یا تصرف بیجا کرنے کا موقع ہی نہین ہوسکتا۔ ان تمام امور پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے۔ کہ بعد وفات رسول ؐ جبکہ خلافت اور سلطنت بے محل

غیر مستحقین کے قبضہ مین چلی گئی یہ فرمانا علی مرتضیٰ ع کا خطبہ شقشقیہ مین (جبکہ وہ امر خلافت کے متعلق ذکر کر رہے ہین کہ کس نے انکا پیرہن بتکلف پہن لیا) وہ مین دیکھہ رہا ہون کہ میری میراث لٹ رہی ہے خلافت اور سلطنت کی نسبت ہوسکتا ہے ۔ جائداد مکہ والی کی نسبت جو تصرف مین عقیل ابن ابی طالب ع کے آئی تھی کسی طرح مراد نہین ہوسکتی ۔

علماے شیعہ اُس فقرہ علی مرتضیٰ ع کی وہ مین دیکھہ رہا ہون اپنی میراث کی لوٹ کا تفسیر مین ہرگز مذبذب نہین ہوے ہین ۔ علماے شیعہ مین ہر زمانہ مین اجتہاد تازہ رہتا ہے ایک عالم دوسرے کی تقلید نہین کرتا ہی گو اپنے اپنے اجتہاد مین توافق ہوجاے ۔

اس فقرہ علی مرتضیٰ ع کی شرح مین علماے شیعہ نے برابر یہ لکھا ہے کہ مراد[۵۱] میراث کے لٹنے سے منصب خلافت ہے ۔ اور لفظ ارث صادق آتا ہے جیسے کہ صادق آیا ہے اُس قول خداے تعالےٰ مین جہان حکایت زکریا ع کی بیان کی گئی وہ یرثنی ویرث من آل یعقوب کہ میراث پاوے میری اور میراث پاوے آل یعقوب ع کی ۔ اور جس مین مراد میراث علمی اور منصب کی نبوت مین ہے ۔ ایسے ہی ارشاد علی مرتضیٰ ع مین میراث سے مراد منصب خلافت اور نیابت رسول ص پر صادق آتی ہے ۔

بعض علما نے بیشک یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ میراث سے وہ چیز مراد ہے کہ جو پیغمبر ص نے اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لیے چھوڑا ہے جیسے کہ فدک اور میراث اُس پر اس لیے صادق آتی ہے کہ مال زوجہ کا حکم مال شوہر مین ہوتا ہے اور غارت سے اشارہ ہے طرف منع خلفاے ثلثہ کے

۵۱ شارح میثم و ترجمہ ملا فتح اللہ ۔

علمار شیعہ کا اس تفسیر مین کچھ تذبذب نہین ہے کل علما رمیراث کا اطلاق اُس چیز پر کرتے ہین کہ جو پیغمبر نے اپنے پیچھے چھوڑ دی - اکثر علمار اُس میراث کے اطلاق کو مطلق منصب خلافت پر محدود کرتے ہین اور بعض علما اُس میراث مین فدک کو بھی شامل کرتے ہین -

مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین وہ کہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا کہ خلافت کوئی مال نہین ہے جسمین میراث جاری ہو نہ جناب امیرع شرعاً رسول ص کے وارث تھے ملا

ارث اور میراث کے معنے ہین اصل اور امر قدیم پر کسی کا قائم ہونا اور اُس اصل اور امر قدیم کا اول سے دوسرے کو پہونچنا -

خلافت کے معنے ہین بجاے کسی کے ہونا کسی کار مین - اور وہ ایک منصب ہوتا ہے اور منصب ایک حق ہے - پس لازم آتا ہے کہ خلافت ایک حق ہے - خواہ وہ خلافت علمی اور منصب فی النبوۃ یعنے نیابت رسول ص ہو خواہ فی الارض ہو جس کو سلطنت اور بادشاہت کہتے ہین - لیکن استحقاق خلافت اُس کسی کو پہونچتا ہے جو اوصاف قابلیت اُس حق خلافت کے رکھتا ہو اور وہ اوصاف وہی ہین جو قرآن اور حدیث اور تمام ملک و انسانون مین مسلم ہو چکے ہین اور مسلم ہوتے چلے آتے ہین اور جنکو ہم جا بجا اپنے رسالجات روشنی اور النظر المسوف فی سیرۃ الفاروق مین لکھ چکے ہین - اور جب کوئی صاحب مین وہ اوصاف قابلیت موجود ہون اُس اصل اور امر قدیم پر قائم ہو جاتا ہے اور وہ امر اصل اور قدیم اول سے دوسرے کو پہونچتا ہے تو اُس پر ارث اور میراث کا لفظ صادق آتا ہے - جیسا کہ آیت وہ یرثنی ویرث من آل یعقوب ؎ مین یہ قاعدہ میراث کا نہایت قدیم سے ہے خدا اس قاعدۂ میراث

کو زبور مین بتا چکا ہے - جس کی خبر قرآن مین دیتا ہے پارہ ۱۷ - سورہ انبیا رکوع ۷ - لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون - ان فی ھذا البلاغا لقوم عابدین ہر آئینہ لکھدیا ہم نے زبور مین بعد ذکر کے یہ کہ بیشک زمین میراث پاتے ہین میرے بندہ صالح - بے شک اس مین پہونچتا ہے واسطے گروہ عبادت کرنے والون کے جس کی صاف مراد یہ ہے کہ خدا کے بندہ صالح زمین کے وارث ہوتے ہین اور زمین کے وارث ہونے سے یہ مراد ہے کہ زمین پر جو کچھ مخلوق ہے - اور جو کچھ اُس سے تمتع ہو سکتا ہے اُس کے انتظام سے اور جو کچھ زمین پر فساد ہو اُسکی اصلاح کے مستحق ہین مگر وہی لوگ جو خدا کے بندہ صالح ہین اور یہ انتظام اور اصلاح اُسی گروہ کو پہونچنے کے قابل قرار پایا ہے - جو خدا کی عبادت کرنے والا ہو یہی انتظام اور اصلاح زمین کی درحقیقت حق خلافت ہے لیکن یہ حق خلافت اُس طور سے نہین پہونچتا ہے جس طور سے کہ مال کسی ایک انسان کا قریب کسی جزو بدن کو پہونچتا ہے - بلکہ حق خلافت ایک بندہ صالح اور عابد کے بعد دوسرے بندہ صالح اور عابد کو پہونچتا ہے اور اُسی حق کے پہونچنے کو میراث کہتے ہین - جیسا کہ آیت قرآنی سے ظاہر ہے - پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منجانب خدا خلیفہ فی الارض تھے تبلیغ رسالت کے لیے اور اصلاح انسان و ہر ملک کے لیے کہ جو بادشاہ دو عالم اور سرور کائنات تھے اور اسی قاعدہ کی بموجب بعد حضرت ابو طالب ع کے منصب امارت اور قوم قریش اُنکو ملی تھی اور اسی قاعدہ کے بموجب جو اُن کے خاندان مین چلا آتا تھا وہ امیر مکہ اور قوم قریش کے سمجھے گئے تھے اور اصل دوام قدیم

پر قائم ہوے اور وہ اصل اور امر قدیم اول سے اُن دوسرون کو پہونچا اور اسی قاعدہ کے بموجب وہ وارث فی الارض ہوے تھے بعد اُنکے وہ وہ خلافت خواہ بحیثیت نیابت رسول ص کے ہو خواہ بحیثیت امارت و سلطنت کے ہو میراث اُسی شخص کی ہو سکتی ہے کہ جو صالح اور گروہ عابدون سے ہو۔ علی مرتضی ع مین وہ تمام اوصاف منقولی و معقولی بدرجہ اکمل موجود تھے۔ جس کی روسے وہ مستحق منصب خلافت کے تھے اور وہ خلافت بعد رسول ص کے اُنہین کی میراث تھے۔ اُن تمام اوصاف کو ہم جابجا ظاہر کرتے چلے آئے ہین جنکے اعادہ کی اسوقت ضرورت نہین ہے۔ صرف اس موقع پر اسقدر کہنا کافی ہے کہ خدا نے قرآن مین اُن کو صالح المومنین کے لقب سے پکارا ہے۔ اور ایک سے زیادہ مقام پر اُنکو رکوع و سجدہ کرنے والون مین یاد کیا ہے اور اُن کے ابتغاء مرضات اللہ کو قبول فرمایا ہے۔ جس کا مشہور ذکر آیت قرآنی مین ہے۔ یہ امر کہ خلافت ایک حق ہے اور ایسی چیز ہے کہ میراث کا لفظ اُس پر صادق آتا ہے۔ اور جناب امیر ع رسول ص کے وارث تھے جو کچھ مین نے بیان کیا ہے وہ صریح قرآن مین موجود ہے اور جو مسئلہ کہ قرآن مین موجود ہو وہ شرعی ہے۔

مصنف مخاطب کے مؤید جو کوئی ہون وہ دیکھ لین کہ قرآن سے خلافت پر میراث کا لفظ صادق ہے یا نہین ؟ اور خلافت کوئی ایسی چیز ہے یا نہین جس مین اُسی قاعدہ کے بموجب جو قرآن مین بتایا گیا ہے۔ یعنی صالحین کا وارث ارض ہونا اور گروہ عابدین کو اُس کا پہونچنا میراث جاری ہوتی ہے یا نہین اور جناب امیر ع شرعاً رسول کے وارث تھے یا نہین ؟ جبکہ امر خلافت کی میراث کا صالح اول کے بعد دوسرا صالح وارث ہوگا۔

اب مین عام اصول میراث بھی کہ کسکو کسکی میراث پہونچتی ہی اور کس
چیز مین میراث ہوتی ہی۔ دکھانا چاہتا ہون جس نظر سے کہ مصنف مخاطب
اعتراض کرتے ہین کہ خلافت کوئی مال نہین تھا جسمین میراث جاری ہو
جناب امیر شرعا رسول کے وارث تھے " عام حقوق اور مال اور عام
لوگون کے لیے اصول اور مقدار حصہ خدا قرآن مین یون فرماتا ہے۔
للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون و
للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا۔ واسطے مردون
کے ہی کوئی حصہ اُس چیز سے جو چھوڑین والدین اور قریب تر۔ اور واسطے
عورتون کے ہی کوئی حصہ اُس چیز سے کہ چھوڑین والدین اور نزدیک تر۔
تھوڑا ہو اُسسے یا بہت حصہ فرض کیا گیا " اس اصول پہونچنے میراث
کے بیان کے بعد خدا تعین حصہ کا اس طرح حکم دیتا ہے " یوصیکم
اللہ فی اولادکم۔ الی اخرہٖ پند کرتا ہے تمکو اللہ تمہاری اولاد مین
کہ واسطے مذکر کے ہی مثل حصہ دو مونث کی پس اگر ہون عورتین دو سے اوپر پس واسطے
اُسکے ہے دو تہائی جو کچھ کہ چھوڑا ہو اور اگر ہو وی ایک پس واسطے اُسکی آدہا ہی اور واسطے ماں
باپ اُسکے ہر ایک کے لیے اُن دونون مین سے چھٹا ہے جو کچھ کہ چھوڑا
ہو اگر ہو اُس کے واسطے فرزند۔ اور اگر نہ ہو اُس کے واسطے فرزند
اور میراث پاوین اُس کے ماں باپ اُس کے پس واسطے ماں اُسکی
کے تہائی ہے۔ پس اگر ہون واسطے اُس کے بھائی۔ پس واسطے
ماں اُس کی کے چھٹا ہے۔ بعد ایسی وصیت کے کہ وصیت کرتے ہین
اُس کی یا کوئی دین ہو " اس کے بعد زوج اور زوجہ کا حصہ اور میراث

کا الزام لگایا جاتا ہے - جس کی تفصیل ہمارے لکھنے کی اس موقع پر ہمکو ضرورت نہین ہے ۔

اگرچہ حق خلافت کے متعلق مسئلہ میراث خاص قرآن مین بتایا گیا ہے اور جب خاص مسئلہ بیان ہو تو عام مسئلہ سے استثنا لازم آویگا لیکن اگر مسئلہ میراث حق خلافت عام مسئلہ میراث سے مستثنی نہ سمجھا جاوے تو اس عام مسئلہ میراث مین حضرت صلعم داخل سمجھے جاوینگے اس لیے کہ وہ اس مسئلہ کے پابند ہین مستثنی نہین کیے گئے اور ان لوگون مین شامل رہینگے جنکی میراث کے لیے بیان ہے یعنے والدان اور اقربون مین اور ضمیر لوصیکم مین اور ہمیشہ نبی کی ذات احکام قرآن مین شامل سمجھا جاتا ہے جو مومنین اور مسلمانون کے لیے نازل ہوے ہین سوا اس کے کہ جو احکام خاص نبی کے لیے صادر ہو کر نبی عام احکام سے مستثنی کیا گیا ہو ۔ پس عام مسئلہ میراث مین نبی اور حق خلافت شامل سمجھا جاویگا ۔ کہ اس عام مسئلہ میراث مین یہ بیان ہے ۔ کہ جو کچھ چھوڑین والدین اور نزدیک تر لوگ اسمین میراث پہونچیگی ۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ خلافت فی الارض جسکو سلطنت اور بادشاہت شامل ہے ایک حق ہے پس حق خلافت ایک ایسی دولت ہے (بادشاہت کو عرف عام مین دولت کہتے ہین) جس مین میراث جاری ہوگی ۔ اور برابر بادشاہت مین فرزند اور قرابت دار کا بذریعہ ارث کے لحاظ رہتا ہے گو بعض حالتون مین دوسرے مسئلہ متعلق امر خلافت پر لحاظ کیا جاتا ہے ۔ بعد وفات کے حضرت محمد صلعم نے جو خلافت فی الارض چھوڑی وہ بموجب بیان قرآنی کے ایسی تھی کہ جس مین میراث جاری ہو ۔ اور اسکا حق میراث حضرت

فاطمہ زہرا ع کی بنت ہونے کی وجہ سے اور حضرت فاطمہ ع کے سوا بجز ائمہ جزو بدن ہونے کے کوئی اور ایسا نہیں تھا کہ جس کے حضرت محمد ص قریبتر ہوں اس سبب سے کل حق خلافت میراث حضرت فاطمہ ع کا تھا۔ تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ عصبہ کے حقدار ہونے کا مسئلہ زمانہ خلافت خلفائے بنی عباس میں پیدا کیا گیا ہے تاکہ حضرت عباس چچا حضرت محمد ص کے ذریعہ سے خلفائے بنی عباس کا خلافت میں حق شرعی قائم ہو جاوے۔ ورنہ قرآن کے بموجب جبکہ متوفی کے فرزند جیسے پسر یا دختر موجود ہو عصبات کا کوئی حق نہیں ہے نہ انکا جبکہ فرزند موجود ہو کوئی حصہ معین کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے عصبات کا حق جبکہ متوفی کے فرزند ہو پسر ہو یا دختر قرار دینا خلاف قرآن ہے۔ اور نہ متوفی کے فرزند ہونے کی حالت میں پسر ہو یا دختر عہد رسول ص سے لیکر شروع زمانہ خلافت بنی عباس تک خود اہلسنت کے یہاں کسی روایت صحیح کی رو سے کوئی نظیر ایسی ملتی ہے کہ عصبات کو حق و حصہ ملا ہو۔ اور ائمہ اہلبیت برابر یہ مسئلہ ارشاد فرماتے رہے ہیں کہ بحالت موجود ہونے دختر کے عصبہ کو کچھ حصہ نہیں مل سکتا۔

علمائے اہل سنت عہد خلافت بنی عباس میں خلاف قرآن مسئلہ حق عصوبت قرار دینے میں سخت دشواری میں مبتلا ہوئے ہیں کہ حق عصوبت کس درجہ اور کس پشت تک قرار دیا جاوے۔ جبکہ بظاہر ایسے لوگ نہیں کہ جنکا علم ہو کہ وہ کس متوفی کے عصبہ ہیں۔ تو تمام مسلمان عصبہ ہو سکتے ہیں ہرگاہ کہ اوپر کو سلسلہ حضرت آدم تک پہنچایا جاوے اور اسی دشواری نے اسقدر تک پشتوں میں حق عصوبت قرار دلوایا کہ اول خلیفہ بنی عباس

سے حضرت عباس چچا حضرت محمدؐ تک جس قدر نشستین گذری تھین۔ اور جس کا حق قرار دینے کے لیے مسئلۂ حق عصوبت ایجاد کیا گیا تھا۔

بہرحال عصبات کے حقدار ہونے مین اختلاف ہے اور حضرت فاطمہؑ کے حقدار میراث ہونے مین اپنے باپ کے مسئلہ عامہ میراث کی روسے کچھ اختلاف نہین ہوسکتا۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرت فاطمہؑ زوجہ علی مرتضیٰؑ تھین۔ اور حضانت زوجہ کی شوہر پر لازم ہے اس لیے حضرت فاطمہؑ علی مرتضیٰؑ کی حضانت مین تھین اور حسنین علیہما السلام فرزند فاطمہؑ اور ابناے رسول اللہؐ جو بعد حضرت فاطمہؑ کے میراث ام وجد پانیوالے تھے صغیر تھے کہ جو قطعی زیر حفاظت علی مرتضیٰؑ کے تھے اور علی مرتضیٰؑ اُن کے ولی تھے۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرت محمدؐ نے علی مرتضیٰؑ کو وصی مقرر کیا تھا اور وہ وصایت کم سے کم حفاظت حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ اور اُنکے حقوق کے لیے تھی کہ جو اُنکو پیغمبرؐ کی طرف سے اور بعد پیغمبرؐ بذریعہ میراث کے[۵۱] پہونچی تھی اور پہونچنے والی تھی۔ قرآن مین مسئلہ میراث کے[۵۲] بتایا گیا ہے کہ وصیۃ اور دین میراث کے جاری ہونے پر مقدم ہے اور اس بنا پر علی مرتضیٰؑ کو استحقاق قبضہ کا بذریعہ وصیت کے بجاے فاطمہؑ اور حسنینؑ ورثاے حضرت محمدؐ کے ہر قسم کی میراث حضرت محمدؐ پر حاصل تھا اور بذریعہ وصیت کے علی مرتضیٰؑ قائم مقام ورثاے حضرت محمدؐ بلکہ مقدم ورثا سے تھے۔

---

[۵۱] خمس اور دیگر جائداد سے مثل فدک کے مراد ہے۔ اڈیٹر۔ [۵۲] حق خلافت سے مراد ہے۔ اڈیٹر۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خلافت پر درحقیقت میراث کا لفظ صادق آتا ہے اور خلافت ایسا حق ہے جو قابل اجراے میراث ہے۔ اور جناب امیر ؑ شرعاً رسول ؐ کے وارث قائمقام بلکہ بوجہ وصیت کے مستحق قبضہ وارث سے مقدم تھے۔

مصنف مخاطب اس حجت سے کہ وہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا اور خلافت کوئی مال قابل اجراے میراث نہ تھا اور نہ جناب امیر ؑ شرعاً رسول ؐ کے وارث تھے جبکی حقیقت ہم دکھا چکے ہین پہلی خلافت کا حق حضرت ابو بکر ؓ کے لیے مصنف مخاطب کچھ بھی ثابت نہین کر سکے۔ رسول ؐ اسکی بشارت نہین دے گئے تھے بلکہ وہ ایک خبر واقعہ مذموم کی تھی جیسے بنی امیہ کے لیے بھی پیغمبر خبر اچھل کود کی اپنے منبر پر دے گئے تھے۔

بشارت اُس کو کہتے ہین کہ جب خبر کسی ایسے واقعہ کی دی جاوے کہ جو باعث خوشنودی خبر دہندہ کے ہو اور اگر کسی ایسے واقعہ کی خبر دیجاوے جو خلاف مرضی خبر دہندہ کے اور باعث ناخوشی اُس کے ہو اُس کو بشارت نہین کہتے مثلاً پیغمبر ؐ خبر خروج دجال کی یا اپنے بعض اصحاب کی نسبت خبر احداث یا دیگر اخبار واقعات مغموم دیے گئے ہین۔ تو کیا یہ اخبار بھی اخبار بشارت ہین۔ اگر اسی کا نام اخبار بشارت ہے اور اُس سے روا ہونا اُن واقعات ناحق کا پیدا ہو یا اُن سے مستنبط ہوتا ہے تو ہم بھی خوشی سے قبول کرتے ہین کہ پہلی خلافت کے واقعہ کی خبر حضرت ابو بکر ؓ کے لیے بلکہ بنی امیہ کے لیے بھی بشارت تھی۔ اور خروج دجال اور احداث صحابہ اور امور مغموم خلاف خوشنودی پیغمبر ؐ کے اُنکے کرنیوالون

کے لیے مبارک ہوئے۔ لیکن حقیقت میں خبر پہلی خلافت ابوبکرؓ کی اُن کے لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خبر واقعہ مذموم خلاف خوشنودی پیغمبرؐ کے تھی اسی لیے علی مرتضیٰؑ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبرؐ کے وہ واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت بلاشک بیعت مہاجرین اور انصار سے حاصل ہوتی ہے مگر بشرطیکہ جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہو جاویں کسی کی خلافت پر نہ کہ بعض آدمی مہاجر اور انصار اُس مجمع میں شریک بھی نہوں باوصف اس کے کہ وہ سب مدینے میں قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے عمداً گریز کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکرؓ کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے جناب امیرؑ کو اپنے واسطے خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰؑ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی — اور اسی پر اطلاق لٹنے میراث کا ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔

بعض علمائے شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک مراد ہے نہ وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے

کے لیے مبارک ہوا۔ لیکن حقیقت میں خیبر کی خلافت ابوبکرؓ کی اُن کے لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خیبر واقعہ مذموم خلاف خوشنودی پیغمبرؐ کے تھی اسی لیے علی مرتضیٰؑ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبرؐ کے وہ واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت بے شک بیعت مہاجرین اور انصار سے ثابت [illegible] جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہو جاویں کسی کی خلافت پر نہ کہ بعض [illegible] اور انصار اُس مجمع میں شریک بھی نہ ہوں باوصف اس کے کہ وہ سب بھی قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے گریز کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکرؓ کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے جناب امیرؑ کو اپنے واسطے خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰؑ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی۔ اور اُسی پر اطلاق لٹنے میراث کا ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔

بعض علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک مراد ہے وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے

کہ دیکھتا ہوں میں اپنی میراث کی لوٹ کو۔ اسکی نسبت مصنف منہاج الطلب یہ لکھتے ہیں کہ وہ فدک بھی جناب امیرؑ کی میراث نہ تھا ایسا کیا گیا تھا کہ وقت ہوتی اُنھوں نے خود بھی فدک میں وہی عمل کیا جو خلفاء نے کیا تھا اگر جناب امیرؑ کے نزدیک فدک میں میراث جاری ہونا چاہیے تھی اور خلفا کا فیصلہ غلط تھا تو جناب امیرؑ اپنے زمانہ میں ضرور اُس میراث جاری کرتے - جسوقت کہ جناب امیرؑ اپنی خلافت کے زمانہ میں یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُسوقت بھی فدک لٹ رہا تھا۔ "

جن علما نے لوٹ میراث سے مراد فدک لی ہے اُنھوں نے یہ کہا ہے کہ فدک میراث حق فاطمہ صلوات اللہ علیہا تھا۔ اور مال زوجہ حکم مال زوج میں ہوتا ہے اور لوٹ کا اشارہ طرف منع کرنے خلفا ثلاثہ کے سکے نسبت بہ نسبت علاقہ زوجیت ہے تحا اور سکے میراث حضرت فاطمہؑ کو اپنی میراث کہا۔ فدک کے متعلق ہم کتب اہلسنت سے واقعات اور اوسکی متعلق بحث مفصل ہم ایک جگہہ (ضمیمہ الف جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۲۴۳) اور بعض دیگر مقامات پر بھی کچھ کچھ لکھ آئے ہیں جس سے حقیقت اس قضیہ کی ظاہر ہو جاتی ہے اور اطمینان ہو جاتا ہے کہ فیصلہ حضرت ابوبکر کا غلط تھا حضرت ابوبکر نے جب خلافت پر قبضہ پایا جسپر اطلاق میراث حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ کا اچھی طرح سے ہو سکتا ہے جسکو ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اوسی قبضہ خلافت کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر نے فدک کو قبضہ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضےٰ سے ضبط کر کے شامل خلافت کر لیا تھا) حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا قبضہ بذریعہ حق کی طرف سے پیغمبرؐ

اُن کے باپ کے تھا اور قبضہ علی مرتضیٰ ؑ کا بذریعہ حضانت اور حفاظت حق فاطمہ ؑ کے ازروے وصیت پیغمبر ؐ کے تھا۔ چنانچہ بعد ضبطی کے جو آپ نے عامل کے اُٹھانے کے لیے فرمان بھیجا ہے وہ علی مرتضیٰ ؑ نے ہی بھیجا ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے اہل سنت کے بیان سے لکھ چکے ہیں) جب فدک بعد ضبط ہونے کے شامل امر خلافت کے ہوگیا اور اُسپر اطلاق میراث کا صادق آتا ہے تو جن علمار نے فدک سے مراد میراث لی اُنکا اجتہاد کچھ قابل اعتراض کے نہیں ہوسکتا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ خلافت اور فدک ایک شان رکھتی تھی — اور دونوں پر اطلاق میراث کا مستحق جانشینی کے لیے قطعی صادق آتا ہے کیونکہ جو چیزیں جس خاندان کی ہوں اور اُس خاندان کی اصل قابض اور مالک کے بعد اُس خاندان کے مستحق کو اُسی حیثیت سے کہ جس حیثیت سے اول شخص خاندانی مالک وقابض تھا اُس کے اصلی جانشین کو نہ ملی اور دوسرا غیر مستحق خاندان والا اُس پر قابض ہوجاوے تو اصلی مستحق جانشینی یہ ہی کہے گا کہ میری میراث لٹ گئی —

معاملہ خلافت اور فدک ایسا متحد اور اُسکی ایسی ایک شان ہے کہ علی بن علی فاروقی شافعی پروفیسر مدرسہ عربیہ بغداد سے جس کا ذکر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے (جبکہ کہا گیا کہ فاطمہ ؑ ہرگاہ سچی تھیں تو فدک اُن کو کیوں نہ حوالہ کیا گیا) تو اُس نے کہا اگر آج فدک دیا جاتا تو کل وہ خلافت کا دعوی اپنے شوہر کے واسطے کرتیں اور ابو بکر ؓ کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیتیں اور ابو بکر ؓ کچھ عذر نہ کرسکتے ہارون رشید خلیفہ بنی عباس نے حضرت امام جعفر صادق ؑ کو چاہا کہ فدک واپس دے امام ؑ نے فرمایا

کہ فدک تم سے واپس نہیں دیا جاوے گا اُس کے حدود بھی تمکو معلوم ہیں؟ امام علیہ السلام نے اُس کے استفسار پر حدود وہی بتائے کہ جو اُس وقت کل خلافت کے حدود تھے" جس سے کچھ شبہ نہیں رہتا کہ معاملہ خلافت اور فدک ایک ہے۔

علی مرتضیٰ ع کا مرتبہ چہارم میں خلافت پر کامل قبضہ نہیں ہونے پایا تھا اور کامل طور پر اُن کے زمانے میں بغاوت فرو نہیں ہونے پائی تھی اُن کی نسبت یہ کہنا روا نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ اُنہوں نے بھی فدک میں یہ ہی عمل کیا جو خلفاے ثلاثہ نے کیا تھا۔ اور اگر اُن کے نزدیک فدک قابل اجراے میراث تھا اور خلفاء کا قبضہ غلط تھا تو اپنے زمانے میں میراث جاری کرتے اور جب یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُس وقت بھی فدک لٹ رہا تھا بحیثیت قاضی کے جب زمانۂ ایک سلطنت میں کسی تنازع کا فیصلہ ہو گو وہ فیصلہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو زمانۂ دوسری سلطنت میں بہ نظر اصول قانون دوبارہ وہی تنازع پیش ہو کر بحیثیت قاضی کے دوسرا فیصلہ خلاف اُس کے نہیں ہو سکتا۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ علی مرتضیٰ ع تمام قضا کے مسائل سے واقف تھے کہ پیغمبر ص نے اُن کو "اقضیٰ" فرمایا ہے۔ البتہ اگر کسی وقت ایک بادشاہ کسی کی جائداد ناحق ضبط کرے تو دوسرا بادشاہ اُس کو مسترد کر سکتا ہے علی مرتضیٰ ع نے اپنے ایک خطبہ میں جس پر بحث ہو چکی ہے استرداد فدک کا اور دیگر امور ناجائز اور ناروا جو منجانب خلافتوں گذشتہ کے عمل میں آئے تھے اُن کے رد اور محو کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ضبطی فدک اور وہ دیگر امور ناجائز منجانب سلطنت کے عمل میں لائے

گئے تھے اور وہ قابل دست اندازی اور استرداد اور رد و محو کے تھے۔ لیکن بغاوت کا فرو کرنا مقدم تھا - اگر فوراً علی مرتضیٰ ع اُن امور کو مسترد فرماتے تو قوت رفع بغاوت کم ہو جاتی جیسا کہ اُسی خطبہ مین اُنکے ارشاد سے ظاہر ہے - اس لیے اُنھون نے قبل اس کے کہ بغاوت فرو ہوکر خلافت مستحکم ہو جاوے نہ کسی اور امر ناروا کو مسترد کیا نہ فدک کو اور درحقیقت مین علی مرتضیٰ ع اگر قبل دور ہونے بغاوت اور استحکام خلافت کے اُن تمام امور کو مسترد اور محو فرماتے جس مین ایک استرداد فدک کا بھی تھا - تو ایک بلوۂ عظیم علاوہ بغاوت کے اور پیدا ہو جاتا - علی مرتضیٰ ع نے اس موقع پر اُسی طریقہ رسول ص پر عمل کیا جیسا کہ پیغمبر ص جب تک کامل قوت اسلام کو نہونے پائی - اپنے اصحاب اور مسلمانون سے بارہا امور عظیم ناروا اور ناجائز دیکھتے تھے اور سکوت فرما کر صرف پند و نصائح پر اکتفا فرماتے تھے اور باندیشہ بلوہ اُن نازیبا رواجون کو جو زمانہ جاہلیت سے بطور حق قرار پائے ہوئے تھے دفعۃً مسترد نہین کیا اور آہستہ آہستہ اُنکو دور فرماتے گئے - اور بعض امور مثل اصلاح مکان خانہ کعبہ باقی ہی رہ گئے اور بعد پیغمبر ص خلفائے ثلاثہ مین سے جس کی خلافتین قوی اور مستحکم تھین کسی نے بھی بموجب ہدایت پیغمبر ص کے خانہ کعبہ کی تعمیر اُس حالت پر نہین کی - جس ہیئت پر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی تھی -

فدک کے متعلق البتہ یہ امر بہت غنیمت ہے کہ بعض خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس نے فدک کو مسترد کیا یا اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی - جس مین یہ امر مضمر تھا کہ ضبطی اُس کی منجانب خلافت بیجا تھی - اور علیؑ

مرتضی ع اُسکے استرداد کا ارادہ ظاہر کر گئے تھے۔

اس حقیقت ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کا اعتراض کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا۔ علی مرتضی ع فدک کو میراث اپنی کہہ سکتے تھے اور امر فدک ضرور قابل شکایت تھا اور فدک مین علی مرتضی ع کا ارادہ استرداد خلافت عمل خلفاے ثلاثہ کے تھا۔ بلکہ بعض خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس نے باتباع ارادہ علی مرتضی ع کے فدک کو مسترد کیا اور اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ عمل ضبطی فدک غلط تھا۔ اور اگر علی مرتضی ع کو وہ وقت مل جاتا کہ بغاوت کلی رفع ہوکر اُن کی خلافت مستحکم ہوجاتی تو وہ ضرور فدک کو مسترد کرکے اُسمین میراث جاری کرتے۔ گو اُسوقت نا کامی سے اُنکی اپنی خلافت مین جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہے تھے عمل خلفاے ثلاثہ کی تاثیر سے فدک لٹ رہا تھا۔ جیسے کہ دیگر امور ناجائز پر عمل ہورہا تھا۔ مگر اُنھون نے اُسوقت زمانہ غیر مستقل مین اپنی خلافت مین بھی ارادہ استرداد فدک ظاہر کرکے یہ جتادیا کہ اُسکی ضبطی منجانب خلافتون گذشتہ کے بیجا ہوئی اور رہی ہے۔

حضرت ابوبکر ع نے جو یہ حدیث سنائی کہ انبیا کے مال مین میراث نہین ہوتی اور جو مال وہ چھوڑین صدقہ ہے ؎ اُسپر مصنف یہ حجت لاتے ہین کہ کیا ابوبکر ع کو حدیث پر عمل کرنا واجب نہ تھا اگر ابوبکر ع کا فیصلہ حق نہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابوبکر ع کو خلافت سے معزول کردیتے ؎ حقیقت اس روایت کی جو حضرت ابوبکر ع نے سنائی اور جسکا راوی سواے اُن کے کوئی نہین ہم بحث قضیہ فدک مین لکھہ آئے ہین کہ وہ روایت قطع نظر اس کے کہ وہ ویسے ہی خلاف قرآن کے

ہی جیسے حضرت زکریا پیغمبر نے خدا سے فرزند کے لیے یہ دعا مانگی ہے کہ وارث ہو میرا اور آل یعقوب ع کا اور خدا نے حضرت سلیمان ع کے لیے کہا ہے کہ وارث ہوا سلیمان ع داؤد کا ۔ اگرچہ اطلاق اس میراث کا میراث علم پر بھی کیا جاتا ہے ۔ مگر اس میراث کا اطلاق مال پر نہ سمجھنا خلاف عقل اور صریح مخالف قرآن کے ہے ۔ اطلاق میراث علم کا تو اسوقت ہو سکتا ہے کہ جب جانشین کسی عالم کا علم اس عالم کا رکھتا ہو اور اطلاق میراث مال کا عموماً ہو گا خدا نے آیت میراث مین فرمایا ہے ۔ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث ۔ اور وارث ہون ماں باپ اسکے پس اسکی ماں کے لیے تہائی ہے ۔ خلاف قرآن حضرت ابوبکرؓ کی روایت کا قبول کرنا جس کسی سے ہو سکے ہم سے نہین ہو سکتا حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ جس حیثیت سے کہ قرار پائے اسوقت انھون نے فدک کا ضبط کرنا چاہا اسپر حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ عذر کیا ۔ کہ میرے باپ مجکو دے گئے ہین ابوبکرؓ نے گواہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے طلب کیے اور شہادت گواہان پر اعتماد نہ کر کے نوشتۂ پیغمبرؐ کو نامنظور کیا تب جناب سیدہ ع نے عذر میراث کا پیش کیا کہ اے ابوبکرؓ آیا کتاب خدا مین یہ ہے کہ وارث ہو تیری بیٹی تیری اور نہ وارث ہون مین اپنے باپ کی ابوبکرؓ نے عبرت پکڑی اور لکھ دیا اُن کو فدک نامہ ۔ داخل ہوئے عمرؓ اور کہا کیا ہے یہ کہا ابوبکرؓ نے کہ ملکیت لکھ دی ہے مین نے فاطمہؑ کو میراث اُس کے باپ سے کہا عمرؓ نے کہ پس کیا خرچ کرو گے مسلمانون پر اور تحقیق کہ لڑینگے تم سے عرب جیسا کہ تم دیکھتے ہو پھر لے لی عمرؓ نے وہ کتابت اور

پھاڑ ڈالا اُسکو۔ اُس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حاضرین سے تلاش شروع کی کہ میراث پیغمبرؐ کی بابت کسیکے پاس کچھ علم ہے مگر کسی کے پاس کچھ نہ نکلا تب حضرت ابوبکرؓ نے وہ حدیث پیغمبرؐ کی سنائی کہ گروہ انبیا کا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے (یہ تمام امور ہم پہلے کتب اہل سُنت سے دکھا چکے ہیں)[له] ایسی حالت ور ایسے وقت پر بہ نظر روئداد اُس قضیہ کے حضرت ابوبکرؓ نے جو حدیث پیغمبرؐ کی طرف سے سُنائی غور کرنا چاہیے کہ اُسکی صحت پر کسی قدر شبہ ہو سکتا ہے؟۔ اور قدح مضمون روایت مروی حضرت ابوبکرؓ کا اسطرح بھی واضح ہوتا ہے کہ اُس مضمون روایت میں جیسے یہ بیان ہے کہ گروہ انبیا کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اُسی طرح یہ بیان بھی ہے کہ گروہ انبیا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کبریٰ آپ کی زوجہ اولیٰ نے (جو تمام عرب اور قریش میں مالدار اور دولتمند مشہور تھیں جنکے بطن سے جناب فاطمہؑ دختر رسولؐ تھیں) جب وفات پائی تو اُنکے مال پر پیغمبرؐ نے قبض و تصرف کیا اور اُن کے مال کو اپنے اختیار سے اپنے نفس پر اور راہ خدا میں اجرائے دین اسلام کے لیے صرف کیا یا نہیں؟ مجھکو یقین ہے کہ اس میرے سوال کا جواب کوئی مسلمان نفی میں نہیں دے سکتا۔ پھر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا مال حضرت خدیجہ پر کس ذریعہ سے تھا؟ اس کا جواب جہانتک میں غور کرتا ہوں وہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا مال حضرت خدیجہ پر بذریعہ حق شوہری کی تھا جسقدر کہ شوہر کو مال زوجہ میں میراث پہونچتی ہے۔ اور مابقی پر بذریعہ ولایت حضرت فاطمہؑ دختر نابالغ کے جب تک کہ وہ نابالغ رہیں تھا۔ اور جو کوئی یہ کہے کہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا

[له] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲ جلد اول رسالہ روشنی بحث فدک۔ صفحہ ۸۱ تا ۹۰

بذریعہ ارث وولایت کے نہین تھا تو وہ پیغمبرؐ پر سخت الزام لگانے والا ہوگا
کہ پیغمبرؐ نے ناحق ایک عورت کا مال اور ایک بن مان کی لڑکی کا مال خرد برد
کرلیا اس حالت مین ضرور ہے کہ یا تو پیغمبرؐ پر وہ الزام شدید قبول کیا جائے
یا روایت حضرت ابو بکرؓ صدیق کو باطل مانا جاوے - اور ایسے ہی عبدالمطلب
کی تقسیم سے حضرت محمدؐ نے اپنے باپ کا حق پایا جو سوا ارث کے اور کچھ
نہین سمجھا جا سکتا - اب دیکھو کہ حضرت ابو بکرؓ پر طعن آسکتا ہے - اور حضرت
ابو بکرؓ کو اپنے بیان پر عمل کرنا واجب تھا؟ - جب خلیفہ صاحب کی طرف
سے دعوی تھا یعنے وہی مدعی تھے اور حضرت فاطمہؓ اُس کے خلاف
تھین تو بار ثبوت حضرت ابو بکرؓ کے ذمہ تھا جیسا کہ پہلے بھی ہم ارشاد
علی مرتضیٰؑ ایک موقع پر دکھا آئے ہین ایسی حالت مین جب کہ خود حضرت
ابو بکرؓ مدعی تھے اور خود ہی قاضی اور خود ہی گواہ تو اُن کو چاہیے تھا کہ
وہ فیصلہ قضیہ سے دست کش ہوکر بوجہ اس کے کہ وہ خلیفہ عہد تھے کسیکو
قاضی مقرر کرتے اور اُس قاضی کے سامنے گواہی دیتے اور وہ قاضی اُس
قضیہ کو طے کرتا اس صورت مین جبکہ حضرت ابو بکرؓ سے خطا در خطا واقع
ہوئی تو سمجھنا چاہیے کہ اُن پر طعن ہو سکتا ہے اور اُنکو اپنے مروی بیان
پر عمل کرنا واجب تھا؟ کچھ شبہ نہین کہ فیصلہ اُنکا قطعی ناحق تھا - لیکن
اس فیصلہ سے مخالفت کرنے والا اور حضرت ابو بکرؓ کو خلافت سے
معزول کر دینے والا کوئی صحابی نہین ہو سکتا تھا - حضرت ابو بکرؓ خلیفہ
بنائے ہوئے حضرت عمرؓ کے تھے اور حضرت عمرؓ کے حسن تدبیر سے
حضرت ابو بکرؓ کو صحابہ نے خلیفہ قبول کر لیا تھا اور جس وقت کہ حضرت
عمرؓ نے تحریر بحالی فدک چاک کی تھی اُسوقت حضرت ابو بکرؓ کو یہ سمجھا یا تھا

کہ اگر تم فدک کو بحق فاطمہ صلوات اللہ علیہا بحال کر دو گے تو اُس محاربہ کے صرف کے لیے مسلمانوں پر کہاں سے لاؤ گے کہ جو محاربہ عرب کے ساتھ درپیش ہے اور جس کو تم دیکھتے ہو بمقابلہ اس پالسی اور حقیقہ کے وہ صحابہ کہ جنھون نے حسن تدبیر حضرت عمرؓ سے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کیا تھا اُس فیصلۂ ناحق سے کیسے مخالفت کرتے اور کیسے حضرت ابو بکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے کہ اُنکو اپنے کیے اور اپنے خلیفہ بنانے کی شرم دامنگیر تھی اور جو پالسی کہ خلیفہ بنانے مین صحابہ نے اختیار کی تھی اُس سے مخالفت نہ کرنے پر وہ مجبور رہتے ۔ جن لوگون نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا اور قبول کیا تھا اُنکو یہی زیبا تھا کہ اپنے بنائے ہوے اور قبول کیے ہوے خلیفہ کے عمل کو بھی قبول کر لیتے ۔ کیا وہ زمانے کو اپنے اوپر ہنسواتے اور اپنی نافہمی وا شان دکھاتے کہ کل حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کیا ہے اور آج اُن سے مخالفت کر کے معزول کرتے ہین ۔ ایسی بے عقلی کی امید اُن صحابہ سے مصنف مخاطب کو نہین رکھنی چاہیے کہ اگر ابو بکرؓ کا فیصلہ حق نہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابو بکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے بلکہ اُن صحابہ سے کہ جنھون نے حضرت ابو بکرؓ کو ناحق خلیفہ قبول کیا تھا یہ توقع رکھنا لازمی ہے کہ ایسے ناحق خلیفہ کے فیصلۂ ناحق کو بھی وہ قبول کرتے رہین ۔ جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ حاضرین سے دریافت کیا ہے (جبکہ حضرت ابو بکرؓ کو مرضی حضرت عمرؓ کی معلوم ہو گئی کہ وہ بحالی فدک کی بحق فاطمہؑ روادار نہین ہین) کہ تمھارے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم ہے تو اختلاف کیا اُنھون نے بیچ میراث اُنکی کے ۔ پس جب نہ پایا اُنھون نے کسی کے پاس اُس سے کچھ علم ظاہر

ہے کہ اُس مجلس میں اختلاف صرف دو صحابی پیغمبرؐ میں تھا۔ یعنی حضرت عمرؓ کی یہ خواہش تھی کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ ارث سے منع کیجاوے اور علی مرتضیٰؑ اِسکے خلاف تھے اور اور کسی صحابہ پیغمبرؐ کے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم نہ تھا۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے وہ حدیث پیغمبرؐ بیان کی اُس روایت حضرت ابوبکرؓ سے کوئی صحابی سوائے علی مرتضیٰؑ کے مخالفت کرنے والا نہیں ہوسکتا تھا اور جب وہ صحابہ مخالفت کرنیوالے نہیں ہوسکتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کو خلافت سے کیسے معزول کردیتے؟ اور جیسے کہ اُن صحابہ نے (جبکہ علی مرتضیٰؑ نے اظہار حق خلافت اپنے لیے فرمایا) علی مرتضیٰؑ کو قبول نہیں کیا تو قضیۂ فدک کے وقت وہ صحابہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کی کیسے تائید کرکے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کرتے اور اُنکو خلافت سے معزول کردیتے۔ ہاں صرف علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ سے مخالفت کرنے والے تھے جیساکہ اُنھوں نے مخالفت کی مگر عزل حضرت ابوبکرؓ کا خلافت سے تنہا علی مرتضیٰؑ کے اختیار میں نہیں تہا۔ البتہ وہ حملہ خلافت ابوبکرؓ پر کرسکتے تھے مگر بسبب بعض وجوہ کے جسکو خود علی مرتضیٰؑ نے ظاہر فرمایا ہے اور جسکو پہلے ہم جابجا لکھہ چکے ہیں علی مرتضیٰؑ نے حملہ کرنا پسند نہیں کیا اور لوگونکی اندھادُھندی پر صبر کیا تحت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بعد پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کے سوا کوئی افضل الناس نہیں تھا اور جو کچھ علی مرتضیٰؑ نے ارشاد کیا ہر کسی کو لازم تھا کہ اُس کو قبول اور بموجب اُس کے عمل کرتا اور جس کسی نے علی مرتضیٰؑ کے ارشاد کو قبول نہیں کیا یا اُس پر عمل نہیں کیا اُس نے خطا کی۔ مصنف مخاطب ایک یہ امر پیش کرتے ہیں کہ سوائے فدک کے سوا اور بعض قطعات جو رسولؐ

کے قبضہ مین تھی اُن کا وقف ہونا جناب سیدہ ؑ نے تسلیم کیا چنانچہ اُن سات قطعات پر جناب سیدہ ؑ قابض تھین اُن مین عباس نے میراث کا جھگڑا کیا تو اُنکو جناب سیدہ ؑ نے یہی جواب دیا کہ یہ وقف ہین انمین میراث جاری نہوگی ؎

مصنف مخاطب فروع کافی کی جلد ثالث سے یہ روایت سند مین لاتے ہین کہ ؎ احمد بن محمد کہتا ہی کہ مین نے امام ابوالحسن ثانی یعنی امام موسی کاظم ؑ سے اُن سات باغون کا حال پوچھا جو فاطمہ علیہا السلام کے پاس رسول اللہ کی میراث تھے — امام نے فرمایا کہ میراث نہ تھی بلکہ وقف تھے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس مین سے اسقدر لے لیتے تھے جو مہمانون کے خرچ کو کافی ہو پھر جب رسول کا انتقال ہوا تو عباس نے اُنکی بابت فاطمہ ؑ سے جھگڑا کیا پس حضرت علی ؑ وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہین فاطمہ علیہا السلام پر — اور وہ یہ تھے دلال اور عفاف اور حسنی اور صافیہ اور مالام ابراہیم اور مبیت اور برقہ ؎ اس ارشاد امام ؑ پر مصنف مخاطب یہ حجت پیدا کرتے ہین ؎ پس جس طرح علی ؑ کے بیان پر اُن سات باغون مین میراث جاری نہوئی اُسی طرح ابوبکر ؓ وغیرہ کے حدیث رسول ؐ نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہوئی ؎ جو روایت امام علیہ السلام سے مصنف مخاطب سند لاتے ہین اُس کے صحیح ہونے مین کچھ شبہہ نہین مگر اُس سے وہ استدلال پیدا نہین ہوتا کہ جو مصنف مخاطب نے پیدا کیا ہے بلکہ فدک کے قبضہ کے فیصلے مین

وہ ہی الزام حضرات خلفاء پر عائد ہوتا ہے جو شیعہ اُن پر لگاتے ہیں ۔

ارشاد موسیٰ کاظم علیہ السلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سات قطعہ اپنی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے واسطے پیغمبر نے وقف کر دیے تھے وہ عام وقف علی المسلمین نہیں تھا اور جو خاص وقف اولاد کے لیے کیا جاتا ہے اُس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ موقوف علیہ اُس موقوفہ کو اپنی ذات خاص پر صرف کرے اور اپنے اختیار سے مصارف خیر میں بھی کسی کو یہ اختیار نہیں ہو سکتا کہ موقوف علیہ کے قبضہ سے شئے موقوفہ کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لیتا اور اُس کو عام مسلمانوں پر صرف کرتا ۔ چنانچہ شیعہ اور سُنی دونوں کے یہاں فقہ میں یہ مسئلہ قرار دیا گیا ہے کہ ہر مالک جائداد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائداد اولاد اور قرابت داروں پر وقف کرے اور ہندوستان میں سُنی اور شیعہ کے ایسے اوقاف کثرت سے موجود ہیں ۔ چنانچہ مجھ راقم اس رسالہ کو سُنی نے بھی بعینہٖ ایسا ہی وقف اپنی جائداد کا کیا ہے جس پر موقوف علیہم قابض ہیں اور وہ شئے موقوفہ اور اُس کی آمدنی کو اپنی ذات پر بھی صرف کرتے ہیں اور مصارف خیر میں بھی اپنے اختیار سے ۔ پس مصنف مخاطب نے ارشاد امام علیہ السلام سے جو یہ سمجھا ہے کہ وہ سات قطعہ میراث حضرت فاطمہؑ کے نہ تھے اور وہ وقف عام تھے اس حیثیت سے کہ فاطمہؑ کو میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کی نہیں پہونچ سکتی غلط ہے ۔

بلکہ صورت معاملہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کے
لیے پیغمبرؐ کی طرف سے وقف تھے اور بذریعہ وقف کے اس پر
قبضہ حضرت فاطمہؑ کا ہوا تھا۔ بذریعہ ارث اپنے باپ پیغمبرؐ کے
اُن سات قطعوں پر قبضہ حضرت فاطمہؑ کا نہیں ہوا تھا۔
حقوق قبضہ کے جداگانہ ہوتے ہیں منجملہ اُن کے بذریعہ ارث
کے بھی ہوتا ہے اور بذریعہ وقف کے بھی اور بذریعہ دیگر انتقالات
کے بھی۔ ارشاد امام علیہ السلام کو جب غور سے دیکھا جائے
تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو بذریعہ ارث کے حضرت
فاطمہؑ اُن سات قطعات کی مستحق ہو سکیں۔ مگر اُن کا قبضہ بذریعہ
میراث کے نہیں تھا۔ بلکہ بذریعہ وقف کے تھا۔ یعنی امام علیہ
السلام نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے مسئلہ میراث کا بیان نہیں
فرمایا۔ پیغمبرؐ نے اِن سات قطعوں کو حضرت فاطمہؑ پر وقف
کیا تھا وہ وقف نافذ ہوا۔ اگر وہ وقف فاطمہؑ پر نہ کرتے یا
وقف تسلیم نہ کیا جاتا تو میراث جاری ہونے نہ ہونے کا مسئلہ
بیان کیا جاتا اور اُس کا فیصلہ ہوتا۔ حضرت عباس رسولؐ
کے چچا نے جو جھگڑا کیا تھا اُس کی بابت بھی صرف اسی قدر ثابت
ہونا کافی تھا کہ وہ فاطمہؑ پر وقف ہیں۔ اُنکا جھگڑا ہر قسم
کا وقف کی ثابت ہو جانے سے قطع ہو جاتا تھا اس لیے صرف
اُسی قدر حدیث میں مذکور ہے۔

یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرت عباس نے جو خصومت
(جھگڑا) کیا تھا وہ خواہ مخواہ دعوی میراث پیغمبرؐ کا تھا جس سے

بوحق دعویٰ عصوبت کی نکلا -- اس روایت میں یہ بیان نہیں ہے کہ حضرت عباس نے کیا عذر بہ نسبت بیٹیوں کی حق تولیت حضرت جناب ہے کہ وہ وقف کو قبول نہیں کرتے تھے اس سے پہلے یہ تو بحث طے ہوئی کہ وقف ہے یا نہیں اور علیؑ اور دوسرے لوگوں نے گواہی دی کہ وہ وقف ہے - اگر وقف قبول نہ کیا جاتا تب یہ بحث پیش آتی کہ صرف حضرت فاطمہؑ اپنے باپ کی میراث کی مستحق تھیں یا حضرت عباس بھی - لیکن یہ بحث ان سات قطعوں کی بابت باہم خلیفۂ وقت اور جناب سیدہؑ کے دار القضا میں پیش نہیں ہوئی اور نہ اُس کی بابت کوئی فیصلہ ہوا - ان سات قطعوں کی نسبت یہ قبول کر لیا گیا علیؑ اور دوسروں کی گواہی سے کہ وہ قطعات فاطمہؑ پر وقف ہیں - فدک کی نسبت بھی حضرت فاطمہؑ کا یہی عذر تھا کہ وہ بحق حضرت فاطمہؑ کے پیغمبرؐ کی طرف سے ہبہ ہے اور علیؑ نے اور دوسروں نے اُس ہبہ کی گواہی دی پس حضرت ابوبکرؓ پر یہی طعن پیدا ہوتا ہے کہ اُنھوں نے علیؑ اور دوسروں کی گواہی کو معاملہ ہبہ فدک میں کیوں نہ قبول کیا جیسا کہ صرف گواہی علیؑ پر وقف اُن سات قطعوں کا حضرت فاطمہؑ پر قبول کیا - اگر حضرت ابوبکرؓ معاملہ وقف اُن سات قطعوں میں گواہی علیؑ اور دوسروں کی منظور نہ کرتے جیسے کہ معاملہ فدک میں گواہی علیؑ اور دوسروں کی قبول نہ کی تو معاملہ اُن سات قطعوں میں حضرت فاطمہؑ کی طرف سے حق میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کا ظاہر کیا جاتا اُس وقت ضرور ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ جائداد پیغمبرؐ کو قابل اجرائے ارث قرار نہ دے کر ضبط کر لیتے - ہاں اگر وہ اُن سات قطعات میں حق فاطمہؑ بذریعہ میراث پیغمبرؐ کے بموجب بیان علیؑ کے قبول کر لیتے تو یہ نتیجہ نکلتا کہ سات قطعون مین بموجب بیان علیؑ کے میراث جاری ہوئی اور فدک مین بموجب بیان ابوبکرؓ کی میراث جاری نہوئی صورت موجودہ مین نتیجہ نکلتا ہی کہ علیؑ اور دوسرونکی بیان کی بموجب پیغمبرؐ کیطرف سی اُن سات قطعونمین وقف حضرت فاطمہؑ پر قبول کیا گیا - اور فدک مین ہبہ طرف سے رسولؐ کے بحق فاطمہ باوصف گواہی علیؑ اور دوسرون کے ابوبکرؓ نے نامنظور کیا اور ابوبکرؓ کے بیان کے بموجب فدک مین میراث بھی جاری نہوئی - یہ نتیجہ کسی طرح نہین نکل سکتا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ ”پس جس طرح علیؑ کے بیان پر اُن سات باغون مین میراث جاری نہوئی اُسی طرح ابوبکرؓ وغیرہ کی حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہ ہوئی“

معاملہ وقف مین علیؑ اور دوسرون کی شہادت متعلق ایک واقعہ کے تھی جیسے کہ شہادت علیؑ اور دوسرون کی معاملہ ہبۂ فدک مین متعلق ایک واقعہ کے تھی - اور معاملہ فدک مین جب کہ واقعہ ہبہ نامنظور ہو چکا اور حضرت فاطمہؑ نے عذر حق میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کا کیا اور یہ بیان کرنا حضرت ابوبکرؓ کا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ”ہم نہ کسی کے وارث ہوتے ہین نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے“ متعلق مسئلہ قانون کے ہے - لیکن اُس کے ساتھ تعلق واقع کا بھی ہے کہ آیا پیغمبرؐ نے ایسا قانون فرمایا

تھا یا نہیں اور پہلے اس واقعہ کا ثابت ہونا چاہیے تھا کہ پیغمبرؐ نے ایسا قانون نافذ فرمایا ہے مگر ایسے قانون کے نافذ ہونیکا بیان جو متعلق واقعہ کے ہے صرف حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے منصف مخاطب جو یہ کہتے ہیں کہ پس ابوبکرؓ وغیرہ کے حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک میں میراث جاری نہ ہوئی یہ محض غلط ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے اور کسی نے وہ حدیث روایت نہیں کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس امر پر گواہی نہیں دی کہ پیغمبرؐ نے ایسا قانون نافذ فرمایا تھا۔ سخت الزام حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ذمہ عائد کرایا کہ علی مرتضیؓ کی گواہی متعلق واقعہ ہبہ فدک کے اس لحاظ سے کہ شوہر کا بیان واسطے فائدہ زوجہ کے ہے منظور نہ کی اور اپنا بیان متعلق اس واقعہ کے کہ پیغمبرؐ نے نفی میراث پیغمبروں کا قانون نافذ فرمایا ہے اور وہ بیان حیثیت شہادت کی بھی نہیں رکھتا تھا بہ حیثیت خلیفہ ہونے کی واسطے فائدہ خلافت کے قبول کرلیا۔

پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علیؓ اور دوسروں کی گواہی اُن شخصوں کے متعلق واقعہ وقت کی جو منجانب رسولؐ فاطمہؓ پر تھا قبول کی گئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے تنہا اپنے بیان پر جو نوعیت شہادت کی نہیں رکھتا تھا متعلق اس واقعہ کے (کہ پیغمبرؐ نے گروہ انبیا کی نفی میراث کا قانون نافذ کیا) ۔ حکم نفی میراث پیغمبرؐ نافذ کردیا اور علیؓ و فاطمہؓ کے بیان کو قبول نہ کیا کہ جو قرآن سے خلاف بیان حضرت ابوبکرؓ کے یہ قانون دکھاتے رہے۔ کہ گروہ انبیا کی میراث وارث کو پہونچتی ہے اور خود انبیا بھی اپنے مورث کی

کی میراث پاتے ہین۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد بہ آسانی سمجھ مین آجاتا ہے کہ استدلال مصنف مخاطب کا حدیث امام موسی کاظم علیہ السلام پر اور جو کچھ نتیجہ اُس سے مصنف مخاطب نے نکالا وہ سب غلط ہے۔ بلکہ اُس حدیث سے صریح تائید اُس طعن کی حضرت ابوبکرؓ پر ہوتی ہے۔ جو شیعہ اُن پر عائد کرتے ہین۔ پھر مصنف مخاطب ایک بڑا شبہ شیعون کی طرف سے پیش کیا جانا اس طرح ظاہر کرتے ہین کہ بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ کا جواب سُن کر جناب سیدہؑ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جبتک زندہ رہین ابوبکرؓ سے کلام نہین کیا اور جب اُن کا انتقال ہوا تو جناب امیرؑ نے رات ہی مین اُنکو دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع بھی نہین کی الخ مصنف مخاطب نے جس مضمون کو کاٹ چھانٹ کر شیعون کی طرف سے شبہ کا پیش کیا جانا ظاہر کیا ہے وہ مضمون مختصر یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ سُن کر جناب سیدہ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جب تک زندہ رہین ابوبکرؓ سے کلام نہین کیا۔ اور اپنے مرض موت مین وصیت کر گئین۔ کہ جناب امیرؑ اُنکو رات کو دفن کردین اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور اُنکی تائید کرنے والون کو اطلاع بھی نہ کرین۔ کہ جناب سیدہ بوجہ غضبناکی اور ناراضی کے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور اُن کے ساتھیون سے پہونچی تھی اُنکا جنازے پر حاضر ہونا ناپسند کرتی تہین الخ شیعہ ان امور کو کتب اہل سُنت سے اچھی طرح ثابت کرتے ہین جنھین صحیح

بخاری اور مسلم بھی داخل ہے علمائے اہل سنت مین سے کسی نے
یہ جواب دیا ہے کہ جناب سیدہ ع پھر راضی ہوگئی تھین لیکن یہ
جواب خلاف روایتون صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے تہا کہ اُن مین
جو روایت ہے اُن سے غضبناک اور ناخوش رہنا جناب سیدہ
کا مرتے دم تک ظاہر ہے - بعض علما ء اہل سنت نے معنی اُس
روایت صحیح مسلم اور بخاری کی تاویل یہ کی کہ حضرت فاطمہ فیصلہ
فدک کا سُن کر چپ ہو رہین اور اُنھون نے اُسپر کچھ کلام نہین کیا
یہانتک کہ مرگئین علیہ تاویل بھی خلاف الفاظ اور صریح معنی روایت کے
تھی اور دیگر نامور علماء اہل سنت اُس کے معنی یہ بھی قبول کرتے
چلے آتے تہے کہ حضرت فاطمہ ع معاملہ قضیہ فدک مین حضرت ابوبکر
سے غضبناک اور ناخوش مرین متاخرین علماے اہل سنت
مین سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ مین یہ ایجاد کی کہ حضرت
ابوبکر ع نے بالقصد حضرت فاطمہ ع کو غضبناک نہین کیا بمقتضا
بشریت کے حضرت فاطمہ ع ناراض اور خشمگین ہوگئین اور غرض
اس عالم متاخر کی اس تاویل رکیک سے یہ تھی کہ پیغمبر ع نے جو
فرمایا ہے کہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُس نے غضبناک
کیا مجھکو اُس کے مصداق سے حضرت ابوبکر ع بری ہوجائین
لیکن کسی پر جو غضب ہوتا ہے وہ اُس مغضوب کے کسی ایسے
فعل یا قول سے ہوتا ہی کہ جو غضب کرنے والون کو ناخوش کرے
اور ہر قول اور ہر فعل ہر انسان کا بالقصد ہوتا ہے سواے مجنون
اور غیر عاقل کے حضرت ابوبکر ع کا جو قول اور فعل معاملہ فدک مین

ظہور مین آیا کہ جس سے حضرت فاطمہ ع ناخوش ہوئین اُسکو آجتک کسی نے نہ یہ کہا نہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر ع کا وہ قول اور فعل مجنونانہ اور غیر عاقلانہ تھا - اگر وہ قول اور فعل بالقصد نہین تہا تو جس وقت حضرت فاطمہ ع اُس قول اور فعل حضرت ابوبکرؓ سے خشمناک اور ناراض ہوئین اُس وقت حضرت ابوبکر ع کو لازم تھا کہ وہ اپنے اُس قول اور فعل کو مسترد کرتے کہ حضرت فاطمہ ع کا غضب فرو ہوجاتا اور وہ خوش ہوجاتین مگر حضرت ابوبکر ع سے جیسا کہ بالقصد اپنے قول اور فعل سے حضرت فاطمہ ع کو غضبناک اور ناخوش کیا ویسے ہی وہ بالقصد اُس اپنے قول اور فعل پر قائم اور مستحکم رہے کہ جس سے فاطمہ ع خشمگین اور ناراض رہین جب پیغمبر ع نے یہ فرمایا کہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُسنے غضبناک کیا مجھکو[1] جس سے عصمت اور طہارت فاطمہ ع کی مثل پیغمبر ع ظاہر ہے یعنے جیسے کہ پیغمبر ع کسی پر غضبناک ہون تو یہ نہین سمجھا جاسکتا کہ وہ ناخوشی اور غضب پیغمبر ع کا ناواجب اور بے محل ہے ویسے ہی حضرت فاطمہ ع کی نسبت سمجھنا چاہیئے کہ اُنکا غضب ناواجب اور بے محل نہین تھا - اور جیسے کہ ارشاد پیغمبر ع سے یہ امر قابل تسلیم کے ہے - کہ فاطمہ ع کا غضبناک کرنا ایسا ہے جیسے کہ پیغمبر ع کو غضبناک کیا ویسے ہی اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جیسا پیغمبر ع کا غضب مین لانا ہے ویسے ہی خدا کا -

[1] اھدنا الصراط المستقیم ہدایت کر ہم کو راہ سیدھی کی -

صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ؑ	جن لوگوں پر تو نے انعام کیا ہے اُن کی راہ - نہ اُن لوگوں کی جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہوں کی

مصنف مخاطب نے علماے اہل سنت کے ناکافی جوابوں کو سمجھکر درگذر کی ہی اور اپنے طرف سے یہ نیا جواب دیتے ہیں کہ وہ اہل سنت کے کتب صحاح میں جناب سیدہ ؑ کی زبان سے اُن کا ناراض یا غضبناک ہونا ہرگز منقول نہیں - ناراضی فعل قلب ہی جب تک زبان سے ظاہر نہ کیا جاوے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی البتہ قرائن سے دوسرا شخص قیاس کرسکتا ہے مگر ایسے قیاس میں کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے - بخاری میں یہ مطالب ام المؤمنین عائشہ سے منقول ہیں نہ جناب سیدہ ؑ سے آم المومنین عائشہ یہ نہیں کہتیں کہ میں نے فاطمہ زہرا ؑ کی زبان سے ابوبکر ؓ کی شکایت سُنی - عائشہ عالم الغیب نہ تھیں البتہ قرائن سے اُنھوں نے ایسا سمجھا مگر کیا دلیل ہے کہ یہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کے تھا اگر حضرات شیعہ کو یہ دعوی ہو کہ فدک کی بحث میں جناب سیدہ ابوبکر ؓ سے ناراض ہوئیں تو اہل سُنت کی صحیح روایتوں سے ابوبکر ؓ کی نسبت جناب سیدہ ؑ کی زبان سے ثابت کریں کہ ناراض یا غضبناک ہونا بے شک فعل قلب سے ہے مگر یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ خشمگینی اور ناخوشی جبتک زبان سے ظاہر نہ کیجاوے دوسرے شخص کو اسکی خبر نہیں ہوسکتی بلکہ ناخوشی اور غضبناکی سوائے زبان کے آثار سے جو چہرے و بشرے سے اور دیگر افعال سے جو بعد کو وقوع میں آئیں

اُس شخص کیلئے کہ جس کے قلب مین ناخوشی اور غضبناکی ڈالی گئی ہو ظاہر ہو سکتی ہے اور قبول کی جاسکتی ہے ۔ ابو بکر جوہری جو علمائے اہل سنت سے ہین اُنھون نے اپنی کتاب سقیفہ مین ایک خطبہ جناب سیدہ ؑ کا جو خطبۂ لمہ کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے۔ اور اُسکو ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے اُس کے چند حصہ ہم نے پہلے ترجمہ کیے ہین (جو جلد رسالہ روشنی حصہ پانچ و چھ فروری و مارچ ۱۹۴۸ء صفحہ ۳۴ مین درج ہے) ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ (لغت) کے حاشیہ پر جہان لمہ کے معنی بیان کیے ہین یہ لکھا ہے کہ وہ اسی نام کا ایک خطبہ حضرت فاطمہ ؑ نے حضرت ابو بکر ؓ کے سامنے بیان کیا ہے " ابو بکر جوہری لکھتے ہین کہ جب جناب فاطمہ ؑ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر ؓ کا ارادہ فدک دینے کا نہین ہے تو آپ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالی اور اپنی قوم کی عورتون کو ساتھ لے کر حضرت ابو بکر کی طرف چلین کہ گوشہ ردا زمین پر کھنچتا جاتا تھا - اور زمین پر نشان ہوتا جاتا تھا (یہ علامت غیظ و غضب کی ہے) طرز رفتار حضرت کا کسی طرح سے رسول خدا ؐ کی رفتار سے مختلف نہ تھا یہانتک کہ ابو بکر ؓ کے پاس پہونچین - اور وہ درمیان مہاجر و انصار کے تشریف رکھتے تھے اُس وقت اُن کے اور جناب فاطمہ ؑ کے درمیان ایک سفید باریک چادر کی اوٹ کی گئی حضرت فاطمہ ؑ نے نہایت دردناک آہ کھینچی کہ تمام لوگ رونے لگے اور آپ دیر تک خاموش بیٹھی رہین یہانتک کہ لوگون کا جوش گریہ کم ہوا اور ساکت ہو گئے۔ اُس کے بعد جناب سیدہ ؑ نے وہ خطبہ فرمایا ہے جس مین حمد و نعت

ایسی روش سے بیان کی ہی کہ جو لوگون کے پند و نصائح پر مشتمل ہے اور پھر اُس مین کنایہ اسطرف ہے کہ خلافت حق اہل بیت کا تھا جو لیلیا گیا اور فدک کے متعلق آیات قرآنی سے اپنے حق پر استدلال کیا جس روایت اور خطبہ کو ابو بکر جوہری نے نقل کیا ہی اُس سے ظاہر ہے کہ خلافت جو حق اہل بیت نبوت کا تھا وہ پہلے ہی قول اور فعل حضرت ابوبکرؓ و دیگر صحابہ مہاجرین و انصار سے جو کوئی اُسمین شریک ہوا نکل چکی تھی ۔ جب حضرت فاطمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ فدک سے بھی منع کرنا چاہتے ہین تو جناب سیدہؓ ابوبکرؓ کے پاس ایسی شان سے آئین کہ جس سے غیظ و غضب اُن کا علانیہ ظاہر ہے اور اُن کے خطبہ سے ناخوش ہونا اُن کا جس کو اُنھون نے اپنی زبان سے فرمایا علانیہ واضح ہے ۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو فدک سے منع کردیا اور وہ چپ ہوکر چلی گئین اور خلاف اُن کے کلام اور خواہش کے کہ جو حق تھا اُنکے ساتھہ سلوک کیا گیا تو اسی سے اُس وقت ہر کسی کو یقین ہوا کہ جس غیظ و غضب مین حضرت فاطمہ آئی تھین اُس سے زیادہ غیظ و غضب مین اور ناخوش ہوکر گئین اور حاضرین جلسہ مین سے ہر کسی نے جان لیا کہ حضرت فاطمہؑ غضبناک اور ناخوش ہوگئین اور اُنھین سب حاضرون کے ذریعہ سے دوسرے غیر حاضرون تک یہ خبر پہونچی اور ہر کسی کو اس ناخوشی اور غضبناکی حضرت فاطمہ کا یقین ہوا

یہ واقعہ کچھہ خفیہ ظہور مین نہین آیا تھا بلکہ علانیہ وقوع مین آیا

تھا اور جس سے اکابر صحابہ مہاجرو انصار آگاہ ہوگئے تھے کہ جن کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جیسے کہ اور صحابہ حاضرین کو یقین غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا ہوا ویسے ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کہ جو بانی اس واقعہ کے تھے یقین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ زہراؑ کا کیا فاطمہؑ کے کلام سے اور کیا حالت واقعہ اور روئداد سے ہوگیا تھا۔ کتاب امامت وسیاست ابن قتیبہ سے جو ایک جید علماء اہل سنت سے ہیں ہم پہلے[۱] ایک روایت نقل کرچکے ہیں۔ ابن قتیبہ تفصیل سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آؤ فاطمہؑ کے پاس چلیں کہ ہم نے اُن کو غضبناک کردیا ہے (کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ حضرت فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ اُن سے زیادہ کوئی واقف غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ کو جان نہیں سکتا تھا کہ انھیں کے مقابلہ میں حضرت فاطمہؑ نے گفتگو ہی کی تھی اور انھوں نے حالت فاطمہؑ بچشم خود دیکھی تھی اور انھیں کے ساتھ وہ قضیہ ہوا تھا) چنانچہ وہ دونوں گئے اور فاطمہؑ نے اُن کو گھر میں داخل ہونے کا اذن نہ دیا (کیا یہ کلام اور حالت ثابت نہیں کرتا کہ فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں اور اُن دونوں کا اپنے پاس آنا اور اُن سے بات چیت کرنا فاطمہؑ پر ازحد شاق اور ناگوار تھا۔) پھر وہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ علیؑ کے پاس گئے اور علیؑ سے سفارش چاہی اور علیؑ اُن کو لے گئے۔ تو

---

[۱] رسالہ روشنی جلد اول حصہ اول اکتوبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۵۵۔

جناب سیدہ ع نے منھ اپنا دیوار کی طرف پھیر لیا۔ (کیا اس سے
زیادہ حالت فاطمہ ع اُن کی ناخوشی پر یقین کے لیے درکار ہے)
حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اپنی دختر عائشہ سے تجکو زیادہ
دوست رکھتا ہوں۔ لیکن میں نے پیغمبر ص سے سنا تھا۔ کہ گروہ
پیغمبر ص کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جناب فاطمہ ع نے کہا کہ میں تم
کو خدا کی قسم دیتی ہوں آیا تم نے نہیں سنا ہے پیغمبر ص سے کہ خوشنودی
فاطمہ ع خوشنودی میری ہے اور ناخوشی اُس کی ناخوشی میری ہے
جو کوئی دوست رکھے فاطمہ ع کو اُس نے دوست رکھا مجکو اور جو
خوشنود کرے فاطمہ ع کو خوشنود کیا اُس نے مجکو اُن دونوں حضرات
نے کہا کہ ہاں ہم نے سُنا ہے فاطمہ ع نے کہا کہ میں گواہ کرتی ہوں
خدا اور اُس کے ملائکہ کو اس بات کا کہ تم دونوں نے مجکو ناخوش
کیا اور جب پیغمبر خدا ص سے ملاقات کرونگی تو اُن کے آگے
تمھاری شکایت کرونگی پس حضرت ابوبکر نے آواز گریہ بلند کی۔
(کیا اس سے زیادہ زبانی فاطمہ ع کی غضب اور ناخوشی کا ثبوت
درکار ہے؟ ہاں) پھر جناب فاطمہ ع نے فرمایا۔ کہ ہر آئینہ میں بد دعا
کرونگی تمھارے اوپر ہر نماز میں ۔ (اب اس سے زیادہ ثبوت ناخوشی اور
غضب کا فاطمہ ع کا اُن کی زبان سے اور کچھ چاہتے ہو۔ نہیں
توبہ) حضرت ابوبکر کے جانے کی فاطمہ ع کے منانے کے لیے
یہی روایت نہیں ہے کہ جس کو صرف ابن قتیبہ نے لکھا ہو بلکہ
اکثر علماے اہل سنت نے اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ مولوی
شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں قبول کرتے ہیں کہ ۔۔۔ یہ امر ابوبکر ع

پر بہت شاق ہوا اور اپنے آپ کو دروازہ خانہ زہرا پر حاضر لائے
اور امیرالمومنین علیؑ کو اپنا شفیع گردانا تاکہ حضرت زہراؑ اُن سے
خوشنود ہو جائیں۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کتب علمائے
اہل سنت کا اس طرح حوالہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مدارج النبوۃ
اور کتاب الوفا بیہقی اور شرح مشکوۃ میں موجود ہے بلکہ شرح مشکوۃ
میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق بعد اس قضیہ کے
فاطمہؑ کے گھر پر گئے اور گرمی آفتاب میں کھڑے رہے اور عذرخواہی
کی۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ قصہ بالتفصیل مذکور ہے اور مقتل
الخطبات میں بھی بروایت بیہقی شعبی سے بھی یہ قضیہ مروی ہے
اور ابن اسمان نے کتاب الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا ہے
کہ آئے ابوبکرؓ دروازہ فاطمہؑ پر روز گرم میں اور کہا کہ نہیں جاؤں گا
میں اس جگہ سے جب تک کہ نہ راضی ہو جاوے مجھ سے بنت پیغمبرؐ
یقین کرنا چاہیے کہ ان اکابر علمائے سنت نے اُن روایات پر
اعتماد کیا ہے جن سے حضرت ابوبکرؓ کا در خانہ جناب فاطمہؑ پر جانا
بعد قضیہ فدک کے بغرض خوشنودی حاصل کرنے حضرت فاطمہؑ
کے اور روز گرم میں برداشت کرنا گرمی کا ظاہر ہوتا ہے اور جس
سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب سیدۃ نساء العالمین حضرت
ابوبکرؓ سے ایسی ناخوش اور غضبناک ہو گئی تھیں کہ جس کی وجہ سے
حضرت ابوبکرؓ اپنی بیتابی ظاہر کرتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ اُن سے
خوشنود ہو جائیں اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت فاطمہؑ کی ناراضی اور
ناخوشی کا بے حد یقین تھا۔ اور اسی کی کہتے اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ پیغمبرؐ

کے ارشاد کے کہین وہ مصداق نہ ہو جائین۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے جن کتب اہل سُنت سے اس واقعہ کا ذکر لکھا ہے اُن کتابون مین اس روایت کے آخر پر یہ مروی ہوا ہے کہ حضرت فاطمہؑ راضی ہو گئین۔ لیکن یہ جزو اخیر بالکل مخالف ہے اُس کے جو ابن قتیبہ نے لکھا ہے اور جس کا ذکر ابھی ہم اوپر لکھہ آئے ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین جو روایت غضبناکی اور ناخوشی جناب فاطمہؑ منقول ہے۔ وہ بھی خلاف اُس روایت کے ہے کہ جس روایت مین حضرت فاطمہؑ کا راضی ہو جانا مروی ہوا ہے اس لیے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین یون روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ غضبناک ہوئین اور اُنھون نے بات نہ کی یہانتک کہ مر گئین" اگر حضرت فاطمہؑ راضی ہو جاتین تو صحیح مسلم اور بخاری مین یون روایت ہوتی کہ غضبناک ہوئین فاطمہؑ پھر راضی ہو گئین اور خوش خوش مرین" ابن قتیبہ نے جو روایت لکھی ہے اور جس کا آخر مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے حضرت فاطمہؑ راضی نہین ہوئین اور اُنکا غضب فرو نہین ہوا اور اُنھون نے اپنا تا دم مرگ ناخوشی پر قائم رہنا اپنی زبان سے ظاہر فرما دیا" یہ ابن قتیبہ کی روایت مطابق صحاح کے ہے اس لیے اُس کا صحیح مانا جانا چاہیے اور روایت دیگر کتب کا جزو اخیر جو متضمن راضی ہو جانے جناب فاطمہؑ کے ہے قطعی موضوع قرار پانے کے قابل ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ قضیہ حضرت ابو بکرؓ کے جانے کا اور حضرت فاطمہؑ سے یہ خواہش کرنے کا کہ وہ راضی ہو جائین" تو صحیح ہی

صحیح ہے۔ بجائے غضبناک اور ناخوش رہنے جناب فاطمہؑ کے جیسا کہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے واضعین نے یہ وضع کر لیا کہ حضرت فاطمہؑ راضی ہو گیئں۔ عام طور پر ہر ایک ملک تعلیم یافتہ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ کسی کی خطا بخشی نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کو معافی دی جا سکتی ہے جب تک کہ وہ خطا کرنے والا اپنے اُس قول اور فعل پر نادم ہو کر اپنے قول اور فعل کو مسترد کرے اور واپس لے۔ یہانتک کہ خدا بھی کسی کا گناہ جو حق اللہ سے متعلق ہو معاف نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ گنہگار پشیمان ہو کر باز نہ آوے اور جو کوئی گناہ حق العباد کے متعلق کرتا ہے وہ گناہ اُس کا خدا اُس وقت تک معاف نہیں کرتا اور اُس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی کہ جب تک وہ حق العباد کو مسترد نہ کرے اور واپس نہ دے۔ کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ باوصف اس کے کہ خلافت کی نسبت یہ فرماتے رہے کہ مجھ سے اقالہ بیعت کا کر لو جب کہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی ہے مگر نہ اقالہ بیعت کا کیا نہ خلافت واپس دی ۔ اور متعلق معاملۂ فدک کے معافی مانگنے کے وقت بھی یہی کہتے رہے کہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ کوئی پیغمبرؐ کا وارث نہیں ہوتا۔ اور جس سے ظاہر ہوتا تھی کہ میں نے فدک کو ٹھیک ضبط کیا ہے۔ جس کو حضرت فاطمہؑ خلاف حق اور مخالف قرآن جانتی تھیں ۔ اور اُن کا ایسا جاننا یقینی تھا تو ایسی حالت میں کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کو معافی دے دیتیں اور راضی ہو جاتیں اور اگر ایسی

حالت مین وہ معافی دے دیتین اور راضی ہو جاتین - تو وہ امر ناواجب کی تائید کرنے والی اور اسمین شریک سمجھی جاتین - کہ جس سے ان کے معصوم اور مطاہر ہونے پہ داغ لگتا اس لیے کہ معصوم ہے کہ جس کی طہارت عمل نا ہو واسطے بموجب نص قرآنی اور پیغمبرؐ کے ہو چکی ہو اُس سے ایسا عمل نہین ہو سکتا کہ وہ امر ناواجب اور ناروا کی تائید کرنے والی ہو اور اُس پر راضی ہو جائے اور حقوق اہل بیت نبوت کو ضایع و برباد کر دے - یا در کہنا چاہیے کہ ایسا امر حضرت فاطمہؑ سے ظہور مین آنا غیر ممکن تھا کہ وہ دختر پیمبرؐ اور زوجہ ابوالائمہ اور مادر گیارہ ائمہ اہلبیت پیغمبرؐ کی تہین - ہان اگر حضرت ابوبکرؓ اپنے قول اور فعل پر ایسے نادم ہوتے کہ خلافت اور فدک جو حق اہل بیت پیغمبرؐ کا تھا اُس کو واپس کر دیتے کہ اُس حالت مین اُن کا اپنے قول اور فعل سے باز آنا ٹھیک ہوتا تو مین یقین دلاتا ہون - کہ جناب سیدہؑ اس حالت مین حضرت ابوبکرؓ سے ضرور راضی ہو جاتین اور بغیر اس کے میری سمجھ مین تو آتا نہین - جس کسی کے جی مین آئے سمجھ لے کہ حضرت فاطمہؑ راضی ہو گئی تہین -

مگر بہت دشوار ہے - کہ جناب سیدہؑ کے تا زیست راضی ہو جانے پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے مع اُن لوگون کے کہ جو شریک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہوئے - کوئی یقین کر سکے - وہ ان لوگون سے اسقدر غضبناک اور ناخوش تادم مرگ گئین کہ اُسی ناخوشی کی وجہ سے اُن کے نہ حاضر ہونے

کے لیے اپنے جنازہ پر ممانعت اور وصیت کر گئیں چنانچہ ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ وہ فاطمہ ع نے ابوبکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تم سے کبھی جدائی نہیں کرونگا فاطمہ ع نے کہا خدا کی قسم ہر آئینہ بددعا کرونگی میں تم پر ابوبکر نے کہا قسم خدا کی میں دعا کرونگا تمھارے واسطے پس جسوقت کہ حاضر ہوئی وفات فاطمہ ع کو۔ پس وصیت کر گئی کہ نہ نماز پڑھیں ابوبکر اُن پر۔ دفن کی گئیں فاطمہ ع رات کو[1] یہ روایت صاف دلالت کرتی ہے کہ وصیت حضرت فاطمہ ع کی بوجہ آزردگی اور ناخوشی کے یہ تھی کہ حضرت ابوبکر اُن کے جنازہ پر حاضر ہوئیں اور صحیح بخاری میں غزوہ خیبر میں یہ روایت ہے (جس کا شروع یہ ہے) کہ وہ چاہتی تھی فاطمہ ع میراث رسول اللہ ص سے جو کچھ کہ فئے کر دیا تھا اللہ نے پیغمبر ص پر مدینے میں اور فدک میں اور جو کچھ کہ بقیہ تھا خمس خیبر سے (آخر روایت میں ہے) پس انکار کیا ابوبکر نے یہ کہ حوالہ کریں فاطمہ ع کو اُس میں سے کچھ۔ پس خشمگین اور اندوہگین ہوئیں فاطمہ ع ابوبکر پر اُس قضیہ میں اور جدائی کی فاطمہ ع نے ابوبکر سے اور نہ کلام کیا فاطمہ ع نے اُن سے یہانتک کہ مر گئیں اور زندہ رہیں فاطمہ ع بعد نبی ص کے چھ مہینے۔ پس جب وفات پائی فاطمہ ع نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علی ع نے رات میں۔ اور نہ اذن دیا اُن کے جنازے پر کہ ابوبکر نماز پڑھیں[1] اور یہ روایت صحیح مسلم میں بھی کتاب جہاد میں مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب

[1] مطبع تیغ بہادر لکھنؤ صفحہ ۲۳۴۔

مین بھی اس قدر منقول ہے کہ وہ دوسرے روز ابو بکر صدیق رض اور عمر فاروق رض اور تمام اشراف صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے عتاب کیا کہ کیون ہم کو خبر نہ کی تاکہ شرف نماز کا اس پر ہم پاتے حضرت علی رض نے عذر کیا کہ بموجب وصیت کے ایسا مین نے کیا ؁

ان روایات مین (جو دیگر کتب صحاح مین مندرج ہین اور جنکی صحت علماے اہل سنت قبول کرتے رہے ہین) ایسی تفصیل سے واقعات غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ زہرا ع کے منقول ہین جنمین زبانی اور حالت فاطمہ ع یعنے اُن کے قول اور عمل سے قابل یقین کے ثابت ہے کہ خلافت جو خاندان نبوت سے نکال لی گئی اور فدک سے اُن کو منع کر دیا گیا حضرت فاطمہ ع حضرت ابو بکر رض اور عمر رض پر ایسی غضب ناک اور اُن سے ایسی ناخوش ہوئین اور وہ غضب اور ناخوشی ایسا اُن کا تاحیات باقی رہا کہ حضرت ابو بکر رض اور عمر رض اور جو کوئی اُنکا مساعد تھا اُنکے لیے وصیت کر گئین کہ وہ اُنکے جنازے پر بھی حاضر نہون۔

یہ تمام واقعات موجب غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ع کے کیا سقیفہ بنی ساعدہ مین امر خلافت کے متعلق اور کیا دربار حضرت ابو بکر رض مین قضیہ فدک کے متعلق اور کیا حضرت ابو بکر و عمر کے بغرض حصول خوشنودی جناب سیدہ ع کے گھر پر جانے اور جناب فاطمہ ع کی خوشنودی ہونے کے متعلق اور کیا وصیت کر کے اُن حضرات کو حاضری اور شرکت جنازہ سے منع کر دینے کے متعلق اور اسی

وجہ سے اُن کو اطلاع وفات نہ دینے کے اور اُن حضرات سے
شریک جنازہ نہو سکنے کے متعلق ایسے کُھلم کُھلا اور علانیہ وقوع میں
آئے تھے کہ جس سے ہر کسی کو قول اور طرز عمل حضرت فاطمہ سے
یقین ہوگیا تھا کہ فاطمہ زہرا غضب ناک اور ناخوش حضرت ابوبکرؓ
اور عمر سے تا زیست رہین۔ بی بی عائشہ جو پیاری دختر اور جگر
حضرت ابوبکر کی تھین اُن کے یقین پر حضرت فاطمہ کے غضبناک
اور ناخوش رہنے کا مرتے دم تک بہ نسبت دوسرے لوگون کے
کچھ بھی شبہ نہین ہوسکتا کہ حضرت فاطمہ کی تمام گفتگو مین اور اُنکا
طرز عمل خود بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ پدر بزرگوار بی بی عائشہؓ کے
وقوع مین آیا تھا۔

پس بی بی عائشہ سے صحیح بخاری[۱] اور مسلم مین جو یہ روایتین
ہین کہ بیع فاطمہ بنت رسول اللہ نے چاہا ابوبکر صدیق سے
بعد وفات رسول اللہ کی یہ کہ حصہ کردین فاطمہؓ کی لیے میراث اُنکی جو کچھ چھوڑا ہے
رسول اللہ نے اُس چیز سے کہ فَیْ کردیا تھا اللہ نے رسولؐ پر کہا ابوبکرؓ نے فاطمہؓ سے بیشک
رسول اللہ نے فرمایا نہین وارث ہوتا ہے ہمارا۔ جو کچھ چھوڑتے ہین ہم صدقہ ہے۔ پس
غضبناک ہوئین فاطمہ بنت رسول اور جدائی کی ابوبکر سے اور
اور ہمیشہ رہی وہ جدائی یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین فاطمہ
بعد رسول اللہ کے چھ مہینہ۔ اور دوسری[۲] روایت کے آخر
مین بھی ہے۔ جب مرگئین فاطمہ دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر نے
رات مین اور نہ اذن دیا اُن کے لیے ابوبکر کو کہ وہ نماز پڑھین اُن پر ۱۲

[۱] کتاب خمس بخاری ۱۲ [۲] غزوۂ خیبر بخاری کتاب الجہاد مسلم ۱۲

یہ روایتین بیان مختصر اور نتیجہ اُن واقعات مفصل کا ہی جو روایتون دوسرے کتب اہل سنت مین منقول اور مقبول علما اہل سنت کی ہین اور بی بی عائشہ ؓ نے اپنے بیان مین نتیجہ اُنہین واقعات کا بیان کیا ہے کہ جس قول اور طرز عمل فاطمہ زہرا ؑ سے اُن کی غضب ناکی اور ناخوشی کا ہر کسی کو یقین تہا اور وہ واقعات قول اور طرز عمل فاطمہ ؑ خود بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ پدر بزرگوار بی بی عائشہ صدیقہ کے ظہور مین آئے تہے۔ اور بی بی عائشہ کو اُس نتیجہ واقعات پر جس کو اُنھون نے بیان کیا ایسا علم الیقین تہا کہ اُن کو کچھ ضرورت ذریعہ اپنے علم کے بیان کی نہین تھی۔ پس امر محققہ اور واقعات مسلمہ کا نتیجہ بیان کرنا بی بی عائشہ کا اُس سے بہتر اور اولی صداقت غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہے کہ جب بی بی عائشہ محض زبانی حضرت فاطمہ ؑ کے بیان کرتین کہ اُس مین سے گنجائش اس امر کے کہنے کی باقی رہ سکتی کہ بی عائشہ سے گفتگو زبانی فاطمہ زہرا ؑ کے سمجھنے مین غلطی ہوئی۔ پس بی بی عائشہ کے بیان نتیجہ اور محققہ اور واقعات مسلمہ کی نسبت یہ قیاس کرنا کہ وہ اُنھون نے قیاس کیا تھا جس مین غلطی ہو جاتی ہے یا تیرہ سو برس کے بعد یہ ایجاد طبع کہ وہ بی بی عائشہ کا وہ قیاس تہا اور وہ قیاس بھی غلط تھا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ بی بی عائشہ صدیقہ نے جو امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا بیان کیا ہے اُس کی صداقت کو نہ ماننا ایسا ہی ہے کہ جیسے خود حضرت ابوبکرؓ بلا ذکر زبانی حضرت فاطمہ ؑ کے امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کو بیان کرتے اور اُن کے بیان

کی نامنظوری کے لیے یہ کہا جاتا کہ اُنھون نے فاطمہ زہرا ع کی زبانی
شکایت نہین سنی - بی بی عائشہ بے شک عالم الغیب نہین تھی لیکن
یہ معاملہ عالم شہود کا ہے جس کو اُنھون نے بیان کیا ہے اور اُنکی
آنکھون کے سامنے زمانہ اُن واقعات کو ظہور مین لاتا گیا تھا اور اُن
واقعات کو مسلم اور محقق قرار دیتا جاتا تھا -

مصنف مخاطب ہنوز مشتاق ایسی دلیل کے ہین کہ وہ بی بی
عائشہ کا سمجھنا مطابق واقعہ کے تھا حالانکہ دلیل اُس کی خود وہ
واقعات مسلمہ ظاہر کرچکے ہین - کہ جو کچھ بی بی عائشہ نے بیان
کیا تھا وہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کی تھا اور وہ اُنکا سمجھنا بعینہ ایسا تھا کہ جیسا خود حضرت
ابوبکرؓ کا سمجھنا مطابق واقعہ کی تھا - شیعہ جو دعوی کرتی ہین کہ فدک کی بحث مین جناب
سیدہؑ ابوبکرؓ سے ناراض ہوئین اہلسنت کی روایتونسے ابوبکرؓ کی شکایت جناب
سیدہؑ کی زبان سے ثابت کرچکے اور اُن روایتون کی صحت
کی نسبت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اُن کو علماے اہل سنت تا اینزما
زمانہ تک بھی قبول کرتے چلے آتے ہین - اگر مصنف مخاطب کے
ہم خیال علماے اہل سنت کی اُن روایتون کے صحیح نہ ماننے جانے
کا خیال رکھتے ہون تو اُن کو کوئی دلیل لانا چاہیے کہ وہ روایتین جنکو
علماے اہل سنت قبول کرتے چلے آتے ہین وہ بمقابلہ اہل سنت
کے شیعہ کیون نہین حجت لا سکتے ؟

مصنف مخاطب بی بی عائشہؓ کی نسبت یہ الزام لگانے
کے بعد کہ (اُن کا وہ بیان قیاس تھا اور وہ قیاس بھی غلط از روئے
واقعہ تھا) دفع دخل کرنا چاہتے ہین تاکہ اُن کے قیاس جدیدہ سے

جس مین تمام علمائے گذشتہ سے مخالفت پیدا ہوتے ہی بی بی عائشہ پر مصنف مخاطب کی طرف سے کوئی طعن عائد نہو جاوے لیکن دفع دخل مین اُنکو کامیابی نہین ہوئی۔

پہلے تو ہم کو یہ حیرانی ہے کہ مصنف مخاطب آیہ تطہیر شان مین ازواج کے قرار دیتے ہین جس پر اُنھون نے بہت زور دیا ہے۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ ازواج کی شان مین آیت تطہیر کو قرار دینے سے اصل مقصود یہ ہی ہے کہ بی بی عائشہ طاہر سمجھی جاوین اس طہارت سے یہ مراد تو ہو نہین سکتی کہ بی بی عائشہ کے ہاتھ پانو بدن مین قاذورات لگے ہوئے تھے اُن سے وہ طاہر ہو گئین بلکہ شرک وکفر فواحش اور عمل قبیح کی طہارت سے مراد ہونی چاہیے یعنے کوئی گناہ اُن سے سرزد نہو۔ ہان اب سوال یہ ہے کہ غلط اور خلاف واقعہ ایسا قیاس بی بی عائشہ کی طرف عائد کرنا۔ کہ جس سے حضرت ابوبکرؓ برحق خلیفہ اور نائب رسولؐ پر (جیساکہ مزعوم اہل سنت ہے) غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا الزام عائد ہوتا ہو (کہ غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ برابر غضب اور ناخوشی پیغمبرؐ کے ہے) امر شدید اور مذموم حضرت ابوبکرؓ کے لیے ہے۔ آیا ایسا الزام لگانا داخل عمل قبیح اور گناہ کے ہے یا نہین؟ شیعہ ہی بجز اس کے کہ حضرت ابوبکر پر کچھ الزام لگاتے ہین اور کچھ گناہ نہین کرتے ویسے ہی بی بی عائشہ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر غلط الزام لگانے کا گناہ مصنف مخاطب عائد کرتے ہین۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ معصوم نہین تھین اور اُن سے ایسے امور کا سرزد ہونا غیر ممکن نہین تو اسکا نتیجہ

یہ ہوگا کہ وہ شامل اُن لوگوں کے نہیں تھیں جنکی شان میں آیت تطہیر ہے - ہان ایسے امور کے سرزد ہونے سے جبکہ وہ معصوم نہیں ہیں بی بی عائشہ کے لیے یہ فائدہ ہے کہ اُن کی خصلت ضرورۃً امور ناروا کے لیے پائی جاوے گی اور کہا جا سکیگا کہ جب اُنھوں نے اپنے باپ ایک خلیفہ برحق نائب رسول ص پر ایسا شدید الزام لگانے پر قیاس غلطا اور خلاف واقعہ کے ذریعہ سے باک نہیں کیا - تو وہ علی مرتضی ع جو تھے خلیفہ رسول ص سے جنگ کرنے میں کیا دریغ کرسکتیں اور علی ع سے جنگ کرنے کا الزام جو شیعہ بی بی عائشہ پر لگاتے ہیں اُس سے برات کے لیے وہ خصلت بی بی عائشہ کی حجت عمدہ ہے

مصنف مخاطب ام المومنین عائشہ ع پر طعن عائد نہو سکنے کے لیے کہتے ہیں کہ شاید اُنھوں نے بیان خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا تھا - بلکہ جو کچھ وہ سمجھی ہوئی تھیں اُس کو بیان کیا تھا یہ اتفاقی بات ہے کہ وہ خلاف واقعہ تھا۔ یہ تو ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ ع نے خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا مگر جو کچھ وہ سمجھی ہوے تھیں وہ خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتا ہے جو واقعات مسلمہ اور امور متفقہ ہم نے کتب اہل سنت سے دکھائے - اُن سے وہ بیان بی بی عائشہ ع کا مطابق واقعہ کے ہے مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ اُن واقعات کو دکھاتے کہ جس سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا کہ حضرت ابوبکر ع سے حضرت فاطمہ ع کو اذیت نہیں پہونچی اور ہمیشہ حضرت ابوبکر ع اُن کی رضا اور خوشنودی کے کام کرتے رہے - جس سے حضرت فاطمہ ع کا کبھی غضبناک اور

ناخوش ہونا ہر کسی کے ذہن میں آجاتا - بغیر اس کے باوصف موجود ہولے واقعات غضب اور ناخوشی کے کسی کی سمجھ میں یہ کہنا مصنف مخاطب کا آسکتا ہے کہ بی بی عائشہ رض کا بیان جو وہ سمجھے ہوئے ہیں خلاف واقعہ تہا - یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد مصنف مخاطب بی بی عائشہ رض کی سمجھ کو جو اُن واقعات پر مبنی تھی - کہ جو اُن کی زندگی مین گذرے تھے غلط اور خلاف واقعہ قرار دین - یہ واقعات ایسے مسلمہ اور محققہ طشت از بام تھے کہ اُس عہد کے تمام لوگ اُن واقعات کی صحت کو مانتے تھے - اور مفصل اُن واقعات کو دوسرے لوگون نے برابر نقل کیا ہے جو خود کتب اہلسنت مین مندرج ہین - بی بی عائشہ کے ایک شخص عروہ بن زبیر سے (کہ جو بہانجہ[1] بی بی عائشہ کا تہا - اور جن کے سامنے بی بی عائشہ ع بے حجاب آسکتی تہین) نتیجہ واقعات مسلمہ اور امر محققہ کے بیان کرنے سے تو زیادہ تائید صحت اُن روایات کی ہوتی ہے - جو دوسرے لوگون سے دیگر کتب اہل سنت مین منقول ہوئی ہین صحت واقعات کے لیے یہ امر ضروری نہین ہو سکتا - کہ بی بی عائشہ کے سوا دوسرے لوگون سے بہی یہ خبر کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین بہی منقول ہو کیا مصنف مخاطب اس امر کے قائل ہین کہ تنہا بی بی عائشہ ع سے کوئی حدیث پیغمبر ص کی منقول ہو اور دوسرے لوگون سے اسی کتاب مین وہ روایت منقول نہو تو وہ روایت بی بی عائشہ کی غلط اور خلاف

---

[1] عبد اللہ منذر عروہ مہاجر چار بیٹے اسمار بنت ابی بکر رض سے زبیر کے تہے - (کتاب ریاض مستطابہ) -

واقعہ ہے۔ امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا جو بیان بی بی عائشہ نے کیا ہے اگر حضرت عائشہ حیات فاطمہ یا عہد ابی بکر میں بیان کرتیں تو بھی وہ اسی کے برابر تھا۔ کہ بعد وفات فاطمہ اور عہد ابی بکر کے اگر بیان کیا ہم کو اس بات کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ خلافت صدیق کے زمانہ میں عروہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا جس سے مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ وہ بیان بی بی عائشہ نے بعد عہد ابی بکر کے ظاہر کیا ہے۔ اگر جناب فاطمہ یا عہد ابی بکر میں یہ خیال ظاہر کرتیں تو اس کی تصحیح ہو جاتی ہم قبول کیے لیتے ہیں کہ عروہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس کے سامنے واقعات اور قضیے خلافت اور فدک کے درمیان حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر کی ظہور میں نہیں آتے تھے پس لازم آتا ہے اسی وجہ سے بی بی عائشہ نے عروہ کے سامنے کہ جو نا واقف اور بے علم ان واقعات اور قضیوں سے سمجھا جاتا تھا امر محققہ اور نتیجہ واقعات کو بیان کیا اور حیات فاطمہ اور عہد ابوبکر میں وہ واقعات اور قضیہ باہم فاطمہ اور حضرت ابوبکر کے ایسے علانیہ ظہور میں آئے تھے کہ ہر کوئی غضب ناکی اور ناخوشی جناب سیدہ کو جانتا تھا۔ ان لوگوں واقف کا ان کو جو حیات فاطمہ اور عہد ابوبکر میں موجود تھے کیا ضرورت تھی کہ ایک دوسرے واقف کو اطلاع کرتا۔ جناب سیدہ کا ابوبکر سے ناراض ہونے کا خیال اس وجہ سے بے اصل نہیں ہو سکتا کہ خلافت ابوبکر کے زمانے میں کسی کی زبان پر اس کا ذکر نہ آیا

یا عائشہ کے سوا کسی کے دل مین اس کا خیال بھی نہ گذرا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ۔ بلکہ عہد خلافت حضرت ابوبکر مین کسی کو غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کا یقین تھا اور سب سے زیادہ بی بی عائشہ کے دل مین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کی یقینی تھی اور اسی وجہ سے کسی کی زبان پر ذکر نہین آیا کہ ہر کوئی اس کا علم رکھتا تھا ۔ واقعات زمانہ تب ہی منقول ہوتے ہین کہ جبکہ ان جاننے والا انجان سے ذکر کیا کرتا ہے اور انجان سے ہی کسی واقعہ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے اُن واقعات اور قضیون درمیان حضرت ابوبکر اور جناب فاطمہ کا ذکر مختلف لوگون نے مختلف لوگون سے سُن کر کیا ہے جیسا کہ کتب اہل سنت مین وہ عام واقعات باعث غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کے اور وہ واقعات جن سے غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کی مسلم اور محقق ہوتی ہے موجود اور منقول ہین ۔ خواہ وہ کتب سیر اور تاریخ کی شان رکھتے ہون خواہ جمع احادیث کی ۔

دعوی فدک کے بعد شاید نہین یقینی بی بی عائشہ کی اور ازواج کی سیدہ سے ملاقات نہین ہوئی اس وجہ سے نہین کہ بی بی عائشہ پابند عدۃ تھین جیسا کہ مصنف مخاطب گمان کرتے ہین (عدت وہ بیوہ رکھتی ہے کہ جو بعد وفات شوہر دوسرا شوہر کر سکے اور زمانہ عدت تک اس کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ نکلے ازواج رسول بعد وفات رسول دوسرا شوہر نہین کر سکتی تھین کہ انہیر دوسرا شوہر کرنا حرام تھا ۔ اور اُن کو بموجب نص قرآنی کے تا زیست

پیغمبرؐ کے گھر سے کسی وقت اور کسی حالت میں باہر نہیں نکلنا چاہیے
تھا۔ اُن کے لیے زمانہ عدت اور غیر عدت کا جو غیر ازواج رسولؐ
کے لیے سب مساوی تھا۔ بلکہ بی بی عائشہ کی جناب سیدہؑ سے
بعد وفات رسولؐ اور دعوی فدک کے ملاقات اس وجہ سے
نہیں ہوئی کہ اول تو بی بی عائشہؓ حیات رسولؐ میں ذکر حضرت
خدیجہ مادر فاطمہؐ کے وقت ایسے کلمات زبان پر لایا کرتی تھیں
کہ جس سے پیغمبرؐ آشفتہ ہو جاتے تھے اور حضرت فاطمہؐ کے
دل کو خراش پہنچتی تھی۔ جیسا کہ خود کتب اہل سنت میں موجود
ہے۔ بعد وفات پیغمبرؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے خلافت لے لینے
اور فدک سے فاطمہؐ کو منع کر دینے کے جناب فاطمہؐ زہراؑ
کو غضب ناکی اور ناخوشی پیدا ہو گئی تھی جس پر حضرت ابوبکرؓ یقین
کرتے تھے اور باوصف اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؐ
کے گھر گئے۔ نا فاطمہؐ اُن سے خوشنود نہ ہوئیں فاطمہؐ بی بی
عائشہ کو جگر حضرت ابوبکرؓ کا جانتی تھیں اور بی بی عائشہؓ اپنی
ذاتی اور حمیدانی پرتاؤ سے یقین کرتی تھیں کہ حضرت فاطمہؐ جیسا
کہ حضرت ابوبکرؓ پر غضب ناک تھیں ویسے ہی مجھ سے ناخوش
ہیں اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کی ملاقات جناب سیدہؑ سے
وفات رسولؐ اور نکلجانے خلافت اور ضبطی فدک کے بعد نہیں ہوئی
اور نہ مصداق گھر سے رسولؐ کے باہر جانے کا حضرت فاطمہؐ کی
ملاقات کے لیے بی بی عائشہ کی نسبت ہو سکتا تھا کہ دونوں گھر
برابر تھے اور دیوار درمیانی میں ایک کھڑکی (سوکھا) تھا اتفاقاً فاطمہؐ بعد رسولؐ

کے بی بی عائشہ کے لیے کچھ تو مقتضائے انسانیت تھا خصوصاً جبکہ بعد زمانہ عدت بی بی عائشہ کے جو مقصود مصنف مخاطب کا ہے حضرت فاطمہ زندہ رہی تھین - اور اگر بی بی عائشہ کو زمانہ عدۃ مانع تھا تو حضرت فاطمہ کو کون امر مانع تھا کہ وہ بی بی عائشہ سے ملاقات کرتی رہتین - جناب فاطمہ کا بی بی عائشہ کی ملاقات کے لیے کبھی نہ جانا دلیل اس بات کی ہے کہ باہم اُنکے لطف نہ تھا - اور ایسی ناخوشی تھی کہ جناب فاطمہ نہ بی بی عائشہ کے پاس تا زیست کبھی گئین نہ اُن کو اپنے پاس آنے دیا یہانتک کہ اپنے جنازے پر بی بی عائشہ کے شریک ہونے کی روادار نہ ہوئین - بی بی عائشہ کو فاطمہ سے رنج یا عداوت یا ناخوشی کا اندازہ اُس خمیازہ سے ہو سکتا ہے کہ خانۂ فاطمہ مین جو متصل تھا ملاقات کے لیے بی بی عائشہ نہ جائین اور خانۂ پیغمبر سے نکل کر علی شوہر حضرت فاطمہ داماد پیغمبر سے جنگ کے لیے بصرہ تک چلی جائین اور اپنے آپ کو مخالفت آیت قرآنی "وقرن فی بیوتکن" پر اکتفا نہ کرکے اور علی سے جنگ کرکے مطابق اس ارشاد رسول کے "حربک حربی" مصداق حرب رسول بنائین -

مصنف مخاطب اپنی تقریر کا یہ نتیجہ نکالتے ہین وہ کہ جن قرائن سے حضرت عائشہ نے یہ نتیجہ نکالا ہوگا وہ ایسے قرائن نہ تھے جنکو بچشم خود اُنھون نے دیکھا ہو یا بلاواسطہ جناب سیدہ کی زبان سے سُنا ہو"

بعد واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے خلافت کے متعلق اوقات مختلفہ پر حجتین اور گفتگوئین اور علی مرتضی ؑ سے بیعت طلبی اور اُن کے طلب کے لیے حضرت عمرؓ کا آگ اور لکڑی لیکر درخانہ فاطمہؑ پر مع گروہ کے آنے کے قضیے اور فدک کے منع کے قضیے اور فاطمہؑ کا حضرت ابو بکرؓ کے دربار مین جانا اور ناکام واپس آنا اور اُنکی غضب ناکی اور ناخوشی کی حالت اول سے آخر تک بہت کچھ مسجد نبوی مین ہوا ہے اور مسجد نبوی کے صحن مین اُن برابر برابر گھرون کے کہ جنمین فاطمہؑ اور بی بی عائشہؓ رہتی تہین دروازے کھلے ہوئے تھے اور اُن گھرون کی دیوار درمیانی تہی ایک خوکلہ تھا۔ اور مسجد نبوی اور اُس کا صحن کچھ لنبا چوڑا نہین تہا۔ جس سے وہ گھر اور دروازے دور ہوتے۔ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ واسطے حاصل کرنے خوشنودی فاطمہؑ کے اسی در اور گھر فاطمہؑ پر گئے تھے اور ناکام اُن کے آنے کا واقعہ اسی در اور گھر پر ہوا تہا۔ جس سے کچھ شبہ نہین رہ سکتا کہ وہ تمام واقعات بی بی عائشہؓ کی آنکھون کے سامنے گذرے اور اُنھون نے اپنی آنکھون سے دیکھا اور بلا واسطہ جناب سیدہؑ کی زبان سے سنا اور بی بی عائشہؓ نے جو بیان غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہؑ کا کیا اُنکو کا علم ذاتی بذریعہ انہین واقعات کے ہوا تہا جو اُن کے سامنے گذرے جنمیں وہ کچھ شبہ نہین کرسکتی تہین۔

امر غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہؑ کا حضرت ابو بکرؓ پر دائر درمیان انہین دونون کے تہا اور جیسا کہ حضرت فاطمہؑ سے معلوم

ہو سکنے پر کیفیت غضب ناکی اور ناخوشی کا مصنف مخاطب کے
نزدیک معتمد ہو سکتا ہے ویسا ہی حضرت ابو بکر کی طرف سے بی بی
عائشہ ؓ کو علم ہونا معتمد سمجھنا چاہیے۔ اور کم سے کم ضرور ہے کہ
بی بی عائشہ کو ان تمام واقعات غضب اور ناخوشی فاطمہ ؓ کا اور
مرتے دم تک باقی رہنا اُس غضب اور ناخوشی کا علم حضرت ابو بکر ؓ
سے ہوا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ بی بی عائشہ ؓ اپنے باپ کی
سرگذشت سے اُنکی زبانی لاعلم رہ سکیں یا جو واقعات اُن کے
باپ کو پیش آئے اُن کو اُن سے تحقیق نہ کر سکیں یا اگر بی بی عائشہ ؓ
بوجہ عدہ کے جیسا کہ مصنف مخاطب کے زعم میں ہے گھر سے
باہر نہیں جا سکتی تھیں تو حضرت ابو بکر ؓ کے لیے کوئی امر مانع بی بی
عائشہ ؓ کے پاس جانے کا نہیں تھا۔ کچھ شبہ نہیں کہ ہر طرح سے
بی بی عائشہ ؓ کو علم الیقین غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ؓ
کا تھا اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کو ضرورت نہیں ہوئی کہ ذریعہ
اپنے علم کا ظاہر کریں بی بی عائشہ نے جو بیان غضب اور ناخوشی
فاطمہ ؓ کا بہ سلسلۂ بیان اُن واقعات کے کیا ہے کہ جو باعث غضب
اور ناخوشی فاطمہ ؓ کے ہوئے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ اُن کو ان امور
کا علم ذاتی بلا واسطہ کسی غیر کے تھا۔ جب جناب سیدہ ؓ کی ناراضی
کے اسباب اور واقعات مسلمہ اور محققہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ
جناب سیدہ ؓ اُن واقعات اور اسباب مکروہ کے باعث سے
ناراض ہو گئیں تو خود بخود یہ امر ظاہر ہو جائے گا کہ ناراضگی کی وجہ
سے اُنہوں نے ابو بکر ؓ سے کلام چھوڑ دیا۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ اُن واقعات اوراسباب کے غیر صحت ثابت کرتے کہ جن سے جناب سیدہ ع غضب ناک اور ناخوش ہو گئی تھین اور ایسے واقعات اور اسباب دکھاتے کہ جناب سیدہ ع حضرت ابوبکر ع سے تازیست برابر خوشنود رہین تب اُن کو یہ کہنا زیبا تھا وہ یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ناراضگی کی وجہ سے اُنھون نے ابوبکر ع سے کلام چھوڑ دیا تھا ؎

اور یہ قیاس امکانی مصنف مخاطب کا کہ وہ اس کے بعد اُن مین باہم کلام ہوا ہو مگر حضرت عائشہ ع کو اُسکی خبر نہ ہوئی حجت نہین ہو سکتا جب تک کہ مصنف مخاطب یہ نہ دکھائین کہ منع فدک کے بعد کسی موقع پر باہم اُن دونون کے کلام ہوا مگر بی بی عائشہ ع کو اُسکی خبر نہوئی ایسے ہی یہ احتمال مصنف مخاطب کا کہ وہ کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی - اور غیر محرم سے عورتین بلاضرورت بات چیت نہین کرتین ؎ قابل حجت نہین ہو سکتا -

جناب سیدۃ نساء العالمین دختر پیغمبر ص اہل بیت نبوت سے تھین اور اُن سے زیادہ عترت اور ذریت اور آل رسول ص ہونے کا اطلاق کسی اور پر نہین ہو سکتا - علاوہ اس قسم کے ارشادات رسول ص کے (کہ فاطمہ ع کی اذیت میری اذیت ہے فاطمہ ع کی غضب ناکی میری غضب ناکی ہے - فاطمہ ع میری لخت جگر ہے جب مجھ پر درود اور سلام بھیجو تب اُس پر بھی ؎ جس مین ہدایت اِس امر کی تھی کہ فاطمہ ع کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے کہ جو میرے ساتھ ہونا لازم ہے) آخری وصیت پیغمبر ص کی یہ تھی کہ مین درمیان

تمہارے دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب اللہ دوسرے
اپنی عترت اُن کو مضبوط پکڑے رہنا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور وہ آپس
سے جدا نہین ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہون ؎

فاطمہ دختر پیغمبر ص کے ساتھہ لازم تھا کہ تمام امت موجودہ
وہی برتاؤ کرتی جو پیغمبر ص کے ساتھہ اور وہ برتاؤ ایسا ہونا چاہیے
تھا کہ جس سے مثل قرآن کے اُن کے ساتھہ تمسک کا ہونا صادق
آتا اور جس مین روزانہ اُن کے ساتھہ مین کلام کی ضرورت پڑتی
اور جو صحابہ معزز مہاجر و انصار پیغمبر ص کو دوست رکھتے تھے
بالخصوص جو مدینے مین موجود تھے اُن کو لازم تھا کہ روزانہ بعد
نماز صبح اول اُن کے دروازہ پر حاضر ہوکر درود اور سلام بھیجتے
اور اُن کی پرسش احوال کرتے اور وفات رسول ص کی وجہ سے
جو صدمہ فاطمہ ص کو پہونچا تہا۔ اُسمین دلجوئی اور تشفی کو مقدم جانتے
چنانچہ بعض صحابہ ایسا کرتے تھے اور بعض صحابہ تو ایسے تہے
کہ مسجد نبوی مین اُن کے دروازے پر پڑے رہتے تہے اور اُن کی
دربانی کو اپنا فخر جانتے تھے ایسے صحابہ کے نام شیعون کے یہان
نہایت عزت مین روشن حرفون مین لکھے ہوئے ہین مگر یہ وہ صحابہ نہین
ہین جنکے نام زمانہ نے سُنہری حرفون مین لکھے ہین۔

شیعون کو جو کچھ طعن ہے وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رسول ص نے
فاطمہ ص کے ساتھہ ایسا سلوک نہین کیا جیسے کہ وہ اکلوتی پیغمبر ص کی تھی
اور فاطمہ ص کو چھوڑ دیا اور اُن کی بات تک نہ پوچھی اُن سے فاطمہ ص
نے مرتے دم تک کلام نہین کیا۔ مگر جو صحابہ کہ ہر وقت یا روزانہ یا کسی

وقت یا مدینے سے باہر کے رہنے والے جسوقت کہ مدینے مین آتے تھے اسوقت دروازۂ فاطمہ ع پر حاضر ہوتے تھے اور اُنکے پرسش احوال کرتے تھے اور اُن کی مصیبت سنتے تھے وہ مصیبت کہ جسکی جناب سیدہ ع نے فرمایا ہے کہ مجھہ پر وہ مصیبتین گذرین کہ اگر دنون پر گذرتین تو راتین ہو جاتین اور اُن سے صراط مستقیم کی ہدایتین اور تعلیم پاتے تھے - خود پیغمبر ع کا معمول تھا کہ جب کبھی باہر جاتے تھے تو فاطمہ ع کے پاس ہوکر جاتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تھے تو اول فاطمہ ع کے پاس آکر پرسش احوال کرتے تھے لیکن حضرت ابو بکر ع اور بعض دیگر صحابہ اُن کے ہم مشرب نے وہ برتاؤ کہ جو پیغمبر ع کے ساتھہ ہونا چاہیے تھا فاطمہ ع کے ساتھہ نہ کیا اور جیسے کہ علی ع کو احد الناس جانا ویسے ہی فاطمہ ع کو عام عورتون میں سے ایک عورت سمجھا -

حضرت ابو بکر ع نے زبان سے بے شک فرمایا کہ مجھکو فاطمہ ع اپنی دختر عائشہ ع سے زیادہ عزیز ہے - لیکن برتاؤ ایسا نہ کیا جو اپنی دختر عائشہ کے ساتھہ کرتے تھے جیسا کہ خود مصنف مخاطب کے سخن کا نتیجہ ہے کہ وہ ضرورت کلام کی فاطمہ ع کو ابو بکر سے نہین پڑی ؟ مگر کیا حضرت ابو بکر ع کو ضرورت پرسش احوال کے لئے بھی جانا منع تھا اور پرسش احوال فاطمہ ع کی ضرورت نہ تھی - ؟

ہان فاطمہ ع کو قضیہ فدک مین حضرت ابو بکر ع کی دربار مین جانے کی ضرورت تھی اور گئین - اور حضرت ابو بکر ع سے کلام کرنیکی ضرورت تھی اور کیا اور جب فاطمہ ع غضبناک اور ناخوش

ہوئیں تو حضرت ابو بکر رض کو ضرورت فاطمہ رض کے دروازے پر جانے کی اور کلام کرنے کی ہوئی اور فاطمہ رض سے ہمکلام ہوئے۔ اس کے بعد بے شک فاطمہ رض کو حضرت ابو بکر رض سے کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی۔ لیکن جس وقت فاطمہ رض کسی سے ہمکلام ہوتیں (کہ اُنکے ساتھ وہی برتاؤ ہونا لازم تھا جو پیغمبر صلعم کے ساتھ اور مثل قرآن کے فاطمہ رض کے ساتھ تمسک کرنا ضرور تھا) اُس وقت یہ نہیں سمجھا جا سکتا تھا کہ فاطمہ رض نے کسی غیر محرم سے بلا ضرورت بات چیت کی۔ یہ سچ ہے کہ "جناب سیدہ رض حالت مرض میں مبتلا ہوگئیں اور بہت جلد اُنکا انتقال ہوگیا" جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں لیکن یہ امر گفتگو کے لیے موقع نہ ملنے کا نہیں ہو سکتا بلکہ حالت مرض میں ہر روز بار بار نہیں تو دن میں ایک بار عیادت کے لیے جانا چاہیے تھا۔ عیادت اور مزاج پرسی کے لیے بھی نہ جانا صاف دلیل اس بات کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر رض کو غضبناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ رض کا یقین تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ فاطمہ رض روادار نہیں ہیں کہ ابو بکر رض کسی حالت میں اُن کے پاس آویں یہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں کہ "اسماء بنت عمیس اپنی بی بی کو حضرت ابو بکر رض نے جناب سیدہ رض کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ وقت آخر تک اُن کی خدمت میں رہیں اور اُنھوں نے جنازے کے گہوارے کی رائے دی جیسا کہ اُنھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور موافق وصیت جناب سیدہ رض کے وہ غسل اور تجہیز و تکفین میں شریک رہیں" ایسا نہیں ہے کہ جس سے جناب سیدہ کی غضبناکی

اور ناخوشی حضرت ابوبکرؓ پر وقوع مین نہ آنا یا اُس کا باقی نہ رہنا سمجھا جا سکے۔

اسما بنت عمیس اول زوجہ حضرت جعفر طیارؓ کی تھین اور حضرت جعفر طیارؑ جب حبشہ مین ہجرت کر کے مع دیگر مہاجرون کے گئے تھے تو اسما بنت عمیس اُن کے ہمراہ گئی تھین اور ملازمت زوجیت حضرت جعفر طیارؑ کی وجہ سے اسما بنت عمیس کو ایک خاص اُنس اہل بیت نبوت سے پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بعد وفات حضرت ابوبکرؓ کے اسما بنت عمیس زوجیت مین علی مرتضیٰؑ کے آئین اور محمد بن ابی بکر کو کہ بچہ تھے ساتھ لائین۔

زمانہ اس بات کو جانتا ہے کہ محمد بن ابی بکر عاشق علی مرتضیٰؑ اور استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ کے قائل تھے یہ اثر محمد بن ابی بکر مین اُس کا تھا جو اُن کی مان اہل بیت نبوت سے رکھتی تھین اور یہ نتیجہ اُس پرورش اور تعلیم کا تھا۔ جو علی مرتضیٰؑ نے محمد بن ابی بکر کی کی تھی۔

اسما بنت عمیس بوجہ اُس اُنس کے کہ جو اُن کو اہلبیت نبوت کے ساتھ تھا مجبور تھین کہ تیمارداری فاطمہؑ اور اُن کے غسل و کفن مین شریک رہین۔ ہان یہ امر البتہ قرین قیاس ہے کہ اسما بنت عمیس نے بوجہ اس کے کہ اُس وقت وہ زوجہ حضرت ابوبکرؓ کی تھین خدمت مین حضرت فاطمہؑ کے حاضر رہنے کی اجازت لی ہوگی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس امر کو غنیمت سمجھا ہوگا۔ لیکن اسما بنت عمیس جو تیماردار حضرت فاطمہؑ کی اور شریک

تجہیز و تکفین کی ہوئین حالات مقتضی اس بات کے تھے کہ خود اُنھون نے ذاتی حیثیت سے اُن امور مین شریک ہونے کے لیے حضرت ابو بکرؓ سے فاطمہؓ کی خدمت مین حاضر رہنے کی رخصت حاصل کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی طرف سے اُن کو نہین بھیجا تھا۔ بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ منع کرتے تو اسما بنت عمیس حضرت ابو بکرؓ کی زوجیت سے جدا ہو کر حضرت فاطمہؓ کی خدمت مین چلی جاتین۔

مصنف مخاطب۔ نے کوئی روایت ایسی نہین پیش کی جس سے یہ معلوم ہو کہ ابو بکرؓ پانچون وقت مسجد مین وقت ملاقات کے علی مرتضیٰؓ سے جناب سیدہؓ کا حال پوچھتے رہتے تھے بلکہ وہ اٹکل سے کہتے ہین "کہ ابو بکرؓ پانچون وقت علیؓ سے جناب سیدہ کا حال پوچھتے رہے ہونگے" یا بالفرض اگر حضرت ابو بکرؓ ایسا کرتے بھی ہون تو بھی اگر کوئی رنج دہندہ اُس شخص کا حال جس کو رنج دیا گیا ہو اُس کے کسی دوست سے پوچھے تو اس سے اُس رنجیدہ کا رنج دور نہین ہو سکتا۔

حضرت ابو بکرؓ کو کیا دشوار تھا کہ مسجد مین علیؓ سے جناب سیدہؓ کا حال تو پوچھتے رہین اور دو قدم دروازہ فاطمہؓ پر پرسش احوال کے لیے نجائین۔ جس سے یہ امر پیدا ہوتا ہی کہ حضرت ابو بکرؓ کو اندیشہ تھا کہ جناب سیدہؓ تو تحقیق اپنی غضبناکی اور ناخوشی کی کرینگے۔ اسما بنت عمیس کو جناب سیدہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بی بی ہونے کی وجہ سے اپنی خدمت مین قبول نہین فرمایا تھا۔

بلکہ اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہ ؑ سے جو اُنس کہ پہلے سے تھا اس وجہ سے قبول کیا تھا۔ اور اس سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوتا کہ جناب سیدہ ؑ ابوبکر ؓ سے ناراض نہ تہین۔ جیساکہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔

بعد وفات رسول ؐ اور لے لینے خلافت اور ضبطی فدک کے بے شک جناب سیدہ ؑ کو ابوبکر ؓ سے کوئی بات کہنے کا موقع نہین مل سکتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر ؓ کو توموقع تھا۔ کہ وہ بعد وفات رسول ؐ کہ فاطمہ ؑ سے زیادہ کسی کو صدمہ وفات رسول ؐ کا نہین ہوا اور وہ صدمہ روز افزون ہوتا چلا گیا اُس صدمے مین دلدہی اور تشفی کے لیے اور زمانہ مرض فاطمہ ؑ مین پرسش احوال کے لیے اگر دووقت نہین توایک وقت روزانہ حضرت فاطمہ ؑ کے خدمت مین حاضر ہوتے اور اُن سے کلام کرتے اُس وقت حضرت فاطمہ ؑ کے کلام کرنے نکرنے کا حال معلوم ہوجاتا۔ مگر حضرت ابوبکر ؓ کس منھ سے فاطمہ ؑ کے پاس جاتے بعد وفات رسول ؐ وہ امور حضرت ابوبکر ؓ کی طرف سے پیش ہوئے کہ صدمہ پر صدمہ فاطمہ ؑ کو حضرت ابوبکر ؓ دیتے گئے۔

کسقدر تعجب کی بات ہے کہ پیغمبر ؐ نے جو حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کو جیش اسامہ مین شامل کیا تہا اور سخت کلمہ اُس کسی کی نسبت فرمایا تھا جو جیش اسامہ سے تخلف کرے وہان تو اس بہانہ سے کہ پیغمبر ؐ کے مرض کو شدت ہوگئی ہے۔ پوشیدہ چلے آئے اور یہان مدینے مین موجود تھے اور پانچون وقت مسجد مین تشریف

لاتے تھے اور فاطمہ ؑ کے پاس تک نہ گئے - کیا اچھے برتاؤ کیے پیغمبر صؐ کے ساتھ اور کیا اچھے برتاؤ کیے فاطمہ ؑ کے ساتھ -

مصنف مخاطب اس قدر قبول کرتے ہیں کہ "عائشہ ؓ کو پہلے سے یہ وہم بندھا ہوا تھا کہ جناب سیدہ ؑ کو ابو بکر ؓ سے رنج ہو گیا ہے اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو اسی پر قیاس کر لیا" لیکن مصنف مخاطب نے یہ غور نہیں کیا کہ بی بی عائشہ ؓ کو ایسے امر عظیم کا وہم کیوں بندہ گیا تھا جس پر اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو قیاس کر لیا ادنی غور سے یہ امر واضح ہو جاتا ہی کہ بی بی عائشہ ؓ اور ہر کسی کو فاطمہ ؑ کے غضب اور ناخوشی کا یقین تھا باعتبار اُن واقعات کے جو پیش آئے تھے اور اسی وجہ سے اس امر کا یقین تھا کہ فاطمہ ؑ نے مرتے دم تک حضرت ابو بکر ؓ سے کلام نہیں کیا - مصنف مخاطب یقین بی بی عائشہ ؓ کو وہم ظاہر کر کے نرم کرنا چاہتے ہیں جس پر کسی کو یقین نہیں ہو سکتا -

مصنف مخاطب یہ قیاس کرتے ہیں کہ "ابو بکر ؓ کو حضرت علی ؑ نے انتقال فاطمہ ؑ کی اس وجہ سے اطلاع نہ بھیجی کہ اُن کی بی بی نے اول ہی خبر کر دی ہو گی" اور شیخ عبد الحق کے ترجمہ مشکوۃ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ "گہوارے کی خبر سُن کر ابو بکر ؓ نے پوچھا کہ یہ نئی چیز کیوں بنائی گئی ابو بکر ؓ کی بی بی نے اُن کو سمجھا دیا کہ جناب سیدہ ؑ نے اس کو دیکھکر پسند کیا تھا اور اسی کی وصیت کی تھی تو خاموش ہو گئے"

بحث یہ نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ یا بی بی عائشہ ؓ کو خبر وفات

جناب سیدہ ع نہین ہوئی بحث یہ ہے کہ جناب سیدہ ع جن لوگون سے ناراض تھین وہ اطلاع دیکر بلائے نہین گئے ۔ اور جنازہ کی شرکت سے منع کیے گئے اور وہ ممانعت بوجہ غضب اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے اور بموجب اُنکی وصیت کے تھی ۔

شاہ عبد الحق صاحب دہلوی کی شرح مشکوۃ اور کتاب الامامت والسیاست علامہ ابن قتیبہ دینوری کی دیکھو بی بی عائشہ خبر وفات جناب سیدہ ع سن کر تشریف لائین لیکن اسماء بنت عمیس نے روک دیا اور گھر مین نہین آنے دیا ۔ وہ رنجیدہ خاطر ہو کر اپنے باپ کے پاس گئین اور شکایت کی ۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ خود تشریف لائے اور اسماء سے دریافت کیا تو اُس نے صاف کہدیا کہ مطابق وصیت جناب سیدہ ع کے اُن کو اجازت نہین دی جاسکتی ۔

کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفہ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی مین بھی روایت درج ہے کہ اسماء بنت عمیس نے بی بی عائشہ ع کو جناب سیدہ ص کی عیادت کے لیے بھی آنے سے منع کر دیا تھا اور کل حال مفصل اور مشرح اُس مین تحریر ہے ۔

مصنف مخاطب یہ عجیب استدلال کرتے ہین کہ ۲۲ بخاری کی اس روایت سے یا صحاح کی کسی اور روایت سے یہ نہین ثابت ہوا کہ ابو بکرؓ جنازہ کی نماز مین شریک نہ تھے بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ ابو بکرؓ نماز جنازہ کے امام تھے ۲۳ جب کسی روایت صحیح بخاری یا کسی صحاح ستہ سے شرکت حضرت ابو بکرؓ نماز مین ثابت نہین تو عدم شرکت قرار پائیگی ۔ یہ اُلٹا استدلال ہے کہ نفی شرکت سے اثبات شرکت

مصنف مخاطب چاہتے ہین۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تہا کہ وہ اول کبھی کتاب شیعہ سے ثابت کرتے کہ حضرت ابوبکرؓ جنازے کی نماز مین شریک تھے۔ لیکن کتب شیعہ مین ایسے جھوٹ روایات کا ملنا مشکل تہا۔ مگر ان کو لازم تہا کہ شرکت نماز جنازہ کا اثبات بخاری یا کسی صحاح ستہ سے کرتے مگر وہ صحاح ستہ سے بھی اس بات کو ثابت نہ کرسکے اور مجبور ہوکر روایت کتب غیر صحاح کو جن پر مصنف مخاطب عموماً صحت کا اعتقاد نہین رکھتے اثبات کے لیے پیش کرنے کو آمادہ ہوگئے یہان اُنھون نے وہی مثل کی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ مگر مین صحیح بخاری کے جزو اس روایت بی بی عائشہ کو جو باب غزوۂ خیبر اور صحیح مسلم کی کتاب جہاد مین منقول ہے پیش کرتا ہون جسمین مرقوم ہے۔

”فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلا ولم یؤذن بها ابابکر وصلی علیها“	جب وفات پائی فاطمہؑ نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علیؑ نے اور اذن حاضری حضرت ابوبکرؓ کا

جنازۂ جناب فاطمہؑ پر نہین دیا اور خود علی مرتضیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھ لی“ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اجازت شرکت دفن کی نہین دی گئی اور خود علی مرتضیٰؑ نے نماز پڑھ لی اور جب یہ امر روایت صحیح بخاری سے ثابت ہوگیا تو خلاف اسکے دوسری کتاب غیر صحیح کی روایت کہ حضرت ابوبکرؓ نماز جنازہ کے امام تھے کسی طرح قابل اعتماد کے نہین ہوسکتی۔

پوری یہ روایت ہمارے رسالہ روشنی حصہ پانچ ۱۹۲۸ء کی

صفحہ چار پر نقل ہے۔

مصنف مخاطب البطال مضمون ناخوشی اور غضب فاطمہ ع پر جو بی بی عائشہ ؓ سے منقول ہوا ہے اپنی گفتگو کا حال بیان کرکے پھر زور دیتے ہیں۔ بمقابلہ اُس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ہم اُسی روایت بی بی عائشہ ؓ کو پیش کرتے ہیں جسکی نسبتاً ایک جزو پر ابھی استدلال کیا گیا ہے۔ اور جس سے ظاہر ہو جاویگا کہ مصنف مخاطب اپنے زور میں آپ ہی گرتے ہیں۔

عن عائشة ان فاطمة بنت النبی ارسلت الی ابی بکر تسالہ عن میراثها من رسول الله ص مما افاء الله علیه بالمدینة وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول الله قال لا نورث ما ترکناہ صدقة انما یاکل آل محمد فی هذا المال وانی لا اغیر شیئا من صدقة رسول الله ص عن حالها التی کان علیها فی عهد رسول الله ص ولاعملن فیها بما عمل به رسول الله

ترجمہ — روایت ہے عائشہ ؓ سے بے شک فاطمہ ع بنت نبی ص نے بھیجا ابوبکر ؓ کی طرف کہ مانگے اُس سے میراث اُن فاطمہ ع کی رسول اللہ سے جو کچھ کہ فے کر دیا تھا اللہ نے اُس (رسول ص پر) مدینہ میں اور فدک جو کچھ کہ باقی تھا خمس خیبر سے پس کہا ابوبکر ؓ نے بے شک رسول اللہ ص نے فرمایا نہیں وارث ہوتا ہے ہمارا کوئی جو کچھ چھوڑتے ہیں ہم صدقہ ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ کھاتی ہے آل محمد ص اس مال میں اور بے شک میں نہیں تغیر

فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمة منها شیئاً فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فہجرته فلم تکلمه حتی توفیت وعاشت بعد النبی ستة اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی لیلاً ولم یؤذن بہا ابا بکر وصلی علیہا ''

کرونگا کچھ صدقہ رسول اللہ ص سے اُس حال سے کہ جس پر تھا عہد رسول اللہ ص مین اور ہر آئینہ عمل کرون گا مین اُس مین جو کچھ کہ عمل کیا اُس کے ساتھ رسول اللہ ص نے پس انکار کیا ابو بکر رض نے یہ کہ حوالہ کرین فاطمہ ص کو اُس سے کچھ پس غضبناک ہوئین فاطمہ ص ابو بکر رض پر اُس امر مین اور جدائی کی اُنھون نے اُن (ابو بکر رض) سے اور نہ کلام کیا اُن فاطمہ ص نے ابو بکر رض سے یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین وہ فاطمہ بعد نبی ص کے چھ مہینہ پس ہر گاہ کہ مرین وہ دفن کیا اُنکو اُنکے شوہر علی ع نے رات کو اور نہ اذن دیا اُس کا ابو بکر رض کو (اسے شرکت دفن کا) اور نماز پڑھی اُن علی ع شوہر فاطمہ ص نے اُن پر ''

اس کے بعد روایت مین یہ ذکر ہے۔ کہ علی ع کی وجاہت لوگو کی نگاہ مین حیات فاطمہ ص سے تھی جب وہ مرگئین تو لوگون کے شخص علی سے پھر گئے اُنھون نے خواہش مصالحت کی ابو بکر رض سے کی جس کے واقعات روایت مین مفصل مذکور ہین '' اس روایت سے صاف وصریح واضح ہے کہ بی بی عائشہ رض نے جس قدر اس روایت مین بیان فرمایا ہے وہ متعلق واقعات کے ہے۔ جو اُنکے نزدیک اور اُس زمانے کے تمام لوگون کے نزدیک مسلم اور محقق

تھے وہ بیان اُن کا نہ قیاس تہا نہ خلاف واقعہ اور اُن کو شبہ نہین بلکہ یقین اُن تمام واقعات پر تھا اور صحیح بخاری کی اس روایت مین جو بی بی عائشہ ؓ سے ہی صرف ناراضگی جناب سیدہ ؑ کی مذکور نہین ہے بلکہ اُس کے اسباب اور وجوہ اور اُس کے متعلق واقعات بی بی عائشہ ؓ نے بیان فرمائے ہین اور سلسلہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ ؑ دوسرے واقعات سے مسلسل ہے - ایسی حالت مین مصنف مخاطب نے جو ارادہ قدح مضمون ناخوشی جناب سیدہ ؑ کا کیا ہی وہ کسیکی نگاہ مین رتبہ پذیرائی کا نہین رکھہ سکتا -

مصنف مخاطب اپنے ایجاد طبع سے بی بی عائشہ ؓ پر غلط الزام قیاس خلاف واقعہ لگانے پر مترددہو کر قصد معصومین کی غلطی دکھانیکا اس بیان سے کرتے ہین وہ کہ بمقتضاے بشریت اس معاملہ مین جو غلط فہمی بی بی عائشہ ؓ سے ہوئی یہ اُن کے مناقب اور فقاہت کے خلاف نہین قرائن خارجی سے کسی نتیجہ کے نکالنے مین کبھی معصومین سے بھی غلطی ہو جاتی ہے ؀ مگر اُن کو پہلے یہ بتانا تہا کہ جب معصومین سے نتیجہ کے نکالنے مین غلطی ہو تب وہ معصوم ہی نہین سمجھی جاسکتے ہین اور معصوم و غیر معصوم مین فرق کیا ہو گا - معصوم اُسی کو کہتے ہین کہ جو خطا نہ کرے -

قدیم سے علماے اہل سنت نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب وہ اپنے مقبولہ اکابرون کی صفت و ثنا کرکے اُن کو اُس درجہ پر یا قریب اُس درجہ کے پہونچانا چاہتے ہین کہ جس درجہ پر پیغمبر ؐ اور معصومین تہے یا اُن کے مماثل قرار دینا چاہتے ہین؀ اور جب اُن کی

خطائین واقعات زمانہ میش لاتے ہین۔ (یہ ظاہر ہے کہ جن لوگون مین ملکۂ عصمت نہ ہوگا یا اُن کے خمیر طینت مین عصمت نہ گندھی ہوئی ہوگی ممکن نہین کہ اُن سے خطائین سرزد نہ ہون) تب علمار اہل سنت اپنے اُس قصد مساوات اور برابر کرنے کی غرض سے پیغمبروا اور معصومین کو درجۂ اعلی اور برتری سے کھینچ کر نیچے یعنی درجہ تنزل پر لاتے ہین اس سے کہ اُن اپنے مقبولہ اکابر کو انبیا اور معصومین کے درجہ ترقی پر پہونچانا محال ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ کوشش کرتے ہین کہ انبیا اور معصومین کی خطائین ثابت کرکے انبیا را اور معصومین اور اُن کے غیرون کو ایک حالت سی دکھائین

حالانکہ جسقدر انبیا اور معصومین ہدایت کے لیے آئے اُن کا مقصود یہ ہی تہا کہ مخلوق خدا کے اخلاق کو درست کرین اور ہر زمانے مین ہر قوم مین ہر ملک مین اخلاق اور اُن کی نوعیت جدا تھی۔ کوئی امر کسی زمانہ مین بداخلاقی کا نہین سمجہا جاتا تہا اور اُسکا عامل قابل طعن کے نہین ہوتا تہا۔ لیکن دوسرے زمانے مین وہی امر خلاف اخلاق سمجہا گیا اور اُس کا عامل اپنے زمانہ مین مطعون ہوا۔ زمانہ روز بروز ترقی کرتا گیا ہے اور ہر زمانے مین جو نبی آیا وہ اصلاح اخلاق انسانون کی کرتا گیا۔ درحقیقت اسی عتبار سے علماے دین نے یہ کہا ہے۔ کہ کسی زمانے مین یا کسی شریعت مین کوئی امر جائز تہا اور دوسرے زمانے اور دوسری شریعت مین وہی امر ناجائز ہوگیا۔ ایسے ہی ہر زمانے مین ادراک عقلی انسانی کو ترقی ہوتی گئی ہے۔ اور انبیا و صالحین ہدایت کرنے والونکے

دل و دماغ فطرت نے اُس وقت کے موجودہ انسانون سے برتر اور اعلی وضع کیے لیکن باہم اُن انبیا اور صلحا کے بہ اعتبار زمانہ اور حالت ملک کے درجہ متفاوت رکھتے تھے چنانچہ خود فرمایا ہے۔

"تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجات واتینا عیسی بن مریم البینات وایدناه بروح القدس"

"وہ رسول فضیلت دی ہم نے بعض اُن کے کو بعض پر اُن مین کوئی وہ ہے کہ بات کی اُس سے خدا نے اور بلند کیا بعض اُن کے کو درجون مین اور دین ہم نے عیسی بیٹے مریم کو نشانیان اور تائید کی ہم نے ساتھہ روح القدس کے" لیکن زمانہ پیغمبر ص آخر الزمان مین مدارج اخلاق کلیتہً کمال کی ساتھہ قرار پاکر اتمام کو پہونچ گئے ہین۔ اب جس کسی کو جس کسی خطا یا غیر خطا دکھانی منظور ہو اُس کی نظیر فعل پیغمبر ص یا کسی صالح سے جو مثل نفس رسول ص ہو دکھانا چاہیے۔ گو وہ امر ادراک عقلی سے ہی کیون نہ متعلق ہو۔ زمانہ سابق پیغمبر آخر الزمان ص سے ہرگز مقابلہ کرنا نہین چاہیے۔

مصنف مخاطب نے اپنے اس سخن کی تائید کے لیے کہ نتیجہ نکالنے مین کبھی معصوم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے جس قدر نظائر پیش کیے ہین اپنی حالت اور نوعیت سے کچھ فائدہ نہین دیسکتے

حضرت موسی اور ہارون کا وہ قصہ جس پر مصنف مخاطب خلاف واقعہ خیال کا حضرت موسی ع پر غلط الزام لگاتے ہین سورہ اعراف وطٰہٰ مین ہے۔

حضرت موسی ع جب کوہ طور سے واپس آئے تو اُنھون نے
بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی مین مبتلا دیکھکر حضرت ہارون ع پر یہ الزام
نہین لگایا کہ حضرت ہارون ع نے حضرت موسیٰ کی حکم کی تعمیل اچھی طرح
تعمیل نہین کی اور نہ اس خیال سے غضبناک ہوکر حضرت ہارونؑ کی
ڈاڑھی پکڑکر کھینچنے لگے ۔ خود آیات قرآنی سے ظاہر ہے کہ جب
حضرت موسی ع اپنی قوم کی طرف پھرے ۔ تب وہ قوم گوسالہ پرستی سی
حزین اور اندوہگین تھی اور درحقیقت اُسی اندوہ و حزن سے اُن کو
غیظ و غضب تہا اور وہ غضبناکی اُن کی قوم پر تھی اور قوم ہی سے
اُنھون نے فرمایا کہ میرے پیچھے جب کہ مین طرف میقات اپنے رب کی
گیا بُری بات کی تم نے (یعنی بجاے پرستش وحدہ لاشریک کے
گوسالہ پرستی شروع کردی) جس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیؑ کی
وہ غضبناکی اور اندوہ گینی دراصل قوم پر تھی ۔ لیکن جب حضرت
موسی ع نے حضرت ہارون ع سے جو کچھہ ناخوشی ظاہر کی وہ صرف
اسی امر پر تھی کہ حضرت ہارون کی موجودگی مین قوم گمراہ ہوگئی تھی
اس ناخوشی کی نوعیت اُس ناخوشی سے جدا ہے کہ جب حضرت ہارونؑ
قوم کو گمراہ کردیتے ۔ اور اگر حضرت موسی ع یہ سمجھتے کہ حضرت ہارونؑ
نے قوم کو گمراہ کردیا تو حضرت موسی ع کی نسبت کہا جاسکتا تھا کہ
حضرت موسیٰؑ نے خلاف واقعہ غلط فہمی کی ۔

حضرت موسی ع کی اس ناخوشی کی نوعیت صرف اسقدر تھی کہ
جیسے کوئی کسی اپنے لائق عزیز کے اہتمام کسی کام کا سپرد کرے اور
اُس لائق عزیز کی ہدایت کو وہ کام کرنے والے نہ مانین اور خلاف اُسکی

اپنی طبیعت سے وہ کام کرنے والے دوسری طرح کام شروع کرکے اُس کام کو خراب کردین۔ ایسی حالت مین قصور اُنھین کام کرنے والون کا ہوتا ہی نہ اُس لائق مہتمم کارکا۔ اور نہ اُس کا کوئی قصور سمجھا جا سکتا ہی مگر ناخوشی اُس کام کے سپرد کرنے والے کو اُس کام کے بگڑ جانے اور اُن کام کرنے والون سے پیدا ہوتی ہے اور اُس مہتمم کار کی نسبت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اُس کی موجودگی مین وہ کام خراب ہو گیا جس مین اُس مہتمم کار کا درحقیقت کچھہ قصور نہین اور نہ وہ سپرد کنندۂ کار اُس مہتمم کار کا کچھہ قصور سمجھتا ہی لیکن تو بھی وہ مہتمم کار اظہار اپنی بیقصوری کا کرتا ہی۔ چنانچہ جب حضرت ہارون ع نے حضرت موسیٰ ع سے یہ کہا کہ ؎؎ اے مان جاے میرے بیشک قوم نے مجکو ضعیف سمجھا اور قریب تھا کہ مجکو قتل کرین ؎؎ اسپر حضرت موسیٰ ع نے خدا سے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت چاہی۔ یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کہا کہ ؎؎ اے اللہ قوم کے برگشتہ ہو جانے مین میرا اور میرے بھائی کا کچھہ قصور نہین ہے تو ہم کو بخش ؎؎ انبیا یا جو لوگ کہ مرتبہ انبیا کا رکھتے ہین وہ ایسی حالت اور موقع پر بھی کہ جس مین دوسرون کے فعل کی وجہ سے کامیابی نہین ہوتی یا کچھہ خرابی لاحق ہو جاتی ہے تو خدا سے اپنے لیے استغفار چاہتے ہین ٭ جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اے خدا تو ہمکو اُن خراب کام کرنے والون سے بری رکھ ؎؎ بعد خواستگاری بخشش کے خدا فرماتا ہے کہ ؎؎ بے شک جن لوگون نے کہ گوسالہ پرستی کی جلد اُنکو غضب اُن کے پروردگار کا اور ذلت زندگانی دنیا مین پہونچیگا۔ اور ایسے ہی

٭ یاد کرو فتح مکہ کے موقع پر بحکم خالد قبیلہ بنی خذیمہ کے بے جا قتل عام کا واقعہ اور آنحضرت کا درگاہ

ہم مفتریون کو جزا دیتے ہین ؛؛

(علی مرتضی ع جب بیعت کے لیے طلب کیے گئے ہین باوصف اس کے کہ بہت سختی سے اصرار کیا گیا مگر اُنھون نے بیعت کرنے سے انکار کیا ہے اور بالآخر حضرت ابوبکر رض نے یہ فرمایا کہ جبتک فاطمہ ع علی ع کے پہلو مین ہے اُن کو کسی بات پر مجبور نہین کر سکتا۔ اُسوقت علی ع نے قبر پیغمبر ص سے لپٹ کر یہی فرمایا ہے کہ ای ماں جائے میرے قوم نے مجھکو ضعیف سمجھا اور نزدیک تھا کہ مجھکو قتل کرین (دیکھو رسالہ روشنی جلد اول حصہ ۵ صفحہ ۲)۔

حضرت موسی ع کو حضرت ہارون ع کی نسبت نہ ایسا خیال پیدا ہوا تھا نہ حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ع پر یہ الزام لگایا تھا کہ اُنھون نے میرے حکم کی اچھی طرح تعمیل نہین کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین اور جیسا کہ وہ کہتے ہین آیات قرآنی سی ہرگز ایسا مستنبط نہین ہوتا۔ اس لیے حضرت موسی ع کی نسبت ہرگز یہ امر عائد نہین ہو سکتا ہی کہ اُنھون نے قیاس خلاف واقعہ کیا ؛؛

آیات قرآنی مین جو یہ ذکر ہے کہ حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ع اپنے بھائی کے سر اور ڈاڑھی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ متعلق محاورہ کے ہے کہ حضرت موسی ع گوسالہ پرستی قوم سے اندوہناک ہو کر غیظ و غضب مین حضرت ہارون سے حجت کرنے لگے کہ اُن کی نگرانی کے زمانے مین قوم نے کیون گوسالہ پرستی شروع کی سر یا ڈاڑھی کا پکڑنا امر حقیقی نہین ہے ایسے الفاظ ایسے موقع پر استعمال کرنے کا ایک محاورہ ہوتا ہی۔ جیسے کوئی شخص کسی سے دوسرون کے

کسی امر کی بابت حجت اور جھگڑا کرنے لگے تو وہ شخص جواب مین کہیگا کہ آپ مجھکو کیون چپٹتے ہین مین نے کیا کیا ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد اوّل حصہ گیارہ صفحہ ۴)۔

مصنف مخاطب پھر حضرت موسیٰؑ کی دوسری مثال دیتے ہین کہ "حضرت موسیٰؑ کو توریت کی تختیون سے یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس سب علوم جمع ہوگئے حالانکہ خضرؑ کے پاس بعض علوم ایسے تھے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس نہ تھے" اور تفسیر صافی مین جو ایک روایت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُسکو سند لاتے ہین۔ بیشک امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "وہ خضرؑ کے پاس ایسا علم تھا جو موسیٰؑ کی تختیون مین مکتوب نہ تھا اور موسیٰؑ کا گمان یہ تہا کہ جتنی چیزون کی حاجت ہی وہ سب میرے صندوق مین ہین اور تمام علم میری الواح مین ہے" جو امر کہ اس روایت مین مذکور ہے وہ متعلق ظن موسیٰؑ کے ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ گمان کیا تہا کہ جسقدر علوم تختیون مین لکھے گئے تھے وہ اُنکی حاجت کے لیے کافی ہوجائینگے یعنی وہ علم جو تختیون مین حضرت موسیٰؑ کی تہا وہ واسطے اصلاح اخلاق اور حالت اُن کی قوم کے اور درستی اپنی شریعت کے کافی ہوگا جس بندۂ خدا کو خضر کہا گیا ہے اُس کو خدا فرماتا ہے۔

"وعلمناہ من لدنا علما" اور سکھایا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم" کہا گیا ہے کہ یہ تخصیص علم کی علم پوشیدہ امور سے ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد مین اُسی علم خضرؑ کی طرف ظاہرا اشارہ فرمایا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو ایسے امور کا علم ہوا کہ جنکو

کو معلوم تھے اور جنکا تعلق جغرافیہ خاص سے یا اُن واقعات سے تھا
کہ جو روزانہ واقع ہوتے ہین اور جنکی اطلاع عموماً ہر بشر کو نہین ہوتی
ہے جب حضرت موسی ع کو خضر کے ذریعہ سے ویسے دوسرے امور
کا علم ہوا تو ایسی حالت مین حضرت موسی ع کے اُس گمان کو جو
وہ اپنی تختیون کی نسبت علم رکھتے تھے کہ اونکی حاجت کے لئے وہ کافی ہی کچھ
مناسبت ایسے واقعہ سے نہین ہوسکتی کہ جو اُنکے سامنے گذرا ہو اور اُس واقعہ کی
نسبت خلاف واقعہ اُنھون نے نتیجہ نکالا ہو جیسا کہ بی بی عائشہ کی نسبت مصنف
کہتے ہین کہ اُنھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا نسبت اُن واقعات
کے کہ جو ناخوشی اور غضب جناب سیدہ ع کے بی بی عائشہ کے سامنے
گذرے تھے۔ اگر حضرت موسی بعد ادراک علم خضر علیہ السلام سے یہ
کہتے کہ میری تختیون مین تمام اشیاء کا علم ہے تب اُن کے نسبت یہ
کہا جا سکتا تھا کہ اُنھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس
کیا اور اُس وقت مصنف مخاطب کے مقصود کے لیے نظیر ہوسکتی

حضرت خضر ع نے جو کشتی کے تختہ کو توڑ ڈالا یا ایک لڑکے کو
قتل کر ڈالا حضرت موسی ع کو اُن واقعات کا علم نہین تھا کہ جن کے
سبب سے حضرت خضر ع نے ایسی مصلحتین اختیار کی تھین۔ اور
جنکا ذکر حضرت خضر ع نے کیا اور وہ ذکر قرآن مین موجود ہے حضرت
خضر ع سے جو امور ظاہر ہوئے اُنکی ظاہری حالت بے شک ایسی
تھی کہ جس پر نہایت تعجب حضرت موسی ع کو ہونا ضروری تھا اور
وہ تعجب حضرت موسی ع کو باز نہین رکھہ سکتا تھا کہ اُس مصلحت
کے امر باطنی کو خضر ع سے پوچھین جب کہ وہ ان واقعات کا علم

نہین رکھتے تھے کہ وہ کیا واقعات ہین جن کے سبب سے حضرت خضر وہ مصلحت اختیار کرکے وقوع مین لائے لیکن ان امور سے حضرت موسیٰ ؑ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُنھون نے کسی واقعہ کو غلط سمجھکر نتیجہ غلط نکالا یا غلط قیاس کیا۔ کسی واقعہ کا علم نہونا اور چیز ہے اور باوصف علم واقعہ کے خلاف واقعہ نتیجہ نکالنا اور چیز ہے۔

بموجب روایات شیعہ کے باختلاف روایات بے شک یہ امر پایا جاتا ہے کہ حضرت یوسف ؑ جب اپنے باپ حضرت یعقوب ؑ کے استقبال کو آئے تو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ نہ ہوئے اور نور نبوت اُن سے نکل گیا اور اُن کی اولاد مین کوئی پیغمبر ؐ پیدا نہوا اس مضمون مین بھی کوئی امر ایسا نہین ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا ہو۔ بلکہ جو کچھ امر ہے وہ ادب اور تعظیم پدر سے متعلق ہی۔ حضرت یوسف ؑ بادشاہ مصر تھے اور بادشاہی شان و شوکت کے ساتھہ باپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ اگر اُن کو خیال اپنے باپ کے اعلیٰ درجہ کی تعظیم کا اُس وقت نرہا۔ تو اس مین نقص اخلاقی درجہ ترک اولے کا ہوا اور اُن سے ترقی قوت اخلاق کی رک گئی۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اُن کی اولاد مین اثر ترقی قوت اخلاق کا نرہا۔ لیکن نوعیت اس واقعہ کی اُس واقعہ سے کچھ مناسبت نہین رکھتی۔ جو مصنف مخاطب بی بی عائشہ کی نسبت خلاف واقعہ غلط نتیجہ نکالنے کا عائد کرتے ہین۔

ماریہ قبطیہ کے پاس جوجریح کی آمد و رفت پر بدگمانی ہوئی تو رسول ؐ نے علی ؑ کو جریح کے قتل کے لیے بھیجا تھا مصنف مخاطب تفسیر صافی

سورۂ نور تحت آیت افک کے امام محمد باقر علیہ السلام سے حاصل روایت نقل کرتے ہین کہ "حضرت رسول ص نے علی ع کو یہ حکم دیا۔ کہ جریح کو قتل کرو۔ علی ع تلوار لے کر گئے جریح بھاگا اور ایک درخت پر چڑھکر نیچے گرا جس مین اُس کا ستر کھُل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اُسکے بدن مین نہ مرد کی علامت ہی نہ عورت کی۔ تب علی ع رسول ص کے پاس آئے اور یہ پوچھا کہ مین آپ کے حکم تعمیل کرون یا تامل کے ساتھ تحقیق کرون تو رسول ص نے فرمایا کہ تامل کے ساتھ کام کرو تب اُنھون نے جریح کی حالت ظاہر کی"

مصنف مخاطب اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جریح کو مجرم قابل قتل سمجھ لیا تھا اور اپنی بی بی ماریہ قبطیہ کو بھی مجرم سمجھا تھا یہ خیال صحیح نہ تھا"

ہم ترجمہ پوری روایت کا اور پورا بیان اہل تفسیر کا کرتے ہین تاکہ اُسپر جو کچھ استدلال مصنف مخاطب نے متن مین اور حاشیہ پر کیا ہے اور جو کچھ کہ ہم اُسپر بحث کرینگے بہ آسانی سمجھ مین آجاوے

آیت سورۂ نور

"ان الذین جاؤا بالافک" "تحقیق کہ جو لوگ لائے تہمت"

"سبب تہمت کا یہ تھا کہ بے شک بی بی عائشہ نے غزوۂ بنی مصطلق مین اپنا گلوبند کھو دیا وہ قضاے حاجت کے لیے گئی تھین پھر اس کے ڈھونڈھنے کو گئین۔ اور ہودج اُن کا اونٹ پر رکھ کر اس گمان سے کہ وہ اُسمین ہین لاد کر روانہ کر دیا گیا۔ اور صفوان جو لشکر کے پیچھے تھا۔ اپنے اونٹ پر اُن کو بٹھلا کر لایا اُس وقت لوگون نے

بدگمانی بہ سبب تنہا رہنے ایک مرد غیر کے ساتھہ کی یہ قول عامہ کا ہے اور قول خاصہ یہ ہے کہ یہ آیت بارہ مین ماریہ قبطیہ کے نازل ہوئی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ابراہیم بیٹا پیغمبر ص کا مرگیا۔ پیغمبر ص کو شدید حزن تھا پس عائشہ نے کہا کہ آپ کیون غمگین ہوتے ہین وہ بیٹا جریح کا تھا۔ پیغمبر ص نے علی مرتضی ع کو بھیجا کہ جریح کو قتل کرو (بعض روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضی ع نے پوچھا کہ بے تامل قتل کرون پیغمبر ص نے فرمایا کہ تامل چاہیے کرنا) علی مرتضی ع شمشیر لے کر گئے وہ کسی باغ مین تھا جب باغ تک پہونچے دروازہ کھٹکٹایا جریح نے چاہا کہ کیواڑ کو کھولے حضرت کا غصہ دریافت کر کے بھاگا اور درخت پر چڑھ گیا حضرت دیوار کی طرف سے باغ مین درآئے حضرت کی دہشت سے اسنے اپنے تئین درخت سے نیچے گرا دیا عورتین اسکا حضرت کو نظر پڑا دیکھا کہ نہ علامت مرد کی ہے اور نہ نشانی عورت کی ہے حضرت نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے آکر عرض کیا۔ اور پوچھا کہ مین آپ کے حکم کی تعمیل کرون یا تامل کے ساتھہ تحقیق کرون آپ ص نے فرمایا کہ تامل کے ساتھہ کام کرو پھر فرمایا۔

الحمد للہ الذی صرف عنا السوء اھل البیت ۱۲ } یعنی حمد اس اللہ کے لیے جس نے ہم اہلبیت ع سے برائی دور کر دی ۱۲

اور ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ پھر لائے جریح کو رسول اللہ کے پاس اور آپ نے پوچھا کہ اے جریح تیری کیا شان ہے اسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ قبطی اپنا حشم چاہتے ہین اور جو کوئی انکے

اہل پر داخل ہو اُس کا ۔ اور قبطی نہین اُنس رکھتے ہین مگر قبطیو نسے
پس بھیجا مجکو ماریہ قبطیہ کے باپ نے تاکہ آتا جاتا رہون مین اُسکے
پاس اور خدمت کرتا رہون مین اُس کی اور مانوس رکھون مین اُسکو
اس روایت سے ظاہر ہے کہ پیغمبر ص نے نہ کسی واقعہ مشتبہ کے
کے خلاف نتیجہ نکالا نہ غلط قیاس کیا ۔ صورت واقعہ یہ ہے ۔ کہ بی بی
عائشہ نے یہ بیان کیا تھا کہ ابراہیم فرزند رسول ص جو ماریہ قبطیہ کے بطن
سے پیدا ہوا تھا ۔ وہ جریح کا ہے ۔ اس بیان بی بی عائشہ ع سے الزام
زنا جریح پر عائد ہوتا تھا اس کے بیان کے بعد پیغمبر ص کو ضرور تھا
کہ زانی کو سزا دینے کی فکر کرین اور وہ فکر نہین ہو سکتی تھی جب تک
کہ تحقیق نہ ہو ۔ کہ جریح نے فعل زنا کیا ہے یا نہین ۔ پیغمبر ص نے جو
علی ع کو یہ حکم قتل جریح کے بھیجا ۔ علی مرتضی ع نے پیغمبر ص سے تامل
قتل کرنا جریح کا دریافت کیا ہو یا نہ کیا ہو خود علی مرتضی ع جنکو پیغمبر ص
نے اقضا ر فرمایا ہے ۔ صورت معاملہ سے سمجھے تھے اور مفہوم ارشاد
پیغمبر ص کا بھی کوئی اُن سے بہتر نہین سمجھ سکتا تھا ۔ کہ مجرد بیان بی بی
عائشہ ع پر قتل جریح کا لازم نہین آسکتا ہے ۔ جب تک کہ اُسپر
شرعًا وہ جرم ثابت نہ ہو جاوے ۔ پس صورت حال معاملہ اور
مفہوم ارشاد پیغمبر ص سے علی مرتضی ع نے ضرور سمجھ لیا تھا کہ جریح
اُسوقت قتل ہو سکتا ہے کہ جب اُس پر جرم ثابت ہو جاکے اور
قبل قتل جریح کے تحقیق اور تفتیش ضرور ہے ۔ کل روایات وارده
پہ غور کرنے سے ۔ میرا تو یہ یقین ہے کہ علی مرتضی ع واسطے حاضر
لانے جریح کے جو بعد ثبوت جرم مستوجب قتل تھا بھیجے گئے تھے جیسا

کہ ایک روایت سے اُس کلحاضر لانا واضح ہے۔

علی مرتضی ع جو تلوار لے کر گئے تھے اُس سے خواہ مخواہ یہ نہین سمجھا جا سکتا کہ بلا تامل جریح کا قتل کرنا مقصود تھا بلکہ تلوار کا لیجانا اس وجہ سے تہا کہ مجرم مستوجب القتل کی گرفتاری و حاضر لانے کے وقت تلوار کا لیجانا ضروری ہوتا ہے۔

یا اس ارادے سے تہا کہ بعد تحقیق کے اگر جرم ثابت ہوا تو جریح کو قتل کرنا ہوگا۔ پیغمبر ص نے بی بی عائشہ ع کے بیان سے جو امر جریح کو قابل تحقیق یا جریح کو واجب القتل بہ حالت ثبوت جرم سمجھا (کیونکہ یہ کسی طرح نہین سمجھا جا سکتا کہ پیغمبر ص صرف بیان قیاسی بی بی عائشہ ع پر حکم قتل جریح بے تامل بغیر تحقیق دیدیتے) تو پیغمبر ص کی نسبت کوئی امر خلاف واقعہ نتیجہ نکالنے کا یا غلط قیاس کرنے کا پیدا نہین ہوتا۔ البتہ بی بی عائشہ ع کی نسبت یہ امر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُنھون نے جریح کی نسبت مجرد اُس کی آمد و رفت سے کہ وہ بوجہ دیگر آمد و رفت رکھتا تہا جیسا کہ اُس کے بیان سے ظاہر ہے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا۔

مصنف مخاطب اگر اس موقع پر یہ حجت لاتے کہ بی بی عائشہ ع کو عادت تھی کہ وہ ایسے ہی خلاف واقعہ نتیجے نکالتی تہین اور غلط قیاس کیا کرتی تہین اور اسی عادت کے موافق اُنھون نے جناب سیدہ ع کی ناخوشی اور غضب ناکی کا نتیجہ خلاف واقعہ نکالا اور غلط قیاس کیا تو شیعون کو شاید تردد ہو جاتا مگر کوئی جاے تردد نہین ہے بی بی عائشہ ع نے جریح کی وہ حالت ماریہ قبطیہ کے ساتھ نہین دیکھی تھی جو مسئلہ

شرعی کے بموجب زنا کو ثابت کرتی ہے اور مجرد آمد و رفت جریج سے جو نتیجہ فعل بد کا نکالا وہ خلاف واقعہ تھا اور غلط قیاس تھا اور معاملہ ناخوشی و غضب ناکی جناب سیدہ ع کا ایسا تھا کہ جو اُنکے آنکھون کے سامنے گذرا اور محققہ تھا - شیعہ بی بی عائشہ ع کے ہر بیان کو جو اُن کو معصوم نہین سمجھتے تحقیق کرتے ہین کہ وہ صحیح ہے یا نہین؟ - جو بیان اُن کا کہ مطابق واقعہ کے ہوتا ہے اُس کو لیتے ہین اور جو بیان کہ اُنکا خلاف واقعہ کے ہوتا ہے اُسکو چھوڑ دیتے ہین -

ماریہ قبطیہ کی نسبت جو بی بی عائشہ نے الزام لگایا ایسا الزام لگانا اُن کی طبیعت کے موافق تھا - کہ اُن کو پیغمبر ص کی اُن ازواج سے جو صاحب اولاد ہوئی ہین سوتن پنے کی ایک سوختگی رہتی تھی -

مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ایک ذی علم اور تعلیم یافتہ اہلسنت سے ہین اُنھون نے اپنی تصنیف حال صفحہ ۷۳ حقوق نسوان مین جہان یہ نصیحت کی ہے کہ "وہ اگر شوہر ایسا ہو کہ اُس کی پہلی بی بی مر گئی ہو اور اب ازدواج ثانی کیا ہو تو اُس کو لازم ہے کہ اپنی زوجہ ثانی کے روبرو اپنی پہلی زوجہ کی تعریف کبھی نہ کرے زوجہ ثانی کو زوجہ اول کی تعریف سُننا ہمیشہ ناگوار ہوتا ہے شاید شوہر کی خاطر سے سُن کر چپ ہو رہے - لیکن ہم نے یہ تو کبھی نہین پایا کہ زوجہ ثانی باوجود جاننے اس بات کے کہ زوجۂ اول اچھے اوصاف کی عورت تھی کبھی اپنے مُنھ سے اس کی تعریف کرے" وہان یہ لکھا ہے کہ "ہم اُمتی تو کس شمار مین ہین یہ ہی جھینکنا سرور عالم کے ازواج مطہرات مین پڑا رہتا تھا - حضرت خدیجہ کی دردمندانہ خدمتگذاری اور دلی محبت

اس درجہ کی تھی کہ جناب رسول خدا اُس کو بھول نہ سکتے تھے اور ہمیشہ احسانمندی سے ساتھہ اُس کو یاد کیا کرتے تھے مگر جناب حضرت عائشہ صدیقہ حضرت خدیجہ کی تعریف سُن کر جل بُھن جاتی تھین اور کہتی تھین کہ آپ اُس بُڑھیل کی کیا تعریف کیا کرتے ہین جس کے مُنھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت "۔ مگر ہمارے ذی علم دوست جن کی نگاہ وسیع ہے ایسی مثال ازواج رسول مین سوائے بی بی عائشہ کے اور کسی کی ایسی مثال نہین دے سکے کہ جو زوجہ اولی کے اوصاف سُن کر برداشت نہ کر سکے۔

روایت جریح سے مصنف مخاطب اپنے متن کے حاشیہ پر دو فائدہ اور ظاہر کرتے ہین ایک یہ کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا کہ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت سے بُرائی دور کر دی اس مین اہل بیت سے ماریہ قبطیہ مراد ہے پس جب لفظ اہل سے بی بی مراد ہوئی تو آیۂ تطہیر مین بھی لفظ اہلبیت سے بیبیان مراد ہونگی"

اصل ارشاد پیغمبر کا یہ ہے۔

"الحمد للہ الذی صرف عنا السوء اھل البیت" } جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے شکر ہے واسطے اللہ کے کہ جس نے دور کر دی بدی ہم اہل بیت سے "۔ جو ترجمہ کہ مصنف مخاطب نے کیا ہے کہ "بُرائی دور کر دی ہمارے اہل بیت سے" یہ ترجمہ صحیح نہین ہے غلط ہے اور جب غلط ترجمہ کر کے مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہے تو وہ استدلال بھی خود بخود غلط ہو جاویگا۔ اس روایت مین ماریہ قبطیہ یا کوئی ازواج رسول سے لفظ اہل بیت مین داخل نہین ہو سکے گا بلکہ اس روایت مین

جو لفظ ہم اہل بیت کا آیا ہے اس سے مراد خود پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰؑ ہین یعنی پیغمبرؐ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بی بی عائشہؓ کے بیان سے میرے حکم اور علی مرتضیٰؑ کے عمل سے قتل جریح بیگناہ کا وقوع مین نہین آیا اور خدا نے ہم کو عمل بد سے محفوظ رکھا اگرچہ علی مرتضیٰؑ بوجہ قرب قرابت نسبی کے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ مین اور علیؑ ایک درخت کی دو شاخین ہین اور مین اور علیؑ ایک نور سے ہین اور میری ذریت علیؑ کی پشت مین ہے اور بوجہ اس ملازمت کے جو بچپن سے علیؑ کو پیغمبرؐ کے ساتھ رہی علیؑ داخل اہل بیت اور شامل آیہ تطہیر کے ہین لیکن مین یہ اور اضافہ کرتا ہون کہ پیغمبرؐ ضرور داخل اہل بیت ہین اور علیؑ داخل محمدؐ ہین کہ پیغمبرؐ نے اُن کو اپنا نفس قرار دیا ہے جیسا کہ آیہ مباہلہ مین ہے اس صورت مین صریح ہے کہ اس روایت مین جو پیغمبرؐ نے ہم اہلبیت کا لفظ فرمایا اُس سے مراد صرف اپنے آپ اور علیؑ سے ہے بی بی ماریہ قبطیہ یا دوسری زوجہ اس روایت سے بھی داخل اہلبیتؑ نہین ہو سکتی صحیح ہے کہ اس معاملہ مین ماریہ قبطیہ ایک نہایت عجیب ذریعہ سے بری شہادت سے بری ہو گئین لیکن بی بی عائشہؓ اپنے بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس سے ماخوذ رہین اور اُن سے بُرائی اُن کی بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس کی دور نہین ہوئی - اس لیے دور ہونا اس بُرائی کا بی بی عائشہؓ کی نسبت صادق نہین آسکتا ہے بس زوجہ داخل اہل بیت آیہ تطہیر کے نہین ہو سکتی - یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر بی بی عائشہؓ یا ماریہ قبطیہ داخل اہلبیت ہوتین تو پیغمبرؐ جسوقت کہ اُن دونون کی نسبت امر تہمت پیش ہوا ہے - پیغمبرؐ اُس کی تفتیش اور تلاش ہرگز

نہین کرتے اس سے کہ جن لوگون کے بارے مین آیۂ تطہیر نازل ہوچکی ہے اُن کی نسبت کسی امر قبیح کی سماعت ہی نہین ہوسکتی اور اُن کی نسبت یقین کرلینا چاہیے کہ اُن سے کبھی کوئی امر بدظہور مین نہین آسکتا اور اگر کوئی ایسا نہ مانے تو وہ قرآن کا جھٹلانے والا قرار پاوے گا۔ چنانچہ علی مرتضی ع نے یہ مسئلہ اُسوقت بتایا ہے کہ جب جناب سیدہ ع نے دعوی فدک حضرت ابوبکر ع کے سامنے پیش کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے گواہ پیش کیے تھے۔ علی مرتضی ع نے حضرت ابوبکر ع سے کہا کہ اگر فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے ذمہ کوئی الزام لگاوے تو تم کیا اُن سے گواہ طلب کروگے؟۔ اُس پر حضرت ابوبکر ع نے کہا کہ ہان علی مرتضی ع نے اُن کو سمجھایا کہ جسکی طہارت قرآن مین نازل ہوچکی ہے اُس کی نسبت ہرگز ایسا نہین ہوسکتا" یا مثلاً یون سمجھ لو کہ اگر کوئی پیغمبر کی نسبت فسق و فجور کی تہمت کرتا اور آیۂ تطہیر سے اُن کی عصمت ظاہر ہوچکی ہے تو اُن کی نسبت کسی طرح تحقیقات فسق و فجور کی نہین ہوسکتی اور جو کوئی تحقیقات کرے وہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے۔ اسی بنا پر مین یہ کہتا ہون کہ اگر ازواج پیغمبر داخل اہلبیت آیۂ تطہیر ہوتین تو پیغمبر کبھی اُس امر کی تحقیق اور تفتیش نہ کرتے کہ جو بی بی عائشہ ع اور ماریہ قبطیہ کی نسبت پیش ہوا۔ ماریہ قبطیہ کی نسبت جو امر بی بی عائشہ نے بیان کیا تھا اور وہ غلط نکلا ناظرین شاید اس بات کے مشتاق رہین کہ بی بی عائشہ کو سزا ے تہمت کیون نہین دی گئی؟ میرا خیال یہ ہے کہ بی بی عائشہ نے بطور خانگی اُس امر کو بیان کیا تھا اور وہ امر بھی محض اپنے قیاس سے جو شبہ کہ بی بی عائشہ کو پیدا ہوا تھا اُس شبہ کے رفع کرنے

کو پیغمبرؐ نے تفتیش شروع کی تھی بی بی عائشہؓ کا وہ بیان اور وہ قیاس اگرچہ غلط تھا مگر اُس حد پر نہین تھا کہ جو درجہ تہمت پر ہوتا اور اُس کے جھوٹ ثابت ہونے سے بی بی عائشہ قابل سزا ہو جاتین مدینہ منورہ مین ایک مادی شہادت اول سے اسوقت تک موجود ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ ازواج پیغمبرؐ داخل اہل بیت نہین ہین اور وہ ایک قبہ ہے جو قبہ اہل بیت کے نام سے مشہور ہے اُس مین کسی زوجۂ پیغمبرؐ کی قبر نہین ہے کہ اُس مین قبرین جناب فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کی ہین۔ اگر ازواج پیغمبرؐ سے مراد اہل بیت ہوتی اور عرب کے لوگ ازواج کو اہل بیت سمجھتے ہوتے تو اُس مکان کو قبہ اہلبیت ہرگز نہ کہتے بلکہ اہل عرب نے جو بطور یادگار کے اُس قبہ کا نام قبہ اہل بیت رکھا ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد نسلی اور قرابت داران پیغمبرؐ سے تھی۔

عرب کے محاورے مین بیت کا لفظ بمعنی خاندان کے بولا جاتا ہی جیسے شبیہ بیت بمعنی ازواج کے مستعمل نہین ہے اس لیے ضرور ہے کہ اہل بیت کے معنی اہل خاندان کے ہین نہ ازواج کے۔

دوسرا فائدہ روایت مندرجہ مین سے مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ رسولؐ نے جو خاص علیؑ کو قتل جریح قبطی کا حکم کیا تھا انکو انھون نے ایسا واجب نہ سمجھا کہ ہر صورت مین ادا کیا جائے بلکہ جریح کی حالت دیکھکر بغیر تعمیل حکم واپس آئے اور پھر استفسار کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ اس حکم کی تعمیل مین غور و فکر کی ضرورت ہے یہی حالت اُس حکم

کی ہی جو رسول ص نے مرض الموت مین فرمایا تہا کہ کاغذ اور دوات لاؤ مین ایسا مضمون لکھدون کہ اُسکے بعد تم گمراہی مین نہ پڑو؛؛

صورت حکم معاملہ قتل جریح اور معاملہ حکم طلب کاغذ و دوات کی ہرگز یکسان نہین ہے خود صورت معاملہ جریح کی مقتضی اس کی تہی کہ علی مرتضی ع بغیر تفحص اور تحقیق کے اُس کو قتل نہ کرین اور پیغمبر ص کے حضور مین حاضر لائین اور ایسا ہی منشا پیغمبر ص کا تہا اور یہ ہی منشا علی مرتضی ع نے سمجہا تہا - جس کی تشریح ہم نے ابہی اوپر اسی واقعہ کے بیان مین کردی ہے اور یہ معاملہ اور حکم پیغمبر متعلق ذاتیات کے اور شخص واحد اور ایک فرد بشر کی نسبت تہا اور وہ تعلق دار القضا سے رکہتا ہے اور حکم پیغمبر ص مرض موت مین طلب قرطاس و دوات کا متعلق رسالت عام امت کے تہا جس مین آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ؛؛ ایسا مضمون لکھدون کہ تم گمراہی مین نہ پڑو؛؛ جس کا اثر تمام امت پر ہوتا ہے - اور تمام امت کے لیے اُس مین ہدایت ہوتی ہے - یہ سچ ہی کہ طلب قرطاس اور دوات کا حکم عام تہا - لیکن زیادہ تر اس کی تعمیل کے مستحق علی ع تہے کیونکہ وہ داماد رسول ص تہے اور اگر لکھنے کا سامان رسول ص کے گہر مین ہوگا تو اُنہین کو معلوم ہوگا کہ کہان رکہا ہے اور اگر باہر سے لانے کی ضرورت تہی تو سب سے قریب علی ع کا گہر تہا اس لیے کہ اُن کے گہر کا دروازہ مسجد مین کُہلا تہا مگر علی مرتضی ع کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ جناب امیر ع نے اس حکم کی کچہہ بہی پروا نہ کی؛؛ جیسا کہ مصنف مخاطب کہتی ہین پہلے یہ سمجہہ لینا چاہئے کہ پیغمبر ص نے قرطاس اور دوات کیون طلب کیا تہا اور کیا شئے لکھوانی منظور تہی کہ جس کے بعد اُن کے صحابہ اور

اُن کی امت کبھی گمراہ نہ ہون باوصف اس کے کہ قرآن نازل ور دین کامل ہوچکا اور اپنے قول اور فعل سے پیغمبرؐ سب کچھ جتا اور بتا چکے ہین"۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب کتاب اللہ وعترتی" سوچنا چاہیے کہ اور کیا چیز باقی رہ گئی تھی جسکو حضرت پیغمبر خداؐ ایسی تشریح سے لکھوانا چاہتے تھے کہ اُسکے بعد لوگ گمراہی مین نہ پڑین۔ اور یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سمجھتے تھے کہ بعد میرے فوراً اُس امر مین جس کو وہ صراحت سے لکھوانا چاہتے تھے نزاع اور جھگڑا ہوکر ایسا اختلاف ہوگا کہ جسکی وجہ سے لوگ گمراہی مین پڑجاوینگے اور اُس امر پر آگاہ اور واقف ہونا پیغمبرؐ کا کوئی معمولی بات نہین تھی اس لیے کہ پیغمبرؐ لوگون کی خواہش نفوس اور جو کچھ اُن کے سینون مین تھا اُس سے خبردار تھا۔ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ بعد وفات پیغمبرؐ کے اور قبل اُن کے کفن ودفن کے جس بات کا جھگڑا ہوا سوائے اُس کے کوئی اور بات ہوسکتی ہے کہ جس کو پیغمبرؐ اپنے آخر وقت مین لکھوانا چاہتے تھے تاکہ لوگون کو کسی قسم کی غلط تاویل اور تعبیر کا موقع نہ ملے۔ اسی کے ساتھ مین پوچھتا ہون کہ اُس جھگڑے والی بات کو جس کو ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ معاملہ خلافت کا ہے۔ بہ نظر آیات قرآنی اور قول وفعل کے ہر مسلمان اپنے سچے دل سے بتلا دے کہ اگر پیغمبرؐ معاملہ خلافت کے متعلق لکھواتے (جس کا یقین ہے کہ وہ معاملہ خلافت کے متعلق لکھواتے) تو امر خلافت کس کے حق مین لکھواتے؟ کیا کوئی سچے دل

بشرے المؤمنین



ایسے زمانہ مبارک مین کہ تمام قومون نے اپنے دین ودنیا کی ترقی کی دھن مین اپنی اپنی انجمنین قائم کرکے عملی کارروائیان مدت سے شروع کردی تھین اور جنکی بدولت انکو دینی ودنیاوی منافع بمقابلہ ہمارے جنت مکان فرقہ شیعہ کے بہت کچھ حاصل ہوئے ہین ضرور تھا کہ کوئی خدا کا بندہ اس فرقہ کی سرپرستی کے لئے بھی کھڑا ہوتا اگرچہ یہ کام علما کا تھا کہ جنکا فرض منصبی ہر حیثیت سے ہماری اصلاح کا ہے مگر زمانہ کی سردمہری نے انکو ابھرنے نہ دیا مگر الحمدللہ کہ خدا نے ایک اور شخص کے دل مین قومی محبت کا جوش پیدا کیا جسنے ضرورت ایک باوقار امامیہ کانفرنس کی سمجھی اور جسکی طرف وہ دو تین برس سے شیعہ پبلک کو بلا رہا تھا اور آخرکار کامیابی ہوئی کہ ایک امامیہ کانفرنس بمقام لاہور قائم ہوگئی۔ اس قومی ہیرو کا سید ناظر حسین خان نام اور ناظم تخلص ہے جو اپنے اخبار ناظم الہند لاہور کا اڈیٹر بھی ہے۔ علمائی لاہور نے کہ جو امامیہ کانفرنس کی سبکمیٹی کے اعلے عہدہ دار ہین اوسی کو اپنی مرضی سے جنرل سکرٹری بھی مقرر کیا ہے تمام ہندوستان کے شیعون کو چاہیے کہ وہ مقاصد اور اغراض کانفرنس کو سکرٹری سے طلب کرین اور اسمین ہر طرح سے مدد دین جو آپ اپنی مدد ہے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے علماء لکھنو بھی اس کانفرنس کے ممد ہین۔

مرزا عبدالتقی قزلباش اڈیٹر

بقیہ رسید زر بابتہ ۱۹۰۹ء جلد پنجم و ششم

نمبر شمار	نام صاحبان	تعداد چندہ
۴۳	جناب شیخ ولایت حسین صاحب	سے ر
۴۴	جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب	سے ر
۴۵	جناب میر عاشق علی صاحب	سے ر
۴۶	جناب منشی نوازش علیصاحب تعلقہ دار	سے ر
۴۷	جناب سید غلام جیلانی شاہ صاحب بہادر	عما ۱۴ ار
۴۸	جناب بابو سید محمد تقی صاحب منجملہ بقایا	صہ ر
۴۹	جناب منشی غلام علی خانصاحب	سے ر
۵۰	جناب سید اعجاز حسین صاحب وکیل	سے ر
۵۱	جناب سید ممتاز حسین صاحب پوسٹ ماسٹر	سے ر
۵۲	جناب سید خورشید حسن صاحب اہلکار منصفی	للعہ ر
۵۳	جناب سید سجاد حسین صاحب سب انسپکٹر	سے ر
۵۴	جناب نواب سید محمد علی خانصاحب مرحوم	سے ر
۵۵	جناب مولوی سید آباد حسین صاحب قبلہ	سے ر
۵۶	جناب شیخ محسن علیصاحب	سے ر
۵۷	جناب سید امیر الدین حیدر صاحب	سے ر
۵۸	جناب حکیم سید محمد سجاد صاحب	سے ر
۵۹	جناب حکیم امجد علیخانصاحب	سے ر
۶۰	جناب سید ذاکر علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ	سے ر
۶۱	جناب حکیم نیاز علیخانصاحب	سے ر
۶۲	جناب حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل	سے ر

(باقی آئندہ)

المشتہر مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر رسالہ

(باقی آئندہ)

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور



رسالہ روشنی بایراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم چھ ماہی آخر ۹۹ء

باہتمام

مرزا عبد التقی قزلباش

ایڈیٹر رسالہ روشنی

مطبع اسلام محمدی لکھنؤ میں چھپکر

دفتر رسالہ روشنی محلہ چاہ کنکر لکھنؤ سے شائع ہوا

التماس

الحمد للہ کہ رسالہ دوشنی کی جلد ششم بابتہ سنہ ۹۹ء ختم ہوئی امید ہے کہ معاونین ان نمبروں کے پہونچنے پر چندہ اس جلد ششم کی بابت بھیدینگے جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ء کا سلسلہ جو زیر طبع ہی انشاء اللہ المستعان بعد محرم روانہ کیا جائیگا۔

جن بزرگواروں کے پاس سے اس عرصہ مین جلد ششم کا چندہ نہ آئیگا اون کی خدمت مین جلد ہفتم کا ابتدائی پرچہ **بذریعہ ویلو پارسل** بھیجا جائیگا رسید زر بابتہ جلد ششم سنہ ۹۹ء جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ء کے ساتھ شایع ہوگی۔

اطلاع۔ اکثر بزرگواروں کے خطوط میرے پاس اس امر کے دریافت مین پہونچے ہین کہ **الفاروق شبلی** پر بھی ریویو تیار ہوا ہی یا نہین۔ اگرچہ مینے جواب خطوط بھیدئے ہین تاہم بنظر مزید اطمینان مومنین اطلاع دیجاتی ہو کہ الفاروق پر عالیجناب قبلہ و کعبہ عمو ئی مرزا عابد علی بیگ خانصاحب بہادر رٹائرڈ سب جج ریویو تحریر فرما رہے ہین۔

اگر منظور خدا ہو تو کیا عجب کہ سنہ ۱۹۰۰ء مین ہی وہ چھپکر تیار ہو جائے تمام مومنین کو چاہئے کہ وہ جناب ممدوح مدظلہ کی صحت و عافیت۔ اور ریویو کے جلد ختم ہونے اور طبع کے لئے دعا فرماوین۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہی کہ ایک ریویو مختصر مگر جامع۔ ہمارے نہایت شفیق بھائی قاضی فقیر علیصاحب عاقل رئیس کانگڑہ نے عرصہ ہوا کہ لکھکر ہمکو بھیجا ہی جسکو ہم دیگر افکار و علل کیوجہہ سے اب تک نہین چھاپ سکے ہین۔ لیکن بعد محرم اوس کو بھی انشاء اللہ چھاپ دینگے۔ اڈیٹر

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے علی مرتضی ع کے اور کسی کے حق مین لکھ یاتے۔ پس ایسی حالت مین علی مرتضی ع کو یہ مناسب تہا کہ وہ اپنے حق مین ایسی تحریر لکھوانے کے واسطے قبل اس کے کہ دوسرے لوگون کے دلون کی مرضی اور غیر مرضی اور پیغمبر ص کی اطاعت اور نافرمانی معلوم ہو جھٹ پٹ دوڑ کے کاغذ دوات لے آتے؟ اور اسی لحاظ سے پیغمبر ص نے کاغذ اور دوات طلب کرنے کا حکم عام دیا تہا خاص علی مرتضی ع کی نسبت وہ حکم نہین دیا تھا۔ بلکہ کنایہ اُس حکم عام مین یہی تھا جس کو علی مرتضی ع جانتے تھے کہ سوائے علی مرتضی ع کے دوسری لوگ کاغذ و دوات لاینگے اور دوسری ہی لوگ پیغمبر ص کی وصیت کو اُس امر کی بابت لکھین تاکہ پھر کسی وقت وہ لوگ امر خلافت پر کچھ حجت و تکرار نہ کر سکین۔ لیکن لوگون نے کاغذ اور دوات کی طلب پر اور پیغمبر ص جو لکھوانا چاہتے تھے اُس کے لکھنے پر ایسے زور و شور سے مخالفت کی کہ جس سے پیغمبر ص کو اذیت ہوئی اور پیغمبر ص نے اپنے پاس سے اُن لوگون کو اُٹھوا دیا۔ اگر حاضرین جلسہ اپنی رضامندی طلب کاغذ و دوات پر اور اُس لکھوانے پر جو پیغمبر ص لکھوانا چاہتے تھے ظاہر کرتے اور اُن لوگون کے اُٹھوا دینے کی نوبت نہ آتی۔ یا بعد رفع مخالفت کے مخالفت کرنے والون کو سکوت ہو جاتا اُسوقت علی مرتضی ع کاغذ دوات حاضر نہ لاتے یا جب سکوت اختلاف سے ہو جاتا اور پھر اُس وقت پیغمبر ص ضرور حاضر لانے کاغذ و دوات کا علی مرتضی ع کو حکم دیتے اگر اُس وقت علی مرتضی ع تعمیل حکم پیغمبر ص کی نہ کرتے تو اُن کی نسبت مصنف مخاطب یہ کہہ سکتے تھے کہ جناب امیر ع نے حکم کی کچھ بھی پروا نہ کی ہاں مگر جو صورت کہ حکم طلب کاغذ و دوات مین پیش آئی اُس

مین مخالفین حکم پیغمبرؐ نے موقع ہی نہین آنے دیا کہ علی مرتضیٰؑ اُس حکم کی کچھہ تعمیل کر سکین۔

حضرت عمرؓ جو یہ سمجھہ گئے کہ رسولؐ یہ لکھواتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو اس لیے اُنھون نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو قرآن کافی ہے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ مگر ایسا سمجھنا حضرت عمرؓ کا اور اُسی نیت سے اُن کا صحابہ سے کہنا اور مصنف مخاطب کا ایسا ظاہر کرنا سب غلط ہی پیغمبرؐ پہلے مجمع عام مین یہ کہہ چکے ہین کہ قرآن کو اور میرے اہل بیت کو مت چھوڑیو اگر پیغمبرؐ صرف یہ لکھوانے والے تھے کہ قرآن کو مت چھوڑیو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بہ قول مصنف مخاطب کے سمجھا تو ضرور تھا کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ سے صرف اس لکھوانے پر اصرار کرتے کہ قرآن کو مت چھوڑیو کہ پیغمبرؐ اپنے فرمودہ سابق کو جس مین قرآن کے ساتھہ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھہ تمسک کو فرمایا تھا منسوخ کرنے والے ہین۔

حضرت عمرؓ نے جو کچھہ سمجھا اور کہا اُس کی حالت ہرگز ایسی نہین ہو سکتی جس طرح جریح کی حالت دیکھکر علیؑ یہ سمجھہ گئے تھے کہ اب اس کا قتل مقصود نہین ہے اس کی حالت پر رسولؐ کو اطلاع کر دینا کافی ہے وقت طلب کاغذ و دوات کے پیغمبرؐ نے کوئی صورت معاملہ کی بیان نہین فرمائی تھی لن تضلوا بعدی سے یہ قرینہ ہرگز نہین پیدا ہوتا کہ پیغمبرؐ یہی لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو جو حضرت عمرؓ ایسا سمجھ سکتے کہ وہ جو کچھہ حضرت رسولؐ لکھواتے ہین وہ ہمکو معلوم ہے اور اُس کی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھہ مین غلطی ہوگی تو رسولؐ

دوبارہ حکم کرینگے ورنہ شدت مرض مین رسول ص کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے کاغذ و دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تہا کہ رسول ص یہ معلوم کرکے بہت خوش ہونگے کہ جو کچھہ مین لکھوانا چاہتا تھا وہ اُن کو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پا چکے کہ اب ان کو اور کچھہ بتلانے کی حاجت نہین ؎ یہ سمجھہ حضرت عمرؓ کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کسی طرح نہین ہوسکتی اگر حضرت عمرؓ کی یہ سمجھہ ہوتی تو دوسرے ہم نشینون سے بعد اس فرمانے کے کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے پیغمبر ص کی نسبت یہ نہ کہتے کہ اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو اور باہم ہم نشینون کے جھگڑا کرا اور شور غل مچوا کرا اور ایسی تکلیف پیغمبر ص کو پہونچا کر پیغمبر ص سے اُٹھوا دیے جانے کا حکم حاصل نہ کرتے پیغمبر ص جانتے تھے اور بتا چکے تھے کہ قرآن کتاب خدا اور اہلبیت پیغمبر ص عالم قرآن لوگون کو دین اسلام پر چلانے کے لیے کافی ہین۔ لن تضلوا بعدی ابدا سے مراد کسی امر عظیم مین اختلاف نہونے سے ہوسکتی ہے۔ ایسا اختلاف جس نے دین اسلام کو کمزور اور مسلمانون کی خصلت کو خراب کردیا اور بیج نااتفاقی کا مسلمانون کے سرشت مین بو دیا۔ لن تضلوا بعدی سے وہ قرینہ پیدا نہین ہوسکتا جسکو مصنف مخاطب سمجھہ حضرت عمرؓ کی ظاہر کرتے ہین۔ بلکہ اُس تمام واقعہ سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر ص امر صریح ایسا لکھوانے کو تھے کہ جو خلاف مقصد حضرت عمرؓ کے تہا اور حضرت عمرؓ سمجھہ گئے تھے کہ پیغمبر ص امر خلافت کے متعلق ایسا کچھہ لکھوانے کو ہین کہ اُس مین گنجائش پھر کسی حجت و تکرار کی نہ ہوگی اور یہ ہی سمجھکر اُنھون نے اپنی دانائی او

عقلمندی سے ایسا اختلاف کا جھگڑا اور شور غل مچوایا کہ نوبت لکھوانے اُس امر کی نہ آسکی - یہ سچ ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھ لکھوانے کو تھے وہ نیا حکم نہین تھا اس لیے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہوچکی تھی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین - اور مین اُس پر یہ اور اضافہ کرتا ہون کہ قبل نزول اس آیت کے پیغمبرؐ خم غدیر پر تعمیل حکم آیت یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کی کر چکے تھے لیکن بہ نظر حکم عام اس آیت کے "

"وانزلنا علیک الذکر اور نازل کیا ہم نے اوپر تیرے لتبین للناس ما انزل الیہم ذکر تاکہ صراحت سے ظاہر کرے تو واسطے لوگون کے جو کچھ نازل ہوا ہی اُن کے لیے" پیغمبرؐ کسی امر کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے والے تھے اور جو کچھ کہ پیغمبرؐ بیان فرماتے وہ حدیث پیغمبر ہوتی - اکثر پیغمبرؐ نے کسی آیت کے معنی کسی وقت خود یا کسی کے استفسار پر بیان فرمائے ہین اور وہ سب احادیث پیغمبرؐ مین داخل ہین مگر کسی امر کا تصریح سے بیان کرنا خود پیغمبرؐ پر اپنی طرف سے ایسا واجب نہین ہے جیسا کہ کسی آیت ربانی کا لوگون پر پہونچانا لیکن آیت قرآنی جیسے نص ہوتی ہے ویسے ہی حدیث پیغمبرؐ - پیغمبرؐ نے جس امر کے لکھوانے کے لیے کاغذ دوات طلب کیا تھا اور لوگون کی مخالفت اور تنازع اور شور غل کے سبب سے ناخوش ہوکر اون کو اُٹھوایا اور اُسوقت یا دوسرے وقت نہ لکھوایا یہ امر اُن کا اختیاری تھا الا نہایت قابل افسوس کے ہے کہ آخر وقت زندگانی مین ادنی سے ادنی شخص کچھ لکھوانا یا کہنا چاہتا ہے تو اُس کے عزیز اور دوست نہایت

آرزو سے اُس کا سُننا اور لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن پیغمبرؐ آخرالزمان کی وصیت اور پند اُس کے دوستوں نے سُننا گوارا نہ کی اور اُس کو لکھوانے سے روک دیا۔ اور جھگڑے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی جنھوں نے یہ فرمایا کہ "ہم کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو" کہ اسی مخالفت پیغمبرؐ پر تنازع شروع ہو کر شور غل ہوا اور مجلس پیغمبرؐ سے وہ لوگ اُٹھوا دیے گئے۔

وہ رائے حضرت عمرؓ کی اس بناء پر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی یا پیغمبرؐ کا وہ امر لکھوانا اختیاری تھا نہ ضروری لیکن پیغمبرؐ کے امر اختیاری کے استعمال کے وقت حضرت عمرؓ کی مخالفت قطعی ناواجب تھی۔ اور حضرت عمرؓ کی مخالفت سے جو اختلاف کرنے میں جھگڑا ہوا اُسکا الزام خود حضرت عمرؓ پر ہے کہ نہ وہ مخالفت کرتے نہ اُن کی مخالفت سی اختلاف کا جھگڑا ہوتا اس سے تمام تر الزام حضرت عمرؓ پر ہے پیغمبرؐ نے جو اپنے پاس سے لوگوں کو اُٹھوا دیا وہ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا گیا تھا" بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے مخالفت کی تھی۔ ابن عباس کی رائے بالکل ٹھیک ہے کہ "وہ اس تحریر کے ملتوی ہو جانے کو بڑی مصیبت سمجھتے ہیں" مصنف مخاطب اُن کی رائے کو اس بناء پر غیر صحیح قرار دیتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کی رائے کو رسولؐ نے قبول کر لیا اور پھر لکھوانے کا قصد نہ کیا" حالانکہ یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نکالتے ہیں بالکل

غلط ہے پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ جس سے رائے کو حضرت عمرؓ کی پیغمبرؐ کا قبول کرنے کا نتیجہ نکلے اور پھر لکھوانے کا جو پیغمبرؐ نے قصد نہین کیا اُس کی وجہ صریح ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ سمجھ لیا کہ عمرؓ اور اُن کے تائید کرنے والے مجھ پیغمبرؐ کے قول کو ہذیان جانتے ہین اور میری زندگی مین میرے سامنے مخالفت کرتے ہین تو بعد میرے اُس کو کیا قبول کرینگے اور کیا اُس پر عمل کرینگے ایسی تحریر کا لکھوانا بالکل بیکار ہے۔ پس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا الزام سراسر حضرت عمرؓ پر عائد ہوتا ہے علیؑ پر کیا اس حکم کی بابت اور کیا حکم قتل جریح کی کی بابت کوئی الزام عائد نہین ہوسکتا۔

روایت حکم قتل جریح کا منشا یہی تھا کہ بعد تحقیق اور تفتیش کے جریح قتل کیا جائے اور جس مین دوبارہ حکم کی ضرورت نہ تھی اور اُس حکم پیغمبرؐ مین گو کسی نوعیت سے تھا علی مرتضیٰؑ نے کچھ حجت نہین کی تھی اور فوراً اُس کی تعمیل کے لیے بغیر کسی چون وچرا کے چلے گئے تھے۔ برخلاف اُس کے حکم طلب قرطاس ودوات مین اور پیغمبرؐ جو کچھ کہ لکھوانا چاہتے تھے اُس مین کسی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے چون وچرا کی۔ اور پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل ہونے نہ دی۔ علی مرتضیٰؑ نے مجرد صدور حکم قتل جریح کے وقت پیغمبرؐ سے نہ مخالفت کی تھی نہ کچھ عذر کیا تھا نہ اُس کو غیر ضروری سمجھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجرد صدور حکم طلب قرطاس اور دوات کے پیغمبرؐ سے مخالفت بھی کی عذر بھی کیا غیر ضروری بھی سمجھا پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت بھی دی یہ بھی کہا کہ اس مرد کو اسکی حالت

پر چھوڑ دو۔ یعنی حکم پیغمبرؐ کو قابل عمل بھی نہین سمجھا۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات سے نوا معجزہ بے شک یہ لکھا ہے جس کا ایک جزو مصنف مخاطب نقل کرتے ہین کہ "اس مین وہ سب چیزین موجود ہین جنکے علم کی بندون کو حاجت ہے اصول دین اور فروع دین سے" بعد اس کے اسی نوین معجزہ قرآن مین ملا قطب الدین راوندی نے یہ لکھا ہے کہ اس مین آگاہ کرنا ہے طریقون عقلیات کا اور قائم کرنا حجت کا اوپر ملاحدہ اور براہمہ و منکرین بعث اور قائلین طبائع کے نہایت مختصر و کلام بلیغ تر سے اور اس مین ہے طرح طرح کے اعراب اور عربیت اور حقیقت اور مجاز یہان تک کہ طب اور محکم و متشابہ اور ناسخ اور منسوخ"

بحث یہ نہین ہے کہ قرآن کسی چیز سے خالی ہے یا وہ ناتمام ہے یا اس مین کچھ نقص ہے ۔ خدا خود فرماتا ہے "لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین"

ہمارے ہندوستان مین لاکھون مسلمان ایسے ہین ۔ اور دوسرے ملکون مین بھی کروڑون ایسے ہین کہ جنکی بغلون مین اور جن کے گھرون مین قرآن موجود ہے اور وہ زبان عربی نہین جانتے یا جانتے ہین اور اس کے معنی و مراد نہین سمجھ سکتے خصوصًا آیات متشابہات کو سمجھنا تو عالمون کو بھی مشکل ہوا ہے ایسے لوگون کو مجرد قرآن کیا کفایت کرسکتا ہے اور ہر ایسا مسلمان کیا فائدہ اس سے اٹھا سکتا ہے نہین قرآن کے ساتھ اعلم کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے

پیغمبر صلعم فرما گئے ہین کہ مین ہماری دو چیزین درمیان تمھارے چھوڑے جاتا ہون کتاب اللہ اور اپنی عترت یا اہلبیت وہ اس سے جدا نہین ہونگی اُن کو مضبوط پکڑے رہنا اور خاص علی ع کی نسبت فرمایا ہے کہ علی ع قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علی ع کے ساتھ جس سے مقصود پیغمبر یہ ہے کہ قرآن اُس وقت مین کافی ہے کہ جب اُس کلام کی مراد اور مقصد کو علی ع اور اہلبیت ع سے جن مین ائمہ اہل بیت داخل ہین پہونچو کہ اُن سے زیادہ کوئی عالم نہین ہو سکتا جیسا کہ خود پیغمبر فرما گئے ہین۔ پس حضرت عمر ع کا یہ کہنا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے غلط اور مخالف ارشاد اور ہدایت رسول ع کے ہے۔ مصلحت اس حکم پیغمبر کی ظاہر ہے کہ قرآن کے مراد اور مقاصد علی ع اور اہل بیت پیغمبر ایک ہی بتائین گے اور اُن مین اختلاف نہین ہوگا اور ایک راہ پر کل مسلمان چلتے رہین گے۔ اور حضرت قول حضرت عمر ع سے یہ ہوئی کہ ہر شخص نے اپنے مطلب اور غرض کے واسطے یا اپنی اپنی سمجھ اور ضرورت کے موافق قرآن کی مراد اور مقاصد کو بیان کرنا شروع کردیا جس سے امت رسول ص مین اختلاف واقعہ ہو گیا اور اس اختلاف نے مسلمانون کو جداگانہ راہون پر ڈال کر باہم عناد پیدا کر دیا اور امت واحد کو منتشر کر کے برباد کر دیا اور درجہ تنزل پر پہونچا دیا

حضرت سلمان رض نے جو اُن لوگون پر اعتراض کیا ہے جنھون نے قرآن چھوڑ کر حدیث پر عمل شروع کیا تھا وہ اعتراض اُن کا صحیح ہی اور مجرد حدیث پیغمبر پر عمل کرنے والون کا فعل خلاف ہدایت پیغمبر کے تھا۔ مجرد حدیث پر ہر شخص کا عمل اپنی سمجھ کے موافق ہو نہین سکتا

جب تک کہ وہ قرآن کو نہ جانے کیونکہ جب تک کوئی قرآن کو نہ جانے تب تک وہ صحیح اور غیر صحیح حدیث کو نہین پہچان سکتا۔ اور قرآن کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے اُس کے معنی اور مراد کو علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ سے سمجھا ہو۔ جو لوگ کہ مجرد حدیث پر عمل کرتے تھے اس حیثیت سے کہ اپنی راے سے اُس کے معنی لگاتے باوصف اس کے کہ علیؑ اُس وقت موجود تھے ایسے لوگون پر اعتراض حضرت سلمانؓ کا نہایت ٹھیک تھا۔ اور مین جہانتک خیال کرتا ہون۔ حضرت سلمانؓ کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔

"سلمان منا اهل البيت" یہ اعتراض اُسی وقت شروع کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے معاملہ فدک مین ایک حدیث پیغمبرؐ بیان کر کے قرآن کو چھوڑ دیا اور اپنی بیان کی ہوئی اور اپنی سمجھ سے سمجھی ہوئی حدیث پر عمل کیا۔ باوصف اس کے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ جو اہل بیت پیغمبرؐ سے تھے۔ اصرار کرتے رہے کہ قرآن کے بموجب انبیاء بھی وارث ہوتے ہین۔ اور فاطمہؑ کو اپنے باپ کی میراث مال حضرت محمدؐ مین پہونچتی ہے۔ جیسے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے مورث کی میراث۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے اس قصہ کا مقابلہ اُس قصہ سے کرتے ہین جب رسولؐ کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ ولایت علیؑ کا حکم اُمت کو سُنا دو۔ اور تفسیر صافی سے ذیل آیت "یا ایھا الرّسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته الخ" کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہین اور

اُس طولانی روایت کا بطور حاصل بہ قدر ضرورت اپنی کے بہ تبدیل الفاظ جس کی نوعیت متغیر ہو جاتے اپنی مذاق کے موافق ترجمہ کرتے ہین۔

وہ پہلے ایک روایت امام علیہ السلام سے یہ ہے کہ خدا نے حکم کیا ولایت علی بن ابی طالب ع کا اور نازل کی آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا لوگون نے کہ وہ کیا چیز ہے۔ حکم کیا خدا نے محمد صلعم کو یہ کہ تفسیر کردین واسطے اون لوگونکے ولایت کی۔ جیسے کہ تفسیر کی اُن لوگون کے لیے نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج کی پس دشوار معلوم ہوا پیغمبر کو یہ امر اور خوف کیا یہ کہ پھر جاوینگے لوگ دین سے اور جھٹلاوینگے وہ پیغمبر ص کو۔ پس رجوع کی پیغمبر ص نے اپنے رب کی طرف اور وحی بھیجی اللہ نے یہ کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس "

پس پیغمبر ص نے سخن حق آشکار کیا اور ولایت علی بن ابی طالب ع کو قائم کیا دن غدیر خم کے" اور اُس روایت کا حاصل جس کا مصنف منہاج المطالب ذکر کرتے ہین یہ ہے وہ تحقیق قصد کیا پیغمبر ص نے مدینے سے درحالیکہ تمام شرایع اپنی قوم کو پہونچا چکے تھے سوائے حج اور ولایت کے پس آئے ثم جبرئیل اور کہا اُنھون نے کہ اے محمد خدا تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مین کسی پیغمبر اور نبی کی روح قبض نہین کرتا مگر بعد

کامل کرنے دین اور تاکید حجت کے اور تم پر دو فریضہ باقی رہے ہیں جنکی طرف قوم محتاج ہے فریضہ حج اور فریضہ خلافت بعد تمھارے میں خالی نہین چھوڑتا ہوں زمین کو خالی حجت سے پس منادی کرائی پیغمبر نے کہ حج کا ارادہ کرتے ہین اور نکلے رسول اللہ اور لوگ اُنکے ساتھ اور حج کیا ۔ جب تلبیہ کے متصل ٹھہرے پس آئے جبرئیل اور کہا کہ خدا سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ نزدیک پہونچی ہے اجل تمہاری پس پورا کرو عہد اپنا اور مقدم رکھو وصیت اپنی کو اور جو کچھ کہ تمھارے پاس ہے علم اور میراث علوم انبیاء سے اور سلاح و تابوت نشانیوں انبیاء سے سونپ دو اپنے وصی اور خلیفہ اپنے علی ابن ابی طالب ع کو کہ حجت بالغہ میری ہے ۔ اور یاد دلا دو میری بیعت اور میثاق کا ولایت لی میرے سے اور مولی ہر مومن و مومنہ سے کہ علی بن ابی طالب ع ہے اور کمال توحید اور دین کا اور اتمام نعمت کا خلق پر اتباع میرے ولی کا اور اُس کی اطاعت ہے ۔ پس اندیشہ کیا رسول اللہ ص نے اپنی قوم کا اور اہل نفاق اور شقاق کا یہ کہ متفرق ہو جائینگے اور رجوع کر جاوینگے طرف جاہلیت کے کہ پیغمبر ص اُن کی عداوت اور جو کچھ کہ اُن کے نفسوں مین لپٹا ہوا تھا بغض علی ع سے جانتے تھے اور چاہا جبرئیل ع سے یہ کہ وہ نگہبانی پروردگار کی لوگون سے پیغمبر ص کے لیے چاہین اور انتظار کیا جبرئیل ع کا یہانتک کہ پہونچے پیغمبر ص مسجد خیف تک پس آئے جبرئیل اور حکم دیا یہ کہ عہد کو پورا کرو اور قائم کرو علی ع کو لوگون کے لیے اور نہ لائے نگہبانی خدا سے یہان تک کہ پیغمبر ص آئے کراع الغمیم مین پھر آئے جبرئیل اور ویسا ہی حکم لائے اور نگہبانی نہین لائے

پیغمبرؐ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ مجھکو اندیشہ ہے اپنی قوم کا یہ کہ جھٹلادین مجھکو اور نہ قبول کرین میری بات علیؑ کے بارے مین پس کوچ کیا پیغمبرؐ نے اور پہونچے غدیر خم پر پس آئے جبرئیلؑ پانچ گھڑی دن چڑھے ساتھ زجر اور کپ کپاہٹ چڑھا دینے کے اور نگہبانی کی لوگون سے "

ان روایتون سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ تعمیل حکم کی مخالفت پر آمادہ نہین ہوئے جیسا کہ حضرت عمرؓ باعث منع قرطاس اور دوات کے ہوئے بلکہ پیغمبرؐ تعمیل حکم ربانی مین اندیشہ کرتے تھے اور اطمینان اپنی حفظ کا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ پیغمبرؐ کو تبلیغ رسالت اُس امر مین اندیشہ تھا اور نگہبانی اپنی چاہتے تھے خود اُسی آیت کے اخیر فقرہ وعدۂ ربانی سے واضح ہے۔

" واللہ یعصمک من الناس " خدا نگاہ رکھے گا تجھکو لوگون سے "

پس جبکہ وہ اندیشہ اور خواہش وعدہ حفظ خود آیت قرآنی مین موجود ہے تو پیغمبرؐ سے پوچھنا چاہیے کہ اے پیغمبرؐ تم نے کیون اندیشہ کیا تھا اور کیون نگہبانی کا وعدہ چاہا تھا اور بلا کسی اندیشے اور وعدۂ نگہبانی کے فوراً تعمیل حکم کی کیون نہ کردی؟ باوصف اس کے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ " تم نے ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اُن کے معبود بتون کی برائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پرواہ نہ کی اب قوت اسلام کے زمانے مین مسلمانون سے اُن کو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نہ کر سکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اُنکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کیے تھے وہ اُن کو یاد رہے " یا بلحاظ فقرہ

آخر آیتہ کے جس سے پیغمبرؐ کا اندیشہ ناک ہونا اور وعدہ حفظ کا چاہنا ظاہر ہے۔ مصنف مخاطب کو اُن سب اعتراض کا پیغمبرؐ پر وارد کرنا لازم تھا جو بنظر روایت امام ع کے شیعون پر اعتراض بارادہ تصدیق امر جانشینی علی مرتضیٰ ع کے جس کا وقوع خم غدیر پر ہوا کیا جاتا ہی۔ کیونکہ آیت قرآنی مین جس اندیشہ اور وعدہ حفظ کا احتمال ہے اُسی کی امام ع نے تفسیر کی ہے اور حق بالکل مطابق آیت کے ہی۔

اصلی بات یہ ہے کہ ان روایتون کا مفاد (جن مین بیان ایسے انداز سے ہے کہ انسان اُسی محاورے کے بموجب اُس مقصود کو بآسانی سمجھ جاوے) صرف اسقدر ہے کہ پیغمبرؐ قوت ملکوتیہ کو مشورہ کی حیثیت سے کام مین لاتے تھے اور براہ دور اندیشی نگہبانی کا اطمینان چاہتے تھے۔ اور بالآخر ہر پہلو پر نظر کر کے تبلیغ رسالت اُس امر کی اطمینان کے ساتھ کی۔ اور مکہ مین جو مشرکین کے معبود بتون کی بُرائی کی اور شرک کو روکا اُس مین بھی پیغمبرؐ نے دور اندیشی اول مدنظر رکھی تھی اور حمایت حضرت ابو طالب ع اور وجاہت حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر اپنی نگہبانی کا اطمینان کر لیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ جب ان حامیون کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرؐ نے اپنی نگہبانی کا اطمینان اہل مدینہ سے کر کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور اللہ نے جہان کسی پیغمبرؐ سے نصرت اور مدد کے وعدے کیے تھے۔ اُس کے اسباب اور سامان ظاہری نصرت اور امداد کے موجود فرمائے تھے علی مرتضیٰ ع اور بنی ہاشم کا وجود جنھون نے کبھی پیغمبرؐ کو لوگون مین تنہا نہین چھوڑا باوصف اس کے کہ مخصوص صحابہ تے ہمیشہ بنی

اپنی راہ لی تھی۔ مصنف مخاطب یہ چاہتے ہین کہ پیغمبرؐ کو وصف بے اندیشی اور اطمینان سے فائدہ اُٹھانے کو پاک دکھاوین اور بے اندیشہ اور بغیر اطمینان حفظ کے پیغمبرؐ سے کسی امر کے وقوع مین لانے کی توقع رکھین۔ حالانکہ بغیر اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل تہور ہی جو اوصاف رذیلہ مین داخل ہے۔ اور باندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل شجاعت ہے جو اوصاف حمیدہ مین شمار کیا گیا ہے۔ اور پیغمبرؐ تمام اپنے کامون مین نصرت کے اور اپنی حفظ کے خدا سے خواستگار اور امیدوار رہے ہین جس مین شان عبد اور معبود کی ہے۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب نص اللہ مین بیشک ایک طویل روایت ہے جس مین امام علیہ السلام نے تفسیر اطیعوا اللہ الخ کی فرمائی ہے اور اسمین ذکر حدیث من کنت مولاہ الخ وحدیث ثقلین اور آیت تطہیر اور آیت اولی الارحام کا ذکر فرماکر ولایت کو علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ لیکن اس حدیث مین وہ مضمون جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے نہین ہے البتہ وہ مضمون یعنے ذکر قصہ غدیر خم اور یہ بیان کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسولؐ کا دل تنگ ہوگیا اور خوف ہوا کہ کہین لوگ دین سے پہر نہ جاوین اور اس حکم کو رب کی طرف پہیر دیا ایک دوسری حدیث مین ہے۔ کہ جو طولانی نہین ہے۔ مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کہ وہ اس حکم کو رب کی طرف پہیر دیا دوسرے عنوان سے کیا ہی وہ اصل الفاظ یہ ہین۔

وہ راجعہ ساربہ عزوجل " جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ رجوع کرایا اپنے پرورد گار کو " یعنی پروردگار کی توجہ کو اُس طرف رجوع کرانا چاہا کہ تعمیل حکم ربانی مین جس امر کا اندیشہ تھا اور جو خواہش تھی "

جس فقرہ حدیث پر مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین آخر، حدیث کا شروع یہ ہے وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ہی کہ حکم کیا اللہ عزوجل نے اپنے رسول م کو ولایت علی ع کا اور نازل کی اُس رسول م پر آیت انما ولیکم اللہ الخ۔ اور فرض کی ولایت اولی الامر کی۔ پس نہ جانا کسی نے کہ کیا ہے وہ۔ پس حکم کیا اللہ نے محمد صلعم کو یکہ تفسیر کرین اُن لوگون کے لیے ولایت کو جیسے کہ تفسیر کی پیغمبر نے واسطے اُن لوگون کے صلوٰۃ زکوٰۃ صوم اور حج کی۔ پس ہرگاہ کہ آیا یہ امر اللہ کی طرف سے۔ تنگ ہوا اُس کے سبب سے سینہ رسول اللہ م کا اور خوف ہوا یہ کہ پھر جاوینگے اپنے دین سے اور یہ کہ جھٹلادین گے وہ لوگ پیغمبر م کو۔ پس تنگ ہوا سینہ آنحضرت کا اور رجوع کرایا اپنے پروردگار عزوجل کو "

اس مضمون پر یہ اعتراض مصنف کا وارد نہین ہوتا ہے کہ " رسول م نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بھی سب کچھ خبر ہے وہ حکیم اور علیم ہے۔ پھر اُن کو اللہ کا حکم پہونچانے مین کیا تردد تھا۔ اللہ کے حکم کو بار بار رد کرنا اور اُس مین یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرین گے ورنہ ادا نہ کرین گے اطاعت نہین بلکہ سرکشی ہے۔ اگر محافظت کا وعدہ نازل نہوتا تو رسول م اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے " مصنف مخاطب کے اس اعتراض

کا جواب ہماری اُسی تقریر سے ظاہر ہوجاتا ہے جو ابھی ہم نے اوپر تحریر کی ہے کہ جب خود آیت سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے کچھہ اندیشہ بھی کیا اور وعدہ محافظت بھی چاہا تو ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی خدا کو حکیم اور علیم نہین جان سکتا تھا پھر پیغمبرؐ نے کیون تفسیر آیت مین اندیشہ کیا اور کیون وعدہ محافظت کا چاہا؟

خدا کے حکیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس نے اپنی حکمت سے ہر کام کے ہونے اور نہونے کے لیے اسباب اور سامان کے جمع ہونے کا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اور خدا کے علیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو جو واقعات پیش ہوتے جائین اُس کا علم اُس کو محیط ہو۔ خدا کو بیشک اس بات کا علم تھا کہ مین ایک آیت متعلق ولایت کے نازل کرون گا اور پیغمبرؐ کو اُس کی تفسیر کرنے کے وقت اندیشہ ہوگا اور پیغمبرؐ اپنا اطمینان حفظ کا مجھسے چاہے گا اور مین وعدہ نگہبانی اُسکی کا کرونگا۔ تب وہ تفسیر اُس آیت کی کردے گا۔ ایسی حالت مین نہ پیغمبرؐ کے اندیشہ اور خواہش اطمینان پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ خدا کے حکیم و علیم ہونے پر۔

خدا اور پیغمبرؐ کے درمیان اور قوت ملکوتیہ کے ذریعہ سے جو کچھہ کہ راز و نیاز ہوتا ہے مضمون حدیث کا کچھہ بھی اُس کے منافی نہین ہے۔ اور نہ اُس سے رد کرنا حکم خدا کا۔ یا انکار تعمیل حکم کا لازم آتا ہے۔ ایک محکوم کی شان اطاعت اور ایک عبد کی شان عبودیت بمقابلہ اپنے حاکم و معبود کے اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ محکوم اور عبد کے دل مین جو کچھہ ہو وہ اپنے حاکم اور معبود کے سامنے ظاہر اور اُسی سے

دعا سے نصرت کرے۔ اس موقع پر پیغمبرؐ نے اس سے زیادہ کچھ نہین کہا کہ جو کچھ پیغمبرؐ کے دل مین اندیشہ تھا وہ خدا کے سامنے بیان کیا اور اپنی حفظ کا اطمینان چاہا۔ خدا سے عرض حال اور دعا مانگنے اور خدا کو اپنی التماس پر متوجہ اور رجوع کرانے کی مراد ردّ حکم اور عدم اطاعت اور سرکشی سے نہین ہو سکتی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر خدا وعدۂ حفظ نہ کرتا تو پیغمبرؐ اُس امر کو نہ کرتے بلکہ یہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر خدا وعدۂ حفظ نہ کرتا اور یہ فرماتا کہ اے پیغمبرؐ گو تو قتل ہو جاوے مگر اس امر کی تعمیل کر تو بھی ضرور پیغمبرؐ تعمیل اُس کی کرتے۔ نبی معصوم کا حال حضرت عمرؓ پر طعن سے بالکل مخالف ہی۔ نبیؐ نے نہ حکم خدا کو رد کیا نہ اطاعت خدا سے سرکشی کی۔ اپنی نگہبانی کا اطمینان چاہا ہی۔ اور حضرت عمرؓ نے وہ حرکت کی کہ جس سے وہ اطاعت رسولؐ سے منع قرطاس اور دوات کے باعث ہو کر خارج ہو گئے۔

علماے شیعہ مین سے کوئی بھی مضمون حدیث پر حیران نہین ہوا۔ ملا خلیل قزوینی نے جو یہ لکھا ہے کہ وہ رسولؐ کا میل یہ تھا کہ شاید التصریح اور تفسیر ولایت کی قرآن مین ہو جائے اور اکتفا سنت پر نہ ہے الخ نہ ہماری تقریر کے منافی ہے اور نہ کچھ قابل اعتراض کے ہے وہ بھی ایک عالم شیعہ کی راے ہے۔ اور جس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ اُنھون نے حیران ہو کر وہ راے ظاہر کی ہے۔

امر کی کامون مین بے شک رسولؐ کو یہ دخل نہین کہ رسولؐ خدا سے یہ چاہے کہ خدا اپنے حکم کو رد کر دے لیکن رسولؐ کو یہ حق

یہ اختیار تھا کہ کسی امر کی تفسیر اور وضاحت بحیثیت قرآن کے نازل کرائے اور خدا کو یہ اختیار تھا کہ چاہے اس کی توضیح بہ حیثیت قرآن کے نازل کرے چنانچہ بار ہا ایسا ہوا ہے کہ رسولؐ تو رسولؐ کسی غیر رسولؐ نے بھی کسی امر کی تشریح رسولؐ سے چاہی ہے اور خدا نے اُس کے متعلق آیت نازل کر دی ہے اور یہ بھی خدا کا اختیار تھا کہ کوئی تفسیر بہ حیثیت قرآن کے نازل نہ کرے اور تفسیر کا اختیار رسولؐ پر چھوڑے اور اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بقول رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں نہ تھا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں تھا۔ جیسے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم و حج کا۔ مگر تفسیر اس کی اختیار رسولؐ میں تھی اور رسولؐ نے اس کی تفسیر کر دی۔ اور اسی وجہ سے جیسے کہ قرآن نص ہے ویسے ہی قول اور فعل رسولؐ کا۔

ملا محمد باقر مجلسی رہ نے حیات القلوب کی جلد دوم ذکر حجۃ الوداع میں بیشک یہ لکھا ہے۔ کہ پہلے بھی اس باب میں (نصب امیر المومنین بہ خلافت) وحی اُن حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ لیکن وقت مقرر نہیں تھا اور تاکید نہ تھی اس سبب سے حضرت نے تاخیر کی کہ مبادا درمیان امت کے اختلاف حادث ہو۔ اور بعض اُن کے دین سے پھر جاویں یہ رائے اس عالم موصوف کی خلاف اخبار نہیں ہے اور انھوں نے فوراً عمل میں نہ لانے کی وجہ ظاہر کی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نہیں ہے۔ کہ رسولؐ اس امر کی تبلیغ کو ٹالتے رہے تھے اگرچہ تبلیغ رسالت رسولؐ پر واجب تھی مگر جب ابتدائی

حکم فوری نہ تھا۔ تو اُس حکم کی تعمیل مین رسول ؐ کو ہر پہلو پر نظر کرنا ضرور تھا۔ کہ کیونکر اُس کو عمل مین لاوین اور جو اندیشہ کہ اُس کے عمل مین لانے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اُس کے متعلق فکر اور اپنی حفاظت کی استدعا خدا سے کرین اور جس وقت کہ حکم تاکیدی آیا اور وعدہ حفاظت کا کیا گیا اُس وقت فوراً تعمیل کی اُس سے یہ لازم نہین آتا ہے۔ کہ پیغمبر ؐ اُس کی تعمیل کو ٹالتے رہے۔ جس وقت کہ صلوٰۃ یا زکوٰۃ کا حکم آیا تھا۔ تو کیا یہ ہو سکتا تھا کہ پیغمبر ؐ اُسی وقت سے تعمیل اُن احکام کی اس طرح سے شروع کر دیتے کہ بندگان خدا ہر وقت بلا تعین وقت اور تعداد رکعات کے برابر نماز پڑھے جاتے۔ اور زکوٰۃ بلا قید سال اور بلا تعین نصاب کے دے جاتے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعین وقت اور تعداد رکعات سینئہ دیدہ نصاب سے پیغمبر ؐ نے حکم صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ٹال دیا۔ کہ بجاے اس کے کہ رات دن نماز پڑھی جاوے پانچ وقت مقرر کر دیے کہ جس مین چند لحظہ صرف ہوتے ہین اور بجاے اس کے کہ بعد اخراجات معمولی روزانہ و شبانہ کے جو کچھ بچے وہ زکوٰۃ مین دیدیا جاوے ایک سال کے قوت اور نصاب زکوٰۃ مال پس انداز پر مقرر کیا۔ اس کی نسبت معترض کہہ سکتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کو پیغمبر ؐ نے خوب ٹالا۔

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین باب ماعند الائمۃ مین سلاح رسول اللہ مین بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جب نزدیک ہوئی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بلایا عباس ابن عبد المطلب اور امیر المومنین علیہ السلام کو اور کہا عباس

سے (آیا) لے گا تو میراث محمدؐ کی اور ادا کرے گا تو دین اُس کا اور پورا کرے گا تو وعدون کو اُس کے پس لوٹا دیا اُن عباس نے اُن پیغمبرؐ پر اور کہا یا رسول اللہ مین بڈھا کثیر العیال قلیل المال تاب نہین رہ سکتا تیزی حالانکہ تو برابری کرتا ہے۔ ہوا کی (یہ ایک محاورہ عرب کا کا ہے کہ تیزی اور مستعدی اور سخاوت کے محل پر بولتے ہین) پس سر تھوڑا لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر پھر فرمایا اے عباس آیا لیوے گا تو میراث محمدؐ کی اور پورا کرے گا اُس کے وعدون کو اور ادا کرے گا دین اُس کا پھر کہا اُن عباس نے میرے مان باپ تم پر فدا ہون مین بوڑھا کثیر العیال اور قلیل المال ہون ــــ اور حالانکہ تو برابری کرتا ہے ہوا کی۔ فرمایا پیغمبرؐ نے آگاہ ہو بے شک کہ مین قریب ہے کہ دون گا ایسے شخص کو کہ لے گا اُس کو کہ حقدار اُس کا ہے" مضمون اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنظر اسکے کہ عباس چچا پیغمبرؐ کے تھے اور خاندان پیغمبرؐ مین بسن تھے۔ پیغمبرؐ نے بہ نظر مصلحت اور اتمام حجت۔ کے اس اندیشہ سے کہ مبادا بعد وفات پیغمبرؐ کے حضرت عباس علی مرتضیٰؑ سے کسی قسم کا جھگڑا کرین عباس اور علی مرتضیٰؑ دونون کو طلب کیا اور عباس کی نیت اور ارادے کو بہ طریقہ اسلوب دریافت فرمایا اور حضرت عباس کے جواب سے انکار اُن کا ظاہر ہو گیا۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عباس اقرار کرتے تو پیغمبرؐ اُن کو سمجھا دیتے کہ وہ مستحق اُس کے نہین ہین۔ جس کا وہ ارادہ کرتے ہین اور اُس کا مستحق وہ شخص ہے جو حضرت عباس کے ساتھ بُلایا گیا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی پیغمبرؐ نے فرمادیا کہ آگاہ

ہو کہ مین وہ اُس شخص کو دون گا کہ جو اُس کے لینے کا حق رکھتا ہے"
اور کچھ شبہ نہین کہ پیغمبر نے جو کچھ بہ اصرار حضرت عباس سے
دریافت فرمایا وہ بہ نظر اتمام حجت اور قطع نیت اور ارادہ حضرت
عباس کے تھا تاکہ ہر کوئی جان جاوے کہ بعد پیغمبرؐ حضرت عباس
کا کسی چیز مین کوئی حق نہین ہے اور جس اندیشہ سے کہ پیغمبرؐ نے یہ امر
کیا تھا وہ بعد پیغمبرؐ وقوع مین آیا۔ کہ با این ہمہ حضرت عباس علی مرتضیٰؑ
سے جھگڑتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے دونون
کے عہد خلافت مین گئے اور ناکام ہوئے۔ اور خلفاے بنی عباس
نے امر خلافت کو میراث پیغمبرؐ کا استحقاق اپنے دادا عم پیغمبرؐ مین قرار
دے کر ایک تدبیر سے اپنے اوپر قائم کر لیا اور اپنا مذہب اور مسلک
یہ قرار دے لیا کہ خلفائے ثلاثہ اور علی مرتضیٰؑ سب کے سب ناحق
تھے۔ حالانکہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میراث پیغمبرؐ
لینے کی اور پیغمبرؐ کے دین ادا کرنے کی اور اُس کے وعدے کو پورا
کرنے کی لیاقت اور قابلیت اور اُس کا حق سواے علی مرتضیٰؑ کے
اور کوئی نہین رکھتا تھا۔ اور مقصود اس عمل پیغمبرؐ کا یہ ہی تھا کہ اس
امر کی لیاقت اور قابلیت اور حق علی مرتضیٰؑ رکھتے ہین نہ عباسؓ کوئی
اور۔ مصنف مخاطب جو اس روایت کا نتیجہ یہ بتاتے ہین کہ پیغمبرؐ کی
مرض موت مین نیت بدل گئی تھی۔ اور عباس کو اپنا وصی اور وارث
بنانا چاہتے تھے۔ اگر عباس وصی ہونا قبول کر لیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ
اُنھین کو ملتے جو نشان امامت اور خلافت تھے " ایسا نتیجہ طرز بیان
اور مضمون حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اگر حضرت عباس کا انکار نہ ہوتا

ہوتا تو پیغمبرؐ ضرور اُن کو سمجھا کر اپنا وصی اور ولی امت کا مقرر کر دیتے لیکن پیغمبرؐ اُن کو مستحق وصایت اور ولایت نہیں سمجھتے تھے اس لیے پیغمبرؐ نے اُن کے انکار کے اظہار کے بعد یہ فرمادیا کہ ''وہ حقدار کو یہ امور عطا فرمائیں گے'' یہ ظاہر ہے کہ حضانت حضرت فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کی بوجہ شوہر ہونے علیؑ کے۔ اور حفاظت حسنینؑ کی بوجہ والد ہونے علیؑ کے لامحالہ ذمہ علیؑ کے تھی اب طرف سے پیغمبرؐ کے حفاظت حقوق حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ کی بابت اور کوئی وصی مقرر کیسے ہو سکتا تھا؟ اور ایسے ہی کار امامت پیش پیغمبرؐ علیؑ کرتے تھے کسی اور کو حق ولایت پہونچ کیسے سکتا تھا؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ روایت مؤید روایت طلب قرطاس اور دوات کے ہے کہ جو خود اہل سُنت کے یہاں بھی صحیح طور پر منقول ہوئی ہے۔ پیغمبرؐ کو جو اندیشہ حیلہ اور حجت کا علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کے متعلق۔ لوگوں کی طرف سے تھا اور اُس کے رفع کرنے کو پیغمبرؐ یہ ارادہ کرتے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کو ہر کوئی بلا حیلہ اور حجت کے قبول کر لے اور اُس کے سرانجام کے لیے جو تدبیر فرماتے تھے وہ بمقابلہ اہل خاندان پیغمبرؐ اور غیر اہل خاندان پیغمبرؐ دونوں کے لیے تھی اس لیے کہ وہ اندیشہ پیغمبرؐ کو خاندان اور غیر اہل خاندان دونوں کی طرف سے تھا۔ اور سخت اندیشہ اس بات کا تھا کہ اہل خاندان غیر اہل خاندان سے اتفاق کر کے امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کو درہم و برہم نہ کر دیں اسی لیے پیغمبرؐ نے اول حضرت عباسؓ مسن اہل خاندان سے اپنے امر خلافت اپنے کا کہ جس کی حضرت عباسؓ قابلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے اُس روش سے جو روایت میں مذکور

ہے ترک ارادہ اور نیت کا اور انکار اُس کا ظاہر کرایا تاکہ بوجہ ترک ارادہ اور نیت اور انکار بڑے بوڑھے خاندان کے اہل خاندان مین سے بھی کسی اور کو جرأت اور موقع حیلہ اور حجت جانشینی پیغمبر ؐ علی مرتضیٰ ؑ کی نسبت نہ ہوسکی اور جب اہل خاندان مین سے ایسی جرأت نہو سکیگی تو غیر اہل خاندان کو موقع حیلے اور حجت کا ہرگز نہ ہو سکے گا ۔ جب پیغمبر اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہوگئے ۔ تب اُنھون نے غیر اہل خاندان کے سامنے صرف اسی قدر کافی سمجھا کہ کاغذ و دوات منگا کر آخری وصیت اپنی لکھا دین تاکہ پھر کسیکو موقع حیلے اور حجت کا اور مرضی پیغمبر ؐ سے اختلاف کا باقی نہ رہے یقین کرنا چاہیے ۔ کہ پیغمبر ؐ جو تدبیر اور کوشش کر رہے تھے کہ علی مرتضیٰ ؑ کی جانشینی مین کوئی حیلہ اور حجت پیدا نہ ہو ۔ اُسی ایک تدبیر اور کوشش کے متعلق یہ دو حصہ ہین ۔ اول روایت متعلق حضرت عباس کے اور دوسری روایت متعلق طلب قرطاس و دوات کے ۔ پس امامت علی ؑ کا حکم ایسا تھا کہ ۔ رسول ؐ آخر وقت تک اُس کے قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے ۔ یہ کہنا مصنف مخاطب کا ہے کہ امامت علی ؑ کا حکم ایسا تھا کہ رسول ؐ آخر وقت تک اُس کی مخالفت کی کوشش کرتے رہے " صریح غلط قرار پاتا ہے ۔ رسول ؐ کو ہرگز خیال مخالفت حکم امامت علی مرتضیٰ ؑ کا نہین تھا ۔ اور نہ اس خیال رسول ؐ نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا ۔ بلکہ صحابہ کے دلون مین خود یہ خواہش تھی کہ خلاف مرضی پیغمبر ؐ کے حیلہ اور حجت سے خلافت اپنی طرف منتقل کرلین اور خلاف اپنی خواہشون کے صحابہ کے دلون مین حکم امامت علی ؑ کا اثر پیدا ہی نہین ہوا تھا ۔ کبھی دل سے اُنھون نے

امر امامت علی مرتضی ع کو قبول ہی نہین کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مانع قرطاس و دوات کے ہوئے کہ بہ حالت آخری وصیت تحریری پیغمبر صلعم کے امر امامت علی مرتضی ع مین کسی کو پھر موقع حیلہ اور حجت کا باقی نہ رہے گا اور اوس آخری وصیت تحریری کو شور غل مچا کر اور نزاع کو طول دے کر ٹال دیا بہ خیال مخالفت حکم امامت علی ع کا مستحکم کرنے کے لیے رسول ص نے یہ امر تقدیری نہین سنا دیا تھا۔ کہ میرے بعد ابو بکر ع اور عمر ع پھر خلیفہ ہونگے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ۔ بلکہ بنظر موجودہ حالت زمانہ کے جانتے تھے کہ لوگ میری اور خدا کی مرضی کے موافق عمل نہ کرینگے اور جو کچھ کہ مین نے امر امامت اور خلافت علی مرتضی ع کے لیے تبلیغ رسالت قولاً اور فعلاً کیا ہے اوس کو نہ مانین گے اور میرے آخر وقت تک کی کوشش رائگان جائے گی اور حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع خلیفہ بن بیٹھینگے ۔ اسی وجہ سے پیغمبر ص نے وہ پیشین گوئی کی اور اوس پیشین گوئی مین مخالفت حضرات شیخین کی پیغمبر ص نے ظاہر کی ہے۔

لیکن حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع کا مخالف مرضی اور کوشش کے خلیفہ بن بیٹھنا ایسا امر تقدیری نہین تھا کہ جس پر وہ مجبور ہون ۔ بلکہ وہ امر اون کا اختیاری تھا اور اوسی اون کے اختیار نے سیاہ داغ مخالفت پیغمبر ص کا اونکی پیشانی پر لگا دیا ۔ کوئی مسلمان ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی اختیار کرے تو وہ اوس امر کا ضرور منسوب ہوگا جس کا کہ وہ بحالت ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی منسوب ہو سکتا ہے ۔ یہ سمجھ کر کہ امر تقدیری وہی تھا بری نہین ہو سکتا

پس طعن قرطاس، میں جو الزام حضرت عمرؓ پر عائد کیا جاتا ہے اُس سے
بڑھکر امر ولایت کی تبلیغ میں رسولؐ پر کیونکر الزام عائد ہو سکتا ہے
جیسا کہ مصنف مخاطب خیال کرتے ہیں پیغمبرؐ آخر وقت تک امر ولایت
کی تبلیغ اور تعمیل اور تشریح میں ایسی حیثیت سے کہ کسی کو موقع حیلہ
وحجت کا نہ رہے۔ کوشش کرتے رہا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے
اُسی آخری ہدایت پیغمبرؐ کی تشریح کو کہ موقع حیلہ وحجت کا باقی نہ رہے
حیلے سے اُس کی تعمیل کو روک دیا۔ اس سے جو کچھ طعن قرطاس [illegible]
الزام ہے وہ حضرت عمرؓ پر عائد ہے امر ولایت علی مرتضیٰؑ [illegible]
کی تعمیل اور سعی اُس کے قائم کرنے میں پیغمبرؐ پر کچھ بھی الزام نہ
عائد ہے نہ ہو سکتا ہے۔ واقعہ طلب قرطاس ودوات میں جو پیغمبرؐ
کی نسبت لفظ ہجر کہا گیا ہے۔ اُسکی نسبت معترض [illegible]
ہیں اور واقعہ کو یہاں سے لیتے ہیں کہ دو ایک فریق [illegible]
لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض کے [illegible]
اُسوقت بعض لوگوں نے یہ کہا۔
مَا شَانُہٗ اَھَجَرَ اِسْتَفْہِمُوْا۔ رسولؐ کا کیا حال ہے [illegible]
ہوگئے غور کرو۔ واقعہ طلب قرطاس کے متعلق اہل سنت [illegible]
یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مشکوۃ[1] میں متعدد روایات [illegible]
مختلفہ ابن عباس سے منقول ہوئی ہیں جن میں سے کسی میں فقرہ

[1] بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم کتاب الجہاد باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ۔ کتاب الخمس باب اخراج الیہود باب مرض نبی دو جگہ۔ کتاب المرضیٰ مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبیؐ دو جگہ مشکوۃ۔

قرطاس کی تفصیل ہے اور کسی مین اجمال لیکن نتیجہ مضمون مین سب متحد ہین اور اُن سب روایات کو جب یکجا پڑھا جاوے تو حاصل مضمون اُن کا یہ ہوتا ہے کہ جس وقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا اُس حالت مین کہ گھر مین چند لوگ اور اُن مین حضرت عمرؓ بھی تھے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہوئیں کہا عمرؓ نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور دردمندی نے اور تمہارے پاس قرآن ہے ۔ بس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا ۔ پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اُن لوگون نے اور نہین سزاوار تھا نبیؐ کے پاس جھگڑا بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ عمرؓ نے کہا تھا ۔ اور کہا لوگون نے ہجر کیا یعنی کیا رسول اللہؐ نے اور ہجر کرتا ہی رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہی نبیؐ کی آیا ہجر کیا اُس نے سمجھ لو پیغمبرؐ سے ۔ جب جھگڑے کی باتین بڑھ گئین اور بیہودگی زیادہ ہو گئی ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو ۔ پس چلے گئے لوگ رد کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر ابن عباس کہتے ہین ۔ سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہؐ اور اُن کی کتاب کے ۔ ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر رو دئے یہانتک کہ آنسو اُن کے سنگریزون پر جاری ہو گئے ۔

ان روایتون مین یہ بھی منقول ہے کہ اُسی وقت پیغمبرؐ نے

تین وصیتین کین ایک اخراج مشرکین کے لیے جزیرہ عرب سے
دوسرے جائزہ دینا سفیرون کو - تیسری وصیت سے راوی
نے سکوت کیا ہے یا کہا ہے کہ مین بھول گیا"

ہجر کے معنی جدائی کرنے اور پریشان باتین کرنے ہمارے کے
ہین اور مہجور کے معنی سخن پریشان کرنے کے آتے ہین - خدا کا قول ہے
- ان قومی اتخذوا ھذا | یعنی تحقیق کہ میری قوم نے ٹھہرایا
القرآن مھجورا ۔ قالوا | اس قرآن کو غیر حق"
فیہ غیر الحق"

خاص لفظ ہجر کے کہنے والون کا نام اگرچہ ان روایتون مین
مذکور نہین ہے - لیکن حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے
کہ وہ ان لوگون مین موجود تھے جو اس گھر مین حاضر تھے - اور حضرت
عمرؓ نے کہا - کہ غلبہ کیا ہے درد نے پیغمبرؐ پر اور تمھارے پاس
قرآن ہے پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا حسبنا کا صاف مقصود
یہ ہے کہ پیغمبرؐ شدت مرض مین ویسی ہی پریشان باتین کرتا ہے
جیسے کہ معمولاً انسان شدت مرض مین باتین کیا کرتا ہے - اور ہمارے
پاس کتاب خدا موجود ہے - پیغمبرؐ غیر حق کتاب لکھنا چاہتا ہے
جن لوگون نے کہ صاف ھجر کا لفظ پیغمبرؐ کی نسبت کہا انحضرت کے
وہ لفظ باتباع معنی منظرہ حضرت عمرؓ کے کہا - اور روایتون مین
صاف منقول ہے - کہ بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ کہ عمرؓ نے کہا
تھا - پس مصنف مخاطب کے اس کہنے سے کہ لفظ ھجر کے کہنے
والون کا نام معلوم نہین - کہ وہ کون کون تھے اور اگر اس عبارت

سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہین ہو سکتا"۔ حضرت عمرؓ اُس طعن سے بری نہین ہو سکتے۔ بلکہ جب اُس حقیقت کو دیکھا جائے جو ہم نے ظاہر کی سراسر وہ طعن طرف حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور اُس مصیبت کے نازل کرانے کے باعث حضرت عمرؓ ہی ہوئے ہین۔ کہ جس مصیبت کو ابن عباسؓ یاد کرکے ایسا روتے تھے کہ اُن کے آنسوون سے سنگریزے تر ہو جاتے تھے۔ اگر ہجر کے معنی جدائی کے لیے جائین اور کہنے والون کا یہ مطلب سمجھا جاوے کہ "رسول اللہ صلعم جو ایسا فرماتے ہین۔ کیا آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور ہم سے جدا ہو گئے" جیسا کہ مصنف مخاطب یہ ہی معنے لیا چاہتے ہین تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کا اور یہ جواب اُس ارشاد کے لوگون کے اس جواب کا ربط اور نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہو۔ اُس ارشاد کا اگر لوگون نے درحقیقت یہ جواب دیا تھا کہ کیا اب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے تو بجواب اسکے پیغمبرؐ یہ فرما دیتے کہ ہان میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور مین تمسے جدا ہوتا ہون اور اسی واسطے مین تم کو ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہون کہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو۔ اور اس کے بعد بالاتفاق کل مجمع پیغمبرؐ سے وہ کتاب لکھوا لیتا جس کو کہ پیغمبرؐ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہین ایسا نہین ہوا۔ بلکہ بعد ارشاد پیغمبرؐ کے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے کہا "کہ پیغمبرؐ پر غلبہ رنجوری اور دردمندی نے کیا ہے۔ کافی ہے

ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے یعنے اور کتاب لکھنے کو پیغمبرؐ ناحق کہتے ہیں)۔
اور اسی پر لوگون مین اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے
کہ سامان کتابت کالے آؤ اور بعض اُس کے خلاف تھے۔ بعضے جو
حضرت عمرؓ نے کہا تھا اُسی کی تائید کرتے تھے اور یہ کہتے تھے
کہ پیغمبرؐ نے ہجر کیا اور پیغمبرؐ کی شان کو سمجھہ لو کہ آیا اُس نے ہجر
کیا ہے یعنے یہ گروہ حاضر کرنے سامان کتابت کا مانع و مخالف تھا
ایسی حالت مین ہجر کے معنے بجز سخن پریشان اور قول ناحق کے
اور کچھہ لیے جا ہی نہین سکتے۔
ہجر کے اس معنے مین کہ شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو
باتین شتبہ نہین جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ پریشان اور
بیہودہ اور ناحق نکلین اُس کی ایک قسم مصنف مخاطب یہ قرار دینا
چاہتے ہین کہ وہ مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی
غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین
اچھی طرح نہ آوے ۔ یہ قسم ایجاد مصنف مخاطب نے کی ہے اہل
لغت نے یہ معنی نہ کہین لکھے اور نہ ایسی قسم معنی ہجر مین داخل ہو سکتی
ہے ۔ اس لیے کہ ہجر کے معنے مین وہ قسم داخل ہو سکتی ہے ۔ کہ جو
غلبۂ مرض کے سبب سے عقل اور فہم مریض مین فتور آگیا ہو ۔ اور
اُس حالت مین وہ کچھہ کلام کرے ۔ اور مصنف مخاطب جو قسم اُسمین
داخل کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ اُس مین مریض قصد صحیح سے کلام
کرنا چاہے مگر زبان سے بوجہ کسی اور تعذر کے ایسی آواز نکلے جو
سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح سے نہ آوے یہ صورت بوجہ

نقص اور تعذر عضو ادائے کلام کی ہوگی اور اسی واسطے نزد شیعہ
مین یہ شرط کی گئی ہے کہ پیغمبر اور امام ایسا نہین ہو سکتا جسکے
کسی عضو مین نقصان ہو۔ اور اگر یہ قسم بھی ہجو کے معنی مین ایجاد
جس کا قصد مصنف مخاطب کرتے ہین تو یہ حالت پیغمبر پر طاری
نہین تھی اس لیے کہ پیغمبر نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لے آؤ تم
میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز
تم بعد اُس کے گمراہ نہ ہو؟ یہ کلام بلا اختلاف اور بلا تردد صاف
سمجھ لیا گیا۔ کسی روایت مین یہ وارد نہین ہوا کہ یہ کلام پیغمبر
کا زبان خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلی جو سننے
والون کی سمجھ مین اچھی طرح نہ آئی۔ اور کسی ایک شخص نے بھی
اس نوعیت سے اس کلام پیغمبر کو ظاہر کرکے اختلاف نہین کیا
اور بعد سننے اختلاف اور جھگڑے اور زیادتی بیہودگی کے پیغمبر نے
جو یہ فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین ہون
کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو؟ اس کلام
کی نسبت بھی نہین کہا گیا ہے۔ کہ وہ حالت تعذر مین پیغمبر نے
کہا تھا اور اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا تھا۔ بلکہ کسی نے اس کلام پیغمبر
کو ہجیر بھی نہین کہا اور جس کی مراد یہ تھی کہ وہ لوگ پیغمبر کے پاس
سے دور ہو جاوین اور اُٹھ جاوین۔ اور اس کلام کو پیغمبر کے
پیغمبر کا کلام سمجھکر بغیر کسی خیال ہجیر کے سمجھ کر اُس کی تعمیل
لوگون نے کی اور پیغمبر کے پاس سے چلے گئے۔ اگر پیغمبر کے
اس کلام کو بھی ہجیر سمجھتے یا ہجیر ہونے مین تردد کرتے تو پیغمبر کے

پاس سے ہرگز نہ چلے جاتے اس حالت میں وہ قسم ہجر کی جسطرح قرار نہیں پاسکتی جو مصنف مخاطب قرار دینا چاہتے ہیں۔

اسی وقت پیغمبر نے وہ تین وصیتین بھی کی تہین جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اورجن مین سے ایک وصیت کو راوی نے بیان نہین کیا۔ اور وہ وصیتین بھی اسی قصہ قرطاس مین منقول ہین کیا وجہ ہے کہ اُن وصیتون کو صحیح اور قابل عمل اسوقت تک سمجھا جاتا ہے۔ اور اُن کو ہجر نہین کہا جاتا۔ اور حسبنا کتاب اللہ پر عمل کرکے اُن وصیتون پیغمبر کو کیون برحق قبول کیا جاتا ہے؟

مصنف مخاطب بیہوشی مین بلا قصد معنی فرض کرکے یہ کلام اُس فریق کا ٹھہراتے ہین کہ جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یہ قصد مصنف مخاطب کا ویسا ہی بے محل ہے جیسا کہ پیغمبر کے ارشاد کو کچھ لوگون نے ہجر کہا۔ وہ فریق جو لکھنے کا اصرار کرتا تھا اگر یہ کہتا تھا (حالانکہ اُس نے ایسا نہین کہا) کہ کیون نہین لکھواتے کیا رسول کی باتین بیہوشی کی ہین ایسا کہنا اُن کا اُسی وقت مین ہوسکتا ہے کہ پہلے جب کوئی فریق یہ کہ چکا ہو کہ وہ کلام پیغمبر کا بوجہ غلبہ رنجوری اور درد کے ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے ہمیں اور کتاب کی حاجت نہین ہے اور پیغمبر کا یہ کلام ناحق ہے۔

بالاخر مصنف مخاطب اپنی تاویلات کے خلاف فرض کرکے اُن لوگون کی نسبت کہ جنھون نے کلام پیغمبر کو کلام بیہوشی کہا یہ لکھتے ہین کہ شاید اُنھون نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرنا عوارض مرض سے ہے۔ اورجس طرح مرض کے دوسرے عوارض

رسول ص پر طاری ہوتے ہین اسی طرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے - لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلینگی - پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اس وجہ سے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسول ص کا یہ فرمانا کہ کاغذ و دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوا دون جو تم کو گمراہی سے بچاوے منافی شان نبوت نہ تھا - ایسا ہی کلام کا بلا قصد رسول ص کی زبان سے نکل جانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول ص کی زبان پر نہین آتے تب اُن کی خطا ثابت ہوگی وہ معصوم نہ تھے اور رسول ص کی شدت مرض دیکھکر اس وقت بدحواس بھی تھے ! اللہ سے اُمید مغفرت ہے " یہ بیان مصنف مخاطب کا جو اُن کی حالت صحت مین بالقصد ہے اور جس مین ایک عجیب تاویل قرار دی گئی ہے کم اُس سے نہین ہے کہ جو بلا قصد کسی مریض کی زبان سے کلمات نکلین - یہ سچ ہے کہ بیہوشی مین مریض پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بلا قصد یا بے سمجھے باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین - لیکن اگر یہی کیفیت رسول ص پر بھی طاری ہوتی ہے - جیسا کہ مصنف قائل ہین تو پھر مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ " ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلین گی " ہماری سمجھ مین تو آتا نہین کہ رسول ص بیہوش بھی ہو اور منافی شان نبوت کی کوئی بات زبان سے بھی نہ نکالے - ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے اور آسکتا ہے کہ نبی یا تو

ایسا بیہوش ہو جاوے گا کہ اوس کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکے یعنی وہ قادر بات نکالنے
پر نہ ہوگا۔ اور یا بیہوش ہی نہیں ہوگا گو کتنی ہی شدت مرض کی ہو کہ بلا قصد اور منافی شان
نبوت زبان سے نہ نکالے اس لئے کہ انبیا اور ائمہ کے دل و دماغ قدرت خدا
خاص وضع کے بنائی ہی پس یہ مسئلہ مسلمانوں میں مسلمہ ہونا چاہئے۔ اور میں جہان
تک خیال کرتا ہوں مسلمہ ہے کہ پیغمبر جو کوئی کلام کرے وہ اوسکا کلام سمجھا
ہی نہیں جاتا کہ وہ کلام اوس نے بیہوشی میں کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ ماننا لازم
ہے کہ جس وقت تک پیغمبر کلام کرے وہ بیہوش نہیں ہے جس وقت کہ اوس کی زبان بند ہو جاتی
اوس وقت سمجھا جاتا ہے کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ جن لوگوں کی زبان سے ایسا لفظ کلام پیغمبر کی
نسبت نکل گیا کہ وہ کلام پیغمبر کی بیہوشی کا ہے۔ مگر وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت کے
نہیں سمجھتے ہیں۔ اون کی نسبت: درحقیقت مصنف مخاطب اس بات کے تاکہ یہ ثابت
کراوے اون لوگون کے ذہن میں تناقض تھا کیونکہ اگر وہ کلام پیغمبر کا بیہوشی اور بلا قصد تھا
تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ کلام منافی شان نبوت کے نہ تھا۔ کیا یہ امر قبول کیا جا سکتا
ہے کہ بلا قصد پیغمبر کا لکھنا منافی شان نبوت کے نہیں ہے۔ بلا قصد [illegible]
شخص باتیں کر سکتا ہے جسمیں شائبہ جنون اور خلل دماغ کا ہو۔ اور کہہ سکتے ہیں کہ ایسا فعل
اوسکا فعل عبث سمجھا جائیگا جو منافی فعل حکیم کے ہے۔ ایسا ماننا پیغمبر کا کسی حالت میں وہ
بلا قصد کلام کرتا ہے۔ تو اوس کے ہذیان ماننے کے برابر ہے۔ اور جیسے کہ یہ نہیں مانا جا سکتا کہ
اچھے کلام ہی حالت بیہوشی میں بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں ویسے یہ بھی نہیں مانا جا سکتا
کہ حالت بیہوشی میں بیہودہ کلام بھی بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں۔ صرف یہ مانا جا سکتا ہے
کہ جب نبی بیہوش ہو جاویگا تب وہ کوئی کلام نہیں کریگا نہ اچھا نہ برا اور جب تک کہ وہ
کلام کریگا بیہوش نہیں سمجھا جاویگا۔ پس جن لوگون کی زبان سے کلام پیغمبر کی نسبت
کلام بیہوشی کا لفظ نکل گیا۔ اور وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت بھی نہیں سمجھتے ہیں

تو اون کی نسبت سے لازم آویگا کہ وہ شان نبوت کو سمجھتے تھے اور نہ پہچانتے تھے نبوت کی
شان کا ماننا چاہئے اور کیا اوس کی شان سمجھکر ایمان لانا چاہئے۔ افسوس ہے کہ ایسے ایسے بزرگ
صحابہ جنہوں نے خود پیغمبرؐ سے تعلیم پائی تھی۔ انہوں نے اسقدر بھی نہیں سمجھا کہ شان نبوت کیا
ہوتی ہے۔ اور نبیؐ پر ایمان کس شان سے لانا چاہئے۔ یہ اعتقاد کہ ایسا کلام کہ جو منافی شان
نبوت نہو۔ حالت بیہوشی مین بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکل جانا جائز ہے کسیطرح صحیح نہین
ہوسکتا اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالا کون ہوسکتا ہے کہ وہ کلام بلا قصد رسولؐ کی زبان
سے نکلا۔ کلام پیغمبرؐ کو بلا قصد کلام بیہوشی سمجھنا اور اوسکو منافی شان نبوت نہ سمجھنا۔ اور
ایسا اعتقاد رکھنا اوس قسم کی خطا نہین ہے۔ جو غیر معصوم سے افعال مین وقوع پذیر ہوا کرتی
ہین۔ بلکہ نقص ایمان نسبت رسولؐ کے ہے اور اس نوعیت سے کہ درحقیقت رسولؐ کو رسولؐ نہین
مانا۔ ایسے لوگون کی نسبت اللہ سے امید مغفرت رکھنا ویسا ہی ہے کہ جنہوں نے رسولؐ
کو رسولؐ نہین مانا۔ اور اونکی نسبت امید مغفرت رکھی جائے۔ تمام صحابہ [illegible]
کچھ لوگ بعد رسولؐ اپنے خلیفہ ہوجانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اور [illegible]
بالقلب قبول نہین کرتے تھے۔ اور حیلون پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ اور رسولؐ خود ان امور کو
جانتے اور پہچانتے تھے اون کے حیلون کو قطع کرنے کی فکر اور تدبیر کرتے رہتے۔ وقت طلب
قرطاس رسولؐ کی شدت مرض دیکھکر بدحواسی مین اون لوگون کی زبان سے یہ کلمہ نکلنا کہ
کلام پیغمبرؐ حالت بیہوشی کا ہے کسیطرح سمجھا نہین جاسکتا بلکہ شدت مرض پیغمبرؐ کی دیکھکر اس یقین
نے کہ مخالف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہونے آرزوئے خلافت کا وقت قریب آگیا ہے اون کے حواس پریشان
کو جمع کردیا تھا۔ اور اوسی جمعیت حواس نے کلام پیغمبرؐ کو حالت بیہوشی کا کہلوایا تاکہ بوجہ تحریر
نہونے اوس کتابت کے جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے اون کی خواہشات خلاف مرضی پیغمبرؐ کے
پوری ہو جاوین۔ اور اون کے حیلے قائم رہین۔ انہوں نے اپنے کامل حواس سے
یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبرؐ کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کرنا۔ اسی مرض موت پیغمبرؐ کے وقت نہایت

درست ہے - کہ جس کے بعد پیغمبرؐ کی جلد وفات ہوجائیگی اور پیغمبرؐ کو موقع تکذیب مخالفون کا نہ ملیگا - غور کرنا چاہئے کہ یہ امور جمعیت حواس کے ہین یا بدحواسی کی - اگر وہ لوگ بدحواس ہوتے تو ہرگز ایسا کوئی کلمہ اون کی زبان سے نہ نکلتا اسلئے کہ محبت رسولؐ کی مقتضی اس کے تھی کہ کوئی کلمہ اون لوگون کی زبان سے صادر نہ ہوتا - ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس بدحواسی مین کہ جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین - رسولؐ کے کلام کی اطاعت کا خیال بھی اون کے سینون سے محو ہوگیا تھا - مین مصنف مخاطب کو اس لکھنے پر کہ وہ کلمہ لوگون کی حالت بدحواسی کا تھا جسکی رو سے انہون نے کلام پیغمبرؐ کو بیہوشی کا ظاہر کیا - آفرین کہتا ہون کہ جن لوگون نے پیغمبرؐ کے کلام کو بحالت بیہوشی کا ظاہر کیا خود اون لوگون کے کلام کو مصنف مخاطب نے بیہوشی کا ظاہر کر کے خوب اون لوگون سے پیغمبرؐ کا بدلا لیا لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اون لوگون کا کلام بوجہ بدحواسی کے جب قابل لحاظ نہ ٹھیرے گا تو اوس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ بلا اختلاف پیغمبرؐ جو کچھ چاہتے تھے وہ ہونا چاہئے تھا - اور پیغمبرؐ جو کچھ چاہتے تھے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کو از روئے تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہین - یعنے علیؑ مرتضیٰ کی جانشینی ایسی حیثیت سے قائم کر دینا - کہ جس مین پھر کسی کو جائے دم زدن نہ ہو - بدحواسی اون لوگون کی جنہون نے پیغمبرؐ کے کلام کو بیہوشی پیغمبرؐ کا کلام کہا ایک ایسا تازہ مضمون ہے کہ بجز قضیہ قرطاس سے مصنف مخاطب کے زمانہ تک کیسی کی زبان پہ نہین آیا - اور نہ اب تک کبھی اونہون نے اون لوگون کے لئے معافی خدا سے مانگی - مصنف مخاطب کی یہ ایجاد تازہ اگرچہ بہ تائید تدبیر منع قرطاس کے ہی - مگر اوسی حیثیت سے ہے کہ جیسی یزید کے سنے اوس کے طرفدار اوس کے اپنے افعال پر پشیمان ہونے سے امید مغفرت رکھتے ہین - اور جب یہ لوگ مادہ بدحواسی کا رکھتے تھے تو اون مین سے کوئی بھی قابلیت خلافت کی نہین رکھ سکتا تھا - مصنف مخاطب نے روایت جسپر حاشیہ چڑھایا تھا اوسکی حقیقت مین دکھا چکنے کے بعد پھر اصل متن کی طرف متوجہ ہوتا ہون - اون کے متن مین موقع وہی ہے کہ

جہان وہ انبیا اور معصومین کے غلط قیاس قرار دے رہے ہین تاکہ بی بی عائشہ کو غلطی قیاس مین
ڈالکر خود مصنف مخاطب نے الزام غلطی قیاس کا بی بی عائشہ پر لگایا ہی جہان بحث غضبناکی
و ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا پر شروع کی ہے اُسمین مرتبہ انبیا اور معصومین
کا بتادین اور انبیا اور معصومین کو درجۂ عصمت سے کھینچ کر درجہ تنزل غیر عصمت مین لائین
مصنف مخاطب روایت جرح کے بعد غیر صحیح قیاس کی مثال یون دیتے ہین وہ کہ سیدہ
کو یہ یقین ہوگیا کہ علیؑ با وجود قوت کے میری مدد نہین کرتے اور غیض و غضب مین
وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین مین اون منقول ہے۔

ہم جو جنین در رحم الخ۔ حالانکہ جناب سیدہؑ کا یہ خیال بہ گمان خضرات شیعہ صحیح نہ تھا کہ
یہ روایت منقولہ حق الیقین وہی روایت ہی جسپر مصنف مخاطب نے بہ نوع دگر استدلال کیا تھا
اور جس کی حقیقت ہمنے جلد ایک صفحہ بارہ ستمبر سنہ ۸۹۷ء نمبر ۳ حرف جیم کی شروع مین
دکھادی ہے۔ یہ روایت صاحب کتاب حق الیقین نے کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری
سے لی ہی جو علماء ثقہ اہلسنت سے ہین تاہم اوسمین کوئی غلط قیاس جناب سیدہ کا
مرقوم نہین ہے جناب سیدہ کا یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ علیؑ مرتضی نے شجاعان زمانہ کو خاک
ہلاکت مین ملادیا اور یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ وقت ضبطی فدک کے علیؑ مرتضی گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اور
یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ پسر ابوقحافہ نے بخشش پدر سیدہؑ اور حیثیت اون کے فرزندون کی
ہڑپ لی اور باواز بلند مخاصمہ کیا۔ اور یہ یقین بہی جناب سیدہؑ کا ٹہیک تھا کہ انصار جناب سیدہؑ
کی یاری نہین کرتے تھے اور مہاجرون نے اپنے آپ کو ایک طرف کر لیا تھا۔ اس سے زیادہ
مضمون اوس روایت کا اور کچھ مفہوم نہین ہے۔ ہان سیدہؑ علی مرتضی کو جوش
دلاتی تھین کہ وہ تلوار کھینچین۔ تو یہ امر ایسا تھا کہ خود علیؑ مرتضی نے اسپر غور اور فکر کی تھی
جیسا کہ انہون نے خطبۂ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔ کہ مین سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون
یا انہون کے اندھا دہند پر صبر کرون اور بالآخر اون کی رائے صبر کی قرار پائی

چنانچہ اس روایت مین بھی خطاب جناب سیدہ کا یہ جواب دیا کہ صبر کرو اور آتش حزن کو بجھاؤ اے دختر برگزیدۂ عالمیان نے اپنی سستی امر دین اپنے مین نہین کی و نہ بر خیر بہ ... سے مین مامور تھا عمل مین لایا ۔ اور جس قدر کہ میرا مقدور تھا طلب حق اپنے سے کوتاہی نہین کی ؎ اس مضمون روایت سے کوئی غلط قیاس کرنا جناب سیدہ کی نسبت ظاہر نہین ہوسکتا ۔ اور نہ کہین شیعون نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال صحیح نہین تھا ۔ تعجب ہے کہ مصنف مخاطب نے کہان سے یہ بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ کے صحیح نہین تھا؎ اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ مصنف مخاطب انبیا اور معصومین کا غلط قیاس اپنے زعم مین دکھلاتے ہین اور اس مثال مین وہ خلاف واقع غلط گمان شیعون کا دکھانے لگے ۔ مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی اور غلط قیاس علیؑ مرتضےٰ کی جسکو پہلے نکتہ چینون نے بھی علی مرتضےٰ کی غلطی قرار دیا ہے یون دکھاتے ہین کہ ؎ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے ۔ تو جن بلوائیون نے عثمان کو قتل کیا تھا وہ یکایک اون پر ایسے مسلط ہوئے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین بالکل مجبور تھے اسی وجہ سے نہ قتل عثمان کا قصاص لے سکے نہ اوس مفسد گروہ کو کچھ سزا دے سکے اس جماعت کی کثرت دیکھ کر جناب امیرؑ نے اون کی قوت بڑی سمجھ لی تھی اور اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے ۔ اسی وجہ سے جو کچھ وہ چاہتے تھے جناب امیرؑ کو بہ مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تھا ۔ اگر جناب امیرؑ حسن تدبیر سے اون کو دفع کرنا چاہتے تو مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہوجاتا ؎

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی تائید کلام علےؑ مرتضےٰ سے کرنا چاہتے ہین ۔ جس کا شروع یہ ہے ۔ ومن کلام لہ علیہ السلام بعد ما بویع بالخلافۃ اور اوس کلام کے ایک حصہ کا یون ترجمہ کرتے ہین ؎ اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کہ جبکہ اون سے خلافت کی بیعت کی گئی اور اون سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمان پر بلوہ کیا تھا اگر اون مین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے

میرے بھائیو میں ناواقف نہیں ہوں اس سے جو تم جانتے ہو " یہاں مصنف مخاطب یہہ فائدہ لکھتے ہیں " یعنے جسطرح تم جانتے ہو کہ یہہ لوگ سزا دینے کی لائق ہیں۔ میں بھی یہی جانتا ہوں اور اسی خیال میں ہوں۔ شرح میسم میں لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کے دل میں تھا کہ کسیطرح اون کو سزا دوں " پھر ترجمۂ کلام علی مرتضی کا یہہ کیا ہے " اور لیکن مجھ میں قوت کہاں ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پہ ہے کہ وہ ہمپر قابو رکھتے ہیں اور ہم اون پہ قابو نہیں رکھتے بیشک جمع ہوگئے ہیں اونمیں غلام تمہارے اور مل گئے ہیں اون کے ساتھ صحرائی لوگ اور وہ تمہارے درمیان میں ہیں مجبور کرتے ہیں۔ (بہ اعتبار لغت ترجمہ ہونا چاہئے " دھمکاتے ہیں) تمکو جس امر پہ چاہتے ہیں کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام پر جس کا تم ارادہ کرتے ہو "

مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضی کا آخری حصہ ترک کردیا ہے۔ جو اون کے استدلال کی نوعیت کو جڑ سے اوکھاڑتا ہے۔ اوس کا ترجمہ یہہ ہے۔

" اور بالتحقیق یہہ امر جاہلیت کا ہے اور بیشک واسطے اس قوم کے مادہ ہے۔ تحقیق کہ لوگ اس امر میں جسوقت کہ تحریک کی گئی اوپر امور کے متفرق ہوگئے۔ فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے رکھتے ہو۔ اور فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے نہیں رکھتے۔ اور فرقہ ہے کہ نہ رائے رکھتا ہے یہہ نہ وہ۔ پس صبر کرو تم یہاں تک کہ سکون پاجاوین لوگ (اسے فتنہ سکون پاجاوے) اور ٹھہر جاوین قلوب اپنے مواقعہ پہ اور لیوین حقوق آسانی سے پس تسکین لو مجھ سے اور انتظار کرو کہ کیا حکم ہوتا ہے میرا تمکو۔ اور نہ کرو کوئی فعل کہ پست ہوجاوے قوت اور ساقط ہوجاوے توانائی اور پیدا ہوجاوے سستی اور ذلت۔ اور قریب زمانہ تک روکتا ہوں میں امر کو جب تک کہ رک سکے۔ اور جسوقت کہ نہ پاؤنگا میں کوئی چارہ پس آخری دوا داغ ہے " مصنف مخاطب تشریح اپنے استدلال کی یوں کرتے ہیں کہ "

شرح میسم مین لکھا ہے۔ کہ قتل عثمان کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیرؑ کیطرف سے یہی تھا۔ کہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ جناب امیرؑ کی اس غلط فہمی کی۔ کہ قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ۔ انہین کے دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے۔ انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہو گئی تھی۔ مگر انہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیرؑ کے لکایک لڑائی چھیڑ دی۔ اور کشت و خون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ امیر معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اونمین بھی بناء مخاصمت یہی تھی۔ کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اون کو سزا دینے کا قصد مصمم کر لیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے کبھی پیش نہ آتے۔ اور مسلمانونمین باہم کشت و خون نہ ہوتا طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہ طرح مطیع خلفاء ثلثہ کے رہے۔ جناب امیرؑ کے بھی رہتے اور جناب امیرؑ کی خلافت کی وہ حالت نہ ہوتی جو ہوئی۔ افسوس کہ جناب امیرؑ اون مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہؓ اور زبیرؓ اور صفین مین معاویہ سے لڑے اور یہ نہ کیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو لیکر اون بلوائیون سے لڑتے۔ اس کی وجہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیرؑ نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو مثال غلط قیاس علیؑ مرتضی کی دیکھائی ہے اوسمین کہین تاریخی واقعات غلط دیکھاتے ہین اور کہین غلط ترتیب واقعات اور اوس کی تو ضیت سے نتیجہ نکالا ہے۔ اگرچہ وہ واقعات تاریخی ہمارے رسالہ جات رونشی مین جابجا حسب موقع بہ قدر ضرورت مذکور ہو چکے ہین۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ ترتیب مختصر واقعات تاریخی متعلق خلافت کے اور شروع بر ہمی خلافت حضرت عثمانؓ اور انکے

قتل کی دیکھا کر اور نتائج صحیح نوعیت سے نکال کرتا ہون کہ علی مرتضی نے جو کچھ اپنے کلام مین فرمایا ہے اوسکے موافق کوئی نکتہ چینی نہ علی مرتضی پر ہو سکتی ہے نہ انہون نے کوئی غلط قیاس کیا۔ جو کچھ انہون نے کیا اور کہا اوس سے بہتر نہ کوئی کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ کوئی کچھ کر سکتا تھا اور اونکے قول و فعل پر جو کوئی نکتہ چینی کرے وہ درحقیقت قول و فعل پیغمبر پر نکتہ چینی کرنیوالا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جنازہ پیغمبر کو چھوڑ کر اور انصار نے شرکت جنازہ پیغمبر سے تعین خلیفہ مقدم جانکر سقیفہ بنی ساعدہ مین مجمع کیا جسمین حضرت ابوبکرؓ کا تعین خلافت پر ہو گیا اور جب کام آہستہ آہستہ ہوتا گیا وقت وفات ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اہل شوریٰ مقرر کئے کہ اوس مجلس مین حضرت عثمان خلیفہ قرار پا گئے۔ لیکن علی مرتضی شروع سے ان خلفا کے تعین و تقرر کے مخالف اور اون کے تقرر کو بے محل اور اپنا استحقاق برابر ظاہر کرتے رہے۔ مگر انہون نے اون خلافتون پر حملہ کرنے سے سکوت و صبر اختیار کیا۔ حضرت عثمانؓ سے اپنے زمانہ خلافت مین ایسے افعال اور اعمال ظہور مین آئے۔ کہ جن مسلمانون نے اون کی خلافت کو قبول اور برادری کا اقرار کیا تھا وہی مسلمان اونسے برگشتہ اور اون کے مخالف ہوگئے یہانتک کہ بی بی عائشہ ترغیب قتل عثمانؓ کی دینے لگین۔ اور طلحہ اور زبیر کوشش قتل عثمانؓ مین کرنے لگے[1] اور حضرت معاویہ کو جسوقت کہ حضرت عثمانؓ نے طلب ہو کر بلایا تو وہ نہ آئے جسکا مطلب یہی ہے کہ اگر حضرت معاویہ مدد حضرت عثمانؓ کے لئے چلے آتے تو حضرت عثمانؓ پر واقعہ قتل نہ گذرتا۔[2] اول اول جو مخالفت کا اجتماع ہوا اوسمین اکثر لوگ مدینہ اور کوفہ اور مصر کے تھے۔ اونکا قصد اصلاح اور عزل خلیفہ وقت کا تھا جسمین علی مرتضی متوسط بنائے جاتے تھے اور وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحتین کرتے تھے

[1] اور ۲ تاریخ اعثم کوفی جنگ جمل ۱۲

لیکن مروان بن حکم جو خلیفہ وقت پر اپنا سکہ بٹھائے ہوئے تھے اور جنکی مشورون سے علی مرتضی کا دل بر
حضرت عثمان کے نہین جمنے دیتے تھے۔ بالآخر ایسے واقعات پیش آئے اور عام مسلمانون
کو ایسا جوش پیدا ہوا کہ نوبت قتل حضرت عثمان کی پہونچی۔ اس کے بعد علی مرتضی پر جو
عزلت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور قبول خلافت سے بدولی رکھتے تھے تمام اکابر و غیر اکابر
صحابہ اور حاضرین مدینہ بلوائیون اور غیر بلوائیون کا اتفاق اور ہجوم علی مرتضی پر ہوا۔ عام اس
کہ رضائے باطنی کسی کی ہو یا نہو۔ یہ سب مسلمان جنمین اعیان و اشراف مہاجر و انصار
تھے بیعت کرنے پر تیار ہوئے۔ اور علی مرتضی کیطرف دوڑے۔ اور عہد بیعت مین نصرت
اور مددگاری کا امر مضمر ہوتا ہے۔ ایسی حالت مین علی مرتضی نے خلافت کو قبول کرلیا جب علی مرتضی
خلیفہ قبول کر لئے گئے اور اون کے خلیفہ مقرر ہو جانے کی شہرت ہوگئی تب اون لوگون نے
کہ جنہون نے علی مرتضی سے بیعت نہین کی تھی جیسے عبداللہ بن عامر کہ حضرت عثمان کیطرف
سے امیر بصرہ تھا۔ اور حضرت معاویہ جو امیر شام تھے۔ اور اون لوگون نے کہ جنہون
نے بیعت علی مرتضی سے کرلی تھی جیسے طلحہ اور زبیر کہ ایسے لوگون نے کہ اونمین سے خواہش اپنی
خلیفہ ہوجانے کی رکھتے تھے۔ علی مرتضی کی خلافت مین خلل ڈالنا چاہا چنانچہ طلحہ اور زبیر نے بی بی عائشہ
زوجہ رسول کو جو سالی حضرت زبیر کی تھین اپنے گروہ کا سرتاج بناکر باتفاق عبداللہ
بن عامر اور عبداللہ حضرمی والئی مکہ معہ گروہ اپنے اپنے کے متوجہ بصرہ کے ہوئے اور طلب خون حضرت
عثمان کا علی مرتضی سے حیلہ اختیار کیا اور اصلی مقصد ان لوگون کا یہ تھا۔ کہ خلافت علی مرتضی
کے ہاتھ مین نہ رہے۔ دوسری جگہ قائم ہو جاوے۔ جب بی بی عائشہ کی سرتاجی سے حضرت
طلحہ اور زبیر معہ لشکر فراوان بصرہ کو تشریف لیگئے تاکہ بصرہ پر اپنی امارت قائم کرکے خلافت
علی مرتضی مین فتور ڈال دین تب علی مرتضی نے اونکا تعاقب کرنا چاہا تاکہ اون لوگون کی
اصلاح کرکے اون کو راہ راست پر لا دین وقت تعاقب کرنے کے علی مرتضی نے اہل مدینہ
سے معاونت چاہی۔ کچھ نے آپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور کچھ نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہم نے

علی کو نصیحت کی تھی کہ قاتلان عثمانؓ پر سیاست کرے تاکہ کوئی دشمن نہ ہو سکے۔ لیکن علی
مرتضیٰؑ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا دینا چاہا تھا۔ مگر نہ کوئی مدعی حاضر ہوا نہ گواہ۔ علیؑ مرتضیٰ
نے قصد سپاہ مخالف کا کیا۔ ابو لیلیٰ بن عمرو بن جراح اور عبد اللہ ابن عباس اور عمر بن سلمہ
سید الشہداؑ اور ابو قتادہ انصاری اور ابو الہیثم تیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت
ذو الشہادتین ساتھ تھے اور موضع ذی قار میں ٹھہر کر اپنے فرزند حسنؑ اور عمار یاسرؓ کو کوفہ
روانہ کیا کہ لشکر کوفہ کو جمع کریں اور بصرہ میں لے آویں کہ زندہ میں خبر پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر
نے بصرہ میں شیعیان علی کو قتل کر ڈالا اور عثمان بن حنیف عامل جناب مرتضیٰ کو قید کر دیا تھا یہاں تک
اس کے کہ اوس کے عزیز اقربا خاموش نہیں رہینگے۔ اور اوسکی داڑھی اور مونچھ اور پلکین نوچ ڈالی
تھیں۔ جب امام حسنؑ اور عمار یاسرؓ نے جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کو جمع کیا اور مدد چاہی تو ابو موسیٰ
اشعری نے کہ عامل کوفہ تھا لوگوں کو منع کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جدال و قتال روا نہ رکھو۔ عمار یاسرؓ
نے اوس کو چپ کیا اور شیعیان علیؑ مستعد بجنگ ہو گئے۔ اوسوقت موسیٰ اشعری نے کہا
کہ عائشہ نے مجھکو لکھا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنی طرف ملا لوں وہ اپنی گھروں میں بیٹھے رہیں۔ آخرکار
کوفہ کے لوگوں نے حسنؑ اور عمارؓ کی بات قبول کی اور کئی ہزار مرد جمع ہو گئے اور علیؑ مرتضیٰ کی
خدمت میں آ گئے۔ علیؑ مرتضیٰ اوس میدان سے کوچ کر کے لشکر عائشہ کے مقابل خیمہ زن
ہوئے۔ اور ایک خط بنام طلحہ و زبیر کے لکھا جسمین اون کی عہد شکنی اور مکر سے آگاہ
کیا اور یہ کہ وہ اپنی تدبیر اور اندیشہ سے باز آئیں اور یہ کہ قتل عثمانؓ کی تہمت سے میں پاک
ہوں۔ اہل مدینہ کو جو اسوقت میرے اور تمہارے موافقت میں نہیں ہیں پیچ کر دو کہ وہ
لوگ واقعی گواہی دیں کہ میری طرف سے کس کس نے قتل عثمانؓ میں سعی کی ہے جرم اوسکا
معلوم ہو جاویگا۔ اور عثمان کے خون میں جسنے جسقدر سعی کی ہو گی کھل جاویگی۔ بہتر یہ ہے کہ
فرزندان عثمانؓ میری خلافت پر اقرار کریں اور اون کو میرا فرمان بردار ہونا لازم ہے۔
اس کے بعد میں اگر فرزندان عثمان کو اپنے باپ کے خون کا دعوے ہو میرے حضور میں کیا اور

ہے تاکہ مطابق عدالت اور حکم شریعت کے اس قصہ کا تصفیہ کیا جاوے۔ تم نہ وارث ہو نہ ...
تم کو عثمانؓ سے کیا واسطہ ہے۔ اور ایک خط بنام بی بی عائشہ کے لکھا کہ تو خدا اور
رسول کی گنہگار ہوگئی کہ تو گھر سے باہر نکل آئی۔ تجھے اوس کام کے سوا انتظام ... کی
تکرار ہے جس سے خدا نے عورتوں کو منع کیا ہے۔ عورتوں کو لازم ہے گوشہ نشینی کریں
اور مردوں میں اصلاح کرانے سے کیا واسطہ۔ تو نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ خون عثمانؓ
کا عوض چاہتی ہو تجھ میں اور عثمانؓ میں کیا عزیز داری اور قرابت داری ہے۔ لیکن
بعین شروع جنگ کے علی مرتضیؓ کو کوشش اصلاح میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ حضرت
زبیر نے ہدایت علی مرتضیؓ کے اثر سے ارادہ قتال علی مرتضیؓ سے ترک کر کے اپنے لشکر
کو چھوڑ دیا۔ اور لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دھوکہ میں وہ قتل
ہو گئے۔ مگر بی بی عائشہ کے دشمنان جنگ نے اور عبداللہ بن زبیر بیٹے اور اون کی اتنے ...
نے اور حضرت طلحہ نے جنگ سے ہاتھ نہ اوٹھایا اور لڑائی شروع کر دی اور جس میں آخر کار
وہ مغلوب ہوئے یہہ مغلوبی اوسی قتال میں ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے
اور جس میں حضرت طلحہ بھی حضرت مروان کے تیر سے جو شریک لشکر اون کے تھے قتل
ہو گئے۔ علی مرتضیٰ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال مخصوص واسطے ضبط ممالک خلافت
کے معین کئے۔ اور اوسی عرصہ میں ادھر اودھر سے ایسے لوگ جو علی مرتضیٰ سے عناد
رکھتے تھے یا ناخوش تھے یا دل سے اون کی اطاعت پسند نہیں کرتے تھے حضرت معاویہؓ
کے پاس پہونچ گئے اور حضرت معاویہؓ نے جزیرہ عرب سے بیعت لے کر اپنا خراج گذار
بنایا۔ علی مرتضیٰ نے مالک اشتر کو حاکم اون دیار کا مقرر کر کے بھیجا کہ مالک اشتر نے بعد
جنگ ... عاملان حضرت معاویہؓ کو ہزیمت دی۔ حضرت معاویہؓ نے تیاریاں شروع
کیں اور خود علی مرتضیٰ سے جنگ و جدال کیا ہوا ... اوس درمیان میں باہم علی مرتضیٰ اور
حضرت معاویہؓ کے نامہ و پیام ہوئے علی مرتضیٰ یہ چاہتے تھے کہ حضرت معاویہؓ علی مرتضیٰ کی خلافت

کو قبول کرین اور سرکشی سے باز آوین - لیکن حضرت معاویہ باز نہ آئے اور مستعد جنگ کے ہوگئے اور بمقام صفین جنگ ہوکر یہ وقت قریب آگیا کہ حضرت معاویہ بھی مغلوب ہوجاوین یعنے بعد جنگ لیلۃ الحریر کے علی مرتضی نے اپنی لشکر کے سرداروں سے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ بات تمہاری اور تمہارے دشمنون کی کس مرتبہ کو پہونچ گئی ہے - اور اونسے سوائے دم آخر کے کچھ باقی نہین رہا کلیہ مشغول جنگ مین ہو تا کہ خدا حکم کردے درمیان ہمارے اور وہ خیر الحاکمین ہے - جب دوسرے روز جنگ شروع ہوئی - تو موجب اوس مشورہ کے جو شب مین باہم عمرو عاص اور حضرت معاویہ کے ہوچکا تھا ساڑھے پانسو ۵۵۰ قرآن نیزون پہ باندھ کر پیش کئے گئے اور یہ پکارا گیا کہ اے گروہ عرب برائے خدا اپنی اولاد اور بیبیون پر رحم کرو - اگر جنگ کو نہ بند کروگے - روم و فارس کے عرب تمہارے بچے اور عورتین پکڑ لیجاوینگے اشعث بن قیس کی شب کو یہ رائے قرار پاچکی تھی کہ اگر کل لڑائی ہوگی - عرب کے دعون کی دھوین اوڑجاوین گے اور اہل وعیال اون کے جاتے رہین گے - اہل عراق مین سے کردوس بن ہانی بکری نے کہا - کہ قرآنون کا بلند کرنا مکر و نفاق ہے - سفیان بن ثور شنی بکری نے کہا کہ پہلے ہم نے کتاب خدا کیطرف کو اون کو بلایا تھا اور وہ نہین آئے تو اونکا خون ہمپر حلال ہوگیا تھا اب وہ ہم کو کتاب خدا کیطرف کو بلاتے ہین ہم اگر قبول نہ کرین گے تو ہمارا خون اونپر حلال ہوجاویگا - خالد بن معمر اور حسین بن منظر نے کہا کہ رائے علی کی صائب تر ہوگی - علی مرتضی نے فرمایا کہ مین سزاوار تر ہون کتاب خدا کے قبول کرنے پر تم سے اور یہ حیلہ اور مکر ہے - مقصود اون کا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین - اور مین اونسے لڑون گا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جاوین - مگر اکثر امرا اور اعیان سپاہ علی مرتضی نے کہا کہ معاویہ سے رشوت لے چکے تھے - کہ دعوت معاویہ کو قبول کرنا چاہیئے اوس پر علی مرتضی کے لشکر کے لوگ جنگ سے باز آنے لگے مگر مالک اشتر بعد اصرار کے علی مرتضی کی طلب کی بموجب

واپس آیا۔ اور اوس نے اہل عراق کو ملامت کی اور آخرکار عمرو عاص اہل شام کیطرف سے اور اشعث بن قیس اور لشکریان علی مرتضیٰ کیطرف سے ابوموسیٰ اشعری خلاف راے علی مرتضیٰ کے حکم مقرر ہوے جس کا نتیجہ مشہور ہے کہ جب دونون فریق دومۃ الجندل مین اکٹھے ہوے اور عمرو عاص کے مکر سے ابوموسیٰ اشعری کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور کوئی بات طے نہین ہوئی۔ اور زیادہ تفرقہ ہو گیا۔ جب ابوموسیٰ اشعری دومۃ الجندل کو جانے لگا تو ایک گروہ نے یہ چاہا کہ علیؑ یعنی اوس کو روک لین اور علیؑ مرتضیٰ نے اس امر کو قبول نہ کیا تو اوس فرقہ نے یہ کہا کہ نہین ہے حکم مگر واسطے خدا کے۔ اور اس گروہ نے علیؑ مرتضیٰ سے سخت دشمنی اختیار کی۔ اور اسی گروہ کو خوارج کہتے ہین اور یہ فرقہ اونہین لوگون مین سے ہے جو خلاف راے علیؑ مرتضیٰ کے جنگ کا تہ ہونا اور صلح باہم چاہتے تھے۔ جب ان واقعات پر بہ ترتیب غور کیا جاوے اور ہر واقعہ کے ساتھ یہ فکر کی جاوے کہ علیؑ مرتضیٰ کو ہر موقع پر کیا کرنا چاہیئے تھا اوس سے بہتر کوئی راے قائم نہین ہوسکتی کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ صائب رائے شخص پولٹکل معاملات کا بیان کرنے والا اور راہ مستقیم پر بغیر کسی مکر و حیلہ کے سچائی سے چلنے اور چلانے والا کر سکتا ہے جو کچھ کہ علیؑ مرتضیٰ نے سمجھا اور کیا اور فرمایا۔ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو جن بلوائیون نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ اوسوقت اونپر متسلط نہین ہوگئے تھے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین مجبور رہون اور قتل عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکین۔ اور نہ محض اوسوقت اون کی قوت کو جناب امیرؑ نے بڑا سمجھ لیا تھا اور نہ اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اور نہ جو کچھ وہ چاہتے تھے۔ جناب امیرؑ کو مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو اون کو تمام مہاجر و انصار مدینہ اور تمام گروہ مسلمانون نے جو مدینہ مین اوسوقت موجود تھے خلیفہ قبول کیا تھا اور علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ گو اونمین وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جنہون نے بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا۔ مگر علیؑ مرتضیٰ کے سامنے نہ کوئی مدعی حاضر آیا اور نہ گواہ قتل عثمانؓ کی تحقیق

بحیثیت رسالت تھا اور منصب خلافت سے تعلق نہ تھا کا مصداق زیادہ علی مرتضیٰ رہے تھے
بہ نسبت خلفاے ثلثہ کے کہ صحابہ کی جماعت نے جو علی مرتضیٰ سے یہ لڑائی ظاہر کی تھی یعنی جن
لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے اور
اوس کا جواب جو کچھ علی مرتضیٰؑ نے دیا ہے وہ عین بعد تعین خلافت بمقابلہ مخفی وان بلوائیون
سے نہین ہے کہ جنھون نے ابتداءً بلوہ کر کے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا بلکہ جنھا
اوس کل تمام سے ہے کہ جو بعد قتل عثمانؓ اور خلافت علی مرتضیٰ کے جنگ جمل اور
صفین اور نہروان کے تھے یعنی فرقہ مخالف اور مقابل علی مرتضیٰ کے پیدا ہو گئے
تھے۔ اور اون تمام فرقون مخالف اور مقابل کا سلسلہ اوسی بلوہ اور قتل عثمانؓ
اور بیعت خلافت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا۔ پیغمبر خداؐ نے دین اسلام کے قائم کرنے
کے لئے جو عمل کیا تھا ویسا ہی علی مرتضیٰ نے اپنی خلافت کے قائم کرنے کے لئے
عمل کیا۔ بعد ہجرت کے مدینہ میں جب پیغمبرؐ کو مہاجرین و انصار ہم پہنچ گئے تھے جو
اقرار رسالت پیغمبرؐ کا اور پیغمبرؐ کی اطاعت کا بیعت کر کے کر چکے تھے۔ اور پھر جب قوم
عرب کی مخالف گروہ پیغمبرؐ پر آمادہ ہوئی۔ یا پیغمبرؐ کے اجراء دین مین مزاحمت کرنے
والی تھی اون پر متفرق طور سے جب جس جس گروہ سے مقابلہ ہوا جنگ کی اور اونکی
مزاحمتون کو جداگانہ طور پر دفع کیا۔ ویسے ہی علی مرتضیٰؑ نے جبکہ اون کے ہاتھ پر
خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور اوسکے بعد جو فرقہ مخالف اور مقابل ہوتا گیا اوس
سے اوس اوس وقت پر جنگ کی اور مزاحمت کو دفع کیا لیکن ہنوز مخالفت بالکل
طے نہین ہوئی تھی کہ علی مرتضیٰؑ شہید ہو گئے۔ اون کی شہادت کیوجہ سے جو مقابلہ
اور جنگ اور دفع ہونا مزاحمت کا باقی رہگیا تھا اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ جو
فکر اور کوشش علی مرتضیٰؑ نے کہ وہ گروہ مخالف کو زیر اور مزاحمت کو اون سے دور کرنے
کی کی اوس مین کوئی سہو تدبیر ہوا تھی جس تدبیر اسی مین تھا کہ جو مفسد گروہ پیدا ہوا

اوس کے پریشان اور دفع کرنے کے لئے فوراً تدبیر اور کوشش کی گئی۔ پیغمبرؐ جیسا کہ جب کوئی فساد کسی گروہ قوم مخالف سے پیدا ہوتا تھا اوسکا دفعیہ فوراً فرماتے تھے ویسا ہی علی مرتضیٰؑ نے جب گروہ مخالف قوم نے کوئی شگوفہ کہلایا فوراً اوسکی کلی کو کچل دیا اور اوسکے کچل دینے کے لئے بلا توقف کوشش کی۔ لیکن جیسے کہ پیغمبرؐ اپنی وفات کی سبب سے ملک شام اور روم اور ایران کل روئے زمین پر تسلط کر کے دین اسلام کو قائم نہ کر سکے ویسے ہی علی مرتضیٰؑ اپنی شہادت کیوجہ سے کل قوم سے مخالفت اور بغاوت کو رفع نہ کر سکے۔ مگر جیسے کہ پیغمبرؐ پر یہ الزام نہین آسکتا کہ وہ کل قومون اور انسانون پر تسلط کر کے دین اسلام کو قائم نہ کر سکے ویسے ہی علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام دار نہین ہو سکتا ہے کہ وہ کل قوم مسلمانون سے مخالفت اور بغاوت کو رفع کر کے اپنی خلافت کو قائم نہ کر سکے۔ اور علی مرتضیٰؑ کی نسبت کسی واقعہ یا اون کی کسی تدبیر یا اون کی کسی سعی کی نسبت ہرگز یہ متصور نہین ہو سکتا کہ اون کا خیال کسی امر کی بابت خلاف واقع تہا جسکے ثابت کرنیکا مصنف مخاطب قصد کرتے ہین۔ جب علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی گئی۔ اور جن لوگون نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا انہون نے بھی علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی اوسوقت کوئی وجہ نہ تھی کہ اون لوگون کی بیعت قبول نہ کی جاتی اور اون کو متبع اور مطیع خلافت کا نہ ... سمجھا جاتا۔ بلکہ ضرور تھا۔ کہ اون کی بیعت قبول کر کے متبع اور مطیع خلافت اون کو کیا جاتا تاکہ حکم قصاص قتل حضرت عثمانؓ کا اون پر نافذ ہو سکتا۔ لیکن یہ قصاص نہین لیا جا سکتا تھا جب تک کہ کوئی مدعی اور گواہ نہ ہو اور ایسی حالت مین ضرور تھا کہ اون لوگون کو ساتھ لیکر مقابلہ باغیان اور خلل انداز ان خلافت کے جنگ کی جائے۔ پیغمبرؐ ہمیشہ ایسے لوگون کو ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے کہ جن سے کبائر صادر ہوتے تھے۔ اون ابتدائی بلوائیون کے ساتھ کہ جو مطیع خلافت ہو گئے تھے اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور وہ اور دوسرے گروہ بہ اتباع علی مرتضیٰؑ مطیع خلافت

تک پہنچے تھے اور وہ کل جماعت واسطے رفع بغاوت اور رفع فتنہ ہر دو [illegible] کا [illegible] پہنچی
لیکن جب کیا تھا پھر یہ کثیر مختلف طور پر علی مرتضیٰ سے جدا ہو گئیں [illegible]
قتل اور مغلوب کیا اور گروہ کثیر مسلمانوں کا ایسا پیدا ہو گیا کہ جو علی مرتضیٰ [illegible] کی طرف [illegible]
ست اعتقاد اور اون کی حمایت مین سستی کرتا تھا۔ یعنی مختلف الرائے فرقہ پیدا ہو گئے تھے
کہ کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور ایسا گروہ جو علی مرتضیٰ سے موافق
ہو۔ اور علی مرتضیٰ کی خلافت کا ماننے والا یا اون کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے والا تھا
وہ اوس گروہ بلوائیون قتل حضرت عثمان سے کمزور تھا۔ اوسوقت ہرگز مصلحت
یہ نہین ہوسکتی تھی کہ اون بلوائیون اپنے ہمراہیون مطیع خلافت کو قتل کر کے علی مرتضیٰ
سزا دیتے کہ گروہ اون باغی اور دشمن کا مقابلہ جنکے ساتھ مجمع کثیر تھا کیونکر کیا جاسکتا تھا
اوسوقت کی مصلحت یہی ہوسکتی تھی کہ بہ ہمراہی اون لوگون کے جو بہ اتباع علی مرتضیٰ اور
اون کی خلافت کے مطیع تھے اول اصلی باغیون اور دشمن سے مقابلہ اور بغاوت کو رفع
کیا جاتا اور بعد اوسکے جو قاتلان عثمان قرار پاتے اون کو سزا دیجاتی۔ اوسوقت جو عذر
یا مصلحت بلوائیون عثمان کو سزا نہ دینے کے لئے علی مرتضیٰ کو ہوا وہ بالکل صحیح تھا۔ اور
شارح میثم کا مفہوم بھی اسکے خلاف نہین ہے وہ خود لکھتے ہین کہ حضرت عثمانؓ پر بلوہ
کرنے والی اکثر اہل مدینہ اور اہل مصر اور کوفہ سے خلق عظیم اپنے شہرون سے قطع مسافت کر کے
آگئی تھی۔ اور اجلاف اعراب بادیہ نشین اور بندگان مدینہ اون کے ساتھ ہو گئے تھے
اور اسی حالت کے متعلق علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جسپر مصنف مخاطب بحث کرتے ہین
٫٫ جبکہ ایک جماعت نے صحابہ مین سے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔
اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے ،، اوس کے جواب مین جو کچھ کہ
علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے وہ بہ نظر حالت اوس وقت کے ٹھیک ہے۔ اور ہر گروہ کی
حالت پر نظر کر کے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گروہ جو علی مرتضیٰ کے ساتھ

ساتھ مین تھا باہم کیا کرتا تھا۔ اور علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ جو گروہ در گروہ مختلف الرائی ہو گئے تھے علیؑ مرتضیٰ نے اوسوقت بلوائیون اور اون کے شرکا کی قوت کا اور اپنی قوت کا جو ذکر کیا ہے۔ اوسوقت جناب امیرؑ نے اوس کے اندازہ مین کچھ غلط فہمی نہین کی اور نہ اوس قاتلان عثمان کو سزا دینے کے لئے خلاف مصلحت سمجھنے مین غلطی کی۔ مصنف مخاطب نے اوسوقت کے متعلق جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلط فہمی جناب امیر کی اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابل مین عاجز اور مغلوب سمجھ لینے کی یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے طلحہ اور زبیر اونہین کی دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے اور انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی مگر اونہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے لیکایک لڑائی چھیڑ دی اور کشت وخون شروع کردیا جسکی وجہ سے چارونا چار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ جب علیؑ مرتضیٰ ابتداءً خلافت کے لئے قبول کئے گئے ہین اوسی وقت اپنے آپ کو علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کی سزا دینے کے لئے عاجز اور مغلوب ہرگز نہین سمجھتے تھے۔ لیکن اوسوقت نہ کوئی مدعی کہڑا ہوا نہ گواہ باوصف اسکے کہ علیؑ مرتضیٰ قاتلان کی سزا دینے پر جس جس پر الزام ثابت ہو آمادہ تھے۔ اور جیسے کہ اوسوقت علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کو سزا دینے سے عاجز نہین تھے ویسے ہی بلوائیون کے دھمکانے سے طلحہ اور زبیر مدینہ سے نہین نکلے۔ طلحہ اور زبیر نے علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ جو بیعت کی تھی اوس کو بہت جلد اس خیال نے کہ خود خلیفہ بجائے علیؑ مرتضیٰ کے بنجائین بہت جلد توڑ دیا تھا۔ اور بی بی عائشہ جنہون نے علیؑ مرتضیٰ کے خلیفہ ہونیکو اول ہی پسند نہین کیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اور ایک لشکر جمع کرکے شروع خلافت علیؑ مرتضیٰ پر جنگ کے لئے بمقام بصرہ پہونچین تھین اور رستہ لیا تھا۔ اور عین وقت جنگ تک علیؑ مرتضیٰ نے کوشش کی کہ گروہ مخالف اونکا جنگ سے باز آکر علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کی اطاعت کرے اور اوسکا اثر صرف ذات حضرت زبیر پر پڑا

لیکن کل گروہ اپنے ارادہ جنگ سے باز نہین آیا کشت وخون شروع ہوجیانا اسی
مجبوری سے ہوا کہ گروہ مخالف علیؑ مرتضی کا راہ راست پر نہین آیا ۔ اور اوس کے راہ راست
آنے پر امید ہی نہین رہی تھی جو خلاف مرضی علیؑ مرتضی کے تھا ۔ اور اگرچہ حضرت طلحہ نے اپنے
اخیر وقت پر جن پر حضرت مروان کا تیر کارگر ہوگیا تھا علیؑ مرتضے کے ایک لشکری کے
ہاتھ پر بیعت کی ۔ لیکن جس وجہہ سے کہ مسلمانون کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا اوس کی بادی
اور بانی یہہ ہی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ تہین ۔ حضرت معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اون مین
بناء مخاصمت جس حیثیت سے مصنف مخاطب لکھتے ہین ہرگز یہہ نہین تہی کہ ان بلوائیون سے
قصاص کیون نہ لیا ۔ بلکہ شروع سے حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضی کی خلافت کو قبول
نہین کیا اور باوصف اسکے کہ علی مرتضی خلافت کے لئے قبول کئے گئے ۔ اور جو اصلی اور
برحق خلیفہ تھے حضرت معاویہ نے اون کی بیعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور طلب
خون عثمان کی علیؑ مرتضی کے مقابلہ مین ایک حجت ناحق پیدا کی ۔ حضرت معاویہ کو چاہئے تھا
کہ اول علیؑ مرتضی کی خلافت کو قبول اور اون کی اطاعت واجب سمجہ کر اون کی فرمانبرداری
کرتے اور پہر قاتلان عثمان پر جرم ثابت کراکے علیؑ مرتضی سے سزا دلواتے حضرت معاویہ
کو بمقابلہ خلیفہ وقت اور برحق کے ہرگز یہہ حق حاصل نہین تھا کہ باشتباہ بلوہ اور قتل عثمان
کے جن جن لوگون کو چاہتے اپنے ہاتہہ مین لیکر قصاص لین ۔ یہہ کام خلیفہ عہد کا تھا نہ اونکی
غیر کا ۔ یہہ کام حضرت معاویہ کے ہاتہہ مین دینا ایسا ہی تھا ۔ کہ منصب خلافت علیؑ مرتضی اونکے
ہاتھہ مین دیدیتے ۔ مصنف مخاطب غلط کہتے ہین کہ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین
مبتلا ہوتے تو یہہ ناگوار حوادث پیش نہ آتے ۔ علیؑ مرتضی ابتدا مین ہی بلوائیون اور قاتلان
حضرت عثمان کو سزا دینے پر آمادہ تھے مگر نہ کوئی مدعی حاضر آیا نہ گواہ نہ کسی پر
جرم قتل حضرت عثمان کا یا بہ نسبت قتل حضرت عثمان کے کسی کا بلوہ کرنا ثابت
ہوا ۔ بلوائیون کی نسبت اون کی نیت کی تحقیق ضرور تہی کہ اون کا بلوہ محض بغرض اصلاح

حالت حضرت عثمان کی اور درستی انتظام خلافت کے تھا یا محض بغرض قتل حضرت عثمان کے جب تک کہ اون کی نیت بغرض قتل حضرت عثمان کے تحقیق نہ ہوجاتی کسی بلوائی کو سزا نہین دیجا سکتی تھی طلحہ اور زبیر اور معاویہ جسطرح خلفاء ثلثہ کی مطیع رہے ہے علی مرتضی کے مطیع نہین رہے طلحہ اور زبیر باوصف بیعت کرنے کے بیعت کو توڑ کر اطاعت علی مرتضی سے باہر ہوگئے اور معاویہ نے علی مرتضی کی نہ خلافت کو قبول کیا نہ اون کی اطاعت کی جسکی سبب سے مسلمانوں کی کشت و خون ہوا اگر طلحہ اور زبیر اور معاویہ علی مرتضی کی اطاعت کرتے جیسا کہ انہون نے تین خلافتون سابقہ کو قبول کیا اور اون کی اطاعت کی تھی اور بلوائیون کی نسبت اون کی نیت قتل عثمان کی اور قاتلان عثمان پر جرم قتل کیسے قتل کیا ثابت کراتے اور علی مرتضی سے انحراف کرکے اون کی خلافت پر حملہ اور جنگ کے لئے آمادہ اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے لئے تیار ہوجاتے تو یہ ناگوار حوادث کبھی پیش نہ آتے ۔ اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت ہرگز نہوتا جو ہوئی ۔ جبکہ طلحہ و زبیر نے علی مرتضی سے انحراف کرکے اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے تو قصد رہا ایک سمت بی بی عائشہ کے بصرہ مین علی مرتضی کی خلافت پر حملہ کیا اور حضرت معاویہ نے اطاعت خلافت علی مرتضی کی نہ قبول کرکے اور لشکر گران لیکر علی مرتضی پر حملہ کرنے کو بمقام صفین پہونچے ۔ تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ علی مرتضی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ سے بمقام بصرہ اور معاویہ سے بمقام صفین نہ لڑتی اور اپنی خلافت مین خلل ڈالنے والون اور فتنہ پردازون سے جنگ کرکے فتنہ کو فرو اور رفع اختلافات کی کوشش نہ کرتے ۔ بمقابلہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور بمقابلہ معاویہ کے بمقام صفین علی مرتضی صرف بلوائیون کو ساتھ لیکر مقابل نہین ہوئے تھے بلکہ بلوائی اور غیر بلوائیون کو جنمین مہاجر و انصار بھی شامل تھے ساتھ لیکر طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور حضرت معاویہ کے بمقام صفین مقابل ہوئے تھے

اور بلوائی جو علیؓ مرتضیٰ کے ساتھ تھے اون کی نسبت اوسوقت تک یہہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ انہون نے بلوہ کس نیت سے کیا تھا اور حضرت عثمان کو کس کس نے قتل کیا تھا اور وہ سب اوسوقت تابع علیؓ مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے تھے کوئی وجہہ نہین تھی کہ علیؓ مرتضیٰ اون کو اپنے ساتھ نہ لیتے اور رفع بغاوت اور فساد اور فتنہ کے لئے جو علیؓ مرتضیٰ کی خلافت مین برپا کیا گیا تھا اعانت کا فائدہ حاصل نہ کرتے۔ کیا پیغمبر ایسے لوگون کو جنسے گناہ کبیرہ صادر ہو جاتا تھا یا جو میدان جنگ مین پیغمبر کو چھوڑ جاتے تھے اور پیغمبرؐ کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے یا جو لوگ کہ پہلے پیغمبرؐ سے جنگ اور پیغمبر پر حملہ اور پیغمبرؐ کے قتل پر آمادہ ہوچکے تھے اور پھر اطاعت پیغمبرؐ کی قبول کرتے تھے تو اون کو پیغمبرؐ اپنے ساتھ لیکر دوسرے موقعون پر اپنے دشمن سے مقابلہ کے لئے نہین لیجاتے تھے یا اون کو اپنے لشکر کے ساتھ نہین رکھتے تھے ایسے ہی جن لوگون نے عہد خلافت حضرت عثمان مین بلوہ کیا تھا یا حضرت عثمانؓ کے قتل مین شریک ہوئی اور پھر انہون نے خلافت علیؓ مرتضیٰ کا اتباع کیا اور اون کو علی مرتضیٰؑ نے ہمراہ لیکر باغیون اور مخالفون سے جنگ کی تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اس لئے کہ بلوائی اور باغی اوسی وقت تک قابل سزا ہین جبتک کہ وہ اطاعت قبول نہ کرلین اور امر اسد کیطرف نہ آجاوین۔ یہی حکم خدا کے باغی رسول کے باغی امام اور خلیفہ کے باغی کی لئے ہی اوس حالت مین جبکہ یہہ امر ملکی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جبکہ یہہ امر کسی ذات واحد سے تعلق رکھیگا یعنی کوئی کسی امام یا خلیفہ کو قتل کرڈالے تو قاتل ضرور قابل قتل ہوگا۔

افسوس ہے کہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ نے اور حضرت معاویہ نے علیؓ مرتضیٰ کی اور اون کی خلافت کی اطاعت کرکے بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا نہ دلوائی اور خود علی مرتضیٰ خلیفہ مسلمہ اور برحق سے انحراف مخالفت کرکے جنگ کی۔ اور اون بلوائیون کی ایسی قوت بڑھادی کہ جنکی نسبت بالآخر علیؓ مرتضیٰ کو وہ کھنا پڑا کہ جو انہون نے اپنے کلام زیربحث مین فرمایا ہے۔ مصنف مخاطب اسی کے ساتھ علیؓ مرتضیٰ کی غلطی قیاس کی یہہ بھی مثال لاتے ہین۔

کہ جناب امیر نے اون لوگون کو جنہون نے بہت سا ہجوم کرکے اون سے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجہ لیا۔ چنانچہ خطبہ شقشقیہ مین فرماتے ہین۔

"اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہوتے۔ اور مددگارون کے موجود ہوجانے کیوجہ سے حجت پوری نہوجاتی تو مین خلافت کو کبہی نہ قبول کرتا" یہہ دہوکہ جناب امیر کو اسوجہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بدحواسی کے ساتہہ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہہ خیال جناب امیرؑ کا بالکل غلط تہا اور بعد کو ظاہر ہوگیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تہے۔ چنانچہ امتحان کیوقت اون کی حالت ظاہر ہوگئی۔ انہین کیوجہہ سے جناب امیر اوس ظلم وجور کے باقی رکہنے پر مجبور ہوئے جسکا اوپر ذکر ہوچکا "

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیواسطے متن نہج البلاغۃ شرح میثم سے جناب امیرؑ کے دو کلامون کی سند لاتی ہین۔ ایک کا یہہ ترجمہ کیا ہے "وہ غارت کرے تمکو اللہ بیشک۔ بہردیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بہر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے " دوسرے کلام امیر المومنین کا یون ترجمہ کیا ہے "اے اللہ مین نے اون کو ملول کردیا اور انہون نے مجہ کو ملول کردیا اور مین نے اون کو عاجز کردیا اور انہون نے مجھ کو عاجز کردیا۔ پس بدل دے تو میرے لیے اُنکے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اُنکے لیئے میرے عیوض مین زیادہ شریر الانجہ سے "

مصنف مخاطب نے اخیر مضمون اپنے ترجمہ کا جو یہہ لکہا ہے "وہ اور بدل دے تو میرے لیے اُن کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کیلئے میری عیوض مین زیادہ شریر الانجہ سے" اس مضمون کا اصل فقرہ عربی یہہ ہے "فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی" مصنف مخاطب نے جو اول فقرہ مین لفظ بہتر ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہین ہے۔ وہان پر لفظ نیک ترجمہ کرنا چاہیے تہا۔ اور فقرہ دوم مین جہان "زیادہ شریر الانجہ" ترجمہ کیا ہے وہان لفظ "بُرا" بجائے "بدتر" ترجمہ کرنا چاہیے تہا

اصل عبارت عربی مین کوئی لفظ ایسا نہین جس کے ترجمہ مین لفظ "زیادہ" کا لیسکے۔ مصنف مخاطب نے لفظ "زیادہ" ترجمہ مین اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے نیک اون سے اور بدل دے اونکے لیئے بجائے میرے بد" یعنے۔ بجاے اونکے میرے لیئے نیک بدل دے اور بجائی میرے بد اُنکے لیئے بدل دے۔

مصنف مخاطب اپنی ترجمہ کیئے ہوئے اخیر فقرہ سے یہ نکتہ چینی کرتے ہین "کہ اس قول مین جناب امیرؑ نے کسی قدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ اُن کو میسر نہ آیا جسمین یہ وہم پیدا نہ ہوتا" لیکن یہ نکتہ چینی مصنف مخاطب کی صریح غلط ہے کیونکہ مصنف مخاطب جو معنے مضمون اپنے ترجمہ کے لیتے ہین اُس ترجمہ مین انہون نے خود لفظ "زیادہ" زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ کے مضمون سے جو مراد اوسکی لی جاوے کوئی اعتراض اُسپر وارد نہین ہوتا ہے۔ مضمون دونون فقرون کا صرف یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے بجاے اُنکے نیک لوگون جیسون سے اور بدل دے اُنکے لیئے بجاے میری بد مجھ جیسے سے" اس مضمون مین کمال فصاحت اور بلاغت یہ ہے کہ صنعت تضاد کا پہلو ہی اور کوئی لفظ ایسا نہین کہ جس سے اپنی مدح اور اونکی ذمت ہو اور پھر اپنی مدح اور اونکی مذمت صریح موجود ہے۔ اور ایسا کلام خاص فصیح اور بلیغ اور مہذب سے ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خیر اور شر یعنی نیک اور بد کی خبر سے مفہوم ہو جاتا ہے کہ خیر کس مین ہے اور شر کس مین ہی یعنے وہ مضمون یہی ہے کہ اونکی جگہ نیک بدل دیئے جائین اور میری جگہ بد بدل دیا جائے۔ جسکا مفہوم بہ شان ضد یہ ہوگا کہ وہ لوگ بد ہین اور مین نیک ہون حالانکہ اُنکے نسبت لفظ بد اور اپنی نسبت لفظ نیک کا استعمال نہین کیا بلکہ اُنکے مقابل کو بہ لفظ نیک اور اپنے مقابل کو بہ لفظ بد استعمال کیا۔ کہ جس سے خاتمہ بلاغت اور فصاحت اور صنعت تضاد اور تہذیب و اخلاق کا ہو گیا۔

مصنف مخاطب نے جن دو کلاموں علی مرتضے کا جزو لے کر ترجمہ کیا ہے ۔ میں اُن پورے کلاموں کا ترجمہ کرتا ہوں ۔ تاکہ اوس جزو کلام میں جس طرف خطاب ہے ۔ اوس کا منشاء اور یہ کہ کن لوگوں کی طرف وہ خطاب ہے باسانی سمجھ میں آجائے ۔

ترجمہ کلام علی مرتضےٰ

اوّل

پس از حمد و نعت تمہیں معلوم ہو کہ جہاد ایک دروازہ ہائے جنت سے ہی خداوند عالم نے اسے اپنے خصوص دوستون کے واسطے کشادہ فرمایا ہے ۔ اور جہاد پرہیزگاری کی کوشش ہے اور خداوند عالم کی مضبوط اور مستحکم زرہ ہے دینے دین خدا کی) اور اسکی سپر محکم اور استوار ہے ۔ پس جو شخص اسے نفرت کی نگاہ سے چھوڑ دیگا خداوند عالم اوسے پوشاک ذلت پہنائیگا ۔ اور بلا و مصیبت اوسکو گھیر لیگی اور ذلت و خواری کے ساتھ وہ شخص بے غیرت ہوجاویگا ۔ اور اوسکے دل پر بے عقلی اور جہالت کی مار پڑیگی ۔ اور حق و راستی اوس سے پھیر لی جاویگی بسبب ضائع کرنے اس جہاد کے ۔ اور ملیگی اوسے ذلت اور باز رکھا جائیگا وہ شخص انصاف سے ۔ آگاہ ہو کہ میں نے تمکو ان لوگوں سے لڑنے کے واسطے شبانہ روز اور برملا اور پوشیدہ طور پر دعوت کی اور تم سے کہتا رہا کہ تم ان لوگوں سے لڑو قبل اسکے کہ یہ تم سے لڑیں ۔ کیونکہ قسم بخدا انہیں لڑی کوئی قوم کبھی اپنے گھر کے اندر مگر یہ کہ ذلیل ہوئے ۔ پس تم لوگوں نے ایک دوسرے پر ٹالا اور ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا ۔ یہاں تک کہ تمھارے یہاں لوٹ پڑگئی ۔ اور تمھارے وطن چھین لیئے گئے ۔ اب دیکھو کہ یہ برادر غامد (معاویہ) کا لشکر انبار میں اُترا ہے اور اسنے حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمھارے لشکروں کو سیگرنیوں کے مقام سے ہٹادیا اور مجھے خبر ہے کہ ادمیون کا ایک شخص زن مسلمان اور ذمیہ کے پاس جاتا ہے اور اسکے کنگن اور چھاگل اوتار لیتا ہی

ملہ اس تلوار کو کہتے ہیں جو میان میں رکھی ہو اور گویا یہ محاورہ برہنۂ شمشیر کی ضد میں ہا ۱۲

اور وہ اپنے آپ کو اوس سے ہرگز بچا نہین سکتی مگر گڑگڑا کے پھر ہاتھ پیٹنے سے اور بخشش چاہنے سے۔ اس کے بعد وہ لوگ مع مال بسیار لوٹ گئے۔ اُن مین سے ایک شخص کو بھی زخم نہ لگا۔ اور نہ کبھی کا اُن مین سے خون بہایا گیا۔ بس اگر کوئی مرد مسلمان اس ظلم عظیم کے بعد اس رنج واندوہ مین مرجاے تو وہ شخص لائق ملامت نہین ہے۔ بلکہ وہ سزاوار مرگ ہی۔ کتنا بڑا مقام تعجب کا ہے وہ تعجب جو قسم بخدا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج وملال کو کھینچ لاتا ہی اس امر کو دیکھکر کہ یہ لوگ کسقدر اپنے باطل پر مجتمع ہوگئے ہین۔ اور تم لوگ اپنے حق پر متفرق و پراگندہ ہو۔ پس بدحال ہو تمھارا۔ اور تمکو صدمہ وملال نصیب ہوے کہ تم لوگ ہدف بن گئے ہو تیرون کا۔ تمھارا مال لوٹا جاتا ہے اور تم نہین لوٹتے۔ اور تم سے لوگ جنگ کرتے ہین اور تم نہین جنگ کرتے۔ اور خدا کی نافرمانی کیجاتی ہے اور تم راضی ہو۔ جب مین تم سے موسم گرما مین اُن کی طرف چلنے کو کہتا ہون تو تم کہتے ہو کہ سُرخی گرمی کی جوش مین ہے۔ آپ اسقدر ہمکو مہلت دین کہ گرمی تیز جائے۔ اور جب جاڑے مین اُنکی طرف چلنے کو کہتا ہون تو کہتے ہو تم کہ اب سخت ٹھر ہوگئی ہے۔ آپ مہلت دین کہ ہمسے سردی گذر جاوے۔ یہ سب عذر جاڑہ اور گرمی سے بھاگنے کے لیئے ہین پھر جب تم اگر جاڑہ اور گرمی سے بھاگتے ہو تو تم بخدا تلوار سے زیادہ بھاگوگے۔ تم لوگون کی شکل مردون کی ہے مگر مرد نہین ہو۔ تمھارے فکرین لڑکون کی سی فکرین ہین اور پردہ نشینون کی سی عقلین ہین۔ اے کاش مین نے تمہین دیکھا نہوتا۔ اور تمھین پہچانا نہ ہوتا۔ اس پہچاننے سے۔ قسم بخدا۔ مجھے سخت شرمندگی پہونچی۔ اور رنج وغم حاصل ہوا۔ خدا تمھین ہلاک کرے تم لوگون نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غیظ وغضب سے پر کر دیا۔ اور ہر سانس مین تم مجھے رنج وملال کے گھونٹ پینے کو دیتے ہو۔ اور اپنی نافرمانی اور ترک رہنے سے تم نے میری راے کو بالکل بگاڑ دیا۔ یہانتک کہ قریش کہنے لگے کہ پسر ابوطالب مرد شجاع ہے۔ مگر لڑنا نہین جانتا۔ خدا کرے کہ اُنکے باپ اچھے ساتھی٭ آیا اُن مین سے کوئی ایسا ہے جو مجھ سے بڑھکر جنگ کا علاج وتدبیر جانتا ہو۔ اور۔

٭ یہ محاورہ عرب کا ہو ۱۲

یا ایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الے الارض ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فے الآخرۃ الا قلیل ۝ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شیٔ قدیر

ترجمہ اے جو لوگ کہ ایمان لائے ہین تمہین کیا ہو گیا ہی کہ جب تمسے کہا جاتا ہے کہ دوڑ و راہ خدا مین (جہاد) بھاری کر لیا ہی تمنے آپ کو طرف زمین کے (تم اپنے گھروںسے نکلنا نہین چاہتے) کیا تم راضی ہو گئے ہو زندگی دنیا کو بمقابلہ آخرت کے۔ پس نہین ہی فائدہ زندگی دنیا کا مگر تھوڑا۔ اگر نہ چلو گے تم (جہاد کو) عذاب دیگا تمکو عذاب دردناک اور بدل دے گا قوم غیر تمہاری۔ (اگر تم ایسا نہ کرو گے) کچھ مضرت خدا اور اوسکے رسول کو نہین ہو گی خدا ہر چیز پر قادر ہی (سورۂ توبہ) اور اسی حالت کے متعلق سورۂ انفال مین یہ آیت موجود ہی۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و ان فریقا من المومنین لکارھون ۝ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الے الموت وھم ینظرون ۝

ترجمہ جیسے کہ نکالا تجکو ربنے تیرے تیرے گھرسے سچائی کے ساتھ درحالیکہ بیشک ایک فریق مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنے والا ہی۔ جھگڑا کرتے ہین وہ تجسے حق بات مین بعد اسکے کہ ظاہر ہو گئی گویا کہ وہ لوگ گھسیٹے جاتے ہین طرف موت کے درحالیکہ وہ دیکھتے ہین۔"

یہی حالت قوم کی عہد خلافت علی مرتضیٰؑ مین بعد جنگ صفین و نہروان ہو گئی تھی جسکا ذکر اُنھون نے ان دونون خطبون مین فرمایا ہی۔ اور یہ وہی حالت ہی جو حالت پیغمبرؐ کی صحابہ اور مسلمانون کی آخر عہد پیغمبرؐ مین مین ہو گئی تھی اور علی مرتضیٰؑ کے یہ دونون خطبے آیات قرآنی سورۂ انفال اور سورۂ توبہ

سے مقتبس ہین - علی مرتضی نے ان خطبات مین قوم کو ترغیب جہاد کی دی ہی اور بوجہ غصہ اور افسردگی کے جو قوم کیطرف سے علی مرتضی کو پہونچی تھی علی مرتضی نے یہ فرمایا ہی کہ "جکو عوض مین انکے نیک لوگ دے اور انکے لیے میرے عوض مین بدشخص قرار دے" یہ وہی حالت اور وہی مضمون ہی جسکا ذکر خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین سورۂ برات مین فرمایا ہی جسکو ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین - قوم کی وہی حالت آخر عہد علی مرتضی مین ہوئی اور وہی قوم کے لیے بدل جانا علی مرتضیؑ نے خدا سے چاہا کہ جو خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین قوم کو آگاہ کیا تھا - کہ مین تمکو بدل دونگا - پیغمبرؐ نے سچ فرمایا ہی کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علیؑ کے ساتھ"

اب مین یہ سوال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ کے وقت مین وہ قوم جو سلوک پیغمبرؐ سے کرتی تھی اُس سے کیا یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبرؐ نے وقت بیعت کے اُن لوگونکی نسبت غلط قیاس یا غلط فہمی کی تھی یا پیغمبرؐ کو دھوکا ہو گیا تھا ؟ - اگر یہی امر نسبت پیغمبرؐ کے لازم آتا ہی تو اُسی امر کے لزوم سے علی مرتضیؑ کی نسبت جیسا مصنف مخاطب عائد کرنا چاہتے ہین ہمکو کچھ عذر نہین ہی کہ ہمکو علی مرتضیؑ کی اسوۂ پیغمبرؐ کے ساتھ مقصود ہی - لیکن ہمکو یقین ہی کہ پیغمبرؐ پر کوئی مسلمان ایسا الزام نہین لگا سکیگا - اُس ہر عمل پیغمبرؐ سے کہ جو سلوک قوم کے مقابلے مین پیغمبرؐ وقوع مین لائے تھے - بلکہ ہر عمل پیغمبرؐ کو ہر مسلمان امر شرعی اور کم سے کم مسنون سمجھیگا - ویسے ہی علی مرتضے کے ہر عمل کو جو کچھ اُنھون نے اپنے ہر ایک زمانے مین کیا اُسی کو واسطے قیام امر شرعی واجبی یا سُنتی سمجھیگا - یقین کرنا چاہیے کہ کسی قوم کی حالت سوائے معصوم کے ہر وقت یکسان نہین رہتی ہی اُسکے خیالات ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات واتفاقات زمانہ قوم کی حالت اور

خیالات کو متغیر کر دیتے ہین۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ وا بِقَومٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا بِاَنفُسِھِم۔ کہ خدا
کسی قوم کی حالت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو آپ متغیر نہ کرے
پس ایک وقت کی حالت سے دوسرے وقت کی حالت پر یا امام معصوم پر یہ
الزام نہین ہو سکتا کہ اُسنے کسی وقت غلط قیاس یا غلط فہمی قوم کی حالت دریافت
کرنے مین کی۔ کسی قوم کی حالت جب متغیر ہو جائے گی تو نبی اور امام اوس کی
ہر حالت کو سمجھ لیگا یعنی جسوقت جو حالت ہو گی اُسوقت وہی حالت اوسکی
سمجھکر ہر حالت کے لحاظ سے حکم دے گا۔

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کی یہ مثال کہ "بعیت
خلافت کے وقت علی مرتضیٰ کا خیال غلط تھا یا اُنکو دھوکا ہو گیا" ہرگز صحیح نہین
سمجھی جا سکتی۔

مصنف مخاطب اِسی مثال مین علی مرتضیٰ کے ساتھ بعیت کرنے والون
اور اونکی اطاعت کرنے والونکی نسبت جو یہ فقرہ لکھتے ہین کہ "اُنھین کیوجہ سے
جناب امیرؑ اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا ذکر اوپر ہو چکا"
مصنف مخاطب نے اعتراض جور و ظلم کے باقی رکھنے کا ایک خطبۂ علیؑ مرتضیٰ سے
اپنے رسالہ جلد اول مین کیا تھا جسپر پوری بحث ہمارے رسالہ روشنی ضمیمہ
اوّل جلد صفحہ ۷ پر موجود ہی۔ اور اسمین شک نہین کہ علی مرتضیٰ نے اپنے
خطبے مین بہت کچھ اُن اُمور کا ذکر فرمایا ہی کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف
شرع پیغمبر کے ظہور مین آئے تھے لیکن علی مرتضیٰؑ اصلاح ان اُمور کی نہین کر سکے
کہ اُنکے خلیفہ قبول ہونے کے بعد فوراً مخالفتون اور دشمنیون اور بغاوت نے
علی مرتضیٰؑ سے لڑائیان شروع کرا دین اور علی مرتضیٰ کو وہ وقت نہین ملسکا کہ
اُن مخالفتون اور بغاوت کو پورا فرو کر سکین کہ خود قتل ہو گئے۔ اِسلیے صرف

اُنھین لوگون نے نہین کہ جنھون نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تھا اور پھر علی مرتضےٰ کو خلیفہ قبول کیا - علی مرتضےٰ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا ہو کہ علی مرتضیٰؑ کو اُسی جور و ستم کے باقی رکھنے پر مجبور کیا بلکہ اُن کل لوگون پر الزام ہو کہ جنھون نے علی مرتضیٰؑ کی خلافت کو قبول نہین کیا یا قبول کر کے انحراف کیا اور علی مرتضیٰؑ کو جنگ کرنے اور بغاوت کے فرو کرنے پر مجبور کیا وہ سب لوگ مانعین اصلاح اُن اُمور کے ہین کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع ظہور مین آئے تھے اگر وہ سب لوگ خلافت علیؑ مرتضیٰ کو قبول کر لیتے اور بعد قبول خلافت علیؑ مرتضیٰ کے انحراف نہ کر کے کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کرتے تو علی مرتضےٰ اصلاح اُن اُمور کی فرما سکتے جب ملک اونکی خلافت کا فتنہ و فساد سے پاک ہو جاتا اور بعد رفع بغاوت کے ملک مین امن ہو جاتا تب اصلاح اُن اُمور کی ہو سکتی تھی -

مصنف مخاطب ایک مثال غلطی اور دھوکہ کھانے علیؑ مرتضےٰ کی اُسوقت کی پیش کرتے ہین جب جنگ صفین مین لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے - مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ "اُنھین یہ منشا تھا کہ اس مسلہ کو آپس مین ست لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کر دو جو قرآن کے بموجب فیصلہ کر دے - اُسوقت ابتدا مین جناب امیر کی راے یہ تھی کہ ہر گز ثالثی نہ کیجاوے اور غضب مین آکر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اُس سے باطل مراد لیتے ہین - اور تمام لشکر سے آپ نے فرمادیا کہ ہر گز ثالثی پر راضی نہونا چاہیے اُس راے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر کی (جو باعتقاد شیعہ خطای اجتہادی سے بھی معصوم تھے) راے بدلی - اور ثالث مقرر کرنے پر راضی ہوگئے - بعض بعض خیالات سے دھوکا کھا کر جو

مجھسے زیادہ معرکۂ جنگ مین ثابت قدم ہو مین اُس زمانے مین جنگ کے واسطے کھڑا ہوا تھا کہ جب بیس سال کا بھی نہ تھا۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ میری عمر آ چکی۔ لیکن اصل یہ ہو کہ جسکی بات نہ مانی جائے اُسکی راے کیا؟"

ترجمۂ کلام دوم

یہ اور یہ خطبہ اُن علیہ السّلام کے خطبون مین سے ہی جبکہ آپکو متواتر خبرین پہونچی تھین کہ اصحاب معاویہ شہرون پر غلبہ حاصل کر رہے ہین۔ اور دو عامل جو حضرت کے یمن مین تھے ایک عبید اللہ بن العباس اور دوسرے سعید بن نمران۔ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے جبکہ بُسر بن ارطاہ اِن دونون شخصون پر غلبہ پا چکا تھا اُسوقت حضرت نہایت بیچینی کی حالت مین بوجہ اِسکے کہ حضرت کے اصحاب جہاد مین سُستی کرتے تھے اور حضرت کی راے سے مخالفت کرتے تھے۔ ممبر پر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ کیا چیز رہگئی ہے میرے پاس سوائے کوفے کے۔ اُسیکو سمیٹتا ہون اور اُسیکو پھیلاتا ہون۔ اگر تو (کوفہ) نہوتا میرے لیے۔ مگر تو ہے۔ کہ تجھ مین آندھیان چلا کرتی ہین۔ پس خداے تعالے بدحال کرے تجھے۔ پھر حضرت نے بطور مثال فرمایا (مضمون شعر) قسم ہو نیک زندگی تیرے باپ کی اسے عمرو۔ تحقیق کہ میرے پاس قلیل چکنائی لگا ہوا برتن رہ گیا ہی۔ مجھے خبر ملی ہو کہ بُسر یمن مین آگیا ہی۔ اور قسم بذاتِ خدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ دولت تم لوگون سے نکلکر اُن لوگون کو ملجائے گی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین اور تم اپنے حق سے متفرق ہو اور تم لوگ اپنے امام کی نافرمانی حق بات مین کرتے ہو۔ اور وہ لوگ اپنے امام کے امر باطل مین فرمانبردار ہین۔ اور وہ ادا کرتے امانت کرتے ہین اپنے صاحب کی۔ اور تم خیانت کرتے ہو۔ اور وہ اپنے شہرون مین اصلاح کرتے ہین اور تم فساد کرتے ہو۔

پس اگر مین تم مین سے ایک شخص کو ایک چوبی پیالے کے واسطے بھی امین قرار دون تو مجھ خوف ہی کہ اوسکا بندھن تک نہ لے اوڑے۔

پروردگارا - مجھے اِن لوگون نے تنگ کر دیا ہی اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین۔ اور مین انکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین۔ پس مجھی اِنکے عوض مین اِنسے نیک لوگ عنایت فرما۔ اور انکے لیے میرے عوض مین بدتر شخص قرار دے۔ خداوندا - انکے دلون کو مردہ کر دے جیسے نمک پانی سے گھُل جاتا ہی۔ قسم بخدا مجھے تمنا ہی کہ میرے پاس تمہارے عوض مین ہزار سوار قبیلۂ بنی فرس کے ہوتے (یہ خاندان شجاعت کے واسطے مشہور ہی۔ اور یہ شعر پڑھا) اُسوقت اگر تم بلا لیتے تو اُن (بنی فرس) لوگون مین سے اتنے سوار تمہارے پاس دوڑتے آتے جیسے گرمی کے بادل نہایت تیزی کے ساتھ دَل کے دَل دوڑتے چلے جاتے ہین۔"

جو واقعات تاریخی ہمنے ابھی اوپر لکھے ہین اور جن پر سے دو خطبون کا بھی ترجمہ ہمنے تحریر کیا ہی کہ جن مین سے ایک ایک فقرہ مصنف مخاطب نے لیا ہی۔ اُن واقعات اور علی مرتضےٰؑ کے خطبات کی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ وقت ہجوم بیعت کا علی مرتضےٰؑ پر اوّل تھا۔ اور جسوقت قوم کی حالت علی مرتضےٰؑ نے اپنی اُن دونون خطبون مین فرمائی ہی اور اُنکو جنگ کی لیے تہدید اور اپنی نصرت کے لیے ترغیب دی ہی وہ وقت اخیر ہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہی کہ جس قوم کو کہ تہدید اور ترغیب فرمائی ہی وہ قوم اُسوقت اُسیقدر نہین تھی کہ جسقدر نے مدینے مین علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی تھی بلکہ علی مرتضیٰؑ کے قبول خلافت اور اطاعت مین بعد کو اور بھی ایک جماعت کثیر داخل ہو گئی تھی اور اُن دونون خطبون مین اگلے اور پچھلے کل قوم سے خطاب ہی۔ یہ سچ ہی کہ علی مرتضیٰؑ پر مدینے مین بیعت کرنے والون نے ہجوم کیا تھا اور

ضمن بیعت مین اقرار نصرت کا داخل ہوتا ہی اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اُسوقت علیؑ مرتضی کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اسقدر اور ایسے لوگ جمع ہوگئے تھے کہ علیؑ مرتضی پر قبول خلافت کے لیے حجت پوری ہوگئی تھی اور اُس حجت پوری ہوجانے نے علی مرتضیؑ کو قبول خلافت پر مجبور کر دیا تھا اور اُس حجت کے پورا ہوجانے پر نہ علی مرتضے کو شبہہ ہوسکتا تھا اور نہ دھوکہ سمجھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ کسی ایسی بدخواہی کے ساتھ بیعت کے لیے نہین آئے تھے کہ جسمین یہ گمان ہو سکے کہ اُنھون نے علی مرتضی کی قابلیت خلافت کو نہین سمجھا تھا۔ اُنمین ایسے لوگ بالخصوص بھی شامل تھے کہ جو ہر زمانے مین علیؑ مرتضے کو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور بالعموم اُسوقت علی مرتضے سے بہتر کسی دوسرے مین قابلیت خلافت کی نہین جانتے تھے اور اسی وجہ سے بنظر حالت اُسوقت کے اُن لوگون کے دلون کے شوق اور جوشِ اصرار نے قبول خلافت کے لیے علیؑ مرتضے پر ہجوم کرایا۔

ایسے شخص کیطرف جو پہلے سے بیدل ہوکر گوشہ نشین ہوچکا تھا ایسے جوشِ بیعت کو مصنف مخاطب ایسی بدخواہی اُن لوگون کی قرار دیکر علی مرتضیؑ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہین کہ اُنکو دھوکا ہوگیا۔ لیکن جو کوئی کہ حقیقت حالت اور واقعہ پر نظر کریگا وہ کبھی مصنف مخاطب کا ہمداستان نہین ہوسکتا۔

اُسوقت کی حالت قطعی ایسی تھی کہ علی مرتضےؑ کے خلیفہ قبول کرنے کا لوگون کے دلون مین ایسا ہی جوشش تھا کہ جس سے بیعت کے لیے وہ ہجوم ہوا۔ اور اسوقت باعتبار اُس حالت ظاہری کے گو کسی کے باطن مین کوئی دوسری بات ہو لیکن امر شریعت پیغمبرؐ کے حجت کے پورا ہوجانے کی وجہ سے علیؑ مرتضی ایسے مجبور تھے کہ سوا قبول خلافت کے اور کچھ نہین کر سکتے تھے۔ بعد اُسکے اگر قوم کی حالت متغیر ہوگئی اور خود قوم نے اپنی حالت کو متغیر کیا اور خلیفہ برحق اور باضابطہ کے خلاف

امر شریعت پیغمبر کی نافرمانی کی یا اوسکے حکم کی تعمیل مین سستی اور کاہلی کرنی لگے جیسا کہ واقعات تاریخی سے اور اُن دونون خطبون علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی تو اس سے وقت ہجوم بیعت کے علیؑ مرتضےٰ کے فہم اور فعل پر کوئی غلطی وارد نہین ہوسکتی۔

پیغمبرؐ نے بھی یہی کیا تھا۔ کہ اول جو کوئی پیغمبرؐ کی رسالت کو قبول یا اونکی رسالت کا اقرار کرکے بیعت کرتا تھا وہ اُسکو اپنے زیر اطاعت سمجھکے اور اپنے ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے گو کسی کے دل مین کوئی دوسرا امر بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نفاق اور منافقون کی علانیہ خبر قرآن مین دیگئی ہو لیکن پیغمبرؐ موافقون اور منافقون کو ساتھ لیکر برابر دشمنون سے لڑتے رہتے تھے اور نتہا نوبت پہونچتی تھی کہ معرکے کے وقت وہی لوگ جنھون نے پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار یا پیغمبرؐ کی رسالت اور اطاعت کو بیعت کرکے قبول کیا تھا میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ دیتے تھے یا پیغمبرؐ سے جدا ہوجاتے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن ابی سلول مع جماعت سوارون کے پیغمبرؐ سے علحدہ ہوگیا تھا۔ باایں‌ہمہ جو لوگ کہ میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور وہ پھر زیر اطاعت پیغمبرؐ آتے تھے اور کبھی پیغمبرؐ در بارۂ بیعت کے تجدید کرتے تھے یا جو لوگ ہمراہیان پیغمبرؐ سے وقت جنگ کے دشمن سے مقابلے کے لیے نہین نکلتے تھے یا جنگ کے جانے سے انکار کردیتے تھے ایسے سب لوگون کو دوسرے موقعہ پر پیغمبرؐ دشمن سے مقابلے کیلئے پھر ساتھ لیجاتے تھے۔ اور آخر زمانے مین بعد فتح حنین اور طائف کے جب پیغمبرؐ نے قصد جہاد روم کا کیا تو پیغمبرؐ کے اطاعت والونکی یہی حالت ہوگئی تھی کہ وہ جنگ کے لیے آمادہ نہین ہوتے تھے اور دل چُراتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی۔

جناب امیرؑ نے اپنی رائے بدل دی اور ثالثی مقرر کردی - یہ جناب امیرؑ کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے مین جناب امیرؑ کے لشکر مین سے ایک گروہ خارجی ہو گیا اور یون کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہمکو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو - اب ہم نہین جانتے کہ تمہاری پہلی رائے صحیح تھی یا دوسری رائے بہتر ہی - مگر اس رائے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تمکو خود اپنی امامت مین شک ہی" اور نہج البلاغہ سے مصنف مخاطب ایک فقرہ سند مین لاتے ہین کہ "اسوقت جناب امیرؑ نے کفِ افسوس ملکر یہ فرمایا - یہ ہی سزا اوسکی جسنے چھوڑی رائے مستحکم"

مصنف مخاطب شارح میسم کا یہ قول بھی لکھتے ہین کہ "جناب امیرؑ کی رای بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیرؑ سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُسنے جناب امیرؑ سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کردین گے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کردیا - پس جناب امیر نے اپنی رائے چھوڑکر اُنھین کی رائے اختیار کی"

اسکے بعد مصنف مخاطب یون اعتراض وارد کرتے ہین کہ "وہ جب خلیفہ مفسدون کی دھمکیون سے ایسا ڈر جائے تو اوس سے خلافت کا انتظام کیا ہو سکے - کثرتِ فضائل و مناقب دوسری چیز ہے اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ دوسری چیز ہی - اسمین کچھ شک نہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منوّر پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی - خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اُنکے احباب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے ابتدا

ین خلافت کی مصیبت سے اُن کو بچایا تھا وہ جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی حالت کے مناسب یہی ہی کہ کیفیات باطنی اور مشاہدۂ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دیجائے اور انتظامی معاملات مین تکلیف نہ دیجاوے۔ چنانچہ یہ راے صحابہ کی ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اوس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہوگا جسنے خلفاے ثلاثہ کے عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہوگا جناب امیرؑ نے جو اپنی راے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے

مصنف مخاطب نے جس خطبۂ علیؑ مرتضے سے ایک فقرہ لیکر اپنے اعتراض کو رونق دینا چاہا ہی اوس پورے خطبے کا مین ترجمہ کرتا ہون تاکہ یہ امر آسانی سے معلوم ہو جاوے کہ اوس فقرے کے جسکو مصنف مخاطب سند لائے ہین کیا معنی ہین اور کس سے مراد ہے کہ یہی جزو ہی اوسکی [illegible] چھوڑی راے مستحکم" اور اس پورے خطبے کے مضمون سے حقیقت غلطی اعتراض کی مصنف مخاطب کی معلوم ہو جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ علیؑ مرتضی نے جسوقت جو کچھ فرمایا اور کیا وہ بحالت تغیر قوم کے تھا اور اُس سے بہتر اور کچھ نہین ہو سکتا تھا۔

ترجمہ خطبۂ علی مُرتضیؑ

حضرت علیہ السّلام کا ایک سخن ہی جبکہ ایک شخص حضرت کے اصحاب سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے تحکیم مقرر کرنے سے ہمکو منع فرمایا اور پھر اوس کا ہمکو امر کیا اب ہم نہین جانتے کہ دونون امرون مین سے کونسا زیادہ رو براہ

لانے والا ہے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا کہ آواز آئی (اظہار افسوس کے لیے) پھر فرمایا کہ یہ سزا ہی اُس شخص کی جو رے مستحکم کو چھوڑ دے۔ آگاہ ہو قسم بخدا اگر مین تمکو اُس کام کرنے کو کہتا جسکا مین نے تمکو حکم دیا تھا۔ تو مین تمکو ایسے امر ناپسندیدہ کے بوجھ کو تمہاری پشت پر رکھتا جسمین خدا نے نیکی قرار دی ہی۔ پس اگر تم استقامت ظاہر کرتے تو مین تمکو راہ راست دکھا دیتا اور اگر تم کجی کرتے تو تمکو مین سیدھا کر دیتا۔ اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا ایسی حالت مین یہ کام استوار ہو جاتا۔ لیکن یہ کام کسکی مدد سے کرون اور کس سے مدد چاہون۔ مین چاہتا ہون کہ تمسے اسکا علاج کرون حالانکہ تم خود میرے لیے درد ہو۔ جیسے کہ کوئی کانٹے سے کانٹے کو نکالنے والا ہو در حالیکہ وہ جانتا ہی کہ وہ کانٹا اوس کانٹے کیطرف ہم پہلو جو رکا ہی (یعنی کانٹے کو کانٹے سے نکالنے مین جور ہوگا۔ ایک کانٹے نے بدن مین چبھ کر جور کیا ہی دوسرا کانٹا اُس کانٹے کے نکالنے کے وقت چبھے گا اور جور کرے گا) بار خدا۔ اس درد جانکاہ کے علاج سے اطبا تنگ آگئے اور پانی کھینچنے والا اس گہرے کنوئین کی لمبی رسیون سے عاجز آگیا۔ کہان ہین وہ لوگ جنکو اسلام کی دعوت کیگئی اور اُنھون نے اوسکو قبول اور قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو استوار کیا اور جہاد کیطرف رغبت دلائی گئی تو اونکو اُس سے ایسی محبت ہوگئی جیسے کہ حاملہ عورتون کو بچون کے پیدا ہونے کی ہوتی ہی۔ اُنھون نے اپنی تلوارین نیامون سے نکال لین اور گروہ در گروہ وصف در صف ہوکر اطراف زمین کو لے لیا بعض ان مین سے مارے گئے اور بعض انمین سے ہلاک ہوئے اور بعضون نے نجات پائی۔ زندون کو تہنیت نہ دیگئی

اور مردنکی تعزیت نہ کیگئی کہ آنکھین روتے روتے بے آب ہوجائین۔ روزہ رکھتے رکھتے پیٹ اونکے لگ گئے اور دعائین مانگتے مانگتے لب اونکے پژمردہ ہوگئے اور بیداری سے رنگ اُنکے زرد پڑگئے اُنکے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے اور ہمکو سزاوار ہے کہ ہم اونکے لیے پیاسے ہون اور اونکی جدائی پر اپنا پشت دست دانتون سے کاٹین۔ بیشک شیطان تمہارے لیے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمہارے دین کی گرہین کھول رہا ہی اور تمہاری جماعت مین تفرقے کے پھندے دے رہا ہے پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو نصیحت اپنی خیر خواہی کی بات اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہی۔ اور اپنی گانٹھ مین اوسکی بات باندھ لو"

اِس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جسوقت تک کہ جب بمشورہ اور حیلۂ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھکر دکھائے گئے اُسوقت تک قوم اور جماعت علیؑ مرتضےٰ کے ساتھ تھی وہ ایسی زیر اطاعت علیؑ مرتضےٰ کے تھی کہ باغیون سے اور دشمنون سے یہانتک جنگ کررہی تھی کہ باغیون اور دشمنون کو اپنے مغلوب ہوجانے کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور اُس وقت تک حالت قوم کی جو علیؑ مرتضےٰ کے ساتھ تھی اُسکی نسبت یہ بھی یقین ہوسکتا تھا کہ وہ برابر زیر اطاعت اور فرمان اپنے امام اور خلیفہ کے رہے گی اسلیے کہ وہ قوم ایسا سخت کام کررہی تھی کہ جس سے زیادہ کوئی دوسرا کام دشوار نہین ہی یعنی قتل کرنا اور قتل ہونا۔ کسی کی جان کو ختم کرنا

اور اپنی جان کا صرف کرنا نہایت امر اہم ہے لیکن جسوقت کہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے نیزون پر قرآن باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت ایک جماعت کثیر اُس قوم سے جو علیؑ مرتضےٰ کے ساتھ تھی خلاف یقین اور غیر متوقع اپنی حالت کو متغیر کر لیا اور اطاعت و فرمان علیؑ مرتضےٰ سے باہر ہو گئی جیسے کہ کسی مسلمان یا گروہ مسلمان کی نسبت عموماً یقین کامل ہو کہ وہ برابر مسلمان اور اپنے مذہب پر رہیگا اور کسی وقت رسول یا امام اور خلیفہ برحق یا کسی بادشاہ کی اطاعت سے کوئی گروہ فوجی باہر نہوگا اور وہ دفعتاً اپنی حالت کو متغیر کر کے اپنے طریقے سے مُرتد یا اپنی مطاع سے منحرف ہو جائے جسکی مثالین خود عہد پیغمبرؐ اور خلفا اور شاہان سلف مین پائی جاتی ہین۔

اوس حصۂ جماعت قوم نے جو علی مرتضےٰؑ کے ساتھ تھی۔ دفعتاً جبکہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن نیزون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ تو اپنی حالت کو یون متغیر کیا کہ باہم مسلمانون کے جنگ بند کیجائے اور حکم دونون طرف سے مقرر ہو کر فیصلہ کر دے۔ اور علی مُرتضےٰ نے بہت سختی سے اونکو ہدایت اور اپنی راے مستحکم ظاہر فرمائی کہ "باغی اور مخالف لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اوس سے باطل مراد لیتے ہین مقصود اونکا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہی بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین اور مین اونسے لڑونگا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جائین"۔ لیکن اس جماعت نے علیؑ مرتضےٰ کی نافرمانی کی اور اطاعت علیؑ مرتضےٰ سے باہر ہو کر یہ اصرار کیا کہ اگر تم حکم مقرر نکروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کر دینگے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ اس جماعت مین صرف وہی لوگ نہین تھے جنھون نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا اُنپر بلوہ کیا تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو بلوہ اور قتل حضرت عثمانؓ مین شریک

نہین تھے مگر تحت حکومت خلافت حضرت عثمانؓ کے رہ چکے تھے اور جب خلافت علیؑ مرتضے پر منعقد ہوئی تو زیر اطاعت علیؑ مرتضے کے آ گئے تھے۔ مگر عموماً مسلمانون کے اُسوقت یہ خیالات راسخ ہو گئے تھے کہ مسلمانون کے ہاتھ مین خلیفہ کا نصب وعزل اور اوسکا قتل کر ڈالنا ہی۔ اور ایسا رسوخ اعتقاد اُن لوگون کا اُسی عمل سے ہوگیا تھا کہ جو وفات رسول صلعم کے بعد نصب خلیفہ کے بابت قرار دیا گیا۔ اگر موجب ہدایت اور مرضی خدا ورسولؐ کے جو اُصولی قواعد حق با دشاہت سے مطابق تھے اور ملک عرب مین اوسکا رواج تھا ابتدا مین بعد وفات رسول امام اور خلیفہ برقرار رکھا جاتا اور قبول کیا جاتا تو جماعت برگشتہ کو علیؑ مرتضے سے اس سخن کی جُراُت نہوتی کہ "اگر تم حکم مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اُسی طرح قتل کردین گے جیسے کہ ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا" اور نہ وہ خلاف حکم امام اور خلیفۂ وقت کے ایسا اصرار کر سکتے تھے کہ حکم مقرر کیا جائے اور نہ وہ علی مرتضےٰؑ کے قتل پر مثل قتل عثمانؓ کے آمادہ اور مستعد ہوکر اپنی حالت کو متغیر کر سکتے تھے۔ اور جبکہ اُس جماعت نے اپنی حالت کو ایسا متغیر کر لیا تھا تو مین پوچھتا ہون کہ اوسوقت اُس حالت کے اعتبار سے علیؑ مرتضے بجز اسکے کیا کر سکتے تھے کہ اوس جماعت کو اوسکی حالت پر چھوڑ دین اور وہ حکم مقرر کرلے۔ اُسوقت علیؑ مرتضے یہ نہین کر سکتے تھے کہ اُس جماعت کے قتل پر اُسیوقت آمادہ ہون یا اوسکے ساتھ جنگ پر مستعد ہوجائین۔ اسلیے کہ جسقدر قوم علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی وہ قبل اِسکے کہ لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے اِس امر پر متفق تھی کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے مقاتلہ کیا جائے لیکن اس

قوم کی جماعت کثیر نے جب اوس امر سے انحراف کیا اور یہ چاہا کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے جنگ بند ہو اور حکم مقرر کیا جائے تو پھر علیؑ مرتضےٰ اُس موقع پر جبکہ لشکر علیؑ مرتضےٰ مین اختلاف واقع ہوگیا اور جماعت کثیر خلاف رائے علیؑ مرتضےٰ کے اس بات پر آمادہ ہوگئی کہ بجائے حضرت معاویہ اور باغیون کے خود علیؑ مرتضےٰ کو قتل یا اونسے جنگ کرین اُن لوگون کو سزا نہین دے سکتے تھے۔ اسوجہ سے نہین کہ علیؑ مرتضیٰ اُن مفسدون کی دھمکیون سے ڈر گئے تھے بلکہ حالت قوم کی وہ ہوگئی تھی جیسا کہ علیؑ مرتضےٰ کا اونکے خطبے مین ارشاد ہی کہ بقسم خدا کی مین یہی کر سکتا تھا کہ تمکو حکم دون باغیون سے جنگ کے لیئے جو مکروہ تھی مگر خدا نے بہتری اُسی مین گردانی تھی۔ اگر تم اوس حکم کی تعمیل پر قائم ہوتے تو ہدایت پا جاتے اور اگر تم اپنی گردنین کج کرتے تو مین تمہاری گردنین سیدھی کرتا اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا اوسوقت وہ امر مضبوط ہوجاتا۔ لیکن مین ایسا کرنے مین کس سے مدد لیتا اور استعانت مین کسکی طرف رجوع کرتا اور مین دوا کس سے چاہتا تمہارے بعض کی ساتھ بعض کے درحالیکہ تم سب میرے لیئے درد تھے اور اگر مین ایسا کرتا تو اس ضرب المثل کا مصداق ہوجاتا کہ کانٹے کو کانٹے سے نہ نکالنا چاہیے کہ وہ ہم پہلو جور کا ہی" یہ مثل اُسوقت بولی جاتی ہی جبکہ استعانت چاہی جائے اور یہ نہین ہوسکتا اسلیے کہ بعض سے اعانت بعض کے لیے غیر ممکن ہی جبکہ وہ مشابہ ہون اور اونکی خواہشونکا اتحاد ہو اور میل بعض کا طرف بعض کے ہو جیسے ہمارے یہان بھی فارسی کی یہ مثل مشہور ہی۔ سگ زرد برادر شغال یعنی دونون ہمرنگ اور مشابہ ہین۔ درحقیقت علی مرتضےٰؑ نے اپنی اُس رای مستحکم کو

کہ لڑائی بند نہ کی جائے اور حکم مقرر نہ کیا جائے خود نہین چھوڑا بلکہ قوم نے اپنی حالت سابقہ کو متغیر کرکے علی مرتضے کی اس رائے کو چھوڑا اور جو حالت کہ قوم نے اپنی متغیر کی تھی اوس حالت تغیر پر علی مرتضے نے قوم کو چھوڑا اور وہ حالت متغیرہ قوم کی یہی تھی کہ وہ جنگ کو بند کر دے اور حکم مقرر کرلے۔ اور اس حالت سے حالت اول پر قوم کو لانے کے لیے علی مرتضے کو موقع ہی نہین تھا اور اُسوقت یہی مصلحت تھی کہ قوم کو اُسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا جائے تاکہ اوس فتنے سے محفوظ رہا جائے جو علی مرتضے کے قتل کے لیے یا لشکر علی مرتضے مین باہم جنگ ہونے کے لیے (گو علی مرتضے کے ساتھ اُسوقت اُنکے قرابت دار اور چند صحاب ہون) برپا ہو۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علی مرتضے نے اپنی اول رائے کو تبدیل نہین کیا۔ بلکہ قوم نے اُس رائے پر عمل نہ کرکے دوسرا فتنہ برپا کرنا چاہا اور اوس فتنے کے برپا نہونے کے لیے قوم کی خواہش کے بموجب تحکیم مقرر ہوئے۔

حکمین مقرر ہونے کے بعد اُس جدید فتنے سے امن ہو گئی اور اُسوقت علی مرتضے نے جو قوم کو اوسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا اوسکا صواب بھی ظاہر ہو گیا۔ لیکن ایک دوسرا فتنہ تازہ یہ پیدا ہو گیا کہ بعد تقرر حکمین کے بعض ہمراہیون نے اِس خدشے کو دلی یقین کرکے اپنی حالت کو متغیر کیا کہ "منع کیا آپ نے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم کیا آپ نے اوسکا" اِس جب قوم نے علی مرتضے کی رائے مستحکم کو نہین مانا اور علی مرتضے قوم نافرمان کو سزا نہین دیسکتے تھے اور دوسرا فتنہ برپا ہوتا تھا اوسوقت قوم سے یہ فرمایا کہ تم اپنی خواہش کے موافق حکم مقرر کر لو) پس ہم نہین جانتے کہ دونون

امرون مین سے کس مین رشد زیادہ ہی" اسپر علی مرتضےٰؑ نے جو ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر یہ فرمایا ہے کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی کہ جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے جو فعلاً افسوس ظاہر کیا ہے وہ قوم کی حالت پر ہے کہ قوم اپنی حالت کو لحہ بلحہ اور لحظہ بلحظہ متغیر کرتی تھی۔ قوم کو اپنی حالت دم بدم تغیر پر اور اپنے امام اور خلیفہ برحق کے حکم کو نہ ماننے پر خود نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے تھا لیکن حالت قوم کے تغیر سے جو الزام کہ قوم پر عائد ہونے کے لائق تھا وہ اپنے امام اور خلیفہ برحق پر لگاتی تھی۔ ضرور تھا کہ علی مرتضےٰؑ کو قوم پر افسوس ہو ایسی قوم جو اپنی حالت کو یون تغیر کرے اور نافرمانی اپنے امیر سے نادم نہو ایسی بیغیرت اور نافرمان قوم بے شک اپنے امیر کے لیئے قابل افسوس کے تھی۔ اور جیسے کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم پر افسوس کیا ہی ویسے ہی بمقابلہ اُس پوچھنے والے کے "کہ منع کیا تمنے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم دیا تمنے اُسکا پس نہین جانتے ہم کون سی بات دونون مین سے کس مین زیادہ رشد ہے"

یہ ارشاد علی مُرتضےٰؑ کا کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اوسی قوم قابل افسوس کے لئے ہے۔ علی مرتضےٰؑ نے فعلاً اور قولاً اوس قوم کو جو لحہ بلحہ اپنی حالت متغیر کرتی تھی۔ اور فرمان اپنے امیر کا نہین مانتی تھی جواب دیا ہے۔ اس ارشاد علیؑ کا انطباق علی مُرتضےٰ پر نہین ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب عمداً یا غلط فہمی سے علی مُرتضےٰؑ پر عائد کرنا چاہتے ہین بلکہ یہ مضمون پوچھنے والے اور ہر شخص اُس جماعت پر منطبق ہوتا ہے کہ جسنے علی مُرتضےٰؑ کی اُس رائے مستحکم کو چھوڑا۔ آپ کے اس فرمانے کی تشریح یہ ہے کہ۔

کہ اون لوگون نے علی مرتضےٰ کی رائے مستحکم کو نہ مان کر چھوڑ دیا اور
اطاعت اور فرمان برداری سے باہر ہو گئے اور علی مرتضےٰ
اس درد کی دوا کچھ نہین کر سکتے تھے۔ اور بغرض اسکے کہ وہ لوگ ایک
اور فتنہ مین مبتلا نہون علی مرتضےٰ نے انکو اُنکی حالت متغیرہ پر چھوڑا کہ وہ
حکم مقرر کرلین ایجاد انکو یہ خدشہ ہوا کہ علی مرتضےٰ نے پہلے حکم مقرر کرنے
سے منع کیا تھا اور پھر حکم دیا اور نہین معلوم ان دونون امر دن مین سے
کس مین زیادہ رشد ہے اُن لوگون کا کلام دلالت کرتا ہے اس بات
پر کہ بے شک علی مرتضےٰ کے نفس امامت مین اُن لوگون کو شک ہوا
یہ خدشہ اُس رائے مستحکم کے نہ ماننے سے زیادہ خراب ہے کہ جس سے بجائی
نافرمانی کے انکار مطلق امامت اور خلافت سے پیدا ہوتا ہے اور قطعی
امامت اور خلافت سے منکر ہو کر اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے پس
یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا اون لوگون کے حق مین ٹھیک ہوتا ہے کہ ”یہ سزا
ہے اُس شخص کی جسنے چھوڑا رائی مستحکم کو“ اور وہ رائے مستحکم یہی تھی کہ جنگ
قائم رکھو اور جنگ کرنے پر علی مرتضےٰ کو اصرار تھا اور وہ جنگ اگرچہ مکروہ
تھی مگر اللہ نے اُسی مین بہتری فتحمندی کی اور سلامتی عاقبت کی گردانی
تھی۔ اگر وہ لوگ اُس رائے مستحکم یعنی قائم رکھنے حرب کو مانتے جسکے
نہ ماننے پر علی مرتضےٰ کچھ علاج اُن کا نہین کر سکتے تھے اور علی مرتضےٰ انکو
حالت متغیرہ پر نہ چھوڑتے اور حکم مقرر کر لینے نہ دیتے تو یہ خراب
خدشہ اونکو ہرگز پیدا نہ ہو سکتا کیونکہ اوس خراب خدشہ کے درجہ پر
پہونچنا اون کا اسی سبب سے ہوا کہ رائے مستحکم قائم رکھنے حرب کو نہ مانا۔ اور
یہ خدشہ خراب ترا سلیے ہے کہ جن لوگون کے دلون مین یہ خدشہ

پیدا ہوا اوکی دنیا اور آخرت دونون خراب ہوگیئن کہ یہ بھی فرقہ علی مرتضےٰؑ کا امامت اور خلافت کا منکر ہوکر علی مرتضیٰؑ کی اطاعت سے باہر ہو گیا اور جسنے لقب خوارج کا پایا سوائے چند آدمیون کے وہ فرقہ دنیا مین قتل ہو گیا۔ اور آخرت مین اگر رسولؐ اور امام اور خلیفہ برحق اور سلطان عادل وقت سے جو کوئی انحراف کرے اور اُسکی اطاعت سی اپنے آپ کو خارج کرے اگر اُسکے لیئے کوئی سزا ہے آخرت مین تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اُس سزا کو بھگتے گا۔

علیؑ مرتضےٰ کے تمام خطبہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علیؑ مرتضےٰ نے قوم کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے اور مصداق اس فقرہ کا (یہ سزا ہے اُسکی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو) اُسی قوم کو قرار دیا ہے۔ یہ امر کہ وہ قوم قابل افسوس کے اور مصداق اوس فقرہ کی تھی اور خود علیؑ مرتضےٰ مصداق اُس افسوس اور اس فقرہ کے نہین ہو سکتی خود اوس ارشاد علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے اُس فقرہ کے بعد صاف فرمایا ہے دو کیا نہین ہے یہ بات قسم خدا کی بیشک جسوقت کہ حکم کیا مین نے تمکو جس امر کا کہ حکم کیا مین نے تمکو (قیام جنگ) اور بوجھ رکھدیا مین نے تمھارے سرون پر ایسے مکروہ کا کہ جس مین اللہ نے بھلائی قرار دی تھی۔ پس اگر قائم ہو جاتے تم ہدایت کرنے والا ہوتا مین تمھارا اور اگر تم اپنی گردنین ٹیڑھی کرتے سیدھا کردینے والا ہوتا مین تمھارا۔ اور اگر انکار کرتے تم تمدارک کرتا مین تمھارا ہر آئینہ ہوتا یہ امر مضبوط لیکن کس سے مین اعانت لیتا اور کس کے طرف رجوع کرتا یہ کہ دوا کرے اور تم خود میرے سیلئے درد تھے پس ہوتا مین شل نکالنے والے کانٹے کے ساتھ کانٹے سکے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰؑ کیونکر مدد چاہتے

ساتھ بعض اُن کے کی بعض ان کے کے لیئے - جب کہ وہ سب اپنی خواہش مین متحد تھی اور میل اور پہلو جو بعض اُنکے کا طرف بعض اُنکے کے تھا طبیعتین بعض اُن کے کی مشابہ بعض کے تھین اور خواہش بعض کی طرف بعض کی تھی پس اس ارشاد سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے قوم کو قابل افسوس کے جانا ہے نہ اپنے آپ کو اور مصداق اُس فقرہ کا " کہ یہ سزا ہے اُس کی جس نے چھوڑا رائے مستحکم کو" قوم کو قرار دیا ہے نہ اپنے آپ کو - جس سے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰ کی کوئی غلطی نہین تھی نہ انہون نے دہوکھا کھایا - جس ارشاد سے کہ ایسا لازم آتا ہے اوسکے بعد آپ خدا سے شکایت کرتے ہین کہ " بارخدایا عاجز آگئے اطبا اِس درد لاعلاج سے اور گران ہو گیا ہے کھینچنا ساتھ رسیون دراز کے پانی گہرے کنون کا"

اس ارشاد مین بھی قوم کے قصور کی خدا سے شکایت ہے - اور اس شکایت سے بھی ظاہر کر دیا کہ قوم کی حالت پر علی مرتضےٰ نے افسوس کیا ہے نہ اپنی حالت پر - اور فقرہ زیر بحث بھی قوم کی نسبت فرمایا ہے نہ اپنی نسبت یہ شکایت اُسی قسم کی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے شکایت کی تھی جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے آیۃ " انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ - (سورۂ یوسف)

ترجمہ " سوائے اِسکے نہین ہے کہ شکایت کرتا ہون مین " اپنے حال پراگندہ اور حزن کی طرف اللہ کے " اس شکایت کے بعد علی مرتضےٰ نے اُس قوم مسلمانون کو یاد کیا ہے - جسکی حالت مخالف حالت اِس قوم مسلمانون کے تھی " یعنے اون لوگون کو اسلام کی دعوت کی گئی انہون نے اُسکو قبول کیا اور یہ لوگ دعوت امامت اور خلافت کو قبول نہین کرتے اور جنھون نے قبول کیا اُس سے انحراف کرتے ہین - اُن لوگون نے

قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو نہایت استوار کیا یہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین تو اوسکے عمل کو استوار نہین کرتے - اون لوگون کو جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی تو اونکو ایسی محبت ہو گئی جیسے حاملہ ماؤن کو اپنے بچون کی پیدائش سے ہوتی ہے -

ان لوگون کو جہاد کی رغبت دلاجاتی ہے تو اسمین حیلہ کرتے ہین اور جہاد کا بند کرنا چاہتے ہین اون لوگون نے اپنی تلوارین میانون سے نکالین یہ لوگ اپنی تلوارین میانون کے اندر ڈالتے ہین اون لوگون نے جماعت در جماعت اور صف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا یہ لوگ متفرق اور پراگندہ ہو کر اپنے مقبوضہ اطراف زمین کو چھوڑنا چاہتے ہین - اون لوگون مین سے جو مارے گئے - اونکو تعزیت کی پرواہ ہوئی - یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ مر نیسے تباہ ہو جائین گے اون لوگون مین سے جو زندہ رہے اونکو کچھ تہنیت نہین دی گئی - یہ لوگ جو زندہ ہین وہ مشتاق بشارت کے ہین اون لوگون کے شکم روزہ رکھتے رکھتے بیٹھ سے لگ گئے تھے یہ لوگ شکم سیری اور شکم پروری چاہتے ہین اون لوگون کے لب دعائین مانگتے مانگتے پژمردہ ہو گئے تھے - یہ لوگ خدا سے دعا مانگنے کی پروا نہین کرتے اون لوگونکا کثرت بیداری سے رنگ زرد پڑ گئے تھے یہ لوگ خواب آسائش مین ایسے سو گئے ہین کہ چونکتے ہی نہین اون لوگون کے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی - یہ لوگ اپنے چہرون پر غازہ غرور اور نخوت کا سلے ہوئے ہین " یہ یاد علی مرتضےٰ کی واسطے ترغیب سامعین کی ہے - تاکہ یہ لوگ اپنی حالت مثل حالت اون لوگون کی بنا دین کہ جنکے اوصاف حمیدہ علی مرتضےٰ ؑ نے بیان فرمائے - اور اس یاد علی مرتضےٰ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حالت ان مسلمانونکی

خلاف اُن مسلمانون کے تھی۔ کہ جنکو علی مُرتضےٰؑ نے یاد فرمایا۔

چنانچہ اُن لوگون کو یاد کرنے کے بعد علی مُرتضےٰؑ نے فرمایا ہے ہم کو زیبا ہے کہ ہم اُنکے لیئے پیاسے ہون اور اُنکی جدائی پر پشت دست اپنی کو دانت سے کاٹین اور پھر اُن لوگون کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تمھارے لیئے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمھارے دین کی گراہین کھول رہا ہے اور تمھاری جماعت مین تفرقہ کے پھندے دے رہا ہے۔ پس سمجھو تم اوسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو اپنی خیرخواہی کی بات اس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے اور اپنی گانٹھ مین اُس کی بات باندھ لو " اِس تمام ارشاد سے علانیہ واضح ہوگیا۔ کہ علی مرتضےٰؑ نے اپنے ہمراہیون کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے۔ اور فقرہ زیر بحث کا مصداق انھین کو قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔

اور کچھ اسی خطبہ پر موقوف نہین ہے۔ کہ علی مُرتضےٰ نے اُن کو قابل افسوس اور لائق شکایت سمجھا اس سے پہلے بھی دو خطبون مین اُنکی نسبت ایسے ہی قابل افسوس اور لائق شکایت فقرہ فرمائے ہین۔ جنکو خود مصنف مخاطب نے اوپر نقل کیا ہے۔ اور جسپر بحث ہو چکی ہے۔ ایک کلام مین علیؑ مرتضےٰ اون سے مخاطب ہو کر یون فرماتے ہین۔

" غارت کرے تمکو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے " دوسرے کلام مین فرماتے ہین " اے پروردگار مجھے اُن لوگون نے تنگ کر دیا ہے اور یہ مجھسے تنگ ہوگئے ہین اور مین اُنکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین پس مجھے اُنکی عیوض مین نیک لوگ عنایت فرما اور اُنکے لیئے میری عیوض مین بُرا شخص

قرار دے "۔ ان تمام ارشادات علی مرتضےٰؑ سے ظاہر ہے کہ قوم بوجہ اسکے
کہ بار بار اپنی حالت کو متغیر کرتی تھی اور پے درپے خطائین وقوع
مین لاتی تھی اور کسی طرح اصلاح پذیر نہین ہوتی تھی اور اپنے آپکو
قابل افسوس اور لائق شکایت کے بناتی تھی۔ قوم کی رنگ برنگ حالت
مین ہو جاتے اور ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہنے سے
کوئی اعتراض غلط فہمی یا دہوکا کھانے کا علی مرتضےٰؑ پر وارد نہین ہو سکتا۔
علی مرتضےٰ قوم کی ہرحالت کو عین اُسوقت پر جو اوسکی حالت ہو جاتی تھی
ٹھیک سمجھ لیتے تھے۔

مصنف مخاطب جو کثرت فضائل اور مناقب کو دوسری چیز اور انتظام
ملک وتدبیر جنگ کو دوسری چیز قرار دیکر بغیر کسی شک کے قبول کرتے
ہین کہ "جناب امیرؑ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب
تھین کہ وہ ہمہ تن اُس مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت
تھی وہ اُسی مین مصروف تھی "

اس تقریر مصنف مخاطب مین صریح اشعار ان امور کا موجود ہے کہ
علی مرتضےٰؑ کے کثرت فضائل ومناقب اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی
کی تجلی ایسی تھی کہ جو دوسرے خلفاء کے لیئے نہین تھی بحث باقی یہ رہتی ہے
کہ انتظام ملک اور تدبیر جنگ علی مرتضےٰ کی فضائل ومناقب کو شامل ہے یا
نہین؟ اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات جن کے مشاہدات مین
وہ محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی اور
انتظام ملک اور تدبیر جنگ اسمین داخل ہے یا نہین؟ مصنف مخاطب کو اپنی
تقریر مین بتانا چاہیئے تھا کہ علی مرتضےٰؑ کی قلب منور پر جو کیفیات باطنی تجلیات

کا غلبہ تھا اور وہ اُنکے مشاہدات مین محو تھی اور اُنکی رائے کی قوت اُس مین مصروف تھی۔ تو انتظام ملک اور تدبیر جنگ جو امامت اور خلافت سے متعلق ہے علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات کی غلبہ اور محویت اون کے مشاہدات اور اُنکی مصروفیت قوت رائے سی کیسے جدا رہ جاتی تھی اور اُن کا جدا رہنا کیون اور کس طرح سمجھا جا سکے۔ مذہب اسلام مین دین و دنیا جدا جدا چیزین نہین ہین۔

دین اسلام اور شریعت محمدیؐ کی وضع پر جب ادنے غور کیا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اصول تمدن اور انتظام تمدن اور سیاست مدن سب دین ہے جسمین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین سب کچھ داخل ہین۔ کون وجہ ہے کہ علیؑ مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیت باطنی کی تجلیات جو غالب تھین اور جنکے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اپنی رائے کی قوت اسی مین صرف کرتے تھے اُس مین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین شامل نہ ہو سکین۔ پیغمبر خداؐ جب کہ اُنکو وہ وقت آیا ہے کہ دشمنون سے محفوظ رہین اور دشمنون کے حملون کو دفع کرین اور دشمنون پر حملہ کرین۔ کہ جسمین تدبیر جنگ اور ملک عرب پر قبضہ حکومت اور انتظام ملک سب کچھ داخل ہے۔ یعنے زمانہ ہجرت سے تجہیز جیش اُسامہ اور قریب اوس زمانہ تک کہ جب روح مقدس پیغمبرؐ کے جسم مقدس سے پرواز کر گئی) علی مرتضےٰؑ سے تخلیہ مین مشورہ کرتے رہتے تھے اور دن مین ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ تنہائی مین علی مرتضےٰؑ سے راز داری کے امور طے پاتے تھے اور علم و رایون پیغمبرؐ سے علی مرتضےٰ کو آگاہی ہوتی تھی۔ بعض دفعہ تخلیہ کو ایسا طول ہوا ہے کہ دوسرون نے اُسپر رشک کیا ہے۔ (یہ امور ہمارے رسالہ جات

روشنی مین کتب اہل سنت سے مذکور ہوگئے ہین) تو کیا کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اُن روزانہ مشورون اور تخلیون اور رازداریون مین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل نہین تھین جبکہ انھین امور کے لیئے وقت تھا۔

نہین۔ بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا نے ان تمام اُمورکے لیئے بھی علی مرتضےٰؑ کو منتخب کرلیا تھا اور یہ انتخاب درحقیقت اُسی وقت سے جناب اسد عمل مین آیا تھا جبکہ پیغمبرؐ خدا نے۔ اپنے کنبہ کو بتعمیل حکم (وانذر عشیرتک الاقربین) کے دعوت اسلام کیلیئے بلاکر ضیافت کی تھی اور اسی مجلس مین علی مُرتضےٰؑ نے کھڑے ہوکر پیغمبرؐ سے کہا کہ مین تمھارا ناصر اور مددگار رہونگا اور پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ تو میرا وزیر اور خلیفہ ہے" کیا کسیکی سمجھ مین آسکتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ خدا اپنے وزیر اور خلیفہ سے امور وزارت اور خلافت کے متعلق تخلیہ اور مشورہ اور رازداریان نہین کرتے تھے۔ ایسے شخص سے کہ جسکو اپنا وزیر اور خلیفہ قرار دیا تھا۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ انتخاب تخلیون اور مشورون اور رازداریون کے لیئے پیغمبرؐ کی طرف سے غلط ہوا تھا۔ لیکن ایسا کہنا بھی خود غلط ہوگا کیونکہ عہد پیغمبرؐ مین علی مُرتضےٰؑ نے جو تدابیر جنگ اور اسکے ذریعہ سے فتحمندیان اور انتظام ملک کے باتباع پیغمبرؐ عملاً دکھائی ہین (جسکی مفصل کیفیت سوانح عمری پیغمبرؐ خدا اور علی مُرتضےٰؑ سے ظاہر ہوجاتی ہے اور اُسکے نشانات جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین بھی موجود ہین) اُنسے خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ علی مُرتضےٰؑ قدرتاً ایسے قابل اور لائق تھے کہ پیغمبرؐ خدا تخلیہ مین مشورہ ہر امر کا سوائے علی مُرتضےٰؑ کے کسی دوسرے سے نہین لے سکتے تھے اور علی مُرتضےٰ ہی ایسے شخص تھے کہ تمام امور رسالت کو جسمین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل تھا ٹھیک طور پر اپنی کارگذاری سے

قائم کرتے تھے اور اوسی کارگذاری کی بدولت سندین فضائل اور مناقب کی پیغمبرؐ سے حاصل کرتے تھے اون اسناد فضائل اور مناقب کو جب واقعات تاریخی کی حیثیت سے دیکھا جاے (جو خود کتب اہل سنت مین منقول ہین اور ہمنے بھی اپنی رسالہ جات روشنی مین کسیقدر اُن کا ذکر کیا ہے) تو صاف ظاہر ہوجائیگا کہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک کی حیثیت سے بھی علی مُرتضٰے کے فضائل اور مناقب مین بہت کچھ سندین پیغمبرؐ کی عطا کی ہوئی موجود ہین سب سے اعلی درجہ کی فضیلت انسان کے لیئے علم ہے۔ اور پیغمبرؐ نے خود فرما دیا ہے کہ "پیغمبرؐ مدینہ علم ہین اور علیؑ اوسکا دروازہ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ تم مین اقضا ہے" اور اسی اعتبار سے علیؑ مرتضٰی نے جنگ صفین مین جبکہ لشکر معاویہ کی طرف سے نیزون پر قرآن دکھائے گئے فرمایا کہ یہ قرآن صامت ہے اور مین قرآن ناطق ہون" پیغمبرؐ نے اپنے اسناد سے جو تصدیق علم علی مُرتضٰے کی کی ہے۔ علم تدابیر جنگ اور انتظام ملک علم علی مُرتضٰے سے اوسی وقت خارج سمجھا جاسکتا ہے کہ جب علم پیغمبرؐ سے بھی خارج سمجھا جاوے۔

علی مُرتضٰے کا تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور دیگر امور مین اعلی درجہ کا عالم اور اہل الراے ہونا اُن واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ عہد خلفاء ثلاثہ مین پیش آئے ہین اور علیؑ مرتضٰے کی راے ہمیشہ امور اہم مین لی گئی ہے یا خود انھون نے نصیحت کی ہے۔ حضرت عمرؓ جو بڑی فاتح ملک شام اور ایران کے سبب سے سمجھے جاتے ہین خود اُنھون نے حملہ شام اور ایران کے وقت علیؑ مرتضٰے سے تدابیر جنگ اور انتظام ملک کیلیے مشورہ کیا ہے اور علی مُرتضٰے کی راے لی ہے۔

عہد خلفاء ثلاثہ مین جو ایسے واقعات پیش آئے ہین۔ کہ جن مین

علی مرتضےٰ سے پوچھا گیا ہے یا خود علی مرتضےٰ نے نصیحت کی ہے اُن سے یہ امر مسلم ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ علی مرتضےٰ کو اعلی درجہ کا عالم اور اہل الرائے تسلیم کرتے تھے۔

علی مرتضےٰ کے خطبات اور اُن کے مکتوبوں اور کلاموں سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور تمام امور دین مین اعلی درجہ کا علم اور قابلیت رکھتے تھے خلفاء ثلاثہ کو اُس وقت خلافت ملی تھی کہ جسوقت پیغمبرؐ اور علی مرتضےٰ کا کیا ہوا انتظام موجود تھا علی مرتضےٰ کو خلیفہ اسوقت قبول کیا گیا ہے کہ بوجہ بلوہ کے خلافت پر اور قتل حضرت عثمان کے انتظام خلافت درہم برہم ہوگیا تھا اندرون ملک کیلئے تدبیر جنگ اور انتظام ملک کا خلفاء ثلاثہ کے لئے دقت ہی نہین ہوا تھا اگر انکے عہد مین ایسا برہمی خلافت کا معاملہ پیش آتا اور وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اپنی رائے سے کرتے تو اُنکی ستائش موازنہ کی حیثیت سے قابل نظر کے ہوتی۔ قوت مجتمعہ متفقہ ہی جسمین علی مرتضےٰ نے خلل نہین ڈالا تھا۔ شام اور حصہ ایران کے فتح کرنیکا معاملہ جو بیرون سلطنت تھا اور جسکے متعلق علی مرتضےٰ کی رائے لیگئی تھی معاملہ فتنہ وفساد اور بغاوت اندرون سلطنت کی تدابیر جنگ اور انتظام ملک سے موازنہ نہین ہوسکتا۔

اندرون سلطنت جو فتنہ وفساد اور بغاوت پھیلی اُسکے فرو کرنے مین علی مرتضےٰ نے جو تدابیر جنگ کین اور اونکو فتحمندیان حاصل ہوئین کہ جنمین انتظام ملک خلافت شامل تھا اُس مین علی مرتضےٰ کو کامیابی حاصل ہوئی اور جسقدر کہ فتنہ وفساد اور بغاوت باقی رہگئی تھی اگر علی مرتضےٰ قتل نہ ہوجاتے تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ بھی فرو ہوجاتی۔ علی مرتضےٰ نے اندرون خلافت کے جو فتنہ وفساد اور بغاوت کے رفع کرنے کے لیئے تدابیر جنگ

اور انتظام ملک کے لیے لیکن جس مین کامیابی ہوئی علیؑ مرتضےٰ کی غلطی یا غلط فہمی کھنا یا یہ کھنا کہ انھین تدابیر جنگ یا انتظام ملک کی قابلیت نہین تھی۔ کسی طرح روا اور صحیح نہین ہوسکتا۔ (دیکھو اسی بحث کے متعلق رسالہ روشنی جلد ۵ صفحہ ۵۹)

اور نہ اُس حیثیت سی جس حیثیت سی کہا گیا ہے یہ کھنا مصنف مخاطب کا صحیح ہوسکتا ہے وہ کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن انھین مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُنی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی۔ علی مرتضےٰؑ خلافت اوّل سے لے کر خلافت سوم تک برابر خواہش خلافت کی اور اپنے حق کا اظہار اور دعوی اور خلفاء ثلاثہ کے نصب پر اعتراض کرتے رہے۔ اور ان تینون عہد خلافت مین جب اُن سے رائے لی گئی۔ یا جب اونکو موقع ملا اسلوبی خلافت کے لیے اور اوسکی بہبودی اور ترقی کے لیے رائے برابر دیتے رہے اگر اُن مین اعلی درجہ کی قابلیت انتظام ملک اور تدبیر جنگ کی نہین تھی تو اُن کی رائین کیون لے جاتی تھین اور اُونکی راؤن کو کیون پسند کیا جاتا تھا۔

البتہ مرتبۂ چہارم میں اُس زمانہ مین علی مرتضےٰؑ بیدل ہو گئے تھے اور حالت خلافت کی برہم درہم ہو گئی تھی اور یہ برہمی درہمی صرف اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ خلاف اصول سلطنت اور مخالف ایما خدا اور رسولؐ کے علی مرتضیٰؑ اعلی اور فضل قابلیت رکھنے والے خلافت کو سلطان اور خلیفہ قبول نہ کرکے اُنکے غیرون کو خلیفہ اور بادشاہ بنایا تھا۔ اگر علی مرتضےٰؑ کو بعد وفات رسولؐ خلیفہ قبول کیا جاتا تو نوبت بیدلی علی مرتضےٰؑ اور برہمی درہمی خلافت کی نہ پہونچتی۔

بیشک وقت قتل حضرت عثمانؓ کے جب حالت خلافت کی نہایت خراب ہو گئی اور مدینہ کے تمام موجودہ اہل الرائے نے یہ دیکھا کہ سوائے علی مرتضےٰؑ کے کوئی حالت خلافت کو درست نہ کر سکیگا کہ اُسوقت ”خلافت زبردستی اُنکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے“ لیکن بیعت کرنے والونکی حضوری ہی نے اون پر حجت تمام کر دی اور اونکو قبول خلافت پر مجبور کیا۔

مگر پھر جیسے کہ ابتدا مین خلافت کے لیئے اونکو قبول نہین کیا گیا باوصف اسکے کہ اونکے مستحق خلافت اور قابلیت کار خلافت سے کوئی انکار نہین کرتا تھا اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا مین اونکی رائے وہدایت اور اُنسے مدد لی جاتی تھی۔

(جس سے ظاہر ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ اونکو اعلیٰ اور افضل کار خلافت کیلیئے جانتے تھے) ویسے ہی پھر بعض لوگون نے مثل حضرت طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہؓ کے اون کی خلافت سے انحراف کیا اور بعض لوگون نے مثل حضرت معاویہؑ کے اونکو خلافت کے لیئے قبول نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کسی وقت مین خواہ وقت تقرر خلفاء ثلاثہ کے خواہ بعد قبول کیے جانے کے خلافت کے لیئے درجہ چہارم مین علی مرتضےٰؑ کو اس خیال سے کہ ”کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دی جاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسایا جاوے“ کار خلافت سے علٰحدہ نہین رکھا اور علیحدہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی تو عہد خلفاء ثلاثہ مین کیون اونکو انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا کے لیئے رائے اور ہدایت اور مدد حاصل کرنے کے واسطے تکلیف دی جاتی تھی۔ اور کیون مرتبہ چہارم مین اونکو خلیفہ قبول کیا گیا اور اون کی پوری فرصت اور آزادی کیفیات باطنی اور

مشاہدہ انوار قدس کو کیون روکا گیا اور انکی تربیت میں خلل کیون ڈالا گیا اور کیون انتظامی معاملات مین پھنسایا گیا؟ اس سے ظاہر ہے۔ اور شان تمام واقعات تاریخی دیکھا رہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے جاہ طلبی سے خلافت کو حاصل کیا اور بعد قبول خلافت کے مرتبہ چہارم مین علی مرتضیٰؑ سے انحراف کیا گیا۔ اونکی وجہ خواہشات نفسانی تھین نہ کچھ اور غیر صائب ہونا اس رائے کا کہ بعد وفات رسولؐ علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ قبول نہ رکھا گیا اور مرتبہ چہارم مین اونکی خلافت سے انحراف کیا گیا ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ ایسی رائے نے اشاعت مذہب اسلام کو تمام روئے زمین پر مسلمانون کی قوم کو ضرر اور نقصان پہونچایا اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ خلافت ثلاثہ کی عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کرنا سخت غلطی ہے اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ علی مرتضیٰؑ نے کبھی اپنی رائے نہین بدلی نہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر گئے۔ اور نہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کبھی مجبور ہوئے بلکہ تغیر جیسا حالت قوم کا ظہور مین آتا گیا اوسی کے موافق وہ اپنی رائے صحیح قائم کرتے گئے۔ اگر وہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر جاتے اور قاتلان عثمان کے ہاتھ مین مجبور ہوتے تو انھین مفسدون اور انھین قاتلون کے مونھ پر مجمع عام مین اون کی بار بار تغیر حالت پر اور اپنی نافرمانی کرنے پر اور اپنی اطاعت سے باہر ہو جانے پر ہر گز نہایت سختی اور شدت سے اونکی مذمت اور ملامت اور افسوس ظاہر نہ فرماتے۔ ہر حالت موجودہ پر اور ہر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے علی مرتضیٰ صحیح رائے قائم کرتے تھے اور حکم دیتے تھے۔ حالت ما بعد پر رائے اور حکم دینے سے یہ اعتراض کرنا۔ یا نتیجہ نکالنا کہ حالت اوّل کی وقت غلط فہمی ہوئی خود مصنف مخاطب کی غلط فہمی ہے۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین وہ اصول کافی کی باب کراہتہ التوقیت مین مذکور ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے تو امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسکی خبر کردی اور تمنے اس راز کو مشہور کردیا - اس لیے اللہ نے اُس وقت کو ٹال دیا اور آئندہ اوس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا"

اس روایت سے یون استدلال کرتے ہین کہ امام باقرؑ وغیرہ ائمہ نے نااہلون سے اس راز کو ظاہر کیا تھا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے راز کھنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دھوکا کھایا اور اہل و نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلطفہمی تھی"

یہ روایت وہی ہے جسکو مصنف مخاطب نے اپنے رسالہ جلد اوّل کی نمبرے پر نقل کرکے دوسری نوعیت سے اعتراض کیا تھا - اور جسکی حقیقت ہمنے اپنے رسالہ حصہ اوّل اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۴۶ پر دکھائی ہے اور پھر اسی روایت اور اسی کی ہم قسم دوسری روایتون پر ہمارے رسالہ جلد ۳ نمبر ۴ مین صفحہ ۴۷ سے بحث ہوئی ہے -

مصنف مخاطب نے جو اس روایت مین یہ ظاہر کیا ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدیؑ کے لیے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے یہ بیان اون کا غلط ہے - روایت مین مطلق ذکر خروج مہدیؑ کا نہین ہے - بلکہ روایت مین یہ ہے "بیشک اللہ تبارک وتعالے کے (نزدیک) تھا وقت اس امر کا ستر مین پس جبکہ قتل کیے گئے حسینؑ علیہ السلام سخت غضب اللہ کا ہوا اہل زمین پر پس تاخیر ہوئی سنہ ۱۴۰ تک پس بیان کیا ہمنے تم سے اور ضائع کیا تمنے بات کو اور کھول دیا تم نے پردہ بھید کا اور نہ گردانا اللہ نے اُسکے لیے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے

ے یہ ترجمہ روایت کا جو کلام امام ہین، یمحو اللہ ما یشاء و عندہ ام الکتاب ۱۲

اور اُسکے پاس اُم الکتاب ہے" کہا ابوحمزہ نے کہا کہ مین نے اس حدیث کا ذکر کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُنھون نے فرمایا تحقیق ایسا ہی تھا"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ خروج مہدی علیہ السلام کا تعین کچھ ذکر نہین ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس امر سے متعلق ہے کہ خلافت خاندان رسالت مین کسی کسی وقت آنے کو تھی اور نہ آئی۔ امام علیہ السّلام نے جو جو وقت بیان فرمائے ہین اُس اُس زمانے مین ایسے ایسے سامان اور اسباب مہیّا ہو گئے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی اسی اعتبار سے امام علیہ السّلام نے فرمایا ہو کہ وہ اوقات خدا کے نزدیک ایسی تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی۔ مگر دوسرے وجوہ اور اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ آئی خلافت کا خاندان رسالت مین آنا نہ آنا تقدیر الٰہی ہے اور اسی نظر سے امام علیہ السّلام نے آیت الٰہی کا ذکر کیا کہ محو کرتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہو اور ثابت کرتا ہے ہو اور نزدیک اوسکے اُم الکتاب ہی" مگر باعتبار فطرت انسانی کے کہ جو خدا کی قدرت سے وضع ہوئی ہے انسان اپنے اعمال اور افعال کا مختار رکھا گیا ہے اور قوم اپنی حالت کو متغیر کرتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہو کہ "خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا بلکہ قوم اپنے آپ کو اپنے نفسون سے متغیر کرتی ہے" اور یہ ہی مُراد ہے کہ "محو کرتا ہو اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہو اور پاس اُسکے اُم الکتاب ہی" یعنے جب قوم اپنے آپ کو خود متغیر کرتی ہو تو اُس کا علم خدا کے عندیہ مین ہوتا ہی۔

جسوقت کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے اوس زمانے

مین بیشک ایسی حالت تھی کہ خاندان رسالت مین خلافت آجائے اوس وقت سے اسوقت تک کسی مسلمان کے ذہن مین یہ آسکتا ہے کہ قوم مسلمانوں کی بمقابلہ یزید کے حضرت امام حسین کو خلیفہ قبول نکرے ۔ یا قبول کرکے منحرف ہوجائے اور یزید کی طرف سے حسین علیہ السلام کو قتل کرڈالے اسی تغیر حالت قوم نے خلافت خاندان رسالت مین نہ آنے دی اور جسوقت کہ قوم مسلمانون نے کوفہ مین حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت حضرت امام حسین علیہ السلام کی کیتی کی اوسوقت کسی کے ذہن مین یہ آسکتا تھا کہ وہی قوم منحرف ہوکر حضرت مسلم اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرڈالیگی ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ بہ اعتبار حالت قوم کے تھا جو اسوقت حالت قوم کی تھی اگر قوم اپنی حالت کو متغیر نہ کرتی تو کچھ شبہہ نہین ہی کہ سنہ تک خلافت خاندان رسالت مین آکر محکم ہوجاتی جسکا اشارہ اس حدیث امام علیہ السلام مین ہی ۔ لیکن قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کا سنہ ہجری مین واقع ہوگیا ۔ سنہ مین زمانہ منصور دوانیقی کا تھا اور محمد اور ابراہیم اولاد حسن علیہ السلام کا خروج مشہور ہے اوسکے عہد مین امام اہلبیت اور شیعون کو امید اس بات کی تھی کہ خلافت خاندان رسالت مین آجائے جسکے سامان اور اسباب مہیا ہوچکے تھے ۔ مگر راز کے فاش ہوجانے سے خلیفہ عہد نے اُسکے خلاف انتظام کرلیا اور خلافت خاندان رسالت بنی فاطمہ مین نہ آسکی اور امام زمانہ خلافت پر مسلط نہ ہوسکے جس وقت امام زمانہ نے شیعون پر اپنا راز ظاہر کیا تھا اُسوقت اُنکی حالت بیشک ایسی ہی تھی کہ امام اہلبیت راز کو اون سے مخفی نہ رکھتے اور اُسوقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اون لوگون سے راز ظاہر کیا جاسکے اور اُس وقت

وہ لوگ قطعی رازداری کے قابل سمجھے جاتے تھے اسوقت امام اہلبیت سے کوئی غلط فہمی نہین ہوئی البتہ اون شیعون رازدارون سے غلطی ہوئی کہ انھون نے اوس راز کا افشا نا وقت کر دیا۔ حالت مابعد سے حالت ما قبل کی نسبت یہ کھنا کہ حالت اوّل پر غلط فہمی ہوئی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اسباب کو سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ کہ کل کیا واقعہ پیش آویگا اور کل کسکی حالت متغیر ہو جائیگی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین کہ امام باقر علیہ السلام کو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیب نعمت غیر مترقبہ مل گیا تھا جسکے کھانے والے کے لیئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنّت واجب ہو جاتی تھی اسکو جناب امام نے ایک اپنے غلام کی پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اِس امانت کو رکھ مین تناول کرونگا مگر وہ غلام نافرمان اور خائن اُس مال طیب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا پس امام نے جو اُسکو امین سمجھا تھا یہ اُنکی غلط فہمی تھی۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیلئے کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب المکان للحدث سے ایک روایت نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین "

" داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑا جو گوہ مین پڑا تھا تو اُٹھا لیا اُسکو اور دہویا اور ایک غلام کے حوالہ کر دیا جو اونکے ساتھ تھا اور فرمایا کہ یہ ٹکڑا تیرے پاس رہے جب مین نکلونگا تو اسکو کھاؤنگا پھر جب امام پاخانے سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ ابن رسول اللہ مین اُسکو کھا گیا۔ امام نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدہ مین مگر واجب ہو جائیگی

اُسکے پینے جنت پس چلا جاتا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسی شخص سے خدمت لون جو جنت والا ہو"

مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب آئمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو اب فرمایئے کہ رسول نے اور آئمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلال اور قنبر وغیرہ اُنکی کیا حالت ہوگی"

مصنف مخاطب یہ حجت بھی کرتے ہین کہ "جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے"

پھر شیعون پر یہ تعجب کرتے ہین "کہ شیعانِ امام سُنیت امام کو چھوڑ کر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذائے لطیف اور لقمۂ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خُرما وہم ثواب ہے لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مُفت ملتی ہے"

یہ روایت متعلق مسئلۂ طہارت کے ہے کہ جو ایک جز شریعت محمدی کا ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ماکولات مین سے قاذورات لگجائین۔ تو وہ چیز پانی سے طاہر ہوسکتی ہے اور اُسکے کھانے سے نفرت کرنا نہین چاہیے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسے ماکولات کے کہانے سے کہ جو طاہر کرلی گئی ہو منکر یا متنفر ہوگا حقیقت مین وہ ایک مسئلۂ طہارت شریعہ کا منکر اور اُس سے نفرت رکھنے والا ہوگا۔

جو کوئی کہ کسی مسئلۂ طہارت شریعہ سے منکر یا متنفر ہوگا اوس کے جہنمی ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہوسکتا۔ اور جو کوئی کہ مسئلۂ طہارت پر

رغبت اور عمل کرنے والا ہوگا لازم ہی کہ وہ جنتی ہو۔
امامؑ کا دراصل کام یہ ہی کہ وہ ہر ایک مسئلہ شریعت کو اپنے عمل سے دکھائے تاکہ لوگون کو اس مسئلہ کی صحت پر شبہہ نرہے اسی نظر سے امام علیہ السلام نے اُس روٹی کے ٹکڑے کو قاذورات سی نکال کر اور طاہر کرکے حوالہ غلام کے کیا اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خود امام علیہ السلام اوسکا استعمال کرین گے تاکہ عمل امامؑ سے اس مسئلہ شریعت پر کسیکو شبہہ نرہے اور کسی کو اس مسئلہ طہارت سی انکار یا اوس سی نفرت پیدا نہو غلام کو امام علیہ السلام کے اس ارشاد سی یقین ہوگیا کہ امام علیہ السلام اپنے عمل سے اس مسئلہ طہارت کو دکھائینگے اور اُس ٹکڑہ طاہر شدہ کے استعمال سی نفرت کرنی نہین چاہیے جس سی انکار ایک مسئلہ طہارت شریعت کا لازم آتا ہی اور ایسی حالت مین اس مسئلہ طہارت پر عمل کرنیسے جنتی ہونا لازمی ہے اور اُسکے انکار یا نفرت پیدا ہونیسے جہنمی ہونا لازم آتا ہی اس سے غلام نے اُس ٹکڑیکو کھالیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سی دکھانا چاہتے تھے اوسپر اوسنے عمل کرلیا اور اُس مسئلہ کے انکار یا اوس سی نفرت پیدا نہونیکے باعث وہ جنتی ہوگیا اور امام علیہ السلام نے اسی بناء پر اوس غلام کا جنتی ہونا ظاہر فرمایا۔ اور غرضیکہ یہی عمل غلام کا جس سی صحت مسئلہ طہارت شرعی کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک عمل عظیم تھا اور وہ اوس غلام کے جنتی ہونے کی لیئے بس ہے۔

امام علیہ السلام مسئلہ غلامی اور آزادی کے متعلق منشاء پیغمبر صلعم کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جہانتک ہوسکے انسان قید غلامی سی آزاد کیا جائی اور غلامون کے

ساتھ وہ ہی برتاؤ کیا جائے جو آزادوں کے ساتھ کیا جاتا ہی اسی ۔ جہ سی امام علیہ السّلام آزادی کو نہایت پسند فرماتے تھے اور اپنے عمل سی اپنی پسندیدگی دکھاتے تھے جیسا کہ امام علیہ السّلام نے اوس غلام کو جسنے ہدایت امامؑ کی بموجب ایک مسئلہ طہارت شریعت کو اپنے عمل سے ثابت کردیا فوراً اور بلا توقف آزاد فرمایا ۔

پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت نی بلالؓ اور قنبرؓ اور مثل اونکے دوسرن سی غلامی اور آزادی دونوں حالتون مین خدمت لی ہے ۔ فرق یہ تھا کہ خدمت حالت غلامی کی معاوضہ مین ہوتی تھی اور آزادی کیحالت مین وہ خدمت اُن آزادون کی اپنے اختیار اور خوشی سے ہوتی تھی صرف بہ لحاظ اعتقاد کی جو مذہب اسلام قبول کرنیکے سبب سی وہ نسبت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے رکھتی تھی ۔ اور جسکے سبب سی اونکو عزت اور فخر اور اجر عظیم حاصل ہوتا تھا اون آزاد شدون کی وہ خدمت اُسی حیثیت سی ہوتی تھی کہ جو ایسے لوگ بلا معاوضہ کرتے تھے جو کبھی غلام نہ ہوئے ہون اور حُر ہون ۔ اور غلامون کو بعد مسلمان ہو جانیکے پیغمبرؐ اور آئمہ خاص خاص موقعو نپر آزاد کر دیتے تھے ۔ جب اونکی حالت قابل آزادی کے پاتے تھے جس سی اخلاق پیغمبرؐ اور آئمہ کا قابل تسلیم ہو جاتا تھا ۔

امام علیہ السلام نے اوس غلام کو آزاد کرکے جو فرمایا ہی کہ مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سی خدمت لون جو اہل جنت سی ہو اوس سے صرف مقصود یہ ہی کہ اہل جنت کو حالت غلامی مین رکھنا اور حالت غلامی مین اوس سی خدمت لینا ناپسندیدہ ہی اور یہ ایک خاص موقع غلام آزاد کردینیکا اور امامؑ کی حُسنِ اخلاق کی ثابت ہونیکا تھا ۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد وہ خارشہ مصنف مخاطب کا کہ آئمہ اہل جنت سی خدمت نہین لیتے تھے اور رسُول اور آئمہ نے خدمت لی ہی کسی طرح باقی نہین رہ سکتا۔

مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ غلام نے امانت مین خیانت اور نافرمانی امام علیہ السلام کی کی بالکل غلط ہی وہ ٹکڑا روٹی کا اُفتادہ اور مال لقطہ سی تھا ملکیت امام علیہ السلام کا نہین تھا اور غلام اس اُمر کو جانتا تھا کہ وہ مال لقطہ ہی اور ملکیت امام نہین ہی اور امام علیہ السلام نے اوس ٹکڑے روٹی کو امانتاً اوسکی سپرد نہین کیا تھا اور نہ روایت مین کوئی لفظ ایسا ہی جس سی امانتاً اوسکے سپرد کرنا ظاہر ہو بلکہ روایت سے صاف ظاہر ہی کہ مال لقطہ امام علیہ السلام سنے حوالہ غلام کے کیا تھا اور یہ ظاہر فرمایا تھا کہ امام مسلئہ طہارت خود اپنے عمل سی دکھا دین گے اور غلام کو منع نہین کیا تھا کہ تو اُسکو نہ کھانا۔ غلام سنے امام کی اِسبات پر یقین کرکے کہ امام علیہ السلام ایک مسلئہ طہارت کی صحت کو ہم لوگون کی ہدایت کیلئے اپنے عمل سی دکھانا چاہتے ہین خود اُسی نی جو اُس ٹکڑے روٹی کو کھا لیا اور مسلئہ طہارت پر موافق منشا امام علیہ السلام کے عمل کیا تو ایسی حالتمین نہ اوس مال پر کہ لقطہ تھا اطلاق امانت کا ہوسکتا ہی اور نہ غلام خائن اور نافرمان قرار پاسکتا ہی۔ بلکہ وہ اعلی درجہ کا مطیع اور فرمان بردار قرار پاتا ہی۔ کہ جسنے امام علیہ السلام کو واجب الاطاعت مان کر مسلئہ طہارت پر اُسی طرح سی عمل کیا کہ جسطرح مسلئہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنی عمل سے دکھانا چاہتے تھے۔

یہ عبارت اس روایت سی ہرگز نہین پیدا ہوتی ہے کہ شارع معصوم

کی نافرمانیسے بھی جنت ملتی ہی۔ بلکہ اس روایت سی صریح ظاہر ہی کہ شارع
معصوم کی فرمابرداری اور اطاعت سے جنت ملتی ہی۔ اور قصۂ قرطاس
کا الزام حضرت عمرؓ پر سے رفع نہین ہو سکتا جسکے رفع کرنیکا مصنف مخاطب
اس موقع پر قصد کرتے ہین۔ پیغمبرؐ نے جسوقت یہ فرمایا تھا کہ دے سلے آؤ
میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ مین لکھہ دون تمکو ایسی کتاب کہ میرے بعد
گمراہ نہ ہوئے اُسوقت اگر حضرت عمر دوات قلم لاکر خود وہ کتاب لکھدیتے
کہ جو پیغمبرؐ کا منشا رتھا تو یہ الزام حضرت عمرؓ پر عاید نہین ہوسکتا تھا کہ
پیغمبرؐ نے تو فرمایا تھا کہ مین وہ کتاب لکھ دون اور حضرت عمرؓ نے موافق منشا
پیغمبرؐ کے وہ کتاب لکھ دی۔ بلکہ یہ فعل اونکا ایک اعلی درجہ کا فضل
اطاعت اور فرمابرداری کا سمجھا جاتا اور اُسوقت حضرت عمر مثل اُس
غلام امام محمد باقر علیہ السلام کے سمجھے جاتے کہ جیسے مسلۂ طہارت کو امامؑ
علیہ السلام نے اپنے عمل سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اُس مسلۂ کی
صحت کو اُس غلام نے اپنے عمل سے موافق منشار امام کے ثابت کردیا۔
ویسی ہی حضرت عمرؓ اوس اَمر ہدایت کو جسکے لکھنے کے لیے پیغمبرؐ نے
اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا خود لکھدیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بجائے اسکے
کہ جو عمل پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہ ہی عمل خود کرتے یہ کیا کہ حجت کر کے پیغمبرؐ
کو اوس عمل سی باز رکھا۔ ایسی حالت مین وہ الزام نافرمانی کے عاید
ہونے سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ غلام کی حالت جسکا ذکر
اس روایت مین ہے مثل حالت حضرت عمرؓ کے اُسوقت ہوتی کہ جب
امام علیہ السلام نے پائخانہ سے باہر تشریف لاکر غلام سے پوچھا کہ وہ لُقمہ
کہان ہی اور غلام اُسکے جواب مین کہتا کہ وہ لقمہ موجود ہے مگر مین یہ لُقمہ

آپ کو ہرگز کھانے نہین دون گا۔ اِس صورت مین اِس روایت سے نہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے نہ قصۂ قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر ہے وہ ٹل سکتا ہے شیعان ائمہ نے سنت امام کو کبھی نہین چھوڑا وہ تلاش معاش جائز اور غذائی لطیف و لقمۂ طیب مین ہمیشہ رہے اور رہتے ہین۔ اُنھون نے کبھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام اور نجس کو طاہر اور طاہر کو نجس خلاف شریعت نہ سمجھا نہ قرار دیا جن لوگون نے کہ خلافت خاندان رسول پر ناحق قبضہ کیا اور خلاف حق متصرف ہوئے اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دیا اور اُس دولت سے کہ جو اُنکے لیے غیر طیب اور غیر طاہر بلکہ نجس اور متنجس تھی ظاہرہ غذائے لطیفہ مثل شراب وکباب کی تناول فرماتے رہے وہ غذا بموجب مسئلہ شریعت کی درحقیقت باطن مین قاذورات کے برابر ہے۔ ایسے لوگ جنکو ایسی غذائے لطیف اور لقمۂ طیب بہم پہونچتے رہے ہین اور جس کے کھانے کے وہ عادی ہوگئے ہین اونکو کچھ ضرورت ایسی غذا کی تلاش کی بلا شک نہین رہی ہے کہ جس کی ہدایت مصنف مخاطب شیعونکو کرتی ہین۔

اہل سنت کو اپنے یہان کے مسائل طہارت اور نجاست پر نظر کرنی چاہیے (دیکھو دُرمختار اور ردمحتار) نجس چیز خواہ برتن ہو خواہ کھانے کی شے مستعمل پانی سے اور سرکہ اور گلاب ورد دودھ سے اور جس حیوان کا گوشت کھاتے ہون اوسکی پیشاب سے (جو اونکے نزدیک خود نجس ہے) پاک ہو جاتی ہے یہانتک کہ لعاب دہن سے۔ جس چیز مین مسام نہ ہون جیسے ناخن اور آئینہ اور شیشی اور چکنا برتن اور غیر منقوش چاندی کی ٹکر سے پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہی اُس نجاست کا جرم ہو یا نہ ہو وہ نجاست تر ہو یا خشک ہو اِس مسئلہ کے

قائلین کو چاہیے - کہ چینی کی رکابی یا پیالہ جو بول و براز سے نجس ہو جائے - اسکو پونچھ کر بے تکلف اوس مین کھانا کھالین ۔ نجس گھی زیادہ جوش اور نجس گوشت جوش سے پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے گھی اور گوشت سے اغذیہ لطیف طیار کر کے تناول فرمانا چاہیے۔ اور کھانیکی دیگ مین شراب ڈال دی جائے - پھر سرکہ ڈال دیا جائے - اور وہ ترش ہو جائے اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہین ہے۔ ایسے مزیدار کھانے کو ہرگز ترک کرنا نہین چاہیے۔ خشک منی بھی جہان کھین لگی ہو اوسکا میل رگڑنے اور چھیلنے سے پاک ہو جاتا ہے - اور ناپاک روئی دُھنتے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ایسے لباس جنسے منی رگڑ ڈالی ہو - اور ناپاک روئی دُھنی ہوئی سے لباس تیار کرا کے زیب تن فرمانا چاہیے - تاکہ جیسی غذائی لذیذ ہو ویسا ہی نفیس لباس ہو -

بدن کے صاف کرنے کے لیئے بھی عمدہ صابون تجویز کیا گیا ہے۔ نجس روغن اوسکا صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتے ہین۔ حقیقت مین جو لوگ ایسے صابون سے بدن کو صاف کرین اور ایسے لباس پہنین اور ویسی غذائین کھائین اون کو اور کسی مطہرات کے تلاش کی ضرورت نہین ہو سکتی -

جس روایت پر امام اہلبیت کی اعتراض کیا جاتا ہے اُس مین یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ وہ ٹکڑا روٹی کا جو قاذورات مین پڑا ہوا تھا دھونے سے پاک نہین ہو سکتا تھا - جس پر یہ الزام لگ سکتا کہ امام علیہ السلام نے نجس کو طاہر اور حرام کو حلال قرار دیا جیسا کہ ہم نے مختصر حالت آئمہ اہل سنت کے دکھائی -

مصنف مخاطب نے ابتک جو مثالین غلط فہمی انبیا اور آئمہ کی

دکھائی تھیں اور عائشہ صدیقہ کو جھٹلایا تھا انسے منقول روایت غضبناکی و ناخوشی جناب سیدہؑ کی بابت اسکی حقیقت ہم دکھا چکے اور اس جلد ششم کو ختم کرتے ہیں۔ آئندہ جو مثالیں مصنف مخاطب نے غلط فہمی ملائکہ کی دکھائی ہیں ان کی حقیقت انشاء اللہ جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ء میں دکھائی جائے گی۔

راقم میں ہوں وہی خاص شیعہ

مختصر فہرست مضامین جلد ہذا

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۷۸	جناب سید محمد عسکری صاحب ضلعدار	ے ر
۷۹	جناب سید محمد نصیر صاحب ضیا	ے ر
۸۰	جناب قاضی سید نور الدین علیخانصاحب بہادر باقیا	عہ ر
۸۱	جناب مرزا محمد عباس علیخانصاحب بہادر	عہ ر
۸۲	جناب قاضی بندہ حسین خانصاحب سب رجسٹرار	ے ر
۸۳	جناب ماسٹر سید کاظم علیصاحب	ے ر
۸۴	جناب مولوی سید آل احمد صاحب وکیل	ے ر
۸۵	جناب بابو سید محمد تقی صاحب بابت بقایا	عـار
۸۶	جناب سید غلام امام صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ بقایا۔	عہ ۸ ر
۸۷	جناب سید احمد حسین صاحب سررشتہ دار محکمہ سروے	ے ر
۸۸	جناب حکیم سید میر نصاحب منجملہ بقایا	عـار

جن چند بزرگواردن کے ذمہ ابھی سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا چندہ باقی ہے وہ بھی براہ کرم اگر جلد ششم سنہ ۹۹ء کے ساتھ ہی بھیجدیں تو بڑی عنایت ہو۔ ہمیں تو بار بار تقاضا کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے۔

العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر روشنی

دفتر روشنی سے ذیل کی کتابیں نقد قیمت آنے یا بذریعہ ویلیو پارسل بھی جا سکتی ہیں۔ اِنشاء

علی مرتضی کا اسلام و ایمان کی ثبوت ہیں۔ قیمت عـه

ستیر المفاروق کا ریویو موسوم بہ النظر عـه ر

رسالہ روشنی

دو جزو ماہوار شایع ہوتا۔

سالانہ چندہ تے رہے۔

مجلدات سنین ماضیہ کی قیمت

علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل

جلد اول معہ حصص ضمیمہ۔

جلد ثانی بابت سنہ ۹۵ء۔

جلد ثالث بابت سنہ ۹۶ء

جلد رابع بابت سنہ ۹۷ء عـار

جلد خامس بابت سنہ ۹۸ء عـار

جلد سادس بابت سنہ ۹۹ء } ے
یعنی جلد ہذا }

ترسیل زر اور ہر قسم کی خط و کتابت بنام اڈیٹر دفتر رسالہ روشنی لکھنؤ کے پتے سے ہونی چاہیئے۔ اپنا پتہ نشان معہ نام ڈاکخانہ صاف لکھنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ تبدل مقام سے بھی اطلاع دینی چاہیئے۔

المشتہر مرزا قزلباش اڈیٹر روشنی
چاہ گنگر لکھنؤ۔

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی بابت رسالہ نصیحۃ الشیعہ

مصنفہ [illegible]

[illegible]

التماس

آج جو نمبر آپ کے پیش نظر ہین وہ ساتوین جلد رسالہ روشنی کی چوماہی اوّل ہے جس مین جلد
دوم نصیحۃ الشیعہ کے متعلق بحث ختم ہوئی ہے اور اس وجہ سے ان نمبرون کو نصف اوّل جلد
ہفتم سے موسوم کیا گیا ہے تاکہ اس امر کے سمجھنے مین آسانی ہو کہ یہ حصہ بمقابلہ جلد ثانی
نصیحۃ الشیعہ کے ہے۔ باقی سال تمام کے نمبر نصف ثانی جلد [illegible] آخری جلد
ثالث نصیحۃ الشیعہ کے جواب [illegible]
بیشتر [illegible] الفاروق مولوی
[illegible] (۲) دوم رسالہ ولادت
[illegible] بیگ خان صاحب قزلباش [illegible]
[illegible] دلائل سے حضرت مسیح ابن مریم [illegible]
[illegible] سوم رسالہ ریاض [illegible]
[illegible] اہلسنت
[illegible] اور ایک کالم مین
[illegible]



جلد سابع من مجلدات روشنی

بابت ۱۹۱۰ء

مصنف مخاطب بہ سلسلہ اونھین مثالون غلط فہمی کے جو وہ ائمہ اور انبیا کے واسطے تکذیب عائشہ صدیقہ کے دکھا رہے ہین اور جنکی حقیقت ہم جلد ماسبق مین دکھا چکے۔ ایک اور مثال غلط فہمی ملائکہ کی نہایت مذاق اور مضحکہ سے یون دکھاتے ہین کہ وہ شہادت حسینؑ سے پہلے ملائکہ نے اللہ سے اجازت حاصل کر لی تھی کہ حسینؑ کی مدد کرین ملائکہ یہ سمجھتے تھے کہ جب اللہ نے ہمکو مدد کی اجازت دی ہی تو ضرور ہمکو مدد کرنے کا موقع ملے گا چنانچہ ملائکہ نے سامان جنگ درست کرنے کے لیئے کسی قدر توقف کیا (شاید زنگ آلودہ ہتیار تیز کرتے ہونگے رسد کے اہتمام کے لیئے باربرداری کے جانور اور غلہ بہم پہونچاتے ہون گے آسمان سے زمین کربلا تک عبور فوج کے لیئے سڑکین بناتے ہونگے خبررسانی کے لیئے ٹیلیگراف قائم کیا ہو گا زخمیون کیلیئے اسپتال بنائے ہون گے) جب وہ ملائکہ زمین کربلا مین پہونچے تو امام حسینؑ شہید ہوچکے اوسوقت اللہ سے اون ملائکہ نے شکایت کی کہ اگر ہمارے پہونچنے سے پہلے امام حسینؑ کا خاتمہ کر دینا منظور تھا تو ہم کو اجازت کیون دی تھی۔

تو اون کو یہ حکم ملا کہ اب تم اونکی قبر پر بیٹھے رویا کرو جب وہ قبر سے نکلین تو اونکی مدد کیجیئو۔ پس ملائکہ نے جو یہ سمجھا تھا کہ اللہ نے ہمکو مدد کی اجازت دی ہے تو ضرور ہم کو مدد کرنے کا موقع ملے گا اور ہم جب تک سامان جنگ درست کرکے کربلا تک پہونچین گے اوسوقت تک جناب امام ضرور زندہ ہونگے یہ اونکی غلط فہمی تھی؛؛

مصنف مخاطب اصول کافی کے باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئا الا بعہد من اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین۔

"امام حسین علیہ السلام کو جو صحیفہ عطا ہوا تھا وہ اونھون نے پڑہا اونکے لیئے اوس مین تفسیر تھی آنے والی باتون کی مع خبر مرگ کے اور باقی رہ گئین تھین اوس صحیفہ مین بہت سی چیزین جو ابھی پوری نہین ہوئی تھین پھر نکلے امام حسین قتال کے لیئے۔ اور تھے وہ امور جو باقی رہ گئے تھے یہ کہ ملائکہ نے اللہ سے اجازت چاہی تھی امام حسین کے مدد کرنے کی تو اللہ نے اونکو اجازت دیدی پس ٹھیرے ملائکہ کہ تیار ہوتے تھے لڑائی کے لیئے اور سامان درست کرتے تھے جنگ کے لیئے اتنے مین قتل ہوگئے حسین۔ پھر ملائکہ اوترے اور ختم ہو چکی تھی عمر حسین کی اور قتل ہو چکے تھے حسین ع تو ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہمکو اجازت دی تھی اوترنے کی اور تو نے ہمکو اجازت دی تھی حسین کی مدد کرنے کی پس ہم اوترے اور تو نے اونکی روح قبض کرلی تو اللہ نے فرشتون کی طرف وحی بھیجی کہ حسین کی قبر پر ہر وقت موجود رہو اوسوقت تک کہ تم حسین کو دیکھو کہ قبر سے نکلین تو اونکی مدد کیجیئو اور اب روتے رہو حسین پر"

اسی روایت پر سنت جماعت یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ جس طرح ملائکہ
آنحضرت سے غلطی نہیں ہوئی اسی طرح حسین علیہ السلام سے بھی غلطی نہیں ہوئی - جلد اول
میں مفصل ذکر ہو چکا ہے کہ چار ہزار فرشتے جو انکی مدد کے لیے نازل ہوا تھا
انکی مدد آنحضرت نے قبول نہیں کی اسکی وجہ شاید یہی تھی کہ اپنے صحیفہ سے
انکو یہ خبر بھی مل چکی تھی کہ ملائکہ کا لشکر مدد کے لیے نازل ہوگا - پس وہ اسی خیال
پر اُس مدد کے منتظر رہے لیکن تا تریاق از عراق آوردہ شود کا حساب ہوگیا -
اب اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ نے معرکہ کربلا میں حسینؑ کی جان کیوں نہ
بچائی اور ظالموں کو دفع کیوں نہ کیا تو اُسکا معقول جواب یہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو
مدد کرنے کا حکم کیا تھا اب فرشتے نہ آئیں تو اللہ پر کیا الزام - پھر اگر فرشتوں
کو یہ الزام دیا جائے کہ تم نے دیر کیوں کی تو انکا جواب یہ ہے کہ بغیر درستی
سامان کے فرشتے آتے تو کیا کر سکتے تھے - درحقیقت حسینؑ کے معاملہ میں اس
وجہ سے تساہل ہو گیا کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہؑ نے بار بار انکی بشارت
رد کی تھی اور جناب سیدہؑ نے بہت سی رد و کد کے بعد رضامندی ظاہر کی
اور پھر ایسی ناراض ہوگئیں کہ انکا حمل اور تولد ناگوار تھا - پس جب حسینؑ مظلوم
کے معاملہ میں رسولؐ اور جناب سیدہؑ کی نگاہیں بھری ہوئی تھیں پھر انکے معاملہ میں
فرشتے تساہل نکرتے تو اور کیا کرتے "

کوئی فرقہ مسلمانوں کا وجود ملائکہ اور نزول ملائکہ سے انکار نہیں کر
سکتا - ملائکہ کا ذکر عام اور خاص طور پر قرآن میں موجود ہے - اور یہانتک
کہ لشکر کے لشکر ملائکہ کے جنگ بدر اور جنگ احد اور حنین میں پیغمبرؐ کی نصرت کیلیے
اور پیغمبرؐ کے دشمنوں کے قتل کیلیے ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہو کر
نازل ہوئے ہیں دیکھو آیات قرآنی صفحہ رسالہ روشنی جلد اول چوتھا

حصہ جنوری سنہ ۱۸۹۴ء روایات اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہی کہ اُن ملائکہ کے عمامہ سُرخ اور سُفید پوشاک تھی اور عماموں کے طرّے دو نوشانون کے بیچ مین لٹکے ہوئے تھے اور وہ ابلق گھوڑون پہ سوار تھے اور اُنکے گھوڑونکا یہ نشان تھا کہ صوف سُرخ گھوڑون کی پیشانی اور کانون پر باندہا تھا یا اپنا یہ نشان رکھا تھا کہ عمامہ سُفید تھے اور طرّہ دو نوشانون کے درمیان لٹکے ہوئے تھے ۔ مبارزان عرب کی عادت مستمر تھی کہ وہ بروز جنگ کوئی نشان اپنے گھوڑے پر یا اپنے لیے باندہتے تھے"

بہر حال اُن ملائکہ نے جو دشمنون پیغمبر کے قتل کیلیے اور پیغمبر کی کمک کے لیے آئے تھے اُنکی شکلین مثل انسانون کے تھین یا اُنھون نے ایسی صورتین مثل انسانونکے بنائی تھین ۔

مین بلحاظ مذاق مصنف مخاطب کے لکھ سکتا ہون کہ خدا نے پیغمبر کی مواطن کثیرہ پر جو لشکر ملائکہ سے مدد کی ہی وہ لشکر خود خدا نے بھیجا تھا ان ملائکہ نے خود درخواست نصرت پیغمبر کی نہین کی تھی اور خدا نے جس لشکر ملائکہ کو خود بھیجا تھا اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ لشکر ملائکہ کا خاص اردلی خدا کا باڈی گارڈ تھا اُسکے ہتیار نہ زنگ آلودہ تھے نہ ہتیارون کے تیز کرنے کی اونکو ضرورت تھی نہ رسد کے اہتمام کی حاجت تھی باربرداری کے بانو ادر غلہ ہر وقت موجود رہتا تھا آسمان سے مواقع جنگ تک سڑکین بنی ہوئی تھین خبر رسانی کے لیے تیلیگراف قائم تھے زخمیون کیلیے ہسپٹل بنے ہوئے تھے ۔ اُنکو صرف خدا کے حکم کی دیر تھی اور سامان جنگ سب اُنکے لیے طیار تھا ہمیشہ دلدل علم ایزدی کے گھوڑے سرپٹ اوڑاتے ہوئے میدان جنگ مین داخل ہوسکتے اور انھون نے کفار

کو قتل کرنا شروع کردیا۔

برخلاف اس کے جن ملائکہ کا ذکر روایت نصرت امام حسین علیہ السلام مین ہے انکی حالت ہی۔ ان ملائکہ نے خود اجازت مدد امام حسین علیہ السلام کی چاہی تھی اور اللہ نے اونکو اجازت دے دی تھی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ ملائکہ رسالہ باڈی گاڈ سے نہین تھے وہ عام لشکر ملائکہ سے تھے اور انکے لیے ویسا سامان جنگ مہیا نہین تھا جیسا کہ رسالہ باڈی گاڈ کیلئے تھا اونکو اگر لڑائی کے لیے طیار ہونے اور سامان جنگ درست کرنے کے لیے توقف ہوا تو کچھ محل استعجاب نہین ہی۔ پرانی سلطنتون مین پچھلے وقت کے بادشاہون کے عہد مین فوج کی ایسی ہی حالت ہوا کرتی تھی کہ سامان جنگ درست نہین ہوتا تھا اور جنگ کے لیے طیاری مین فوج کو بہت توقف ہوتا تھا اور خدا کی سلطنت اور پادشاہی سب سے زیادہ قدیم ہی۔

موافق مذاق مصنف مخاطب کے عام لشکر خداوندی کی اگر ایسی حالت ہو کر لڑائی کے لیے تیاری اور سامان جنگ کی درستی مین توقف ہو تو کچھ تعجب کرنا نہین چاہیئے۔ مدد حضرت امام حسین علیہ السلام کی درخواست کا طرف سے ملائکہ کے اور انکو اجازت کا ہو جانا طرف سے خدا کے جو اس روایت مین مذکور ہی۔ اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ مدد وقوع مین بھی آجاتی اس لیے کہ اسکا تعلق واقع سے ہوتا ہے اور کسی امر کا بندوبست یا لانے کے لیے تدبیر کی جاتی تو اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ امر ویسے ہی وقوع مین بھی آجائے۔

اس لیئے یہ اعتراض مصنف مخاطب کا وارد نہین ہوسکتا کہ ملائکہ سے غلط فہمی ہوئی تھی ملائکہ نے جو خواہش مدد امام حسین علیہ السلام کی کی تھی

اور خدا نے اُنھیں اجازت دی تھی اور وہ اُس وقت پہونچے کہ حسین علیہ السلام قتل ہو چکے تھے اور ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہمکو اجازت دی تھی اترنے کی اور حسینؑ کی مدد کرنے کی پس ہم اُترے اور تو نے اونکی روح قبض کر لی جیسا کہ روایت مین ہی یہ اُن فرشتون کا اظہار اپنی آرزو کا ہے کہ جو پوری نہین ہوئی تھی چنانچہ اُسکی تلافی کے لیے خدا نے اُن فرشتون کو یہ حکم کیا کہ قبر حسینؑ کی ملازمت کرو اور اون پر روتے رہو جیسا کہ روایت مین وارد ہے۔

مصنف مخاطب نے جو مذاقانہ اعتراض اس روایت پر کیا ہی اور ہمنے بھی اونھین کے مذاق کے موافق جواب دیا ہے یہ سب کچھ قابل افسوس کے ہی اور غیر مسلمانون کے دوسرے فرقون کے لیئے ملائکہ کی نسبت اُن امور کا جو قرآن اور روایات مذہب اسلام مین بیان ہوئے ہین قابل مضحکہ ہے۔

افسوس ہی کہ مصنف مخاطب نے وقت اس اعتراض مذاقانہ کے کچھ لحاظ نہ کیا کہ اس اعتراض سے عموماً قرآن اور مذہب اسلام کا مضحکہ دوسری قومون کی نگاہ مین ہوگا مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ پہلے تحقیق کرتے اور یہ دیکھتے کہ علما اور حکما شیعہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ کی کیا سمجھتے ہین اور کیا قرار دیتے ہین۔ پھر یہ دیکھتے کہ اُس روایت پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے یا نہین؟ اور ملائکہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کوئی غلط فہمی قرار پا سکتی ہی یا نہین؟

قرآن مین اور احادیث پیغمبرؐ اور ائمہ اہلبیتؑ مین جو ذکر ملائکہ کا ہوا ہے اوس مین ماہیت اور حقیقت اُنکی کچھ بیان نہین ہوئی اور ایسے امور کا بیان موافق محاورہ انسانون کے ایسے انداز سے کیا گیا ہے کہ جسکو انسان اپنی

سمجھ کے موافق جان سکین - فلسفانہ حیثیت سے اور علم حکمت کی رُو سے
یہ سمجھا جاتا ہی کہ خداوندِ عالم نے جو انتظام عالم کے لیے اپنی قدرت سے قوائے
اور قوام عالم مین قوتین پیدا کی ہین اور اسباب عالم سے جو نتائج پیدا ہوتے
ہین وہ ہی ملائکہ ہین - جن انسانون مین کہ ملکہ نکوئی کا ہوا اور جنکے سبب
سے نیک نتائج پیدا ہون وہ سب فرشتہ خصلت ملائکہ ہین اور ایسی
قوت ملکوتیہ سے بشر خالی نہین ہے گو ایسے بشر کم ہون اور جن مین ایسے
اعلیٰ درجہ کی صفت قدرتاً ہوگی وہ پیغمبرؐ یا امامؑ امر رسالت کو تعمیل کرنے اور
کرانے والا ہوگا -

تاریخانہ حیثیت سے ایسی روایتین وارد ہوئی ہین - کہ بہت مسلمان
دوست داران اہلبیت پیغمبرؐ ایسے موجود تھے - کہ وہ نہایت شوق سے نصرت
حسین علیہ السلام کے لیئے حاضر ہوتے - مگر انکو حسین علیہ السلام کی - اسحالت
کی - کہ جو مقام کربلا پر نوبت پھونچی خبر نہین ہوئی کہ تمام راہین چارہ کی
مسدود ہو گئی تھین - اور انکو بعد قتل حسینؑ کی خبر پھونچی -

اور قرب وجوار کے جو ایسے مسلمان دوست دار تھے - جیسے کہ
مسیّب بن محمد قعقاع یا سلیمان بن صرد خزاعی - اور مختار بن ابی عبیدہ
ثقفی - جن کو حسین علیہ السلام کی حالت کی خبر ملی اونکو بیشک یار و یاور
کے جمع کرنے اور سلاح کے بہم پھونچانے اور تدبیر کرتے مین اور اپنے مقامات
سے باوصف اسکے کہ وہ بطور ایلغار کے روانہ ہوئے یا بوجہ دیگر مقام کربلا
تک قبل شہید ہو جانے حسین علیہ السلام کے نہ پھونچ سکے - ایسے ہی دوستداران
حسین علیہ السلام سے کہ جو نصرت حسین علیہ السلام کی آرزو رکھتے تھے -
یہ ہی امر ظہور مین آیا کہ نکا رحلی الحسینؑ مین مصروف ہوئے اور [illegible]

طلب خون حسین علیہ السلام مین برابر خرچ کرتے رہے۔ ان تاریخانہ حیثیت کا بیان اس روایت مین کیا بطور استعارہ کے نہین سمجھا جا سکتا جس مین حُسن بیان کا جلوہ ہے۔

اِس روایت مین جو حضرت حسین علیہ السلام کے لیئے صحیفہ کا ذکر ہے۔ اُسکی حقیقت اور کیفیت اُس بحث عہد نامہ سے جو جلد اوّل رسالہ روشنی حصہ ہشتم مئی سنہ ۱۸۹۴ء صفحہ ۱ مین ہمنے لکھی ہے بخوبی واضح ہوسکتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کے لیئے ایک سرگذشت ہوتی ہے وہی سرگذشت اوس بشر کے لیے صحیفہ ہے جسکو نوشتہ تقدیر بولتے ہین (یعنے جو کچھ کسی بشر کے حق مین قوتون پیدا کردہ خدا سے اور نتایج اسباب سے اور اُس کے اپنے افعال سے ظہور مین آتا ہے اُس کا اندازہ) کہ اُس اندازہ کے خلاف کچھ نہین ہوسکتا اور اِس لیئے اُسکو صحیفہ اور نوشتہ تقدیر بولتے ہین اور ضرور ہے کہ اُس اندازہ مین۔ قضائی معلق اور قضائی مبرم ہو اور بلحاظ اُس اندازہ کے کہ اُسکے امور کا ظہور مین آنا قوتون خداوندی اور نتایج اسباب فعال بشر پر موقوف ہے قضائی معلق اور قضائی مبرم کا ہونا عقلاً ضروری ہے۔

نتایج اسباب سے اور حضوری دستاران سے حسین علیہ السلام کو اگر نصرت پھونچ جاتی ۔ اور حسین علیہ السلام امر خلافت پر متمکن ہو جاتے تو بیشک اونکی سوانح عمری کے متعلق بہت امور ظہور مین آتے۔ لیکن نتایج اسباب جو دخل قوتون خداوندی کے ہین قبل قتل حسین علیہ السلام کے مہیا نہ ہوسکے اور حسین علیہ السلام کے قتل کی نوبت پھونچ گئی۔ اِس سے بہت امور متعلق سوانح عمری حسین علیہ السلام کے باقی رہ گئے۔ لیکن

اون کے قتل ہو جانے نے جو قضای معلق کے متعلق تھا - صداقت امر حق اور اوس کی حقیت کو قائم اور برقرار کردکھایا اور بکا انکی مودت (جو بموجب آیۂ قرآنی کے ہر مسلمان پر واجب ہے) حقیت لازم کرتی ہے -

منشا اور مراد اس حدیث کا ایسا ظاہر ہونے کے بعد کوئی غلط فہمی ملائکہ کی پیدا نہیں ہوسکتی -

کچھ شبہہ نہیں کہ تمام قوتین ظاہری اور باطنی جو حقیت مذہب اسلام کو قبول کیے ہوئے تھین متمنی اور امیدوار شرکت نصرت حسین علیہ السلام کی تھین اور ہونی چاہیئے تھین - اور یقین کرنا چاہیئے کہ ایسی تمام قوتون کو اجازت اللہ کی طرف سے نصرت حسین علیہ السلام کی تھی - لیکن ایسی تمام قوتین (سوائے اُن قوتون کی جو اس نصرت سے منکر اور نافرمان ہون کہ وہ قوتین شیطانی ہین) وقت پر بہم نہ ہوسکین اور اسی لیئے بہ محاورہ بشری اُن قوتون کے لیئے یہ کہنا درست ہوگا کہ اب تم روتے رہو - اور جس طرح ملائکہ کی غلط فہمی قرار نہین پاسکتی اسی طرح سے حسین علیہ السلام کی بھی غلط فہمی قرار نہین پاسکتی - نصر فرشتہ کا مدد کے لیئے نازل ہونے کا اور اُنکی مدد قبول نہ کرنے کا جلد اوّل مین جو ذکر مصنف مخاطب نے کیا ہو - اُسکی حقیقت ہم جلد اول حصہ ہشتم اپریل سنہ ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۳ پر رسالہ روشنی مین دکھا آئے ہین -

حسین علیہ السلام بیشک متوقع نصر کے تھے اور اُنھون نے زبان اور تلوار سے پوری کوشش کی مگر اسباب نصرت جمع نہوئے اور بالاخر اُنھون نے ملاقات خدا کی اختیار کی - اوس حدیث نصر اور اس حدیث ملائکہ کے منشا جدا گانہ ہین - اگر حسین علیہ السلام کو اپنے صحیفہ سے یہ خبر

ملی تھی کہ ملائکہ کو مدد کی اجازت ہو گئی ہو تو انکو ضرور یا اہتمام مدد ملائکہ بھی معلوم ہوا ہو گا اسلئے مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ وہ تا تریاق از عراق آوردہ شود کا حساب ہو گیا" وارد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بہ لحاظ منشار اور مراد حدیث کے کوئی اعتراض مصنف مخاطب کا مصداق صحیح ہو سکتا ہے۔

ہمنے حقیقت اوس بشارت اور جناب سیدہ کی نا رضامندی اور رضامندی اور حمل اور تولد کی ناگواری کی جسکا ذکر اعتراضانہ مصنف مخاطب اس موقع پر کرتے ہین بہت تفصیل سے جلد اول حصہ چہارم جنوری ۱۸۹۲ء اور حصہ نہم جلد اول صلا وصلا رسالہ روشنی مین دکھا دی ہے جہان جہان مصنف مخاطب نے اُس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ اُس حقیقت کے دیکھنے کے بعد ہر مسلمان جو صحیح اعتقاد رکھنے والا ہے اچھی طرح سے قبول کرلے گا کہ اس مقام پر مصنف مخاطب نے جو مضحکانہ اعتراض وارد کرنا چاہا ہے وہ کسی طرح وارد نہین ہو سکتا اور ایسا مضحکہ انکو کسی وقت بہت رولائیگا۔

مصنف مخاطب غلطی گمان غالب انبیا کی ایک مثال یہ بھی ظاہر کرتے ہین وہ کہ علمار شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کبھی بعض انبیا نے گمان غالب کے اعتبار پر کوئی حکم کر دیا ہے لیکن وہ غلط ہو گیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور سے واپس آنیکا وعدہ تیس دن کا کیا تھا مگر وہ غلط ہو گیا" اور ملا خلیل قزوینی کے قول کا یہ ترجمہ کرتے ہین وہ موسیٰ کلیم اللہ عالم الغیب نہ تھے گمان غالب کے اعتبار پر وعدہ کیا تھا وہ گمان انکا غلط ہو گیا" یہ بحث کہ حضرت موسیٰ تیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے اور چالیس دن مین آئے ہمنے رسالہ روشنی جلد ۳ صفحہ ۲۰۶ مین مفصل کی ہے جہان مصنف مخاطب نے حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام پر اوسکے متعلق اعتراض کیا تھا۔

مصنف مخاطب اس موقع پر جو مثال وعدہ حضرت موسیٰ کی اور علمائ

شیعہ کی تصریح کی دیتے ہین۔ اوسکا انطباق اُس امر کے بابت نہیں ہے تاہم کہ جس امر کے لیے وہ مثال لائے ہین۔

حضرت موسیٰؑ نے ایک کام کے کرنے کے لیئے ایک مدت اور وقت مقرر کیا تھا جسکو میقات کہتے ہین اور وقت کا مقرر کرنا کسی کام کیلیئے اندازہ سے ہوتا ہی۔ اور مصنف مخاطب جس امر کے لیئے کہ وہ مثال لاتے ہین۔ وہ یہ ہے کہ بی بی عائشہؓ نے جو فرمایا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا ابو بکرؓ سے ناراض مرگئین یہ ایک خود واقعہ ہی کہ جسکا علم خود بی بی عائشہ کو تھا اور اُسکے نسبت اونکا علم غلط نہین قرار پاسکتا بی بی عائشہ نے ناخوش کرنے جناب سیدہ کا کوئی وقت مقرر نہین کیا تھا جسکے سبب سے اُنکے اندازہ مین غلطی سمجھی جاسکے۔

مصنف مخاطب ایک یہ مثال بھی دیتے ہین کہ "مثلاً علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ اور انبیا اور ائمہ سے کبھی یہ غلطی ہوجاتی ہے کہ جس کام کا وقت ابھی دور ہی اسکو سمجھ لیتے ہین کہ جلد ہونیوالا ہی یا جس کام کا وقت جلد ہے اسکو سمجھ لیتے ہین کہ دیر مین ہونے والا ہی"

اور کتاب صافی ترجمہ کافی باب البدا سے قول شارح کا سند لاتی ہین۔ "کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ ملائکہ اور رسول اور ائمہ کسی چیز کی نسبت یہ گمان کرلیتے ہین کہ دیر مین واقع ہوگی اور اللہ اسکو جلدی کر دیتا ہے۔ اور کبھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کا گمان کرتے ہین۔ اور اللہ اسی مین دیر کرتا ہے۔ قرآن مین جو یہ آیتہ ہے "ھو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا و اجل مسمی عندہ" ترجمہ "خدا وہ ہے کہ پیدا کیا تمکو مٹی سے پھر جاری کیا اجل کو اور ایک اجل مقررہ ہے نزدیک اُس خدا کے"

اس آیتہ مین جنھیں دو اجلون کا ذکر ہی اُسکی نسبت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے ۔
کہ "وہ دو اجلین ہین ایک اجل محتوم اور اجل موقوف" (اجل محتوم کے یہ معنے
ہین کہ ایک کام ایک وقت پر ہو ہی جاویگا اور اجل موقوف کے یہ معنی
ہین - کہ ایک وقت پر کسی کام کا ہونا یا نہ ہونا موقوف ہے) اور انھین
امام سے حدیث مین یہ وارد ہے کہ "علم دو علم ہین ایک علم خدا کے نزدیک
محفوظ ہے جس پر اپنی مخلوق سے کسیکو اطلاع نہین دی - اور ایک قسم علم کی
وہ ہی کہ جسپر ملائکہ اور رسولون اپنے کو علم دیا - اور جس چیز کا ملائکہ اور رسولونکو
علم دیا ہے پس بیشک کذب اپنے لیے روا نہین رکھیگا - اور نہ اپنے ملائکہ اور
نہ اپنے رسولون کے لیئے - اور جو علم کہ نزدیک خدا تعالی کے محفوظ ہی تقدیم
کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہی اور تاخیر کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے" یہ احادیث باب بداء
مین منقول ہوئی ہین - اور شارح نے صاف لکھدیا ہے - کہ "علم اللہ تعالے
کا (جسکا ذکر کہ حدیث مین ہی) متعلق باحوال حوادث اللہ کے ہے اور اسی علم
کے متعلق شارح نے وہ شرح لکھی ہے جسکو مصنف مخاطب سند مین لائے
ہین - اسلیے یہ مثال مصنف مخاطب کے اُس واقعہ گذشتہ پر منطبق نہین
ہو سکتی کہ جو بی بی عائشہ نے ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہما
کی بیان کی ہے -

ایسے ہی مصنف مخاطب جو یہ مثال دیتے ہین کہ "یہ مثلاً علما شیعہ
نے یہ تصریح کی ہے کہ بداء کے معنی یہ ہین کہ امام کو جو پہلے سے غلط فہمی ہو گئی
ہے وہ رفع ہو جاتی" اور اسکی سند کیلیئے صافی ترجمہ کافی باب البداء
سے یہ قول شارح نقل کرتے ہین کہ "یہ بداء کا حاصل یہ ہے کہ امام نے جو خلاف
واقع کی کوئی گمان کرلیا ہے وہ رفع ہو جائے" یہ مثال ٹھیک نہین ہو سکتی

اس لیئے کہ شارح نے پہلے معنے بدا کے یہ بیان کیئے ہین کہ "بہم پہونچنا کسی کام کا کسی وقت اللہ کے واسطے یعنے کسی چیز کا صادر ہونا کسی وقت اللہ سے کہ پہلے اوسکا کسی کو سوائے اللہ کے علم نہ ہو کہ خدا سے صادر ہوگا یا اسکے بعد۔ شارح نے یہ لکھا ہے کہ "بس بدا مستلزم محض گمان امام کا ہے۔ اگر گمان خلاف مقتضا اوسکے کیا ہو جس سے مراد یہ ہے۔ کہ مثلاً ایک سطح زمین کا مدت سے ہموار اپنی حالت پر چلا آتا ہے۔ اور اسکا کسی کو علم نہ ہو کہ یہ سطح زمین کا کب پھٹ جاویگا اور کوئی گمان کرے کہ یہ نہین پھٹیگا۔ یا اس قدر مدت کے بعد پھٹ جاویگا۔ اور وہ سطح زمین کا اُس مدت تک نہ پھٹے جسکا کہ گمان کیا گیا ہے یا اُس مدت سے آگے یا پیچھے پھٹ جاوے اور وہ گمان غلط ہو جاوے"

ظاہر ہے کہ یہ مثال متعلق گمان حادثہ آئندہ سے ہے نہ بیان واقعہ گذشتہ سے اس لیئے یہ مثال بی بی عائشہ کے بیان ناخوشی جناب سیدہ ع سے منطبق نہین ہو سکتی۔

پھر مصنف مخاطب ایک آخر مثال یہ لاتے ہین کہ "علمائے شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ہر سال ائمہ کے اعتقادات بدلا کرتے ہین اور جو اعتقادات پہلے سے حاصل ہین۔ انہین بعض کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض نئے اعتقادات سکھائے جاتے ہین جو پہلے سے حاصل نہ تھے اور یہ تغیر اور تبدل بذریعہ ایک کتاب کے ہوتا ہے جو ہر سال لیلۃ القدر مین نازل ہوتی ہے اور شارح صافی ترجمہ کافی کا یہ قول سند مین لاتے ہین کہ۔

"وہ ہر سال کی علحدہ کتاب ہوتی ہے جس مین ان امور کی تفصیل ہست

ہونے پر جنکی دوسرے سال تک امام کو حاجت ہوگی۔ ملائکہ اور ارواح اُس کتاب کو لیکر شب قدر مین نازل ہوتے ہین اُس کتاب کے ذریعہ سے اُفق امام کے جو اعتقادات چاہتا ہے باطل کر دیتا ہے اور جو نئے اعتقادات چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہی۔ اِس موقع پر مصنف مخاطب نے اسی اعتراض کو مذاق شاعرانہ مین بھی اسطرح ظاہر کیا ہے۔

نظم

ہر شب قدر مین نازل نئی ہوتی ہی کتاب ۔۔۔ جس مین احکام نئے ہوتے ہین اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے ۔۔۔ اعتقادات بدل جاتی ہین ہر سال نئے

مصنف مخاطب نے ایک جزو قول شارح کا لیکر اصل امر کو بدنما کر کے دکھایا ہے۔ اور جبکا وہ مقصود نہین ہی جو مصنف مخاطب نے دعوی کیا ہی۔ صافی شرح کافی کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اصل پوری آیت سورہ رعد مین یہ ہی کہ "لقد ارسلنا رسلاً من قبلک و جعلنا لہم ازواجاً و ذریۃ وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب"

ترجمہ ہر آئینہ تحقیق بھیجا ہے ہمنے رسولوں کو تجھسے پہلے اور گردانا ہمنے اونکے واسطے ازواج اور ذریت اور نہین ہوتا ہے رسول کے لیے یہ کہ لاوے کوئی آیت مگر باذن خدا۔ واسطے ہر وقت کے ایک کتاب ہی۔ محو کرتا ہے جو کچھ اللہ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور نزدیک اُسکے امّ الکتاب ہے"

اِس آیت کی تفسیر مین اس مضمون کے متعلق کہ "محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہے" امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے "محو کیجاتی ہے وہ چیز کہ جو ثابت ہو اور آیا ثابت کی جاتی ہے وہ چیز کہ نہو" یہ حدیث امام علیہ السلام

کی باب بدار مین منقول ہوئی ہے اور جسکا مقصود صرف اسقدر ہی کہ خدا کے علم سے امر موجود نابود ہوجاتا ہے - اور امر نابود پیدا ہوجاتا ہے - لیکن اصل آیت مین چونکہ یہ امر بھی موجود ہے کہ نبی جو کوئی آیت لاتا ہے باذن خدا لاتا ہے اور ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے اُسکے لحاظ سے شارح نے جہان اور مطالب شرح مین بیان کیئے ہین وہان وہ امر بھی بیان کیا ہے جس کو مصنف مخاطب سفر مین لائے ہین - مذہب مسلمہ شیعہ کے بموجب اگرچہ یہ ضرور نہین ہے کہ ایک وقت کا عالم یا مجتہد کوئی امر متعلق آیتہ یا حدیث کے کچھ بیان کرے وہ ہمیشہ کے لیئے سند ہو لیکن شارح علیہ الرحمتہ نے اس موقع پر جو کچھ بیان کیا ہے اُنکے پورے بیان پر نظر کرنے سے یہ حاصل پیدا ہوتا ہے کہ ہر وقت کے لیے جو کتاب ہوتی ہے اُسمین تفسیر احکام حوادث ہوتی ہے کہ جسکی طرف امام محتاج ہوتا ہے یا جو کچھ کہ گمان امام رکھتا ہوتا ہی - اوسکا محو و اثبات ہوجاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لیے امور مصالح انتظام خلائق کے لیے جداگانہ ہوتے ہین اور ہر وقت کے لیئے ایک مصلحت نئی ہوتی ہے جیسے کہ حوادث بھی نئے نئے ہر ایک زمانہ کے مختلف صورت سے ظاہر ہوتے ہین اور کتابین بھی انبیا پر خدا کی طرف سے بقدر ضرورت اور مصلحت ہر زمانہ کے نازل ہوئین اور دراصل وہ امور اور واقعات علم الٰہی مین جو ہر وقت اور ہر زمانہ کے لیے جداگانہ اور مختلف ہین منقش ہوتے ہین جنکو نوشتہ یا کتاب بولا جاتا ہے اور اُن کا القا ایسے لوگون پر ہوتا ہے کہ جنکے دماغ اور قلوب خدا نے اپنی قدرت سے خاص طور کے وضع کیئے ہین کہ جنمین استعداد وہبی ہوتی ہے اور جنپر اطلاق انبیا اوصیا اور ائمہ کا صادق آتا ہی اور ایسے القا کا وقت کوئی وقت خاص ہوتا ہی جسوقت کہ وہ انفاس

زکیہ اور ذوات مقدسہ غور اور فکر کرتے ہین اور اکثر ایسا ذات اوقاتین سے رات کا ہوتا ہی اور جس رات کہ ایسا القا ہو وہ شب اپنی قدر و منزلت کی وجہ شب قدر ہوتی ہے۔ جو کچھ تفسیر امام نے آیتہ کی فرمائی ہے۔ اور جو کچھ تشریح اسکی ہمنے دکھائی ہی وہ مطابق آیت کے ہی۔ اور جب یہ امور ذہن نشین رکھ لیے جائین کہ ہر زمانہ کے لحاظ سے انبیا پیدا ہوئے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے موافق احکام دیے گئے اور ہر زمانہ کی حاجت کے موافق کتابین نازل ہوئین اور کسی زمانے مین کوئی امر حلال تھا اور کوئی حرام اور ہر زمانہ کے واقعات کے لحاظ سے نئی نئی تدبیرونکی ضرورت ہوئی اور ہوتی ہے اور نئی نئی تحقیقاتون سے نوعیت اعتقادات تبدیل ہوتی جاتی ہے اور ہر انسان اپنے زمانہ زندگی مین اپنے خیالات کو مختلف طور پر مختلف ذرایع سے تبدیل کرتا رہتا ہے تو وہ ہی اشعار مصنف مخاطب کے صحیح اور مطابق واقعہ کے ہو سکتے ہین اور انھین کو ہم اپنی طرف سے کہہ سکتے ہین۔

نظم

ہر شب قدر مین نازل نئی ہوتی ہی کتاب	جسمین احکام نئے ہوتی ہین اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے	اعتقادات بدلجاتے ہین ہر سال نئے۔

یہ مثال جو مصنف مخاطب نے دی ہے اُس واقعہ سے منطبق نہین ہو سکتی ہے جو بی بی عائشہ صدیقہ نے جناب سیّدہ کی ناخوشی بیان کی ہی۔ ہمنے بی بی عائشہ کو اکثر صدیقہ اِس لحاظ سے لکھا کہ اُنھون نے ناخوشی جناب سیّدہ کی سچ ظاہر کر دی۔

مصنف مخاطب اپنے نزدیک یہانتک بیان اون خطاؤں کا کر چکے

جنمین غلطی کا قصد نہین کیا جاتا بلکہ بمقتضاے بشریت غلطی ہو جاتی ہے لیکن درحقیقت وہ خطائین ہی نہین تھین نہ قصداً نہ بلا قصد نہ اُسمین کچھ غلطی ہوئی جیسا کہ ہم نے ہر ایک بیان مصنف مخاطب کے مقابلہ مین دکھایا مگر مصنف مخاطب اپنے عندیہ مین علما رشیعہ کا اس سے بڑھکر ایک امر دکھاتے ہین اور لکھتے ہین کہ "علما رشیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انبیا جب تک اللہ کی کسی قدر مخالفت نہ کرلین اُسوقت تک وہ ذلت عبودیت کا اقرار نہین کرتے اسلیئے اللہ کبھی پیغمبرون کو اُنکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرلین " اور بیان کی تائید ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کے قول حیات القلوب جلد اوّل بیان قصہ داؤد سے اسطرح کرتے ہین کہ "پیغمبرون سے گناہ نہین ہوتا لیکن انسان کے کمال کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے عجز و ذلت کا اقرار کرے اور یہ اقرار اُسوقت تک حاصل نہین ہوتا جب تک کہ کچھ مخالفت نہ کرے اسلیئے اللہ کبھی انبیا کو اور اپنے دوستون کو اُنکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو مکروہ یا ترک اولی ہو انسے صادر ہو جائے شعر گناہ کیون نہ کرین شوق سے نبی و ولی۔ کہ ہے مخالفتِ حق کمال انسانی "

مصنف مخاطب نے قول صاحب حیات القلوب کا یہ ترجمہ کیا ہے "اللہ کبھی اپنے انبیا اور دوستون کو اُنکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو مکروہ یا ترک اولی ہو انسے صادر ہو جائے" اس فقرہ مین جو لفظ "گناہ" کا درج کیا گیا ہے وہ مصنف مخاطب کی زیادتی ہے چنانچہ اصل قول فارسی حیات القلوب کا جو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہے اُسمین لفظ گناہ کا نہین ہے اور اُسکا ترجمہ یون ہوتا ہے کہ "حق تعالی کبھی انبیا اور اپنے

دوستون کو اُنکے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی مکروہ یا ترک اولیٰ اون سے صادر ہو جاوے ؀ حیات القلوب مین ایک فصل بیان ترک اولیٰ حضرت داؤد مین لکھی گئی ہی اور اس مین اُن آیات قرآنی کی نقل ہے جو حضرت داؤد کے متعلق نازل ہوئی ہین اور اُس مین بیان ہے کہ ؎ دو جھگڑا کرنے والے حضرت داؤد کے سامنے آئے اور اُن مین سے ایک نے دوسرے کی نسبت کہا کہ اس میرے بھائی کے پاس ۹۹ بھیڑین ہین اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے اور رکھتا ہی کہ وہ بھی مجھکو دیدے اور مجھپر زیادتی کرتا ہے۔ حضرت داؤد نے کہا کہ اُسنے تجھپر ستم کیا۔ اور حضرت داؤد نے گمان کیا کہ اُنمین میرا امتحان کیا گیا۔ پس استغفار کیا اُنھون نے اپنے پروردگار کا اور رکوع کرتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور توبہ کی پس خدا نے اُنکو بخش دیا اور فرمایا کہ اے داؤد بیشک ہمنے تجکو خلیفہ کیا زمین کا پس حکم کر لوگون مین سچائی سے اور پیروی مت کر خواہش نفس کی ؀ پھر صاحب حیات القلوب نے یہ بیان کیا ہی وہ کہ قصۂ حضرت داؤد اور اوریا کو ایک گروہ نے اہلسنت مین سے جو تجویز گناہ پیغمبرون کی نسبت کرتے ہین تمسک کیا ہی اور عصمت پیغمبرونکی ضروریات دین شیعہ سے ہی ؀ اور پھر احادیث شیعہ اور سنی کے یہان سے نقل کی ہین جس سے وہ قصہ دروغ ثابت ہوتا ہے۔ اور جسمین ایسے قصے گھڑنے کو قابل حد تجویز فرمایا ہے بعد اُسکے یہ بیان کیا ہی وہ کہ جو لوگ تجویز گناہ نسبت پیغمبرون کے نہین کرتے ہین اُنکے پہ امر خلاف ہے کہ استغفار حضرت داؤد کا کسواسطے تھا اور امتحان اُن کا کس واسطے لیا گیا ؀ اس خدشہ کے دفع کیواسطے صاحب حیات القلوب نے جہان اور امور لکھے ہین وہان یہ امر بھی لکھا ہے کہ وہ وہ استغفار واسطے تذلل خشوع اور شکستگی کے تھا۔

اور اوریا نے ایک عورت کی خواستگاری کی تھی اور داؤدؑ نے بعد اُسکے
اُسیکی خواستگاری کی وہ اُوریا کوئی عورت نہیں رکھتا تھا اور حضرت داؤدؑ
کے ۹۹ عورتیں تھیں اونکا یہ تھا کہ وہ عورت اُوریا کے لیے چھوڑی جاتی - اور جب
خبر شہادت اُوریا کی پہونچی تو حضرت داؤدؑ زیادہ متاثر نہ ہوئے اور یہ امر مکروہ
تھا جو مناسب شان حضرت داؤدؑ کے نہ تھا لیکن موجب گناہ نہیں تھا - اور
جب وہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حضرت داؤدؑ کے پاس آئے تھے تب حضرت
داؤدؑ نے مدعی کے کہنے پر قبل اسکے کہ مدعا علیہ سے کچھ پوچھیں یہ فرما دیا کہ
تجھپر ستم کیا ہے اگرچہ مقصود اونکا یہ تھا اگر مدعی نے راست کہا ہے تو اسپر
ستم کیا ہو مگر اولےٰ یہ تھا کہ مدعا علیہ کا جواب لیکر کچھ کہتے انھیں امور مکروہ
اور ترک اولےٰ کے لیے استغفار اور تضرع حضرت داؤدؑ کا تھا ؛

حضرت امام رضا علیہ السلام سے پھر ایک حدیث نقل کی ہے -
جسمیں اس قصہ کو جو اہلسنت کے زبان بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤدؑ
نماز توڑکر ایک جانور کے پکڑنے کو چلے گئے اور کوٹھے پر پہونچکر ایک عورت
پر عاشق ہوگئے اور اس سبب سے اُسکے شوہر کو مروا ڈالا غلط باطل قرار دیا ہے
اور استغفار حضرت داؤدؑ کی وجہ یہ فرمائی ہے کہ داؤدؑ نے گمان کیا کہ
حقتعالی نے اونسے دانا تر پیدا نہیں کیا ہے پس دو فرشتے خدا نے بھیجے
اور مدعی نے اپنا دعوے بیان کیا اور حضرت داؤدؑ نے مبادرت کی [illegible]
ایسی [illegible] پوچھیں [illegible] مدعی سے گواہ طلب [illegible]
کرنے میں اونسے ترک اولےٰ ہوا اور یہی سبب تھا خدا نے حضرت داؤدؑ کو
فرمایا کہ تجھکو خلیفہ گردانا میں نے زمین میں - پس حکم کر تو درمیان لوگوں کے
ساتھ راستی کے ؛

اور قصہ اوریا کا یہ تھا کہ زمانہ داؤد میں یہ مقرر تھا کہ جس عورت کا شوہر مرجائے یا مارا جائے دوسرا شوہر نہیں کر تی تھی ۔ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے لیے ایسی عورت کو حلال کیا ۔ جب اوریا مارا گیا اور عدہ منقضی ہو گیا حضرت داؤد نے اسکو اپنی عورت کر لیا انتہیٰ بعد اسکے صاحب حیات القلوب نے وہ فقرہ لکھا ہے جسکو مصنف مخاطب نے استدلالاً نقل کیا ہے اور اُس فقرہ کے شروع میں صاف ہے کہ پیغمبروں سے گناہ صادر نہیں ہوتا ہے الخ اور اس میں کچھ شبہہ نہیں ہے کہ ترک اولےٰ یا امر مکروہ کہ جو درحقیقت گناہ نہیں ہوتا ہے شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہیں ہوتا ہے اور جب وہ اُس حالت میں تذلل اور عجز ناتوانی اور تضرع اپنا خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں تو انکو اور زیادہ مرتبہ کمال انسانی منزلت قرب الٰہی کی حاصل ہو جاتی ہے ۔ اور اُسی مکروہ اور ترک اولےٰ کو کہ جو شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہیں ہوتا مخالفت فی الجملہ کے الفاظ سے جو صاحب حیات القلوب نے بیان کیا ہے تو کچھ بیجا نہیں ہے جس حیثیت سے مصنف مخاطب نے اعتراض کیا ہے وہ وارد نہیں ہوتا ۔

نظم

امر مکروہ ترک اولیٰ سے	جب تضرع کرے نبی و ولی
تب ہی ہوتا ہے قرب حق حاصل	اور یہی ہے کمال انسانی

مصنف مخاطب نے یہاں سے بلحاظ اپنے بیان کے توجیہات شروع کی ہیں جنکے نقل کرنے کی ہمکو ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اُسکے مقابلہ میں جو کچھ ہم کہیں گے اوسی سے انکی توجیہات کا نشان مل جائیگا ۔

انبیا اور ائمہ اور ملائکہ کی غلط فہمی کا حال کسی امر موجودہ یا واقعہ گذشتہ

مین ظاہر نہین ہوا اور نہ کوئی استدلال مصنف مخاطب کا بی بی عائشہ کے لیئے غلط فہمی کا واقعہ موجودہ زیر بحث کی نسبت قائم ہو سکتا ہی اور محل طعن بدستور باقی رہتا ہے - اور یہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ اور محل طعن معاملہ فدک ایسا حقیقی اور واقعی ہے کہ ہمارے معاصر مشہور نامور بہادر شمس العلما مولوی نذیر احمد دہلوی کو خواب مین بھی ایسا ہی نظر آیا ہے اور ایسے ہی حقیقی اُمور کے بیان کو جو خواب کے پیرایہ مین لکھے جائین خود مصنف اور زمانہ نے رویائے صادقہ کے نام سے پکارا ہے جب جناب سیدہ فی الوقع خفا اور ناخوش ہوئین تو اُس مین سراسر قصور حضرت ابوبکرؓ کا ہے کہ اونکے ہی عمل کے سبب سے جناب سیدہؑ کو ناخوشی پیدا ہوئی - حضرت ابوبکرؓ کا بیشک فعل یہ تھا کہ اُنھون نے ایک ایک حدیث پیش کی جسکو اُنھون نے ظاہر کیا کہ وہ حدیث پیغمبرؐ ہے اور اوسکے وہ تنہا راوی وقت ضرورت کے ہوئے جبکہ ضبطی فدک پر مستعد ہوگئے اور جیسا کہ اُنھون نے محض اپنی طرف سے اُس حدیث کے پیش کرنے مین غلطی کی ویسے ہی اون سے اُسپر عمل کرنے مین غلطی ہوئی - اِس لیئے کہ وہ حدیث خلاف آیات قرآنی کے تھی تو اُنکو چاہیے تھا کہ اُس حدیث کی مُراد ایسی قرار دیتے کہ جو مطابق آیات قرآنی کے ہوتی (دیکھو بحث فدک جلد اوّل کے ضمیمہ اوّل مین و جلد ششم صفحہ ۱۹۹) -

---

لہ شمس العلما تحریر فرماتے ہین کہ "جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہؓ تھین - والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھین - اب مان اور باپ دونون کی جگہ بیٹھا باپ تھے اور باپ بھی کیسے دین اور دُنیا دونون کے بادشاہ - ایسے باپ کا سر پر سے اُٹھ جانا" "پھر حضرت علیؓ کا خلافت سے محروم رہنا اور نمک بر جراحت ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا - کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر رہتا - مگر اُنکے صبر و ضبط اُنکے ساتھ تھے - پھر بھی انھین ایسا بجوئین گھُل گھُل کر چھ ہی مہینے کے اندر اندر انتقال فرما گئین اور جتنے دن زندہ رہین اُن لوگون سے جنھون نے اُنکو رنج دیے تھے نہ بولین اور نہ بات کی - یہان تک کہ ان لوگون کے

جب غیر صحیح اور غلط فعل حضرت ابو بکرؓ سے جناب سیّدہؑ ناراض ہو گئین تو ابو بکرؓ کو چاہیئے تھا کہ اپنے غلط اور غیر صحیح فعل سے باز آتے۔

شیعون کا یہ مطلب ہرگز نہین ہی کہ "ابو بکرؓ بنا بر سیّدہ کی خاطر سے حدیث پر عمل چھوڑ دیتے" بلکہ شیعون کا یہ مطلب ہی کہ حضرت ابو بکر جناب سیّدہؑ کی خاطر شکنی کے لیئے ایسی حدیث پیش نہ کرتے نہ اُس پر عمل کرتے کہ جو مخالف قران کے تھی اور بیشک حدیث خلاف قرآن پر عمل چھوڑ دیتے اور قرآن پر عمل کرتے ایسا قرآن جسکی نسبت حضرت عمر نے فرمایا ہی "حسبنا کتاب اللہ"

معصومین مین کبھی باہم رنج نہین ہوتا ہے اور نہ معصومین مین سے کسی کا قصور ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کے قصہ کو ہم نے ایک زیادہ مقام پر اپنے رسالہ روشنی مین دکھایا ہے نہ اُنمین باہم رنج تھا اور نہ کسی کا قصور تھا اور ایسے ہی جناب سیّدہؑ کے اوس غضب کا حضرت ابو بکر پر جو بخاری کی روایت مین ہی جناب سیّدہؑ کے اون الفاظ سے وہ ہجو جنین الخ" مقابلہ ہوسکتا ہے اور نہ اُن الفاظ سے جناب امیرؑ پر غصہ جناب سیّدہؑ کا ظاہر ہوتا ہے۔ (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۵۵ و ۸۰ و ۳۰)۔

اگر باہم حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے یا جناب سیّدہؑ اور علی مرتضےٰؑ کے کوئی رنج واقعہ ہوتا تو حضرت ہارونؑ حضرت موسےٰؑ کو اور جناب سیّدہ علی مرتضےٰؑ کو منع کر جاتے کہ ہماری تجہیز و تکفین اور دفن مین شریک نہون لیکن ایسا امر ظہور مین نہین آیا اسی سے ظاہر ہے کہ نہ فیمابین حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کے کوئی رنج تھا اور نہ درمیان جناب علی مرتضےٰؑ اور سیّدہؑ کے۔

جناب سیدہ کو حضرت ابو بکرؓ اور جن جن لوگون سے رنج تھا اون کو
بموجب وصیت کرانکے جنازہ اور دفن مین شریک نہون۔ اور علی مرتضےٰ نے
اُنکے جنازہ کو بوقت شب بموجب اُنکی وصیت کے بغیر ابو بکرؓ وغیرہ کی
شرکت کے دفن کیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم مین وارد ہوا ہے (صفحہ ۲۲۹ و
۲۵۱ جلد ۶ روشنی)۔

الفاظ "ہیچو جنین الخ" درحقیقت نہ درشت ہین اور نہ کسی غصہ کی خبر
دیتے ہین اور نہ آخر وقت تک اونکا رفع نہ ہونا لازم آسکتا ہی اور نہ اوسکے
بعد دونون کا ساتھ رہنا متعلق زوجیت اور بیماری کی مجبوری سے سمجھا
جا سکتا ہے مگر بیماری کی مجبوری کی جو توجیہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین اُنکی
طرف سے ایسی وجہ کا ظاہر کرنا مجکو بہت تعجب مین ڈالتا ہے۔ بعد وفات
پیغمبر خدا خلافت اور فدک کا لے لینا اور اُن جھگڑون مین جو صدمات
جناب سیدہ کو پہونچائے گئے جن کے سبب سے وہ لب گور رہین کیا اُسی بیماری
کی طرف اشارہ ہی؟ ورنہ کوئی اور بیماری نہین رہی۔

یہ امر کہ "جناب سیدہ کے آخر وقت مین ابو بکر و عمر نے جناب امیرؑ
کے توسط سے اپنا قصور معاف کرانا چاہا جناب سیدہ نے اپنے حضور مین
بلا لیا مگر اُن دونون نے ہرچند معذرت کی قصور معاف نہ کیا" شیعون کی
بعض روایتون مین نہین ہے بلکہ خود اہلسنت کی بعض معتمد کتابون مین ہے
"دیکھو یہ واقعہ آخر وقت جناب سیدہ کا نہین ہے بلکہ بعد ناخوشی
جناب سیدہ کے ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ لغایتہ ۲۲۹)۔

ایسی روایات پر مصنف مخاطب نے شیعون پر بہت زور سے اعتراض
کئے ہین کہ "شیعون کو شرم نہین آتی کہ جناب سیدہ سے کمال محبت کا

بڑے غلو کے ساتھ دعوے ہے اور کہی بیرحمی اور سنگدلی کا عیب ان مین لگایا معذرت کے بعد معاف نہ کرنا بیمروتی ہے لیکن مصنف مخاطب نے شیعہ کی کسی کتاب کا حوالہ نہین دیا کہ کس کتاب مین ہے اور شیعہ انکو بقید نام کتاب کے بتا چکے ہین کہ ایسے روایات انکی بعض معتبر کتابون مین[1] ہین تو جو کچھ بے شرمی شیعون کی مصنف مخاطب دکھاتے ہین وہ خود حضرات اہلسنت کو اپنی بے شرمی قبول کرنی پڑیگی - لیکن ایسی روایتون سے کوئی بیرحمی اور سنگدلی جناب سیدہ کی یا معذرت کے بعد قصور معاف نکرنا بے مروتی سمجھی نہین جا سکتی - جو بیرحمی اور سنگدلی کا برتاؤ جناب سیدہ ع کے ساتھ کیا گیا اور معافی مانگی گئی - تو معافی اسی حالت مین دیجا سکتی تھی کہ جن امور سے جناب سیدہ ناخوش ہوئین وہ امور واپس کر لیے جاتے (دیکھو رسالہ - وشنی جلد ششم صفحہ ۲۲۵) جناب سیدہ ع اگر بغیر واپسی اُن امور کے معافی دیدیتین تو البتہ انپر اطلاق بے رحمی اور سنگدلی کا صادق آتا اور ایسا الزام کسی طرح جناب سیدہ ع اپنے اوپر عائد نہین کر سکتی تھین جناب سیدہ ع نے جو قصور معاف نہین کیا ٹھیک کیا - آخرت کی حکومت بلاشک اُنکے اختیار مین نہوگی لیکن جسکے ہاتھ مین ہوگی وہ احکم الحاکمین ہے - اور جن لوگون نے کہ خلاف حکم اسکے کے عمل کیا ہے اون کے لیئے وہ ہرگز غفور الرحیم نہین ہوگا - وہ خوب جانتا ہے کہ اُن دونون نے جو معذرت کی وہ محض زبانی تھی - عمل کے ذریعہ سے نہین تھی یعنے جو امور کہ خلاف حکم خدا عمل مین لائے گئے اور جن سے جناب سیدہ ع کو ناخوشی پیدا ہوئی اُنکو اُن دونون نے واپس نہین لیا تھا - اگر اون امور کو وہ دونون واپس لے لیتے اور جناب سیدہ ع

[1] دیکھو صفحہ ۱۲۲ لغایتہ ۲۲۳ جلد ۶ - رشونی جسمین نام کتابون کے گنائے ہین - اڈیٹر ۱۲

سے معافی چاہتے تو دلی معافی اونکی سمجھی جاتی اور اُسوقت ضرور جناب سیدہؑ اونکو معافی دیدتیین۔ لیکن جن اُمور سے کہ ناخوشی جناب سیدہؑ کو پیدا ہوئی تھی بغیر اُنکے واپس لیئے جو معذرت کیگئی اور معافی جناب سیدہؑ نے نہین دی تو اُس سے جناب سیدہؑ کی سنگدلی اور بیرحمی جو مومن کی شان سے بعید ہو ہرگز سمجھی نہین جاسکتی بلکہ جو لوگ کہ مخالفت حکم خدا اور امور ناخوشی کو واپس نہ لین اور بغیر اُسکے معافی چاہین یہ فعل اونکا خود سنگدلی اور بیرحمی کا ہی جو مومن کی شان سے بعید ہے۔ اور جس نوعیت سے کہ اُنھون نے معذرت چاہی اُس سے صرف وہی الزام جو اُنپر تھا باقی نہین رہتا بلکہ ایسی معذرت چاہنے سے کہ جو بغیر واپسی اون امور کے جو باعث ناخوشی ہوئے تھے اُس الزام کو اور شدید کرتا ہے۔ اور جبکہ وہ روایت خود اہلسنت کے یہان موجود ہے تو اہلسنت کو اُسکے قبول سے گریز نہین ہوسکتا ہی اور جناب سیدہؑ پر اُس سے ہرگز کوئی طعن عائد نہین ہوتا ہے۔

شیعون نے اس روایت کو تصنیف نہین کیا جس سے ابوبکرؓ اور عمرؓ پر الزام بڑہانا اونکا مقصود ہو بلکہ خود اہلسنت نے حقیقی واقعات کو اپنی کتابون مین مندرج کیا ہے تاکہ آئندہ نسلین اِن واقعات پر غور کرکے اپنی رائین قائم کرین۔ مگر مصنف مخاطب کی یہ جدید تصنیف ہے کہ مسلمان کو بے راہ کرنے کے لیے اپنے یہان کی ایسی سچی روایات کو شیعون کی طرف منسوب کرکے دہوکا دین۔

مصنف مخاطب اپنے گمان مین ایک اور روایت شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی سے پیش کرتے ہین اور اپنا عندیہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ اس روایت (معافی نہ دینے) کی قباحت علمار شیعہ سمجھ گئے اور اس کے مقابلہ مین

دوسری روایت پیش کرتے ہین۔

مصنف مخاطب نے جس روایت کو شرح ابن ہثیم سے لیا ہے صرف اُسکو ہم علحدہ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتے کیونکہ اوّل ہم فرمان علی مرتضےٰ موسومہ عثمانؓ بن حنیف کے اُس مضمون کا ترجمہ لکھتے ہین کہ جسپر ابن ہثیم نے اس موقع پر شرح کی ہے اور پھر ہم اُس مضمون شرح کا ترجمہ کرتے ہین جس مین وہ روایت بھی شامل ہی جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور اُس پر خط کھینچ دینگے تاکہ امتیاز ہو جائے کہ وہ حصّہ مضمون مصنف مخاطب کا مستدلہ ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حصّہ مضمون مستدلہ مصنف مخاطب فرقہ شیعہ کے یہان سے لیا گیا ہے یا کیا۔؟

ترجمہ حصّہ مضمون فرمان علی مرتضیٰ موسومہ عثمان بن حنیف

(یہ وہی فرمان ہے جسکا ترجمہ ہم نے پہلے بھی کیا ہے دیکھو صفحہ ۸۹ ہم جلد چہار رسالہ روشنی)

"ہان تھا ہمارے ہاتھ مین فدک کل اُس چیز سے کہ سایہ ڈالا ہے اُس پر آسمان نے پس بخل کیا اُسپر نفوس ایک قوم نے اور جوانمردی کی اوس پر دوسرے نفوس نے (یعنے ایک قوم نے اُسکو لیلیا اور دوسرے نفسون نے اُسپر صبر کیا) اور اچھا حکم کرنے والا خدا ہے اور کیا کرون مین فدک کو اور غیر فدک کو درحالیکہ نفس کی منزل کلیتہً قبر ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہین اوسکی ظلمت مین نشان اُسکے اور پوشیدہ ہو جاتی ہین خبرین اُسکی الخ"

اُسپر ابن ہثیم نے جو شرح لکھی ہے وہ پورا مضمون شرح کا یہ ہے "واضح ہو کہ فدک خاص واسطے رسول صلعم کے تھا جب حضرت نے فتح خیبر کی اور

خدا نے قلوب اہل فدک مین رعب کو ڈال دیا پس انھون نے خواہش ظاہر کی کہ نصف فدک پر حضرت اُن لوگون سے مصالحہ کر لین حضرت نے اس امر کو قبول کر لیا اس سے فدک خاص حضرت کے لیے ہوا کیونکہ اُسپر حضرت نے لشکر کشی نہین فرمائی - اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے اُن لوگون سے کل فدک پر مصالحہ فرمایا اور مشہور بین الشیعہ بلکہ متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فدک کو حضرت فاطمہؑ کو عطا فرمایا -

اور روایت ہے اس امر کی شیعون سے طرق مختلفہ سے منجملہ اون کے روایت ابی سعید خدری ہے کہ جسوقت آیۃ وآت ذی القربیٰ حقہٗ - (دے تو قرابت دار ون کو حق اونکا) نازل ہوئی - حضرتؐ نے فدک حضرت فاطمہؑ کو عطا کر دیا - پس جسوقت ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے قصد کیا لیلینے فدک کا حضرت فاطمہؑ سے - پس جناب سیدہؑ نے وراثتاً فدک کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ حضرت نے اپنی حالت حیات مین مجھے اُسکو عطا کر دیا تھا - اور اُسکی شہادت حضرت علیؑ اور اُم ایمنؓ نے دی - پس ابو بکرؓ نے میراث مین حدیث نحن معاشر الانبیا سے - کہ جسکے وہ خود ہی تنہا راوی بھی تھے - جواب دیا - اور متعلق عطاء فدک یہ کہا کہ وہ خاص حضرت کی ملکیت نہ تھی بلکہ اونکے ہاتھ مین کل مسلمانون کا مال تھا جسکی آمدنی سے حضرت بت لوگون کو جنگ پر بھیجتے تھے - اور سبیل اللہ مین بھی صرف کرتے تھے اذ رمین اُسپر اوسی نہج سے متصرف ہون جیسے حضرت تھے - جب[1] یہ خبر سیدہؑ کو پہونچی حضرت نے برقع اوڑہا اور ایک جماعت اپنے اعوان و قوم کی عورتون کو لیے کر ابو بکرؓ کے پاس آئین درحالیکہ چادر آپ کے قدمون سے اولجہ رہی تھی اور

[1] روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ پر بھی بقدر ضرورت یہ خطبہ موسوم بہ لمۃ معہ اسناد سابقاً درج ہو۔ ایڈیٹر

اوسوقت، پہونچین جبکہ تمام مہاجر اور انصار ابو بکرؓ کے پاس موجود تھے بس ایک باریک پردہ درمیان اُن لوگون اور سیدہ کے تانا گیا بعد اُسکے حضرت نے ایسا ایک نعرہ کیا جسکی وجہ سے حاضرین متاثر ہوکر رونے لگے پھر حضرت نے تھوڑی دیر تامل کیا یہان تک کہ جوش گریہ کم ہوا اور فرمایا کہ ابتدا کرتی ہون مین خدا کی حمد سے جیسا کہ بزرگ اور مستحق حمد ہے۔ شکر کرتی ہون مین اوسی خدا کا اُسکی نعمتون پر اور شکر کرتی ہون مین اوسکا اون چیزونکے لیے کہ جنکا ہمارے قلوب مین الہام کیا ہے بعد اوسکے خطبہ طویل ایسا فرمایا جسکی آخر یہ ہی۔ بس خوف کرو خداوند عالم کا حق خوف کرنے کا اور اطاعت کرو اُسکی اُس امر مین کہ جسکا اوسنے حکم دیا ہے۔ پس جز این نیست کہ خدا کا خوف اوسکے بندون مین علماء کرتے ہین اور حمد کرو اُس خدا کی جس کی عظمت اور نور سے تمام مخلوقات زمین و آسمان اُسکی طرف وسیلہ ڈہونڈتے ہین۔ اور ہم ہین وسیلہ خلق مین۔ اور ہمین خاص الخاص اُسکے بندے ہین۔ اور ہمین محل قدس ہین۔ اور ہمین اوسکی حجت ہین۔ اور ہمین ورثار انبیا ہین۔ مین فاطمہؑ دختر رسول صلعم ہون۔ اور مین مکرر کہتی ہون کہ مین نے اپنے فخر اور شرف کی بیان مین تجاوز نہین کیا ہے۔ پس دل لگاکر اور کان دہر کر سنو۔ بعدہٗ یہ آتیہ ”لقد جاءکم“ تلاوت فرمائی ہے۔ ترجمہ تحقیق کہ آیا تمپر ایک رسول تمھین مین سے گران ہے اُسپر تمھارا معصیت کرنا۔ اور حریص ہی تمھارے اوپر۔ اور مہربانی اور رحم کرنے والا ہے مومنین پر۔ پس اگر تم نسبت دو اوسکو مجھسے تو وہ میرا باپ ہے، نہ تمھارا۔ اور وہ بھائی ہے میرے ابن عم کا نہ تمھارے ابن عم کا۔ پھر کیا تم گمان کرتے ہو کہ نہین ہے ارث میرے لیئے (ترجمہ آتیہ) ”آیا حکم جاہلیت کو اختیار کرتے ہو اور کون شخص ہے زیادہ حکم دینے والا خدا سے واسطے اوس قوم کے جو کہ

یقین کرنے والی ہے ۔ ای گروہ ملت آیا لے لی جائے مجھسے میراث میرے باپ کی - حالانکہ وارث ہو ابن ابو قحافہ اپنے باپ کا اور نہ وارث ہوں مین اپنے باپ کی - یہ تمنے ایک عجیب امر مصنوعی کیا پس لازم ہو گیا یہ فعل سرپے لیئے - اور مثل اوسکی مثل اُس ناقہ کی ہے جو لجام دیا ہوا اور جو کسا ہو کھڑا ہو - اور تو اے ابو قحافہ ملاقی ہو گا اس فعل کے ساتھ روز حشر - پس کیا ہی اچھا حاکم ہے خداوند عالم اور کفیل آنحضرت اور وعدہ گاہ قیامت (ترجمہ آیتہ) اور وقت روز قیامت کے افعال باطل کرنے والے زیان کار ہونگے اور واسطے ہر امر کے مستقر ہے اور قریب ہے معلوم کروگے جسپر نازل ہو گا عذاب رسوا کرنے والا اور حلول کرے گا اُسپر عقاب دائمی" راوی کھتا ہے کہ پھر متوجہ ہوئین طرف قبر اپنے پدر بزرگوار کے اور قول ہند بنت اثاثہ کو پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے) "بالتحقیق آپ کے بعد بڑے بڑے امور پیش آئے اگر آپ موجود ہوتے تو کاہیکو ایسا سخت واقعہ ہوتا ظاہر کیا لوگون نے اپنے امور مخفی کو جسوقت کہ آپنے قضا کی اور حائل ہین درمیان آپ کے بڑے تودے ریگ کے ترشروئی کی مجھ سے لوگون نے اور استخفاف کیا میرا جسوقت کہ آپ غائب ہوگئے ہمسے - پس آج کے روز ہم مغضوب ہوتے ہین"

راوی کھتا ہے اُسوقت ایسا زیادہ جوشش گریہ تمام مرد و زنمین واقع ہوا کہ کبھی ایسا نہین دیکھا گیا تھا - بعد اُسکے آپ نے انصار موجودہ مسجد کیطرف متوجہ ہو کر کہا کہ ای گروہ انصار اور بازوان ملت اور پرورش کنندگان اسلام میری مددگاری مین کیون تمکو تامل ہے - اور میری اعانت مین کیون سُستی ہے - اور میرے حق مین کیون تمکو ضعف ہے - اور میری فریاد رسی سے کیون غافل ہو - آیا نہین فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ انسان کی

حفاظت انکی اولاد مین کیجاتی ہے بہت جلدی کی تمنے اِن افعال کی کرنے مین - ابھی آنحضرت نے انتقال کیا اور تمنے انکے دین کو بھی مردہ کر دیا - تحقیق کہ موت انکی ایک مصیبت بزرگ ہی - وسیع ہو گیا ہے چاک اوسکا - اور کشادہ ہو گیا ہے سوراخ اسکا - اور مفقود ہو گیا ہے درست کرنے والا اوسکا اور تاریک ہو گئی ہے زمین اور جھک گئے ہین پہاڑ - اور نا امید ہو گئی ہین آرزوئین - اور ضائع کئے گئے بعد انکے حریم اور ہتک کی گئی حرمت اور رایانت کی گئی عزت اور یہ ایک ایسی مصیبت ہی جسکا کہ کتاب اللہ نے اعلان کیا تھا قبل انکی وفات کے - پس کہا خدا نے (ترجمہ آیتہ) نہین ہین محمد صلعم - مگر رسول تحقیق گذرے ہین قبل انکے بہت سے پیغمبر - آیا پس اگر وہ مرجائے یا قتل ہو جائے پلٹ جاؤ گے تم اپنے پچھلے پاؤن پر - اور جو شخص پلٹ جائے گا اپنے پچھلے پاؤن اُس سے خدا کو کچھ ضرر نہو گا اور قریب ہے کہ جزا دیگا خداوند کریم شاکرین کو[1] ای انصار آیا محروم کی جاؤن مین ارث سے اپنے باپ کے دران حالیکہ تم دیکھتے ہو اور سُنتے ہو پہونچتی ہی تمکو میری فریاد - اور شامل ہی تمکو میری آواز اور تم مین سامان بھی ہے اور تم کثیر التعداد بھی ہو - اور تمھارے واسطے گھر بھی ہے - اور سپرین بھی ہین - اور تمکو منتخب کیا ہی خدا نے اور برگزیدہ کیا ہے مقابلہ کیا ہی تمنے عرب کا - اور متوجہ ہوئے ہو تم امور کی طرف - اور دفع کیا ہے تمنے سختیون کو - یہان تک کہ چلّی اسلام کی تمھاری وجہ سے چکّی اور جاری ہوا شیر اوس کا - اور بجھ گئی آتش حرب اور ساکن ہو گیا شرک کا جوش اور سست ہو گئے فتنہ - اور مستحکم ہو گیا انتظام دین کا - آیا پس تم بعد اقدام کے پیچھے ہو گئے - اور پیچھے رہ گئے بعد حملہ کرنے کے - اور

[1] دیکھو جلد ۶ صفحہ ۶۸ پر اس آیتہ سے استدلال ۱۲

بزدل ہو گئے بعد شجاعت کے ۔ ایسی قوم سے جنھون نے عہد شکنی کی بعد اپنے ایمان کے ۔ اور رخنہ ڈالا اُنھون نے اپنے دین مین ۔ بس قتل کرو ائمہ کفر کو نہین ہے عہد اُنکے لیئے تاکہ وہ منتہی ہوجاوین ۔ آگاہ ہو بتحقیق مین دیکھتی ہون تم کو کہ تم مائل ہو گئے ہو عیش وآرام کی طرف اور انکار کیا تمنے دین کا اور پھر گئے جو تم بلائے گئے (ترجمۂ آیۃ) ؁ اور اگر کفر کرو تم لوگ اور وہ لوگ جو کہ زمین پر ہین سب کے سب پس بتحقیق کہ خدا غنی ہی اور حمید ہے ؁ آگاہ ہو تحقیق کیا ہی مین نے درحالیکہ مین یقین کرتی ہون اُس رُسوائی کا جو تمکو لازم ہو گئی ہے اور علم ہی تمھاری ضعف طبیعت کا اور ضعف یقین کا ۔ بس یہ قول تمھارے لیئے لازم ہو گیا ہے بس متحمل ہو تم اُسکے اور مثال اُس فعل کی مثال اُس ناقہ کی ہے جسکی پشت زخمی ہو اور سُم اُسکے گھس گئے ہون ۔ اور یہ فعل ایسا ہی کہ جسکا عار وننگ اور ملامت کا اُسمین نشان باقی رہے گا اور اُس دہکتی ہوئی آگ کے ساتھ موصول ہو گا جو کہ بہو بھکیگی اوپر قلوب کے پس خدا اُس کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو (ترجمۂ آیۃ) ؁ اور قریب ہے کہ جانینگے وہ لوگ کہ جنھون نے ظلم کیا ہے کہ کیسا پلٹا کھاوینگے جائے منقلب مین ۔

بعدہٗ آپ اپنے مکان پر واپس آئین ۔ اور قسم کھائی ۔ کہ نہ کلام کرینگی مدت العمر ابو بکر سے ۔ اور بد دعا کرینگی خدا سے اُسکے لیئے ۔ اور اور ایسا ہی حضرت نے کیا یہان تک کہ وفات پائی ۔ پس وصیت کی کہ نہ نماز پڑھے ابو بکر اُن پر پس نماز پڑھی ابن عباس ؑ نے اور دفن کی گئین شبکو

روایت کی گئی ہے ابو بکر نے جب جناب سیّدہ کا کلام سُنا ۔ تو ابو بکر نے اللہ کی حمد بیان کی اور ثنا کی اور رسُول پر درود پڑھا پھر کہا ۔ کہ ای افضل

عورتون کی اور بیٹی اوس باپ کی جو سب مین افضل ہے۔ مین نے رسول اللہ
کی راے سے تجاوز نہین کیا۔ اور نہین عمل کیا مین نے مگر رسول کے حکم پر۔
بیشک تمنے گفتگو کی اور بات بڑہا دی۔ اور سختی اور ناراضی کی۔ اب اللہ
معاف کرے ہمارے لیے اور تمھارے لیے۔ اسکے بعد یہ ہے کہ مین نے رسول
کے ہتیار اور سواری کے جانور علیؑ کو دیدیے۔ اور لیکن جو کچھ اسکے سوا ہے
اس مین مین نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ۔ ہم جماعت انبیا نہ سونے
کی میراث دیتے ہین نہ چاندی کی۔ نہ زمین کی۔ نہ کھیتی کی۔ نہ مکان کی۔ اور
لیکن ہم میراث دیتے ہین ایمان اور حکمت اور علم اور سنت کی اور عمل کیا مین
نے اسپر جو مجکو حکم کیا تھا۔ اور مین نے نیک نیتی کی ہے۔ تو جناب سیدہؑ
نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجھکو ہبہ کر دیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا
اس پر گواہ کون ہے۔ تو آئے علیؑ بن ابیطالب اور ام ایمن اُن دونون نے
فاطمہؑ کے لیے گواہی ہبہ کی دی۔ پھر آئے عمر بن خطاب اور عبد الرحمان بن
عوف اُنھون نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے
تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اے رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور ام ایمن نے بھی
سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اُسکا تصفیہ یہ ہے کہ جو تیرے باپ کے لیے تھا
وہ ہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ فدک سے تمھارا قوت
رکھ لیتے تھے۔ اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اٹھاتے تھے اُس مین سے
اللہ کی راہ مین۔ اور مین تیرے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین
وہ ہی کر دن گا جو رسول کرتے تھے۔ تو اسپر فاطمہؑ راضی ہوگئین اور فدک
مین اُسی پر عمل کرتے کا ابو بکرؓ سے عہد لیلیا اور ابو بکرؓ فدک کی پیدا وار کو
لیتے تھے اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیجدیتے تھے۔

پھر ابوبکرؓ کے بعد اور خلفا نے بھی یہی کیا یہانتک کہ حاکم ہوئے معاویہ تو امام
حسنؑ کی وفات کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنالیا
پھر اپنی خلافت کے زمانہ مین اپنے لیئے خاص کرلیا اور مروان کی اولاد کے
پاس رہا یہان تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہونچا تو اُسنے اپنی خلافت کے
زمانے مین فدک کو اولاد فاطمہؑ پر رد کر دیا۔

پس کہا شیعون نے کہ یہ اوّل حق تھا جو رد کیا گیا اور اہلسنت نے کہا بلکہ
لے لیا اوس نے اُسکو اپنی ملک مین بعد اُسکے ہبہ کر دیا اُسکو اولاد فاطمہؑ پر پھر
لے لیا اُنسے یہان تک کہ دولت بنی اُمیہ کی ختم ہوگئی پس رد کیا اوسکو
ابو عباس سفاح نے اولاد فاطمہؑ پر۔ پھر لے لیا اوسکو منصور نے۔ پھر رد کر دیا
اُس کو اُسکی بیٹے مہدی نے۔ پھر لے لیا اُسکو اُس کے دونون بیٹون موسیٰ و ہارون
نے۔ پس اسیطور سے بنی عباس کے ہاتھ مین رہا تا زمانہ مامون پس رد کیا اُسکو
مامون نے اولاد فاطمہؑ پر۔ اور باقی رہا عہد زمان متوکل تک۔ پس لے لیا اوسکو
متوکل نے۔ اور دیدیا اُسکو عبداللہ ابن عمر بازیار کو۔ اور روایت کی گئی ہی کہ
اُسی فدک مین گیارہ درخت تھے خرمہ کے۔ جن کو رسول خداصلعم نے اپنے
ہاتھ سے بویا تھا۔ بنی فاطمہ ہدیۃً اُسکے ثمر حاجیون کو پیش کرتے تھے پس اوسکے
صلہ مین وہ اُنکو بہت مال کثیر نذر کرتے تھے۔ پس بازیار نے ایک شخص کو بھیجکر
اون درختون کو کٹوایا اور جب وہ درخت کاٹ کر واپس بصرہ آیا تو مفلوج ہوگیا
اور اس قضیئہ مین شیعون اور اُنکے مخالفین مین نہایت اختلاف ہے اور ہر
فریق کے لیئے کلام طویل ہے انتھیٰ

جس مضمون شرح ابن میثم پر خط کھینچا گیا ہی اُسپر مصنف مخاطب استدلال کرکے
یہ کہتے ہین کہ وہ اس روایت کے ملاحظہ کے بعد نہ غصب فدک کی شکایت باقی

رہی نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود رہا اور اس طعن کی جڑ کٹ گئی ۱؎

فرمان علی مرتضے موسومہ عثمان بن حنیف مین جو [illegible] نے نسبت معاملہ فدک کے لکھا ہے اسکی شرح ابن میثم نے کی ہے اسکے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ انہون نے اپنے نزدیک واقعات تاریخی کی حیثیت سے جو تتمہ روایات کا بیان ہو سکتا تھا بیان کیا ہے اور یہ نہین لکھا ہے کہ وہ روایات فرقہ شیعہ کی ہین لیکن ہم بتا چکے کہ وہ روایات کہ جن سے واقعات تاریخی کا نتیجہ نکلا ہو اہل سنت کے یہان کی ہین مگر جب ابن میثم نے کسی روایت کی نسبت یہ نہین لکھا کہ وہ شیعون کے یہان کی لیتے ہین تو مصنف مخاطب کو لازم تھا کہ اُس روایت کو جس مین یہ بیان ہے کہ فاطمہ راضی ہوگئین تھا اور نیز مصنف مخاطب کو حجت ہے دکھاتے کہ وہ روایت شیعون کے یہان کی ہے اور اُس کتاب کا نام ظاہر کرتے تاکہ شیعہ اوسکو دیکھتے کہ اوس روایت کا راوی کون ہے اور وہ کتاب کس کی تصنیف سے ہے ابن میثم کی کتاب شرح نہج البلاغت کتاب حدیث شیعون کی یہان کی نہین ہے کہ اُس مین روایت رضامندی جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہ کے منقول ہونے سے یہ لازم آجائے کہ وہ روایت شیعون کے یہان کی ہے بلکہ یہ سبب اسکے کہ ابن میثم شیعی المذہب تھے اونہون نے اپنی اس کتاب مین یہ قصد کیا ہو کہ روایات کتب اہلسنت سے شرح کرین تاکہ اہلسنت پر حجت ہو۔

سوائے اُس روایت کے کہ جسمین رضامندی جناب سیدہ کی مذکور ہے اور اُسپر ہم علیحدہ بحث کرینگے ابن میثم شارح نے اُس مقام پر جن روایات سے واقعات تاریخی لکھے ہین اون روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے اُسی مقام پر اپنی شرح مین مفصل بہ قید سلسلہ راویون کے لکھا ہے اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جو کچھ انہون نے

۱؎ جزو ۱۶ صفحہ ۲۹۴ - طبع طہران ۱۲

اخبار اور سیر سے نقل کیا ہے وہ زبانی اہل حدیث اور اُن کی کتابون سے ہے - شیعون کی اور اُن کے لوگون کی کتابون سے نہین ہے - ابن ابی الحدید نے اپنے نفس پر شرط کر لی ہے کہ وہ شیعون کے یہان سے کچھ جمع نہ کرین اور یہ شرط اُنھون نے مخفی نہین رکھی ہے - اِس سے ظاہر ہے کہ شارح ابن میثم نے جو نتیجہ کہ اِس موقع پر لکھا ہے وہ شیعون کے یہان کی روایات اور کتب سے نہین ہے - بلکہ مخالفین مذہب اہل شیعہ سے ہے - جنکو ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے بلکہ اون سختیون کو جو فاطمہؑ اور علیؑ صلوات اللہ علیہما پر ہوئے اور اُس استخفاف کو جو اُن دونون کا کیا گیا - (مثل خانہ فاطمہ کے جلا دینے کا قصد اور اُم طحال زن عائشہ کی مثال اور لومڑی اور اُسکی دُم کی گواہ ہونے کی تمثیل کے) اُن روایات سے جو شارح ابن ابی الحدید نے لکھے ہین - ابن میثم نے واقعات تاریخی کے بیان مین چھوڑ دیا ہے -

وہ روایت جس سے رضامندی جناب سیدہ کا سنت مخاطب استدلال کرتے ہین - ابن میثم نے یہ لفظ "روی" مجہول کے نقل کی ہے اور اہل فن ایسی روایت کو ضعیف اور غیر معتمد جانتے ہین - جب تک کہ اسکی تصدیق دوسری روایتون سے نہ ہو - اور خود کتب معتمد اہلسنت کے روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جناب سیدہ قضیہ فدک مین ناراض ہو گئین اور [illegible] کرتی رہین اور ناراضگی کی حالت مین مر گئین اور وصیت کی [illegible] تا [illegible] کرنے والے اُنکے شریک جنازہ نہ ہون [illegible] [illegible] جناب سیدہ کا [illegible] [illegible] باقی کل قصون [illegible] [illegible]

[illegible] جلد اول بحث سبب وفات [illegible] [illegible] بحث فدک [illegible]

سے ۵ دیکھو صفحہ ۲۱ و ۲۴ جلد ہذا کا حاشیہ - اڈیٹر

اور ان روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے اور جہان اس روایت مین رضامندی جناب سیدہ کا ذکر ہے وہان مضمون روایت یون شروع ہوا ہے کہ وہ جب ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلعم سے مین نے سنا ہو کہ جماعت انبیاء میراث نہین دیتے ہین تو جناب سیدہ نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجکو ہبہ کر دیا ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا اوسپر گواہ کون ہے تو آئے علی بن ابیطالب اور ام ایمن اون دونون نے فاطمہؑ کے لیئے گواہی ہبہ کی دی۔ پھر آئے عمر ابن خطاب اور عبدالرحمن بن عوف انہون نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ ای رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور ام ایمن نے بھی سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اسکا تصفیہ یہ ہو کہ جو تیرے باپ کے لیے تھا وہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ فدک سے تمہارہ قوت رکھ لیتے تھے اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اوٹھالی تھے انمین سے اللہ کی راہ مین اور مین تیرے لیئے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین وہی کرونگا جو رسول اللہ کرتے تھے تو اوسپر فاطمہ راضی ہوگئین اور فدک مین اسی پر عمل کرنے کا ابوبکرؓ سے عہد لے لیا اور ابوبکرؓ فدک کی پیداوار لیتے تھے اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیجدیتے تھے سوائے فقرہ رضامندی جناب سیدہ کے باقی یہ کل مضمون بعینہ ایک روایت مین مندرج ہی جسکو شارح ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے جو اہل سنت کے یہان کی روایت ہی بیشک ابن ہیثم نے جس وقت جس کتاب مین اس روایت کو دیکھا تھا اسمین ذکر رضامندی جناب سیدہ کا موجود تھا اور اسی روایت مین ذکر رضامندی جناب سیدہ کا شرح ابن ابی الحدید مین جو طہران کے چھپی ہوئی ہے موجود نہین ہے تو اس حالت مین امر دو حال سے خالی نہین ہوسکتا کہ یا تو ابن ہیثم نے جس کتاب

مین یہ روایت دیکھی تھی اوسمین فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا بڑھایا گیا تھا او
یا شرح ابن ابی الحدید مطبوعۂ حال سے فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا
نکال ڈالا گیا ہی۔ اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اِس فقرہ کا بڑھانا اور نکالنا کس فرقے
کے مفید ہی اور جس فرقہ کے مفید ہو وہی فرقہ اُسکا مرتکب ہوگا۔ اگر اصل روایت
مین وہ فقرہ نہین تھا جیساکہ روایت شرح ابن ابی الحدید مین نہین ہے اور وہ
روایت اُس کتاب مین موجود تھی جسکو ابن میثم نے دیکھا تھا تو صریح ہے کہ اُس فقرہ
کا بڑھانا مفید اہلسنت ہے اِسلیئے اہلسنت نے اپنے یہان کی روایت اور کتاب
مین وہ فقرہ بڑھا دیا۔ اور اگر وہ فقرہ اصل روایت مین درحقیقت تھا جیساکہ
ابن میثم نے دیکھا تو شرح ابن ابی الحدید کی کتاب سے وہ فقرہ وقت طبع کتاب
کے یا اور کسی وقت کسی شیعہ نے نکال ڈالا ہی کہ جسکا نہونا شیعون کے مفید ہے
لیکن جب وہ فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا درمیان روایت شرح ابن میثم اور
اور شرح ابن ابی الحدید کے مختلف فیہ اور صحت اسکی مشتبہ ہی۔ تو وہ فقرہ
واسطے رضامندی جناب سیدہ کے قابل استدلال کے نہین ہوسکتا مگر یہ ضرور
قابل تسلیم کے ہی کہ وہ روایت مخالفین شیعہ کی ہے۔ خواہ اُس مین وہ فقرہ
رضامندی جناب سیدہ کا ہو یا نہو۔ اور یہ خیال مصنف مخاطب کا کہ ابن میثم کے
نقل کرلینے سے شیعون پر قابل حجت ہی غلط ہے۔

یہ روایت جس مین رضامندی جناب سیدہ کی حکایت ہی وہ بیان
کسی امام اہلبیت کی طرف سے نہین ہی جو قابل حجت کے ہوسکے بلکہ وہ بیان کسی
راوی مجہول کا ہے جس سے کسی واقعہ کے سمجھنے اور اُسکا استنباط کرنے مین غلطی
ہوئی ہے۔ وہ واقعہ صرف یہی ہے کہ جب جناب فاطمۂ زہرا کو اُن کی مرضی کے
موافق جس حیثیت سے کہ اُنہون نے دعویٰ کیا تھا فدک حضرت ابوبکرؓ نے واپس

نہ دیا اور جناب سیدۃؑ اور علی مرتضےٰ کی حجتون کی سماعت نہوئی تو جناب سیدہؑ چُپ ہو کر غضب اور ناخوشی کی حالت مین گھر کو چلی آئین۔ اور علی مرتضےٰ نے حضرت ابو بکرؓ پر کوئی حملہ نہ کیا۔ اور فدک حضرت ابو بکرؓ کے حصہ مین چھوڑ دیا اور فدک حضرت ابو بکرؓ کے قبضہ مین رہا جس حیثیت سے کہ اونکے اور دوسرون کے قبضہ مین رہا۔ اس واقعہ کی نسبت علی مرتضےٰ نے اُس فقرے مین (جسکی شرح مین ابن ہیثم نے روایت زیر بحث لکھی ہے جسمین رضامندی جناب سیدہؑ کا ذکر ہے) فرمایا ہی کہ "ایک قوم نے بخل کیا اور دوسری قوم نے سخاوت کی"

چونکہ وہ سخاوت بطیب خاطر اختیاری نہین تھی۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بتایا ہی۔ اور درحقیقت مجبوری سے فدک حضرت ابو بکرؓ اور دوسرون کے قبضہ مین چھوڑا گیا اور اُسکے واپس کر لینے مین حملہ نہ کیا گیا اسلیے اسی درگذر کو سخاوت کہا گیا اور حال مُراد اُسپر صبر کرنیسے ہی۔

اور اُسی امر کو اہل سنت کے یہان کی روایتون مین کسی نے مراد "سکوت" چپ ہو جانے سے اور کسی نے "کف" باز آنے سے لی ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہی۔ اس محل پر اس راوی مجہول اہلسنت نے مراد "رضیت" راضی ہو جانے سے لی۔ ایسی حالت مین ایسی روایت سے نہ غصب فدک کی شکایت رفع ہو سکتی ہی۔ نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود مٹ سکتا ہے نہ اوس طعن کی جڑ کٹ سکتی ہی۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر قضیۂ بحث فدک کو بیان کیا ہی جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ فدک قبضۂ خلیفہ وقت مین رہنا چاہیئے تھا اور حضرت فاطمہؑ کو نہین دیا جا سکتا تھا۔

ہمنے ضمیمہ اوّل جلد اوّل رسالہ روشنی صفحہ ۳۴۲ مین مفصل بحث قضیۂ

فدک پر کی ہی جو صرف روایات کتب اہلسنت پر مبنی ہے اور جس سے غلطی عند
مصنف مخاطب کی بحث فدک مین ظاہر ہو جاتی ہی اور طعن ضبطی فدک کا برقرار
اور قائم رہتا ہے۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو عندیہ اپنا ظاہر کیا ہی۔ اُسمین اُنھون نے
کچھ واقعات کو تبدیل کیا ہی اور کچھ نتیجہ غلط نکالا ہی اسلیئے ہمکو اس موقع پر بھی ضرور
ہوا کہ اُسکی حقیقت کو دکھا یئن۔

مصنف مخاطب بحث فدک کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "بعض قطعات
جو مسلمانون کے حملہ کے وقت کافرون نے منذب ہوکر بغیر لڑائی کے مسلمانون
کو دیدیئے تھے وہ رسول اللہ صلعم نے اپنی حاجتون کے واسطے اپنے قبضہ
مین رکھ لیئے تھے جنمین ایک فدک تھا اور اسکے علاوہ سات قطعہ مدینہ سے
ملحق تھے وہ بھی یہودئی نضیر سے ملے تھے۔ اِن کے علاوہ بھی بعض قطعات خیبر
کے تھے جسکو جہاد مین فتح کیا تھا وہان سے پانچوان حصہ حق رسول ملتا تھا جہاد
مین سے جو غنیمت کا مال آتا تھا اُسمین سے بھی حق رسول ملتا تھا یہی رسول کی
آمدنی تھی اور یہی رسول کا خزانہ تھا۔ اپنا خرچ بھی اُسی مین سے کرتے تھے اور بنی ہاشم
کو بھی کچھ کچھ دیتے تھے۔ مہمانون اور بادشاہون کے سفیرون کی مہمانداری بھی
اُسی مین سے ہوتی تھی جہاد کے وقت سواری اور ہتیار اور زاد راہ اسی مین
سے تھا۔ مجاہدین کی بھی مدد کرتے تھے کسیکو گھوڑا یا اونٹ بھی دیتے تھے کسیکو
ہتیار یا زادراہ دینا پڑتا تھا اصحاب صفہ کی خبرگیری کرتے تھے سلطنت کے
جتنے مصارف ہوتے تھے وہ سب اسی مین سے ہوتے تھے صدقہ کا مال جو
آجاتا تھا وہ فوراً مستحقین پر تقسیم ہو جاتا تھا تمام ضروریات سلطنت مصرف زکات
نہ تھے رسول کی بیبیون کا نفقہ اور بنی ہاشم کا وظیفہ بھی اوسی مین سے ادا

نہین ہوسکتا تھا یہ آمدنی ان تمام مصارف کے مقابل مین ایسی تہوڑی تھی کہ ہمیشہ رسولؐ کو عسرت رہتی تھی یہ سب زمینین بہ تعلق حیثیت سلطنت اور جہاد کے حاصل ہوئی تھین اسی لیے یہ سلطنت کے مصارف کیلیئے تھین۔ رسول اللہ نے اونکو ذاتی ملکیت نہین بنایا تھا اللہ کا مال اللہ کی راہ مین صرف کرتے تھے یا بنظر ظاہر یہ سمجھ لو کہ سلطنت کا مال تھا[1]

سوائے فدک کے جو سات قطعے مدینہ سے ملحق تھے اور جو یہود بنی نضیر سے ملے تھے اون کی نسبت درمیان شیعہ اور سُنّی کے کچھ بحث نہین ہے اور وہ قطعات نہ اوس دعوی مین شامل تھے جو فدک کے متعلق جناب سیدہؑ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کیا تھا جیسا کہ روایات خود کتب اہلسنت سے ظاہر ہے اور ان سات قطعون پر جناب سیدہؑ کی طرف سے دعوی پیش نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ یہ سات قطعہ پیغمبرؐ نے فاطمہ علیہا الصلوات پر وقف کر دئے تھے اور بذریعہ اوس وقف کے جناب سیدہؑ [illegible] اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ سات قطعات اونکے قبضہ سے نہین نکالے تھے[1]

لیکن جو قطعات کہ جہاد مین جنگ ہو کر حاصل ہوئے اُسکی آمدنی مین یا جو مال غنیمت مین ملے اومین پانچوان حصہ جو رسولؐ کا اور اہلبیت کا مقرر تھا اُس خمس کا دعوی بیشک جناب سیدہؑ نے کیا تھا اور جس سے ناحق وہ محروم کی گئین لیکن اس موقع پر بحث صرف فدک سے ہے۔

فدک کی نسبت مصنف مخاطب قبول کرتے ہین کہ وہ بغیر لڑائی کے ملا تھا اور تمام علمائے اہلسنت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین کہ جو مال بغیر گھوڑے دوڑانے یعنے جنگ کے حاصل ہو وہ خاصہ اور خالصہ صرف واسطے پیغمبرؐ کے تھا اور جو مال کہ گھوڑے دوڑا کر اور جنگ ہو کر حاصل

[1] دیکھو جلد ۶ روشنی از صفحہ ۲۰۹

ہوا اسمین پانچوان حصہ رسولؐ اور اُنکے اہلبیت کا حق تھا اور باقی کل مسلمانونکا جو شریک اس جنگ مین ہوئے اور اُن دونون قسمون کو بلفظ مال غنیمت کہتے ہین اسی قاعدے کے بموجب فدک کہ بغیر گھوڑے دوڑاتے اور جنگ کے حاصل ہوا تھا جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا مال ؤ فئی خالصةً اور خاصةً واسطے پیغمبرؐ کے تھا۔ اور اُسمین پیغمبرؐ کو اختیار ذاتی تصرف اور قبضہ کا اُسی حیثیت سے تھا جس حیثیت سے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے حق کے تصرف کا مال غنیمت مین حاصل ہوتا تھا۔ فدک مین کوئی حق کسی دوسرے مسلمان کا نہین تھا۔ اور اگر فدک مین کوئی حق کسی مسلمان کا بطور مال غنیمت کے ہوتا تو پیغمبرؐ اُسکو مسلمانون پر برابر تقسیم کر دیتے۔ اور حضرت فاطمہؑ کو ہرگز ہبہ یا عطا نہ فرماتے۔ روایات خود کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ جناب فاطمہؑ نے دعوی ہبہ و عطیہ کے ذریعہ سے اول کیا تھا اور جسکو کوئی نہین کہہ سکتا کہ دعوی انکا جھوٹ تھا گو علی مرتضےؑ اور ام ایمن کی گواہی کو قابل منظوری کے نہ سمجھ کر حضرت ابوبکرؓ نے دعوی ہبہ اور عطیہ کا جو جناب سیدہ کی طرف سے پہلے پیش ہوا تھا نامنظور کر دیا اور بحث اس امر کی کہ یہ شہادتین قابل منظوری کے تھین یا نہین ایک جداگانہ بحث ہے جسکو ہم بحث فدک مین پہلے لکھ چکے ہین۔ اور روایات کتب اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہو چکا ہی کہ بذریعہ ہبہ یا عطیہ کے فدک پر قبضہ جناب سیدہؑ کا تھا کیا اس الزام کا پیغمبرؐ پر عائد کرنا لوگ پسند کرتے ہین کہ فدک جو مال مسلمانون کا تھا پیغمبرؐ نے اپنا حق ذاتی قرار دیکر اپنی دختر کو قابض کرا دیا؟ اور کیا لوگ اس بات کو کہہ سکتے ہین کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی شخص جاننے والا ہی کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا تھا یا نہین اور بذریعہ ہبہ و عطیہ کے جناب سیدہ پر پیغمبرؐ منتقل نہین کر سکتے تھے۔

یہ امر کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین تھا جیسا کہ اسوقت مصنف مخاطب کہتے ہین حضرت ابو بکرؓ یا اون کے صلاح کارون نے وقت نامنظوری دعوے بذریعہ ہبہ اور عطیہ کے نہین کہا۔ بلکہ وہ دعوی اس بنا پر نامنظور کیا گیا کہ شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی نہین ہے اگر حضرت ابو بکرؓ یہ فہم کے موافق شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی ہوتی تو پھر کوئی اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اوس دعوے کو منظور کر لیتے اور اوس حالت مین یہ امر لازم آجاتا کہ فدک خالصتہً اور خاصتہً پیغمبرؐ کا تھا اور وہ ذاتی اختیار تصرف کا اوسپر رکھتے تھے لیکن درحقیقت حضرت ابو بکرؓ اور اونکے طرفدار اس امر کا یقین کرتے ہین کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا ہرگز نہ تھا وہ جناب سیدہؑ کے دعوی کو اس بنا پر نامنظور کر دیتے کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین ہے اور کل مسلمانون کا حق ہے اور پیغمبرؐ کو اوسکے ہبہ اور عطیہ کا اپنی دختر کو اختیار حاصل نہین تھا۔

جسوقت کہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ سے گواہ طلب کئے اسیوقت اونپر تسلیم اس امر کی لازم آگئی کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا ہے اور پیغمبرؐ اوسکے انتقال کا اختیار رکھتے تھے صرف گواہون سے اس امر کا ثابت ہونا باقی تھا کہ آیا پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کیا۔ یہ صحیح ہے کہ پیغمبرؐ کے قبضہ خالص مین جو زمینین آئی تھین یا انکو خمس اونکا حق خاص تھا اوسکو وہ اپنی ذات پر اپنی ازواج پر اپنی دختر پر اور تجہیز جنگ مین یا مصارف مین صرف کرتے تھے لیکن اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ انھون نے اون چیزونکو ذاتی ملکیت نہین بنا یا اسلیئے کہ بموجب حکم آیہ

وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما او (اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدا نے اپنے رسولؐ کو

فما اوجفتم علیہ من خیل و لا رکاب الخ اون مسلمانون مین سے پس نہین دوڑائے
ہین تھے گھوڑے اور اونٹ) کے ایسی چیزین اونکی ذاتی ملکیت بنی ہائی تھین
اور کوئی شخص جب تک کہ اپنی ذاتی ملکیت کو راہ خدا مین وقف نہ کردے اور
اپنا حق ملکیت ساقط نکردے تب تک کسی چیز سے کسی کا حق ملکیت معدوم نہین
ہوسکتا۔ مجرد اس امر سے کہ کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت سے کچھ مصارف خیر
اور راہ خدا مین صرف کرتا ہی کسی بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ اوس شخص
کی وفات کے بعد اوس متوفی کے حق ملکیت پر قبضہ کرلے اور اوسکو وقف فی سبیل اللہ
سمجھ لے یہ امر مسلمہ ہی کہ پیغمبرؐ اپنے حقوق خاص اور خالص کو اپنی ذات پر
اور اپنے اختیار سے صرف کرتے تھے یہانتک کہ اپنی ازواج کا دین مہر ادا کیا جیسا کہ
قرآن مین نازل ہے۔

یاایہا النبی انا احللنا لک ازواجک الاتی اتیت اجورہن وما ملکت یمینک مما افا اللہ الخ	اے نبی تحقیق ہم نے حلال کین واسطے تیرے عورتین تیری ایسی عورتین کہ دیا تو نے انکو اجورہ (مہر) انکا

اور جو کچھ کہ مالک ہوا دہنا ہاتھ تیرا اوس چیز سے کہ ”فے“ کر دیا ہی اللہ نے الخ
پس صحیح ہی کہ انہون نے اپنے اون حقوق کو فی سبیل اللہ قرار نہین دیا تھا اور نہ وہ سلطنت
کا خزانہ تھا بلکہ یہ حقوق اوس سردار اور بادشاہ مومنین اور مسلمانونکی ملکیت
ذاتی تھی جیسے کہ دیگر مال غنیمت مومنین اور مسلمان کا حق ہوتا تھا اور جیسے
کہ وہ مومنین اور مسلمان اپنا مال غنیمت مصارف خیر اور راہ خدا مین صرف
کرتے تھے اور اوس سے اونکے حقوق اور ملکیت قابل اسکے نہین ہوسکتے تھے
کہ بادشاہ اوسپر قبضہ کرلے ویسے ہی بعد پیغمبرؐ کی وفات کے کسی بادشاہ کو یہ حق
نہین ہوسکتا کہ پیغمبرؐ کے اون حقوق پر قبضہ کرلے اور نہ وہ شامل خزانہ سلطنت

کے سمجھا جا سکتا ہی اسلیئے کہ بیت المال سلطنت علیحدہ چیز ہی اور ذاتی مال اور خزانہ علیحدہ چیز ہوتی ہے۔

یہ ذاتی حقوق جس زمانہ مین کہ پیغمبرؐ کو حاصل ہو گئے تھے اوس زمانہ مین تجہیز لشکر کے لیے پیغمبرؐ کو قرض لینے کی ضرورت ہوتی تھی مگر پیغمبرؐ کی عسرت ذاتی کسیطرح سمجھی نہین جا سکتی تھی اسلیئے کہ قرآن مین خدانے پیغمبرؐ کی نسبت فرمایا ہی۔

ووجدک عائلاً فاغنے اور پایا (خدانے) تجکو درویش پس غنی کیا اور یہ ارشاد خدا کا اوسی لحاظ سے ہی کہ جو خدانے مال غنیمت مین خاص اور خالص حق پیغمبرؐ کا سوائے مسلمانون کے قرار دیا ہی۔ آیت

وما افاء اللہ علی رسولہ منہم مما او جفتم علیہ من خیل ولا رکاب — اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدانے اپنے رسول کو اون (مسلمانون) مین سے پس نہین دوڑائے ہین تمنے گھوڑے اور اونٹ (لشکر) ظاہر ہی کہ مسلمانون مین پیغمبرؐ کے لیے حق خاص اور خالص مقرر ہوا ہی۔ اور حق خمس پیغمبرؐ اور اُن کے قرابت دارون کے لیئے جو قرار دیا گیا ہی وہ آیت مشہور ہی انہین حقوق خاص اور خالص کی وجہ سے خدا نے پیغمبرؐ کو درویشی کی حالت سے غنی کر دینا فرمایا ہی۔ اور معاملہ خلافت اور اُسکے خزانے کا اس سے علیحدہ ہی خدانے خلافت کے متعلق جو آیتین نازل فرمائی ہین اونمین عام مسلمانون سے خطاب ہی خاص ذات پیغمبرؐ سے خطاب نہین ہے۔

خدا ایمان والون اور عمل صالح کرنے والون سے وعدہ فرماتا ہے کہ ہم ایسون کو خلافت فی الارض (بادشاہت) دینگے۔ پھر فرماتا ہی ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول کے اور خرچ کرو اُس چیز سے کہ گردانا تمکو جانشین پہلونکا

بیچ اوسکے ۱۲ یعنے جنکو پہلے خلافت فی الارض تھی۔پھر فرماتا ہی کہ پھر کیا ہمنے تمسکو خلیفہ فی الارض (بادشاہ) پھر فرماتا ہی وہ ایسا ہی جسنے گردانا تمکو خلیفہ زمین کا ۱۲ اور پورے وہ آیات ہمنے بحث فدک مین لکھ دیئے ہین اعادہ کی ضرورت نہین ہی۔ اس سے ظاہر ہی کہ معاملہ ذاتی غنی ہونے پیغمبر کا علیحدہ ہی معاملہ بادشاہت کے ملجانے کا مسلمانون کو علیحدہ ہی اور جو مال کہ ذاتی پیغمبر کا تھا وہ مال سلطنت کا مال نہین ہوسکتا اور جو مال کہ سلطنت کا تھا وہ ذاتی پیغمبر کا نہین ہوسکتا۔ اور پیغمبر جو کچھ اپنے ذاتی مال سے اصلاح مسلمانون اور وسعت قومی اور ملکی مین صرف فرماتے تھے وہ اونکا قوم اور ملک پر سلوک اور احسان تھا منجانب خدا انپر صرف کرنا واجب نہین تھا البتہ قومی سلطنت کے کام کے لیے وہ کبھی قرض لیتے تھے باوصف ایسکے کہ وہ غنی ہوچکے تھے جیسے کہ تجہیز جیش اسامہ مین کہ جو زمانہ مرض مین پیغمبر نے لشکرکشی کا حکم دیا تھا حالانکہ اس زمانہ مین بھی ہم دیکھتے ہین کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت یا کسی شخص خاص سے قرض لے لیتی ہی اور اوسکا ادا ذمہ سلطنت کے ہوتا ہی نہ کہ اوسکی ذات کے متعلق۔ اور اس قرضہ لینے سے وہ بادشاہ ذاتی حیثیت سے مفلس نہین سمجھا جاتا ہے۔

پیغمبر نے تجہیز جیش اسامہ کے لیے جو قرضہ لیا تھا۔ وہ قرضہ بعد وفات پیغمبر علی مرتضے نے اداکیا حالانکہ حضرت ابوبکر کو جو بادشاہ ہوگئے تھے اُس قرضہ کا ادا کرنا لازم تھا کسقدر تعجب کی بات ہے کہ قرضہ جو بادشاہت پر تھا اوسکو علی مرتضے بموجب وصیت پیغمبر ادا کرین اور بادشاہ حضرت ابوبکر بنین۔ اس مین شک نہین کہ پیغمبر تمام قوم مسلمانون اور تمام ملک مسلمانون کے بادشاہ قرار پاگئے تھے اور تمام روئے زمین پر سلطنت کا حق رکھتے تھے اور بادشاہت کی وجہ سے وہ مالک اُن تمام زمینون اور جنگلون کے تھے

جو مسلمانون یا دوسرے لوگونکے قبضہ مین تھین اور علاوہ اون خاص قبضون اور مال کے جسمین ذاتی حق ملکیت رکھنے والے تھے سلطنت کے متعلق جو چیزین اور چیزین تھین اون مین بھی اون کو اختیار تھا جیسے کہ تمام بادشاہون کو ہوتا ہی کہ کسی زمین یا مال سلطنت کو جس کسیکو چاہین ہبہ یا عطا فرماوین کو ایسا اختیار قدیم سے تمام بادشاہون کو از روئے اصول سلطنت کے حاصل ہونا مستمر چلا آتا ہے اور جو کوئی بادشاہ زمین یا مال سلطنت کسی کو ہبہ یا عطا کردے اسکو بادشاہ آیندہ بحال اور برقرار رکھتا ہی اگر وہ بادشاہ آیندہ بادشاہ سابق کے ہبہ یا عطیہ کو ضبط کر لیگا تو یہ امر داخل اسکی بد اخلاقی کے سمجھا جاتا ہی اور یہی مسئلہ مذہب اسلام مین پیغمبر اور امام زمانہ اور خلیفہ برحق اور سلطان عادل کے لیے مقبول چلا آتا ہی۔ اس اصول پر اگر فدک متعلق مال سلطنت کے تھا اور پیغمبر نے حضرت فاطمہ کو ہبہ یا عطا کر دیا تھا تو حضرت ابوبکر کو زیبا نہین تھا کہ وہ اسکو ضبط کرتے۔

بادشاہ کے حقوق ذاتی اور حقوق متعلق سلطنت مین صرف یہ فرق ہوتا ہی کہ بعد ایک بادشاہ کے دوسرا بادشاہ حقوق سلطنت پر قبضہ پاتا ہی لیکن بادشاہ بجائے ایک بادشاہ کے وہی ہو سکتا ہی کہ جسمین وہ اوصاف موجود ہون جو قواعد اصول سلطنت مین قرار پائے ہین یعنے استخلاف۔ قرابت۔ انتخاب۔ انتخاب مین ان امور کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس شخص کو منتخب کیا جائے کہ جسمین وصف شرافت اور علم اور شجاعت کا سب سے اعلی ہو یہ بحث ہم مشرح لکھ چکے ہین[1]۔ مین اس بات کو بیشک تسلیم کرتا ہون کہ حق سلطنت مین میراث جاری نہین ہوتی ہے بلکہ حق سلطنت

[1] دیکھو جلد ۴ صفحہ ۵۶۴

اُسی اصول سے پیدا ہوتا ہی جو بیان کیا گیا مگر حقوق ملکیت ذاتی پادشاہ مین میراث جاری ہوتی ہے اس لیے کہ اوس کو کچھ تعلق حقوق سلطنت سے نہین ہوتا۔

جناب فاطمہؑ نے اول دعوٰی ہبہ یا عطاء فدک کا کیا تھا فدک خواہ ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبرؐ کی تھی جیسا کہ ابتک کہا گیا ہی خواہ متعلق سلطنت کے ہو جیسا کہ اسوقت مصنف مخاطب لکھتے ہین دونون حالتون مین ہبہ اور عطا اوسکا جانب پیغمبرؐ صحیح اور درست تھا لیکن جب دعوٰی ہبہ یا عطا کا نامنظور ہوا اور فدک درحقیقت ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبرؐ کی تھا اور اُسمین میراث جاری ہوسکتی تھی تب جناب فاطمہؑ نے فدک پر دعوائے میراث کیا کہ جو کسیطرح سے قابل نامنظوری نہین سمجھا جاسکتا جسمین نہ گواہ کی ضرورت تھی اور نہ شاہد کی۔

مصنف مخاطب فدک کے عطیہ یا ہبہ ہونے پر ابوداؤد سے جو منجملہ صحاح اہلسنت سے ایک روایت کا ذکر کرتے ہین کہ وہ فدک کو جناب فاطمہؑ نے مانگا تھا مگر رسولؐ نے انکار کردیا" اور وجہ اُسکی یہ ظاہر کرتے ہین کہ اللہ کے کام جسمین روپیہ خرچ کرنیکی ضرورت تھی اوسسے زیادہ عزیز تے""

خود علماء اہلسنت کا یہ اعتقاد اور اطمینان نہین ہی کہ کل روایات کتب صحاح ستہ صحیح ہین یا قابل اعتقاد کے ہین - اور یہ روایت ابوداؤد کی جسکو مصنف مخاطب حجت لائے ہین قابل اعتماد کے کسیطرح نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے مصنف مخاطب نے اوس روایت کو پورا نقل نہین کیا اور صرف اتنا فقرہ لکھدیا کہ وہ فدک کو جناب سیدہؑ نے مانگا تھا رسولؐ نے انکار کردیا" اور وہ پوری روایت یہ ہی کہ" عبداللہ بن الجراح نے روایت

کی ہی۔ کہ جسکا آخری راوی مغیرہ کو ظاہر کیا ہی کہ اوسنے کہا کہ جمع کیا عمر بن
عبدالعزیز نے بنی مروان کو جسوقت کہ خلیفہ ہوا وہ۔ اور کہا کہ بیشک رسول
صلعم کے لیئے فدک تھا اور خرچ کرتے تھے اُس سے۔ اور اُسی مین سے پھر دیتے
تھے بنی ہاشم کے اطفال کو اور تزویج کرتے تھے اُس سے اُنکی رانڈونکی اور
بیشک فاطمہؑ نے پیغمبرؐ سے چاہا یہ کہ گردانے اُس فدک کو فاطمہؑ کے لیئے پس انکار
کیا پیغمبرؐ نے اور یہی حالت تھی حیات رسول اللہ صلعم مین یہانتک کہ گذر گئی اپنی
راہ پر پس جسوقت کہ پادشاہ ہوے ابوبکرؓ عمل کیا اُس فدک مین جو کہ عمل کرتے
تھے نبیؐ اپنی زندگی مین یہانتک کہ گذر گئے ابوبکرؓ اپنی راہ پر۔ پھر جسوقت کہ
پادشاہ ہوے عمرؓ عمل کیا عمر نے اُس فدک مین مثل اُسکے کہ عمل کیا اُن دونو نے
یہانتک کہ گذر گئے وہ بھی اپنی راہ پر پھر جدا کر لیا اُسکو مروان نے گرداند واسطے عمر بن
عبدالعزیز کے کہا عمر یعنے ابن عبدالعزیز نے پس دیکھتا ہون مین امر کہ منع کیا
نبیؐ نے فاطمہؑ کو نہین ہی واسطے میرے حق اور بیشک گواہ کرتا ہون مین تمکو تحقیق
کہ مین لوٹاتا ہون اُس فدک کو اُسیطرح پر جسطرح تھا عہد رسول اللہ صلعم مین
اس روایت سے ظاہر ہی کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اُس بخشش کو کہ جو مروان نے
اپنے پوتے عمر ابن عبدالعزیز کو کی تھی اس دلیل سے کہ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو فدک
نہ دیا باطل سمجھا اور فدک کو اُس حالت پر رکھا کہ جس حالت پر عہد پیغمبرؐ مین تھا
یعنے شامل خلافت کے رکھا حالانکہ تمام مورخ اہلسنت کے متفق ہین کہ عمر
ابن عبدالعزیز نے فدک خاص قبضہ بنی فاطمہؑ مین دیدیا تھا اور بنی امیہ
خانہ نے نکال دیا تھا اور یہی وجہ ہے شیعہ بھی عمر ابن عبدالعزیز کا نام
نیکی کیساتھ لیتے ہین اوس سیاہی سے نہین لکھتے ہین جس سیاہی سے اوسکے
ہمنام کسی دوسرے خلیفہ کا لکھتے ہین۔ اور جب درایت سے ثابت ہے کہ

عمر بن عبد العزیز نے فدک کو خلافت سے جدا کرکے خاص بنی فاطمہؑ کے حوالے کر دیا تو اس روایت مین جو یہ امر مذکور ہی کہ پیغمبرؐ نے فدک کو فاطمہؑ کے دینے سے انکار کر دیا باطل ہوتا ہی۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے نزدیک یہ محقق ہو گیا کہ فدک پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو دے دیا تھا اور اسی وجہ سے مروان نے جو عمر بن عبد العزیز کو دیا تھا اوس کو باطل سمجھکر اور فدک کو حق خالص فاطمہؑ قرار دیکر حوالہ بنی فاطمہؑ کر دیا۔

متعدد روایات معتمد کتب اہلسنت سے جسکا حوالہ ہم پہلے بحث فدک مین دے چکے ہین ظاہر ہے کہ جب آیت ہٰذا

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (دے لے پیغمبرؐ قرابتدارون کو حق اونکا) نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فدک اپنی دختر فاطمہؑ کو دیدیا اور جناب سیدہ کا فدک پر قبضہ تھا اور انھون نے دعویٰ ہبہ یا عطیہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسکی نسبت کوئی نہین کہ سکتا کہ وہ دعویٰ انھون نے جھوٹ کیا تھا گو وہ دعویٰ بوجہ ناکافی ہونے شہادت کے نامنظور کیا گیا بمقابلہ اون تمام روایات کے ابو داؤد کی ایک روایت مخالف اون تمام روایات کتب اہلسنت کے منظور نہین ہو سکتی۔

عمر بن عبد العزیز کے بیان مین یہ نہین ہے کہ یہ امر اونکو کہان سے معلوم ہوا کہ جناب فاطمہؑ نے فدک پیغمبرؐ سے مانگا تھا اور پیغمبرؐ نے انکار کر دیا۔

یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ سے جناب فاطمہؑ نے اپنے گھر مین یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر مین جہان اوسوقت پیغمبرؐ تشریف رکھتے ہونگے فدک کو مانگا ہوگا بلاشبہ کہ کوئی راوی ایسا نہو کہ جو جناب فاطمہؑ یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر مین موجود ہونے کی شان رکھتا ہو تب تک ایسا واقعہ قبول نہین کیا جا سکتا عمر بن

عبدالعزیز نے کسی راوی کا نام نہین لیا اور یہ بیان نہین کیا کہ اُسکو کیونکر علم ہوا اور یہ عقل نہین قبول کرتی ہے کہ جناب سیدہ نے فدک پیغمبر سے مسجد نبوی مین یا کسی دوسرے مقام پر گھر سے باہر جہان مجمع اصحاب کا موجود ہو طلب کیا ہو اور پیغمبر نے انکار کر دیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جسوقت کہ جناب سیدہ نے حضرت ابو بکر کے سامنے دعوی بذریعہ ہبہ یا عطا کے کیا تھا تو اُسوقت اصحاب ضرور ظاہر کرتے کہ ہمارے سامنے جناب سیدہ نے فدک پیغمبر سے مانگا تھا اور اُنھون نے انکار کر دیا کہ ایسی شہادت واسطے ابطال دعوا فاطمہ کے بہت مؤثر ہوتی اور صرف ایسی شہادت کا اثر دعوی پر نہ پڑتا بلکہ علی مرتضے اور ام ایمن کی گواہی کے بطلان کیلیئے بھی حجت ہو سکتی۔

روایات سے یہی ظاہر ہے کہ جب جناب سیدہ نے دعوی کیا تھا تو حضرت ابو بکر نے ہر ایک صحابی اور موجودین سے تلاش کی تھی کہ خلاف دعوی اُنکے پاس کچھ فرمودہ پیغمبر ہے لیکن کسیکے پاس کچھ نہین نکلا۔ ایسی حالتون مین روایت ابو داؤد کی جسمین یہ بیان ہے کہ پیغمبر نے فاطمہ کو فدک دینے سے انکار کر دیا کسیطرح صحیح قرار نہین پاسکتی۔

آیت مین جو یہ ذکر ہے کہ ائے پیغمبر قرابت دارون کو دیدے حق اُنکا اُس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہ کا فدک مین کچھ حق تھا اور ہم بتائین گے کہ جناب سیدہ کا حیات پیغمبر مین کیا حق تھا۔ پیغمبر نے جو فدک ہبہ یا عطا جناب سیدہ کو کیا تھا وہ بہ سبب محبت یا عزیز ہونے حضرت فاطمہ کے بطور سلوک کے نہین کیا تھا جو یہ سمجھا جائے کہ اللہ کے کام مین پیغمبر کو خرچ کرنا زیادہ عزیز تھا بلکہ فاطمہ کو فدک بوجہ اسکے کہ اون کا حق تھا پیغمبر خدا نے اون کو دیا اور کسی کا حق اوسکو دینا مقدم اور اوسلئے ہو کہ وہ مال راہ خدا

مین صرف کیا جاوے۔

تمام عرب کو تسلیم تھا اور تمام مسلمان قبول کرتے چلے آتے ہین۔ کہ حضرت خدیجہ مادر جناب فاطمۃ الزہرا ایک اعلیٰ درجے کی دولتمند مالدار تھین۔ جنکی ابتداءً پیغمبرؐ نے ملازمت اختیار کی تھی اور پیغمبرؐ کی اُس زمانہ مین حالت عسرت کی تھی جیسا کہ خدا نے بھی ابتدائی حالت پیغمبرؐ کی درویشی کی فرمائی ہے اور پھر اُنھون نے اُنکے ساتھ نکاح کر لیا اور جب تک کہ وہ زندہ رہین اُسوقت تک پیغمبرؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت نہین کی تھی اُسوقت تک پیغمبرؐ کو اللہ کے کامون مین زیادہ خرچ کرنے کا کوئی موقع یا ضرورت نہین ہوئی تھی لیکن زمانہ ہجرت سے خدا کے کامون مین مال کثیر صرف کرنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ عین وقت ہجرت کے ایک اونٹ حضرت ابوبکرؓ سے پیغمبرؐ نے نو سو درہم کو خرید کیا[1] جس مین نفع کثیر حضرت ابوبکرؓ کو ملا تھا اور اُسی اونٹ پر پیغمبرؐ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور پیغمبرؐ قتل ہو جانے سے محفوظ رہے اوسکے بعد جو اخراجات غزوات اور سریات یعنے آراستگی اور مہیا کرنے سامان جنگ اور فوج کے ہوتے رہے اوسکا اندازہ ہم بھی نہین کر سکتے مگر مصنف مخاطب نے بھی اُن اخراجات کو بہتات سے ابھی دکھلایا ہے بس اب ہم پوچھتے ہین کہ اِن اخراجات مین جو پیغمبرؐ نے صرف کیا وہ مال پیغمبرؐ کے پاس کہان سے آیا تھا اُسکا جواب ہر شخص جو ذرہ برابر بھی ایمان رکھتا ہے یہی دیسکتا ہے کہ وہ مال اور دولت حضرت خدیجۃ الکبرا کی تھی جو پیغمبرؐ نے خدا کے کامون مین صرف کی ہے اب مین سوال کرتا ہون کہ قبل وفات حضرت خدیجہ کے پیغمبرؐ جو کچھ اپنے اوپر یا کسی کار خیر مین صرف کرتے تھے وہ باجازت

---

[1] دیکھو مدارج النبوۃ ۱۱

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ضرور صرف کرتے تھے لیکن پیغمبرؐ کا اخلاق اور حمیت کسی طرح مقتضی اسکے نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ اپنی زوجہ کا مال صرف کر دینا اور یہ نیت نہ رکھتے ہوں کہ جسوقت اونکے ہاتھ مین مال آوے تو اوس کا معاوضہ دینگے اگر مسلمان اسی امر کے قائل ہوجاوین کہ پیغمبرؐ نے ملازمت اور نکاح حضرت خدیجہ کے ساتھ اسی نیت سے کیا تھا کہ اونکا مال اور دولت اپنے اوپر اور اپنی مرضی سے بغیر نیت ادائے معاوضہ صرف کرین تو مین ایسے شخص کو جو ایسی بیغیرتی اور بداخلاقی کی خو رکھتا ہو پیغمبرؐ نہین مانسکونگا۔

لیکن بعد وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی جو مال اور دولت حضرت خدیجہ کی باقی رہی وہ پیغمبرؐ نے کیونکر اور کسکی اجازت سے صرف کی؟ اس لیے کہ اشد ضرور تھین صرف مال اور دولت کی بعد وفات حضرت خدیجہ کے لاحق ہوئی تھین بموجب مذہب اہلسنت کے اور روایت حضرت ابوبکرؓ کے جو ضبطی فدک کے وقت فرمائی ہے پیغمبرؐ مال اور دولت مین حضرت خدیجہ کے کوئی حق نہین رکھتے تھے کہ پیغمبر نہ کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث ہوتا ہے اور بموجب مذہب شیعہ کے مال و دولت متروکہ حضرت خدیجہ مین چوتھا حصہ پیغمبرؐ کا تھا لیکن تین ربع حصہ حضرت فاطمہؑ کا تھا اور حضرت فاطمہؑ اوسوقت نابالغ تھین جسکے ولی بیشک پیغمبرؐ تھے مگر مین اب اہلسنت سے یہ پوچھتا ہون کہ پیغمبرؐ نے جو یہ کل مال اور دولت متروکہ حضرت خدیجہ کا خدا کے کامون مین صرف کر دیا وہ کس کی اجازت سے اور آیا وہ صرف بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے تھا؟ اگر کوئی یہ قبول کرے کہ وہ مال اور دولت بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے صرف کر دیا گو وہ صرف خدا کے کامون مین ہو مگر پیغمبرؐ کا اپنا مال نہین تھا۔

آیا ایسا صرف پیغمبرؐ کر سکتے تھے اور پیغمبرؐ کو ایک لڑکی نا بالغ کا مال جسکے وہ ولی تھے صرف کرنا جائز تھا ؟۔

اگر پیغمبرؐ کا ایسا اختیار اور جواز قبول کیا جاسے تو ضرور یہ لازم آئے گا کہ ایک نا بالغ بچہ کا پیغمبرؐ مال اور دولت صرف کرنے والا تھا۔ اور اس سے جو الزام پیغمبرؐ پر لازم آتا ہی وہ محتاج بیان نہین ہے۔ پس بجز اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ یہ قبول کیا جائے پیغمبرؐ نے بہ نیت اور ارادہ اداے معاوضہ کے اوس مال کو صرف کیا۔

پیغمبرؐ نے جو کچھ مال اور دولت حضرت خدیجہ کا خدا کے کاموں مین صرف کیا اوسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک خاص اور خالص کہ جسمین کسی دوسرے مسلمان کا حق نہین تھا نبیؐ کے قبضہ مین آیا چونکہ وہ فدک ایسے مال اور دولت کے خرچ سے حاصل ہوا تھا کہ جسمین حضرت فاطمہؑ کا حق تھا اسلیئے خدا نے فرمایا ہی کہ ؐ اے پیغمبرؐ دے اپنے قرابتداروں کو حق اون کا یعنی اوسنے یہ حق فاطمہؑ کا دینا مقدم اور اولے تھا کہ پیغمبرؐ اوس کو خدا کی راہ مین صرف کرین۔

جب آیت قرآنی سے یہ ظاہر ہی کہ پیغمبرؐ کو یہ حکم ہوا کہ وہ قرابتداروں اون کا حق دیدے اور روایت ابو داؤد مین یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے فدک دینے سے انکار کیا تو یہ مضمون روایت کا مخالف آیت قرآنی کے ہی اور یہ امر ضرور قابل قبول کے ہی کہ پیغمبرؐ نے ضرور تعمیل آیت قرآنی کی کی جس سے ہبہ یا عطا فدک کا جناب فاطمہؑ کو قبول کرنا لازم آتا ہی اور اگر یہ امر ہے کہ پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو فدک دینے سے انکار کر دیا تو علماء اہلسنت بتاوین کہ پیغمبرؐ نے تعمیل اس آیت قرآنی کی کیا کی اور پیغمبرؐ کے قرابتداروں کا وہ کیا حق تھا

بخشنے دینے کا خدا نے امر فرمایا ہی - کچھ شبہ نہیں ہے کہ روایت ابو داؤد
مین جو ذکر انکار پیغمبرؐ کا ہی وہ بغرض ابطال دعوی فاطمہؑ کے وضع کیا گیا ہی
جب یہ دیکھا ہے کہ صحیح دعوی جناب سیدہؑ کا جو ہبہ یا عطیہ کے بموجب تھا
ایک حجت ناکافی سے نامنظور کیا گیا ہے -

یہ سچ ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنے ہاتھوں کے آبلے دکھائے جو روٹی
کے پکانے اور چکی کے پیسنے سے پڑ گئے تھے رسول اللہ صلعم نے اُسکے
جواب مین تسبیح اونکو بتادی لیکن یہ حالت جناب سیدہؑ کی اسی سبب سے
ہوگئی تھی کہ جناب سیدہؑ کی مان کا مال اور دولت پیغمبرؐ نے جو حق جناب
سیدہؑ کا تھا ایسے خدائی کام مین صرف کیا تھا کہ جسکا نتیجہ بادشاہت
کا حاصل ہونا لازمی تھا اور تسبیح جو جناب سیدہؑ کو پیغمبرؐ نے بتائی اوس سے
غرض پیغمبرؐ کی یہی تھی کہ اے فاطمہؑ تم خدا کو یاد کرو تمہارا حق متروکہ حضرت
خدیجۃ الکبریؑ کا جو خدائی کام مین صرف ہوگیا ہی اوس کا نتیجہ ایک وقت ایسا
ہوگا کہ تمکو اُسکی وجہ سے فارغ البالی ہو جاویگی جیسا خدا نے پیغمبرؐ کی
نسبت فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ کو خدا نے درویش پایا تھا اور تونگر کر دیا اسی
جگہ سے یہ امر بھی پایا جاتا ہے کہ مذہب اسلام مین دین اور دنیا علیحدہ علیحدہ
چیزین نہین ہین جناب سیدہؑ کو پیغمبرؐ نے جو تسبیح بتائی تھی اور اوس مین جو
ایما تھا وہ اسی طرح پورا ہوا کہ حصول فدک جو مال اور دولت حضرت
خدیجہ کے صرف کا نتیجہ تھا وہ پیغمبرؐ نے بموجب حکم خدا کے حضرت
فاطمہؑ کو دیدیا -

خصال ابن بابویہ مین کہ جسمین سیرت او رخصلت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت
کی جمع کی گئی ہین بیشک یہ روایت ہے کہ جناب سیدہؑ رسول کے پاس

مرض الموت مین تشریف لائین اور کہا کہ یہ دونون بچے ہین انکو کچھ میراث دیجیے تو رسول نے فرمایا کہ حسن کو میری ہیبت اور حسین کو میری جرائت ملے گی !!

انبیا کی ایسی شان ہوتی ہے کہ مال دنیا سے سوا سے چند ضروری چیزون کے کچھ اونکے پاس ذاتی نہین رہتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا کے پاس بھی سوائے اسلاح اور سواری کے گھوڑے اور اونٹ اور لباس کے وقت وفات کے اور کچھ نہین تھا اصل میراث پیغمبرون کی اونکے علم اور اونکے خصائل مین ہوتی ہے۔ جناب سیدہ نہ مانہ مرض الموت پیغمبر مین چاہتی تھین کہ جو کچھ اشیا اور اسباب اون کے باپ چھوڑینگے وہ میراث مین مجکو نہ ملیگی البتہ انھون نے اپنے بچون کے واسطے پیغمبر سے یہ خواہش کی کہ پیغمبر کی خصلتون مین سے اونکے بچون کو ملے اور حقیقت مین ایسی خواہش سے مقصود جناب سیدہ کا یہ تھا کہ پیغمبر اون کے بچون کے حق مین خدا سے دعا کرین کہ پیغمبر کے خصائل انکے بچون کو ملین اور پیغمبر نے اوسوقت جناب سیدہ کے منشا اور مقصود کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ یہ اپنے بچون کے لیے میری خصلتین مانگتی ہے اور اسی سبب سے پیغمبر نے جناب سیدہ کی خواہش کے بعد جب یہ فرمایا کہ حسن کو میری ہیبت اور حسین کو میری جرأت ملیگی۔

اس سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ پیغمبر جو کچھ مال اور اسباب چھوڑنے والے تھے اونمین سے حق ارث جناب سیدہ کو نہین پہونچ سکتا۔ اور نخلاف قرآن پیغمبر یہ سمجھ سکتے تھے کہ میرے مال اور اسباب مین فاطمہ کو کچھ ارث نہین ل سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حسنین کے لیے فاطمہ پیغمبر سے کچھ میراث مانگ بھی نہین سکتی تھین کہ حیات فاطمہ مین میراث پیغمبر حسنین کو مل

نہ دین سکتی تھی اور نہ فاطمہؑ پیغمبرؐ سے خلاف قرآن مانگ سکتی تھیں ایسے الزام جو خلاف قرآن ہون پیغمبرؐ اور فاطمہؑ پر اہلسنت لگا سکتے ہین مگر شیعہ ایسے الزامون کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ جس سے فاطمہؑ اور پیغمبرؐ کے معصوم ہونے مین فرق آوے۔

رسولؐ صلعم کی صرف یہ تمنا ہی نہ تھی کہ گو اگرچہ نبوت ختم ہو چکی مگر یہ سلطنت الٰہی اون کے بعد اسیطرح قائم رہے گی بلکہ بموجب مرضی خداوند عالم کے رسول اللہ کا مقصد یہ تھا کہ سلطنت قومی مسلمانون کی بعد پیغمبرؐ کے اسیطرح قائم رہے جسطرح کہ پیغمبرؐ کی حیات مین قائم ہو چکی تھی اور اُسکی توسیع یہان تک ہو کہ تمام دنیا مین مذہب اسلام جاری ہو کر تمام جہان پر یہ قومی سلطنت قائم ہو جائے مگر صرف اس جائداد یعنے فدک کی آمدنی محض اخراجات سلطنت کیلیے (ایسی حیثیت سے کہ اُسمین حق ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا یا اونکی اولاد کا ساقط ہو) قرار نہیں پا گئی تھی بلکہ اوسکے مالک کے اختیار مین تھا کہ جسقدر اُسکی آمدنی سے چاہین اپنی ذات پر اور جسقدر چاہین مصرف خیر امور سلطنت مین خرچ کرین اور چونکہ اس جائداد مین حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ اور اون کی اولاد کا تھا اس لیے پیغمبرؐ نے اوس کو جناب سیدہؑ کے نام ہبہ یا عطا کر کے قبضہ دیدیا تھا۔

پیغمبرؐ نے جو اس جائداد کو جناب سیدہؑ کے نام منتقل فرمایا اور علیؑ مرتضےٰ کو جو اپنا وصی مقرر کیا کہ بوجہ عورت ہونے جناب سیدہؑ کے اور نابالغ ہونے حسنینؑ کے جو اولاد رسولؐ تھے وصی مقرر کرنیکی ضرورت تھی تو اس سے صاف مقصد پیغمبرؐ کا ظاہر ہے کہ خلافت یعنے سلطنت سلسلے مرتضےٰ کے اور اُن کے بعد حسنینؑ کے ہاتھ مین رہے گی اور وہ اپنی

مرضی کے موافق اس جائداد یعنے فدک سے جسقدر چاہین نگے امور سلطنت
مین بھی صرف کر سکین گے جب تک کہ وہ سلطنت قومی اور الٰہی ہاتھ مین
علی مرتضےٰ کے اور اونکے بعد حسنینؑ اور انکی اولاد کے نہ آتی تب تک اس
جائداد کی آمدنی اسیطرح سے ضروریات سلطنت مین ہرگز صرف نہین ہوسکتی
تھی جس طرح کہ عہد پیغمبرؐ مین صرف ہوتی تھی۔ کہ پیغمبرؐ بھی اس جائداد مین
حق ذاتی ملکیت کا رکھتے تھے اور علی مرتضےٰ بذریعہ وصایت پیغمبرؐ کے جناب
سیدہؑ اور حسنینؑ کی طرف سے اور زمانہ ابتدا مین خود علی مرتضےٰ اور حسنینؑ
اور دیگر اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ حق ذاتی ملکیت کا رکھنے والے ہوتے اور
اپنے اختیار سے آمدنی اُس جائداد کی امور سلطنت مین خرچ کرتے جسقدر
ضرورت سمجھتے اور اسی فعل ہبہ یا عطا پیغمبرؐ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ
پیغمبرؐ سلطنت کو حق اپنے اہلبیتؑ کا سمجھتے تھے اور فدک کا ہبہ اور عطا
صرف ایک ایسی مستحکم تدبیر تھی کہ سلطنت اہلبیت سے باہر نہ جاسکے لیکن خلاف
مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے سقیفہ بنی ساعدہ مین جب سلطنت اہلبیتؑ رسالت سے
نکال لی گئی اور حضرت ابو بکرؓ کو بادشاہ مقرر کیا گیا تو فدک سے حق ملکیت
ذاتی جناب سیدہؑ یا آئمہ اہلبیتؑ کا ساقط نہین ہوسکتا اور نہ یہ لازم آسکتا ہے
کہ فدک کو سلطنت کے تحت قرار دیکر جناب سیدہؑ اور آئمہ اہلبیتؑ کو اُنکے
حق سے محروم کرکے اون کو بیدخل کردیا جاوے اور بادشاہ وقت بہ حیثیت
بادشاہ ہونے کے اپنے اختیار سے اوسکی آمدنی امور سلطنت مین خرچ کرے کسی
بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ بغیر رضا ولا جازت بلکہ بغیر عطا کسی مالک کے
اوسکی جائداد کی آمدنی کو گو وہ مالک تحت سلطنت مین رہتا ہو امور سلطنت مین
صرف کرے اگر ایسی جائداد ملکیت کسی مالک پر کسی بادشاہ کو قبضہ کرنیکی

ضرورت ہوتی ہے تو لازم ہوتا ہے کہ وہ معاوضہ اوسکا اوسکے مالک کو دے جیساکہ اسی اصول کے موافق آجکل برٹش گورنمنٹ جو ہندستان مین حکومت کر رہی ہے عمل کرتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اگر بضرورت سلطنت فدک کا لینا مقصود تھا تو معاوضہ فدک کا آمدنی سلطنت مین سے دیتے۔

چنانچہ شارح ابن ابی الحدید نے تو اسکے متعلق کہ وہ عوض دے کر دختر رسولؐ کو راضی کر لینا چاہیے تھا۔ اگر مسلمان فدک سے دست بردار نہین ہوتے تھے یہ مسئلہ شریعت کا لکھا ہے کہ وہ جائز ہے امام کو کہ ایسا کرے بغیر مشورہ مسلمانان جسوقت کہ مصلحت دیکھے۔ حضرت ابو بکرؓ کو بھی اسوقت بنظر تکریم جناب سیدہؑ کے اس سے بہتر کوئی مصلحت نہ تھی کہ وہ معاوضہ جناب سیدہؑ کو دیکر راضی کر لیتے۔ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ سے یہ کہا تھا کہ تم میرا مال و دولت لے لو جیسا کہ بعض روایات اہلسنت کا مقصود ہے مگر جناب سیدہؑ اوس کا لینا قبول نہین کر سکتی تھین کہ وہ ملکیت ذاتی حضرت ابو بکرؓ کی تھی اور حضرت ابو بکرؓ امور سلطنت کے لیئے فدک کو لینا چاہتے تھے جیسا کہ اہلسنت کی طرف سے اس زمانے مین زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ فدک کو ملکیت ذاتی جناب سیدہؑ کی سمجھتے تھے اسلیے اُسکے معاوضہ مین اپنا ذاتی مال و دولت دینا چاہتے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ کو یہ چاہیئے تھا کہ فدک واسطے مصارف امور سلطنت کے ضبط کر کے قبضہ جناب سیدہؑ سے نہ نکالتے بلکہ اپنا مال و دولت جو جناب سیدہؑ کو دینا چاہتے تھے امور سلطنت مین صرف کرتے جیسا کہ پیغمبرؐ نے جناب خدیجۃ الکبریٰ اور اپنا اور جناب سیدہؑ کا ذاتی مال و دولت خدا کے کامون مین صرف کیا ویسے ہی اس سلطنت کو خدائی کام سمجھکر حضرت ابو بکرؓ کو

اپنا مال و دولت صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر بلا معاوضہ واسطے مصارف سلطنت کے فدک کا لینا حضرت ابو بکرؓ کو یا اون کے بعد اونکے جانشینو نکو مقصود تھا اور اوسکی آمد نی اُمور سلطنت مین خرچ کی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ بجیسے صرف کرتے تھے۔ (حالانکہ اُسکی نوعیت مین فرق ہے) تاہم جیسے کہ صرف مال حضرت خدیجہ سے جو یہ نتیجہ ہوا تھا کہ پیغمبرؐ کو فدک بحیثیت ملکیت ذاتی کے ہاتھ آیا اور وہ درصل حق جناب فاطمہؑ کا تھا اور پیغمبرؐ نے بموجب آیۂ ربانی جناب سیدہؑ کو دیدیا تو حضرت ابو بکرؓ کو یا حضرت عمرؓ کو چاہیئے تھا کہ جب اُمور سلطنت کے متعلق آمدنیان زیادہ وسیع ہوگیئن اور بیت المال لبالب ہوگیا تو وہ فدک اور اُسکے مصارف سے جو کچھ کہ توسیع سلطنت کی ہوئی تھی اوسکا حصہ جناب سیدہؑ یا اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ کو واپس کیا جاتا یا یہ دونون بزرگوار فرما جاتے کہ آئندہ کسی بادشاہ اس سلطنت کو ایسا کرنا لازم ہوگا تو بھی البتہ کہا جا سکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے سلطنت کو جیسا اپنے عہد مین چلایا ویسا ہی اون کے بعد خلفا نے لیکن سلطنت کو اور فدک کو جسطرح پر کہ خاندان رسالت سے نکالا اور جو لوگ کہ اُسکے مستحق تھے اون کے قبضہ مین نہ جانے دیا اوس کے حالات تاریخ اسلام سے بخوبی ظاہر ہین جن کو جابجا ہم اپنی مجلدات روشنی مین روشن کر چکے ہین۔

اصل امر وہی ہے کہ ہر ایک زمانے مین حضرت ابو بکرؓ پر امر فدک مین جو الزام عائد ہوا ہے اوسکے دفع کرنے مین طرفداران حضرت ابو بکرؓ انواع و اقسام سے پہلو بدل کر کوشش کرتے ہین لیکن ہر کوشش کے نتیجہ پر کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثل صادق آتی ہی۔ ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ اصول سلطنت داری کا وسیع قانون اصلی حقداران و دعوے داران سلطنت کے کمزور کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسی اصول پر حضرت ابوبکرؓ کو جبکہ اونکو بے محل سلطنت حاصل ہو گئی فدک کو سوا اسے ضبط کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ بغیر اسکے دعویداران سلطنت کمزور نہین ہو سکتے تھے اور نہ حضرت ابوبکرؓ سلطنت کو اپنے قبضہ مین رکھ سکتے تھے کہ پیغمبر خدا ایسی ہی تدبیر بقا اور قیام کی اپنے اہلبیت مین قائم اور برقرار کر گئے تھے اور فدک جناب سیدہؑ کو بموجب آیۂ ربانی کے دیدیا تھا۔ درحقیقت حضرت ابوبکرؓ مجبور تھے کہ یا سلطنت کو چھوڑین یا فدک کو ضبط کرین یہ بھی ایک پہلو اصول سلطنت داری کا ہو سکتا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کو امر فدک مین الزام سے بچا سکتا ہے گو وہ خلاف مرضی خدا اور رسولؐ کے اور خلاف اوس بند وبست کے جو پیغمبرؐ برابر کرتے رہے الزام لے لینے خلافت اور فدک سے بری نہو سکین۔

یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ ”اس سلطنت کے مصارف اللہ کے کام تھے اور اللہ کو وعدہ کے بموجب رسولؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ آیندہ برکت کا چشمہ اسی سلطنت سے جوشش کرنے والا ہے“ اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ ”پس آپ نے یہ فرمادیا کہ انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے“ صحیح نہین ہو سکتا۔

مصنف مخاطب کی اس تقریر سے یہ امر پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے خدائی کامون مین صرف کرنے کے جوش مین ایسا فرمادیا ”کہ انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ انبیا چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے“ مگر پیغمبرؐ کا ایسا جوش اور ایسا فرمانا کسی طرح قبول نہین کیا جا سکتا جس مین پیغمبرؐ پر مخالفت قرآن اور بد اخلاقی کا الزام عائد ہو۔ آیات قرآنی خاصۃً انبیا کے ذکر مین نازل ہوئی ہین جن کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے[۱]۔ اور جیسے

[۱] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ بحث فدک ۱۲

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت زکریاؑ نے خدا سے یہ دعا کی کہ مین اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہون جو مجھے میرے پیچھے ہین گے اور میری زوجہ بانجھ ہے پس تو مجھکو بخشدے ایسا ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا" اور عام آیۃ جو مسلمانون کی میراث کے متعلق نازل ہوئی ہے اُسمین پیغمبر کو مستثنے نہین کیا گیا اور نہ قرآن مین کوئی خاص آیۃ پیغمبر کے لیے ایسی نازل ہوئی کہ جس کے لحاظ سے وہ یہ فرماتے کہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے "

تمام انبیاؑ اور پیغمبرؐ مسلمانون کے بشر تھے اور قرآن مین جزو بدن اور قرابت اروں کے لیئے انبیاؑ اور غیر انبیاؑ جیسے انبیاؑ بری نہین کیئے گئے جسقدر ذکر اور حکم میراث کا ہے وہ اخلاق سے مملو ہے تاکہ کسی بشر یا پیغمبرؐ کا کہ وہ بھی بشر ہین وارث محتاج اور بھیک مانگنے کے قابل نہو جائے۔ اگر پیغمبرؐ اپنے ورثا کو محروم کرنے والا اپنی میراث سے قبول کیا جائے تو وہ از حد بداخلاق سمجھا جائیگا حالانکہ بوجہ پیغمبرؐ ہونے کے کہ جس پیغمبری کیوجہ سے اور اپنی اولی العزمی کے باعث بادشاہ قرار پاجائے یا اپنی قدیم امارت کو وسیع سلطنت بنادے زیادہ صاحب اخلاق بمقابلہ دیگر بشرون کے ہونا چاہیئے۔ پیغمبر کو جیسا خدا کے کامون مین صرف کرنے کا اعلے درجے کا جوش ہو ویسا ہی لازم ہے کہ وہ واسطے حفاظت حقوق اپنے قرابتین اور دوسرے لوگونکے اخلاق کے قائم رکھنے مین پرجوش ہو۔

خدا نے انسان کی کہ جن مین پیغمبر شامل ہین فطرت مین یہ امر وضع کیا ہے کہ وہ اپنی اولاد و اقارب کو زیادہ دوست اور عزیز رکھے اور اُنکی بہبودی اور ترقی کا خواہشمند ہو اور اُسکے بعد دیگر انسانون اپنی قوم کا علے قدر مراتب۔ اور ایسی یہ قانون قدرت الٰہی نافذ ہے۔ میری سمجھ مین یا کسی فلاسفر عالم کی سمجھ مین یہ امر کسیطرح

نہین آسکتا کہ خدا اور اوسکے رسول نے خلاف وضع فطرت انسانی اور خلاف قانون قدرت کے ایسی ہدایت کی ہو کہ جس سے پیغمبرؐ کے وارث اور قرابتدار قطعی محروم ہوسکین۔ کیونکہ خدا کے فعل کے خلاف اوسکا قول نہین ہوسکتا یہ مسئلہ مسلمہ شریعت کا ہوچکا ہے کہ حق اللہ کی کمی اور نقصان کی معافی خود اللہ کے اختیار مین ہے لیکن حق العباد کی کمی اور نقصان کی معافی نہین ہوسکتی جبتک کہ وہ بندہ خود اوسکو معاف نکرے۔

خدا کے کامون مین پیغمبرؐ بےشک اپنے مال و دولت کو بہ نسبت دیگر بندگان خدا کے زیادہ جوش سے صرف کرسکتا ہے اور یہ ہی وجہ ہوتی ہے کہ پیغمبرؐ مال و دولت دنیا سے سوا اون چیزون کے جنکا تعلق حوائج ضروری معیشت اور معاشرت سے ہوتا ہے کچھ متروکہ نہین چھوڑتے۔ خدا کے کامون مین صرف کرنا مال و دولت کا اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ وہ مال اُنکا اپنا ذاتی ملکیت ہو لیکن کسی دوسرے کا مال خدا کے کامونمین صرف کرنا گو مالک کی مرضی کے موافق ہو یا اُسکی خلاف مرضی کے نہو وہ درجہ نہین رکھ سکتا کہ جو پیغمبرؐ کی ذاتی ملکیت ہو بلکہ ایسی حالت مین جبکہ کوئی مال و دولت کسی مالک کا موافق مرضی اوسکے ہو یا خلاف مرضی اُسکے نہو صرف کیا جائے تو اخلاق مقتضی اسکا ہوتا ہی کہ جب کہ ایسے مال و دولت کے صرف سے کوئی سلطنت یا کوئی جائداد بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہو تو وہ سلطنت اور جائداد اسی مالک مال و دولت کو یا اوسکے وارث کو دیدیا جائے۔ جسکے مال و دولت کے صرف سے وہ سلطنت یا جائداد بہم پہونچی۔

یہی اصول اخلاق تھا کہ جس کے بموجب حضرت خدیجہ کے مال و دولت سے قومی سلطنت کی سرداری اور فدک جو بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہوا پیغمبرؐ نے

بموجب ہدایت خدا کے اُسکو اپنے اہلبیت کے لیئے دیدیا - اور خمس اونکے لیے مقرر کردیا - اگر یہ امور اسی حیثیت سے نمانے جائیں تو پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی بداخلاق اور قرآن کا نہ ماننے والا سمجھا نہین جا سکتا۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا کہ وہ یہ حدیث (" انبیا کے ترکہ مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے ") اکثر صحابہ کو معلوم تھی عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تھی مگر بمقتضائے بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے یاد آگئی " بالکل غلط ہے -

ہم پہلے کتب معتد اہلسنت سے دکھا چکے ہین کہ جسوقت جناب سیدہؑ کا دعوی فدک کا بربنائے ہبہ یا عطا کے شہادتکو ناکافی قرار دیکر نامنظور کیا گیا اور جناب سیدہ نے بربنائے ارث دعوی کیا - اُسوقت حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ اور حاضرین سے تلاش کی کہ اُنکے پاس خلاف دعوی جناب سیدہؑ کے کوئی فرمودہ رسولؐ ہے تو کسی کے پاس کچھ نہ نکلا اُسوقت حضرت ابوبکرؓ تنہا نے وہ حدیث پیغمبرؐ کی سنائی کہ " ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہین اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہے " جسوقت جناب سیدہؑ نے ارث کا دعوے کیا تھا اُسوقت علیؑ مرتضے نے بہت زور سے اُسکی تائید کی تھی - اور جسوقت کہ حضرت عمرؓ کے عہد مین عباس اور علیؑ نے دعوی ارث کا کیا تھا جیسا کہ کتب معتمد اہلسنت سے ہم پہلے دکھا چکے ہین اور خود مصنف مخاطب نے بھی آئندہ قبول کیا ہے اوسوقت تک تو ثابت ہے کہ عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر کا فرمانا صحیح نہین ہے -

مصنف مخاطب کو کسی روایت کسی کتاب سُنی یا شیعہ سے یہ امر دکھانا چاہیے تھا کہ عباس اور علیؑ کو بمقتضاء بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکرؓ کے

یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ اور جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین عباسؓ اور علیؓ نے دعویٰ ارث کا کیا تھا تو پھر یہ کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ وہ حدیث ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ کیا مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ کہین گے کہ ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے اسوقت یاد آگئی تھی ۔ اور پھر وہ بھول گئے تھے ۔ کوئی ایسی روایت کتاب شیعہ یا سُنّی مین درج نہین ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ "عباس اور علیؓ کو وہ حدیث معلوم تھی مگر بمقتضاء بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی " نہ خود عباس اور علیؓ نے اس امر کو کسی موقع پر بیان کیا ہی نہ کسی اور راوی نے اُنکا ایسا بیان کرنا ظاہر کیا ہی ۔

مصنف مخاطب یہ دعویٰ کرتے ہین کہ اس حدیث کے مضمون کا پتہ شیعون کی روایتون مین بھی ملتا ہے اور کتاب کافی سے یہ سند لاتے ہین کہ "

"عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذٰلک ان الانبیاء لم یورثوا درہماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثھم " (کتاب العلم)

"امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انبیاء کے وارث علماء ہین اور یہ اس سے کہ انبیاء نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین اور نہین میراث دی انہون نے مگر حدیثین "

امام جعفر صادقؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ ارشاد اونکا باعتبار واقعہ کے ہے نہ باعتبار حکم کے انہون نے یہی ارشاد کیا ہے کہ انبیا کے وارث علماء ہین اور یہ اسلیئے ہے کہ انبیا نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین (یعنے درہم اور دینار وہ کچھ چھوڑتے نہین ہین) اور انہون نے میراث دی احادیث کی اپنی احادیث سے ۔ یعنے جو کوئی کہ علم پیغمبرؐ کا عالم ہو وہی وارث

نبی کا ہوتا ہے۔
امام نے اپنے اس ارشاد مین حکمًا یہ تعین فرمایا ہی کہ پیغمبرؐ کی اولاد اُس کی متروکہ مین حق رکھنے والی نہین ہی یا اُس کے متروکہ مین سے جو کچھ قدرے قلیل ہو وہ اُسکی اولاد کو نہ ملنا چاہیئے۔
اس ارشاد امام کی مراد صرف یہ ہی کہ پیغمبرؐ درہم و دینار تو چھوڑتا نہین لیکن اُسکے علم کا جو عالم ہو اُسکا وہ وارث ہی۔ بلحاظ اس ارشاد امامؑ کے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بعد پیغمبرؐ کون شخص عالم اُنکے علم کا تھا اور جو کوئی عالم اونکے علم کا ہو وہی وارث ہی کا قبول کرنا چاہیئے۔
اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ بعد پیغمبرؐ کے عالم اُنکے علوم کا کوئی علیؑ مرتضےٰ سے زیادہ نہ تھا اور خود پیغمبرؐ متعدد موقعون پر افضلیت علم علی مرتضےٰؑ کی فرما چکے ہین بلکہ اپنے علم کا علیؑ مرتضےٰ پر حصر کردیا ہی۔ پس وارث پیغمبرؐ کے علیؑ مرتضےٰ ہی ہوسکتے تھے اور اپنے علم کے سبب سے پیغمبرؐ نے سلطنت قومی حاصل کی تھی اُسکی سرداری کا استحقاق سواے علیؑ مرتضیٰ کے اور اُنکے بعد دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور کوئی نہین رکھتا تھا کہ یہ تمام ائمہ اہلبیتؑ علم پیغمبرؐ کے عالم تھے اور دوسرون پر علم پیغمبرؐ کے جاننے مین فضیلت رکھتے تھے اور پیغمبرؐ خود فرماگئے تھے کہ میرے اہلبیت کو تعلیم مت کرو کہ وہ تمسے زیادہ عالم ہین جیسا کہ کتب اہل سنت سے پہلے دکھایا جاچکا ہی [1]
مصنف مخاطب حضرت ابوبکرؓ کو الزام سے بری کرنیکے لیئے یہ کہتے ہین کہ جب رسول صلعم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت ابوبکر سے کی اور منصب عظیم اُنکے سپرد ہوا تو جناب سیدہ اور عباس نے اُس تمام جائداد مین میراث کا

[1] دیکھو جلد اول حصہ ضمیمہ بحث فدک صفحہ ۲۶۱

نبی کا ہوتا ہے۔

امام نے اپنے اس ارشاد مین حکمائیہ یہ نہین فرمایا ہی کہ پیغمبرؐ کی اولاد اُس کی متروکہ مین حق رکھنے والی نہین ہی یا اُس کے متروکہ مین سے جو کچھ قدرے قلیل ہو وہ اُسکی اولاد کو نہ ملنا چاہیئے۔

اس ارشاد امام کی مراد صرف یہ ہی کہ پیغمبرؐ درہم و دینار تو چھوڑتا نہین لیکن اُسکے علم کا جو عالم ہو اُسکا وہ وارث ہی۔ بلحاظ اس ارشاد امامؑ کے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بعد پیغمبرؐ کون شخص عالم اُنکے علم کا تھا اور جو کوئی عالم اونکے علم کا ہو وہی وارث نبی کا قبول کرنا چاہیئے۔

اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ بعد پیغمبرؐ کے عالم اُنکے علوم کا کوئی علیؑ مرتضے سے زیادہ نہ تھا اور خود پیغمبرؐ متعدد موقعون پر افضلیت علم علی مرتضےؑ کی فرما چکے ہین بلکہ اپنے علم کا علیؑ مرتضے پر حصر کردیا ہی۔ پس وارث پیغمبرؐ کے علیؑ مرتضے ہی ہوسکتے تھے اور اپنے علم کے سبب سے پیغمبرؐ نے سلطنت قومی حاصل کی تھی اُسکی سرداری کا استحقاق سوائے علیؑ مرتضیٰ کے اور اُنکے بعد دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور کوئی نہین رکھتا تھا کہ یہ تمام ائمہ اہلبیتؑ علم پیغمبرؐ کے عالم تھے اور دوسرون پر علم پیغمبرؐ کے جاننے مین فضیلت رکھتے تھے اور پیغمبر خود فرماگئے تھے کہ میرے اہلبیت کو تعلیم مت کرو کہ وہ تمسے زیادہ عالم ہین جیسا کہ کتب اہل سنت سے پہلے دکھایا جاچکا ہی [۱]

مصنف مخاطب حضرت ابوبکرؓ کو الزام سے بری کرنیکے لیے یہ کہتے ہین کہ جب رسول صلعم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت ابوبکرؓ سے کی اور منصب عظیم اُنکے سپرد ہوا تو جناب سیدہؑ اور عباس نے اُس تمام جائداد مین میراث کا

[۱] دیکھو جلد اول حصہ ضمیمہ بحث فدک صفحہ ۲۶۱

رہی ہین اور بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا اُس حدیث کو سنکر دعویٰ نہ کرنا کچھ تعجب کی بات نہین ہے اِس لیے کہ ان دونون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اونکے باپون کے ہاتھ مین خلافت آگئی ہی مگر اہل سنت کی ان روایتون سے یہ بیشک ظاہر ہی کہ جناب سیدہ اور عباس اور علیؑ کو اور ازواج پیغمبرؐ کو مطلق اُس حدیث کی خبر نہین تھی - اور حقیقت مین یہ امر نہایت تعجب انگیز ہی کہ پیغمبر اس امر سے اپنی اولاد اور قرابت دارون اور ازواج کو آگاہ نہ کرین کہ اُنکی میراث مین کچھ نہ پاوین گے اور کار تبلیغ رسالت کو ناتمام چھوڑ جائین اِس دعوی کے سبب سے حضرت ابوبکر کو عجیب مشکل لاحق نہین ہوئی بلکہ عجیب مشکل مین خلافت کے قبول کرنے سے گرفتار ہوئے - اگر وہ خلافت قبول نہ کرتے اور خلافت اُن لوگ انکے ہاتھ مین رہتی جنکے قبضہ مین یہ جائداد تھی تو حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ مشکل پیش نہ آتی - مجرد خلاف مراد جناب سیدہ کے حضرت ابوبکرؓ کو جواب دینا کچھ دشوار نہین تھا - چنانچہ ایسا جواب دے ہی دیا - اور نہ اِس تمام جائداد پر اُنکون کو قبضہ نہ دینے سے یہ دشواری پیدا ہوتی تھی کہ ضروریات سلطنت کا انجام کہان سے ہو - ورنہ عرب کی سلطنت کے لئے یہ جائداد خزانہ اور سرمایہ تھی بلکہ پیغمبر نے اپنے وفات کے بعد سلطنت کو ایسی حالت مین چھوڑا ہی کہ اُسکی آمدنیان اُسکے اخراجات کے لیئے کافی تھین - غنیمت کا مال جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا زکوۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ - کی آمدنیان مقرر ہوچکی تھین چنانچہ بعد وفات پیغمبر مال بحرین اسقدر کثیر آیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرادی تھی کہ جس کسی سے پیغمبر نے وعدہ عطا کیا ہو - حاضر ہو اور جو کوئی حاضر آیا اور جس جس قدر اُس نے پیغمبرؐ کا وعدہ دینے کا بیان کیا حضرت ابوبکر نے بغیر لینے کسی گواہ کے کچھ پس وپیش نہ کرکے مال کثیر بحرین کا لوگون کو دیدیا اور شاہد جن سے بغیر کسی گواہی

کے حضرت ابوبکر کے ایسے دیدینے کی نسبت یہ راے لکھی ہی کہ پیغمبر کی حدیث
سبکو معلوم تھی کہ کوئی اُن پر جھوٹ نہیں باندھیگا اور یہ لوگ خیر امت سی ہین
حضرت ابوبکر نے صرف اُنکے دعوی پر اعتماد کیا مگر افسوس ہے کہ فاطمۃ الزہرا نے
یہ دعوی کیا تھا کہ رسول نے فدک مجکو ہبہ کر دیا ہی دعدہ ہبہ کا بیان نہین تھا اور
علی مرتضے اور حسنینؑ ورام ایمن نے گواہی ہبہ کی دی مگر یہ بیچاری مدعیہ اور بیچارے
گواہ اس قابل بھی نہ سمجھے گئے کہ وہ رسول پر جھوٹ نہیں باندھینگے اور وہ خیر امت سے ہین
جب سلطنت کی آمدنیان قائم ہو چکی تھین تو یہ کہنا کہ ضروریات سلطنت
کا انجام کہانسے ہوتا یا فدک کی ضبطی انجام دہی ضروریات سلطنت کے لیئے قرار
دینا ایک مغالطہ ہی۔

غور کرو کہ پیغمبر نے جب سے کہ قیام دین اسلام اور سلطنت اور وسعت
امارت قریش کا ارادہ کیا اور یہ امر مسلم ہی کہ پیغمبر اوسوقت درویش تھے جیسا کہ
خدا نے قرآن مین فرمایا ہی تو اُسوقت اس کار عظیم کے ضروریات کا انجام کہانسے کیا؟
ہم بتا چکے ہین کہ مصارف ان ضروریات کے پیغمبر مال حضرت خدیجہ سے وہ
اپنے مال ذاتی سے جو کچھ کہ اُنکے پاس ہوتا تھا کرتے تھے اور اُسکے صرف کرنیکا وہ
اختیار رکھتے تھے جیسے کہ ہر مسلمان اپنے مال سے مصارف خیر مین صرف کرنے
کا اختیار رکھتا ہی۔ اور بعض اوقات آخر زمانہ مین پیغمبر مصارف ان ضروریات
کے لیئے قرض بھی لیتے تھے جیسا کہ آخر اپنے وقت مین تجہیز جیش اسامہ کے لیئے
قرض لیا اور وہ قرضہ بموجب وصیت پیغمبر کے علیؑ مرتضے نے ادا کیا۔ اگر حضرت
ابوبکر صحیح خلیفہ اور نائب رسول ہوتے تو وہ ان ضروریات سلطنت کے مصارف کا
انجام اُسی روش پر کرتے کہ جس روش پر پیغمبر خدا نے کیا تھا در اگر اُس روش پر نہین

۵۱۔ جلد اول شفیہ مدلل بحث فدک صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۶

نہ سکتے تھے تو انکو چاہئیے تھا کہ خلافت سے دست بردار اور مصارف ضروریات
سلطنت کی مشکل سے سبکدوش ہو جاتے انکو یہ نہین کرنا چاہئیے تھا کہ پیغمبرؐ کی ذاتی
ملکیت پر کہ جو خاص اور خالص پیغمبرؐ کا حق بموجب آیۃ قرآنی کے قرار پایا تھا یا
اُس حق فاطمۂ زہراؑ کو کہ جو بموجب ہبہ یا عطیہ کے از روے آیۃ قرآنی مل گیا تھا یا
بذریعہ ارث کے جس مین حق فاطمہ کا تھا خلاف مرضی اُنکی بحیلہ خلافت اور
بادشاہت کے قبضہ کر لیتے اور یہ قبضہ بعینہ ایسا ہی تھا کہ جیسے بلا معاوضہ کسی مسلمان
کی مال و دولت پر جو اسکو بذریعہ حصۂ غنیمت کی یا کسی دوسرے حق سے حاصل ہوا
ہو قبضہ کر لیا جائے۔

پیغمبرؐ نے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ خلافت اور سرداری قوم بھی
علیؑ مرتضی کے ہاتھ مین جسکا وہ حق اور قابلیت رکھنے والے تھے اور اُنکے بعد اولاد
رسول اللہ اُس پر قابض ہون اور پیغمبرؐ کو صرف مال و دولت حضرت خدیجہ
سے تونگری حاصل ہوی اور جسقدر جایداد بموجب مسئلہ فئے کی پیغمبرؐ کو خالص
ملی کہ اُس مین حق جناب فاطمہ زہرا کا تھا کہ بسبب صرف مال و دولت حضرت خدیجہ
کی وہ جایداد پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُس تمام جایداد کو بموجب آیۃ قرآنی کے فاطمہ زہرا
کو ہبہ یا عطا اور وقف کر دیا جسکا مقصود یہی تھا کہ یہ جایداد جس علی مرتضی
کے قبضہ مین ہو گی وہی کار خلافت اور بادشاہت کو چلا سکے گا پیغمبرؐ نے اپنے اس
عمل سے درحقیقت مسئلہ جانشینی کے استحکام کو ظاہر کر دیا تھا پیغمبرؐ نے اور بے
شرعمہ تجہیز جیش اُسامہ کی جو وصیت علیؑ کو کی تھی اُسکا منشا بھی صاف یہی تھا کہ
یہ مصارف سلطنت کے جو مبلغ قرض لیکر کئے ہین اور اُنکو مین بوقت ضرورت
اپنے ذاتی مال سے ادا کرتا تھا تم بھی اپنے اُس ذاتی مال سے جو تمکو دیا گیا ہے ادا کرنا
اور درحقیقت یہ ایک ہدایت تھی کہ اپنے ذاتی مال سے امور سلطنت مین صرف کرنا امور

کر سکتے تھے تو انکو چاہئے تھا کہ خلافت سے دست بردار اور مصارف ضروریات سلطنت کی مشکل سے سبکدوش ہو جاتے اُنکو یہ نہین کرنا چاہئے تھا کہ پیغمبرؐ کی ذاتی ملکیت پر کہ جو خاص اور خالص پیغمبرؐ کا حق بموجب آیۃ قرآنی کے قرار پایا تھا یا اُس حق فاطمہ زہراؑ کو کہ جو بموجب ہبہ یا عطیہ کے از روے آیۃ قرآنی مل گیا تھا یا بذریعہ ارث کے جس مین حق فاطمہ کا تھا خلاف مرضی اُنکی بحیلہ خلافت اور بادشاہت کے قبضہ کر لیتے اور یہ قبضہ بعینہ ایسا ہی تھا کہ جیسے بلا معاوضہ کسی مسلمان کی مال و دولت پر جو اُسکو بذریعہ حصہ غنیمت کے یا کسی دوسرے حق سے حاصل ہوا ہو قبضہ کر لیا جائے۔

پیغمبرؐ نے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ خلافت اور سرداری قومی علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ مین جسکا وہ حق اور قابلیت رکھنے والے تھے اور اُنکے بعد اولاد رسول اللہ اُس پر قابض ہون اور پیغمبرؐ کو صرف مال و دولت حضرت خدیجہ سے تونگری حاصل ہوئی اور جسقدر جایداد بموجب مسئلہ فئے کی پیغمبرؐ کو خالص ملی کہ اُس مین حق جناب فاطمہ زہرا کا تھا کہ بسبب صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کی وہ جایداد پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُس تمام جایداد کو بموجب آیۃ قرآنی کے فاطمہ زہرا کو ہبہ یا عطا اور وقف کر دیا جسکا مقصود یہی تھا کہ یہ جایداد جس (علی مرتضیٰؑ) کے قبضہ مین ہوگی وہی کار خلافت اور بادشاہت کو چلا سکے گا پیغمبرؐ نے اپنے اس عمل سے درحقیقت مسئلہ جانشینی کے استحکام کو ظاہر کر دیا تھا پیغمبرؐ نے اوس قرضہ تجہیز جیش اُسامہ کی جو وصیت علیؑ کو کی تھی اُسکا منشا بھی صاف یہی تھا کہ یہ مصارف سلطنت کے جو مین نے قرض لیکر کئے ہین اور اُنکو مین بوقت ضرورت اپنے ذاتی مال سے ادا کرتا تھا تم بھی اپنے اُس ذاتی مال سے جو تمکو دیا گیا ہے ادا کرنا اور درحقیقت یہ ایک ہدایت تھی کہ اپنے ذاتی مال سے امور سلطنت مین صرف کرنا امور

تمام تہذیب یافتہ سلطنتیں جنکا قدم تخت سلطنت پر ہوتا ہے اور جنکے خزانہ مین ایک حبہ بھی نہین ہوتا اور وہ ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہین کرتے وہ انتظام سلطنت کا یونہی کیا کرتے ہین کہ اپنی کل قوم اور رعایا سے بقدر استطاعت کے مصارف سلطنت کا حاصل کرتے ہین - لیکن ایسا وہی سلطنتین کرتی ہین کہ جو عالم اور اصول سلطنت سے آگاہ ہوتی ہین - لیکن جو بادشاہ کہ مصارف سلطنت کے لیئے کسی شخص واحد کا مال و متاع خلاف مرضی مالک اور بلا معاوضہ ضبط کر لے قواعد اصول سلطنت کے بموجب اُسکے ایسے فعل کو مخلوق ظلم کے لفظ سے پکاریگی -

پیغمبر کے عہد مین افواج اور لشکر کی کوئی تنخواہ مقرر نہین تھی ہر مسلمان فوجی کام کرتا تھا اور بعوض اُس خدمت کے مال غنیمت سے حصہ پاتا تھا جس سے مقصد یہ ہے کہ فوج کا کوئی خرچ علیحدہ ذمہ سلطنت کے نہین تھا مگر مال غنیمت جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا داخل آمدنی سلطنت تھا علاوہ اسکے زکوۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ یہ تمام آمدنیان ایسی تھین جنکا تعلق عام اُمور سلطنت سے تھا جو ایک قسم کی آمدنی تھی اور پیغمبر کا کہ جو بادشاہ تھے خاص صورت کا مال غنیمت کہ جسمین نہ اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہون یعنی بغیر جنگ حاصل ہوا ہو جیسے فدک اور پیغمبر کیطرف سے اُنکے اہلبیت کا جو بادشاہ آیندہ تھے اور خمس پیغمبر اور اونکے ذوی القربے کا یعنے بادشاہ موجودہ اور بادشاہ آیندہ اونکے اہل بیت کا بموجب آیات قرآنی کے خالص اور خاص حق بطور نذرانہ شاہی قرار دیا گیا تھا جسمین سے اونکو اختیار تھا کہ اپنے اوپر اور اپنی ازواج اپنے خاندان یعنی بنی ہاشم

اور دیگر مصارف خیر امور سلطنت مین جس جس قدر چاہین اپنی مرضی اور اختیار سے صرف کرین - یہ دوسری قسم کی آمدنی تھی -

بعد پیغمبر (پادشاہ) کے لازم تھا کہ پادشاہ آیندہ وہی شخص ہوتا کہ جسکے ہاتھ مین - اور جسکا حق آمدنیون قسم دوم مین تھا اور پہلے قسم کی آمدنیان جو محض امور سلطنت سے متعلق تھین وہ بھی اُسیکے ہاتھ مین ہوتین تو یہ تمام مصارف ازواج پیغمبر کا نفقہ دینا - بنی ہاشم کے ساتھ سلوک کرنا سلطنت کے مہمانون کی ضیافت - غیر ملک کے سفیرون کی مدارات - اپنی طرف سے جابجا سفیرون اور قاصدون کے بھیجنے کے ضروریات - مجاہدین کا سامان - محتاجون کی اعانت - جنکو ایک ایک کرکے مصنف مخاطب نے شمار کیا ہے بآسانی چل سکتے تھے -

لیکن جب انتظام پیغمبری کو توڑا گیا اور جن لوگون کا کہ حق دوسری قسم کی آمدنیون مین تھا اونکو امر سلطنت سے علیحدہ رکھا گیا تو یہ دشواری اپنے اختیار سے خود اون لوگون سنے قبول کی کہ جنھون نے قسم دوم کی آمدنی کے حق دارون کو امر سلطنت سے علیحدہ کیا -

اگر بغیر امر خلافت اونکے متعلق رکھنے کے مصارف اُمور سلطنت کے نہین چل سکتے تھے کہ اسی امر مکروہ نے اوس امر مکروہ کا مرتکب کرایا کہ دوسری قسم کی آمدنیون سے حقدارون کو محروم کیا گیا - اُن حقدارون کی ناخوشی پیغمبر کی ناخوشی ہے اور اونکی اذیت پیغمبر کی اذیت ہی -

مصنف مخاطب اس کہنے کے بعد کہ وہ کسی تہیدست کو تحت سلطنت حوالہ کر دیا جائے اور خزانہ کا ایک حبہ بھی اسکو نہ دیا جائے اور وہ ناجائز طور پر ہر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کرے گا یہ کہتے ہین کہ وہ حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے ہر پہلو پر غور کر کے رسول اللہ کا جو منشاء تھا اوسی کو پورا کرنا مقدم سمجھا اور اللہ پر توکل کر کے رسول ؐ کی حدیث سنادی اور یہ کہدیا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسول ؐ صرف کرتے تھے اسی طرح مین بھی صرف کرونگا سرمو تجاوز نہ کرونگا۔

جو سلطنت پیغمبر چھوڑ گئے تھے وہ ایسے نہین تھی جسپر یہ اطلاق ہوسکے کہ وہ اپنی آمدنیون سے اپنا مصارف پورا نہین کرسکتی تھی گو اُسکے پاس خزانہ تھا مگر خزانہ بن سکتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی شان بھی ایسی نہین تھی جن کے نسبت یہ کہا جاسکے کہ ایک تہیدست کو تحت سلطنت حوالہ کردیا۔ مین حضرت ابوبکرؓ کو جو تہیدست نہین سمجھتا اسمین مین اُنکے ذاتی مال پر چندان نگاہ رکھنے والا نہین بلکہ مین اُس مال کثیر کو دیکھ رہا ہون جو بعد وفات پیغمبر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ مین آیا اور جسکو حضرت ابوبکرؓ نے بیدریغ صرف کرکے لیا اب خزانہ نہ بنایا۔

یہ بھی مین ابھی بتا چکا ہون۔ تہیدست تاجدار کو جس کے پاس خزانہ نہو اور ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کرے مصارف انتظام سلطنت کے لیے اُسکو اپنی قوم اور رعایا سے بقدر استطاعت ہر فرد بشر کے لینا چاہیے اور کسی شخص واحد کا خلاف مرضی اُس کے مال و دولت ضبط کرلینا نہین چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ سے خلاف اسی قاعدہ اصول سلطنت داری کے دو عمل مین آیا کہ انھون نے مصارف سلطنت کے لیے ہر مسلمان اور رعایا سے امداد نہین چاہی اور حق خاص اور ملکیت ذاتی فاطمہ زہرا اور اہلبیت پیغمبرؐ کا ضبط کرنا گوارا کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے جو مصنف مخاطب قرار دیتے ہین ہر پہلو پر ہرگز غور نہین کیا اور نہ رسول اللہ کے منشا کا پورا کرنا مقدم سمجھا اور نہ اللہ پر توکل کر کے رسول ؐ کی حدیث سنائی۔ اور نہ یہ کہدیا کہ اس جائداد کی

آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح مین بھی صرف کرونگا سر مو تجاوز نہ کرونگا" صحیح ہو سکتا تھا اور نہ یہ امر صحیح ہے کہ وہ جواب سُنکر جناب سیدہ نے بھی اس حدیث کی تکذیب نہین کی حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ سے گویہ کہا کہ میرا جو کچھ مال ہو وہ حاضر ہی جیسا کہ اہل سنت کے یہان کی روایت مین ہی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نیک نیتی سے رسولؐ کے منشا پورا کرنیکا قصد نہین کیا" اور نہ اس امر کو ٹھیک سمجھا کہ "اگر جناب سیدہ ناراض ہو نگی تو اللہ ناراض ہوگا" اور نہ اس فرض کرنے کی ضرورت ہو کہ "جس طرح بخاری کی روایت سی ثابت ہو اُسی طرح جناب سیدہ ناراض ہو گئین" نہ یہ تسلیم ہو سکتا ہو کہ "قیامت کے دن جناب سیدہ ضرور راضی ہو جائینگی" "رسول اللہ کا منشا یہی تھا کہ فدک اور خلافت میرے اہلبیت اور علی مرتضیٰ کی قبضہ مین رہیگی جنہین وہ حق اور جسکی وہ قابلیت رکھتے ہین - اور وہی امور سلطنت مین اپنی مرضی کے موافق صرف کرنیکا آمدنی فدک سی اختیار رکھین گے - اگر حضرت ابوبکر فدک اور خلافت کو چھوڑ دیتے اور قبضہ فاطمہؑ زہرا اور علی مرتضیٰ کا رہنے دیتے تب البتہ یہ سمجھا جاتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ کا جو منشا تھا اُسی کا پورا کرنا مقدم سمجھا - اور اللہ پر توکل کرکے رسولؐ کی حدیث سنا دینا کیسے تسلیم ہو سکتا ہو جبکہ وہ حدیث جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی خلاف آیات قرآنی کے ہی اور حضرت صدیقؓ اپنے اول خطبۂ خلافت مین اپنی معیت مین شیطان کا ہونا اور اسکو اپنا گمراہ کر دینے والا قبول کر چکے ہین اور یہ بھی قبول کر چکے ہین کہ پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتہ تھا پھر وہ کس طرح اس جائداد کی آمدنی اُسی طرح صرف کر سکتے تھے جس طرح رسولؐ صرف کر سکتے تھے اور جسمین سر مو تجاوز نہو سکے -

اس جائداد مین پیغمبرؐ حق ملکیت ذاتی خالص رکھتے تھے اور اپنی مرضی کے موافق مصارف خیر مین بھی صرف کرتے تھے - اور حضرت ابوبکرؓ اس جائداد مین کوئی حق ملکیت ذاتی نہین رکھتے تھے پھر کس طرح یہ امر قبول کیا جا سکتا ہو" کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح وہ بھی صرف کر سکین گے اور سر مو تجاوز نکرین گے بابا

متعلق رسولؐ کے اس جائداد کی آمدنی کے صرف کرنیکا اطلاق اُسی شخص کی نسبت ہو سکتا ہی کہ جو اُس جائداد مین متعلق رسولؐ کے حق خالص رکھنے والا ہو۔

پیغمبرؐ نے اس جائداد کو اپنی دختر کے نام ہبہ یا عطا کر دیا تھا جسپر قبضہ اُنکی دختر کا موجود تھا اس دعوی کو جو نامنظور کیا۔کیا یہ بھی اللہ پر توکل کرکے تھا؟

بعد نامنظوری دعوی ہبہ یا عطا کے دعوی ارث کو جو خلاف قرآن تھا حضرت ابو بکرؓ نے ایک حدیث پیش کرکے نامنظور کیا۔اسی سے سمجھ مین آسکتا ہی کہ حدیث سُنانے کے وقت کس پر توکل کیا تھا۔!! لیکن یہ ظاہر ہی کہ حضرت ابو بکرؓ نے قرآن پر توکل نہین کیا بیان پر حضرت فاطمہؓ کے توکل نہین کیا۔علی مرتضیٰ کے اظہار پر اس امر پر توکل نہین کیا کہ جن کی نسبت پیغمبرؐ فرما گئے تھے کہ وہ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن اُسکے ساتھ ہی۔ اور وہ تم سب مین افضل ہی"

اس امر پر توکل نہین کیا کہ اگر اس جائداد مین حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا یا کسی قسم کا حق حضرت فاطمہؓ کا نہین تھا تو پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کرکے جائداد کو سیدہؑ کے قبضہ مین کیون دیدیا تھا۔کیا اس امر پر توکل کر لیا تھا کہ پیغمبرؐ ایسی جائداد کو کہ جسمین نہ پیغمبرؐ حق ملکیت ذاتی رکھتا ہو نہ کسی قسم کا حق اُس مین اُسکی دختر کا ہو اور وہ جائداد محض واسطے مصارف امور خیر کے ہو اُسکو ناجائز طور پر پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کرکے قبضہ مین اپنی دختر کے دیدیا تھا جس کا وہ اختیار نہین رکھتے تھے۔ اور جبکہ پیغمبرؐ بوجہ بادشاہ ہونے کے کسی اراضی متعلق سلطنت کو بھی کسی کو ہبہ یا عطا کر دینے کا اختیار رکھتے تھے تو اُنکے اس عمل کے منسوخ اور رد کرنے پر کس پر توکل کیا گیا؟

اگر حضرت ابو بکرؓ دعوی ہبہ یا عطا یا دعوی ارث کو جو طرف سے جناب سیدہؑ کے پیش ہوا تھا منظور کرکے قبضہ جناب سیدہؑ کا بحال رکھتے اور جناب سیدہؑ جو حق ملکیت اُس جائداد مین رکھتی تھین اور وہ اپنی مرضی کے موافق آمدنی اُسکی باختیار خود صرف کرتین تو یہ کہنا

صادق آسکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسول صرف کرتے تھے اُسی طرح جناب سیدہ بھی صرف کرینگی اور سر مو تجاوز نہو گا۔

حضرت ابو بکرؓ اگر یہ بھی کرتے کہ جایداد کو قبضہ جناب سیدہ مین بدستور رکھتے اور مصارف اُسکے وہ اپنے اختیار سے صرف کرتین اُن سے حضرت ابو بکرؓ بقدر مصارف ضرورتون بادشاہت کے مانگ لیا کرتے اور وہ بقدر مناسب دیدیا کرتین تو بھی اسقدر کہا جاسکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جسطرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اُس صرف کو قائم رکھا۔

جناب سیدہ نے صریح اس حدیث کی جو حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمائی ہو تکذیب کی ہے اور صرف جناب فاطمہؑ نے نہین بلکہ علی مرتضیٰؑ نے بھی۔ اور ان دونون نے واسطے تکذیب اور بطلان اس حدیث کے آیات قرآنی پیش کی ہین جو میراث کل مسلمانون اور یا تخصیص میراث انبیاء کے بارہ میں ہین۔ اور جب خلاف مقصود حضرت ابو بکرؓ کے آیات قرآنی جناب فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ نے پیش کی ہین تو اس سے سوائے اسکے کہ انھون نے حضرت ابو بکرؓ پر ثابت کردیا کہ تمھارا بیان اور مقصد خلاف قرآن کے ہو اور جو مقصد کہ خلاف قرآن کے ہو وہ سوائے جھوٹ ہونے کے اور کچھ نہین سمجھا جاسکتا۔

بروایت کتب اہلسنت[1] سے یہ بھی ظاہر ہو کہ جب دعویٰ فدک کا بذریعہ ہبہ یا عطا کو ابتداءً جناب سیدہ نے پیش کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمان دا گذاشت اور بحالی قبضہ کا جناب سیدہ کو لکھدیا لیکن حضرت عمرؓ نے صحن مسجد مین جناب سیدہ کے پاس جب یہ فرمان دیکھا تو انھون نے وہ فرمان جناب سیدہ کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور حضرت ابو بکرؓ کو یہ فہمایش کی کہ اگر تم فدک کو چھوڑ دو گے تو مسلمانان نفقہ کہان سے پائین گے اور جو مصارف جنگ کے تمہارے سر پر موجود ہین کہان سے کرو گے۔ اس سے ظاہر ہو کہ حضرت ابو بکرؓ کے دل مین اسوقت تک خیال ضبطی فدک کا نہین تھا مگر حضرت عمرؓ کی ہدایت نے حضرت ابو بکرؓ کے ذہن پر اس بات کا القا کیا کہ ضبطی فدک کی خواہ مخواہ ایک امر ضروری ہے

---

[1] دیکھو تاریخ سبط ابن الجوزی و انسان العیون مصنفہ نورالدین علی بن برہان الدین۔

اور اسی القا کے سبب سے اول حضرت ابوبکرؓ نے دعوی ہبہ یا عطا کے بابت گواہ طلب کیے گر
اُسی القا نے شہادتوں قابل یقین کو خلاف مراد آیۂ قرآنی ناکافی قرار دلوایا اور اُسی القا نے
خلاف قرآن وہ حدیث حضرت ابوبکرؓ سے کہلوائی۔ کیا خوب اللہ پر توکل ہے کہ خلاف قرآن
غیر خدا کے القا پر عمل ہو اور کہا جائے کہ اللہ پر توکل کیا گیا۔ اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ جناب سیدہ
نے اُس حدیث کی تکذیب نہیں کی۔

حضرت ابوبکرؓ جو اپنا مال جناب سیدہ کو دینا چاہتے تھے وہ بطور احسان اور خیرات
کے جناب سیدہ کو دینا ظاہر کرتے تھے کہ ایسے مال کو ایسے بیان سے جناب سیدہ ہرگز نہیں
لے سکتی تھیں ہاں اگر حضرت ابوبکرؓ جناب سیدہ سے یہ کہتے کہ دعوی ہبہ یا ارث کا تمہارا سچا
ہے اور بے شک تم بحیثیت ملکیت کے اُس پر قابض ہو لیکن مجھکو واسطے مصارف سلطنت کے
اس جائداد کے لینے کی ضرورت ہے تم جو کچھ میرا مال ہے اسکے عوض میں لیلو۔ اُس وقت یہ
معلوم ہوتا کہ مال حضرت ابوبکرؓ کا کسقدر ہے وہ کافی معاوضہ فدک کا ہو سکتا ہے یا نہیں اور جناب
سیدہ کیا جواب دیتی ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے عمل سے
یہ ظاہر ہے کہ انھوں نے کسی دعوی میں جناب سیدہ کو حقدار نہیں جانا اور نہایت مختل اور
خلاف تہذیب و اخلاق کلمات کے ساتھ اپنے بیان میں جناب سیدہ سے خطاب کیا اور انہیں آپکو
بوجہ بادشاہ ہو جانے کے مستحق قبضہ کا سمجھا۔ ایسی حالت میں جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کے مال
کو ہرگز نہیں لے سکتی تھیں اور حضرت ابوبکرؓ کو اس بات کو ظاہر کرنے کی کہ میرا مال تم لیلو
صرف اسی وجہ سے جرات ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ جناب سیدہ میرا مال ہرگز
نہ لیں گی۔

درحقیقت حضرت ابوبکرؓ کو اپنا مال جدا کرنا منظور نہ تھا ورنہ اس پیرایہ کی کہ فدک جناب
سیدہ کے قبضہ سے ضبط کر لیں اور اپنا مال جناب سیدہ کو دیدیں ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ فدک
پر قبضہ سیدہؑ کا بحال رکھکر اپنا مال مصارف سلطنت میں صرف کر سکتے تھے۔ اور ضبطی فدک

کی ضرورت ہی نہ سمجھتے۔

اگر حضرت ابوبکرؓ اپنا مال ذاتی یا اپنے عزیزو اقارب کا مال ذاتی امور سلطنت مین صرف کرتے تو سمجھا جاتا کہ یہ حقیقی نائب رسولؐ ہین اور جس طرح کہ پیغمبرؐ نے مال صرف کیا تھا اسی طرح سے یہ بھی اپنا اور اپنے قابو کا مال صرف کرتے ہین۔ مگر نہین حضرت ابوبکرؓ تے اپنا مال مصارف سلطنت مین صرف کرنے سے محفوظ رکھا تاکہ انکی دختر اس مال مین وارث انکی ہو جیسا کہ بعض روایت کے بموجب جناب سیدہ نے حجت کی تھی کہ تمھاری مال مین تمھاری بیٹی وارث ہو اور مین اپنے باپ کے مال مین وارث نہون اپنے مال کا محتفظ رکھنا اور دختر رسولؐ کا مال واسطے مصارف سلطنت کے ضبط کر لینا اور ایسی حدیث خلاف قرآن بیان کر دینا کہ پیغمبرونکا کوئی وارث نہین ہوتا شان پیغمبری کو انکی اولاد کے حق مین وبال جان قرار دینا ہے۔

ان حقیقتوں کو ظاہر ہونیکے بعد ہرگز تسلیم نہین ہو سکتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ بھی نیک نیتی سے رسولؐ کا منشا پورا کرنیکا قصد کیا۔ صاف و صریح حدیث پیغمبرؐ کی خود اہلسنت کے یہان موجود ہو کہ جس نے اذیت پہونچائی فاطمہؑ کو اذیت دی مجکو اور جو کوئی غضب مین لایا فاطمہؑ کو وہ غضب مین لایا مجکو۔ اور بیشک اللہ غضب فاطمہؑ سے غضب مین آتا ہو اور فاطمہؑ کی خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔ اور سورہ احزاب مین خود خدا فرماتا ہی۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ہ"	جو لوگ ایذا دیتے ہین یا دیوینگے اللہ اور اسکے رسولؐ کو لعنت کرتا ہو اللہ اونپر دنیا اور آخرت مین اور مہیا کیا ہے واسطے

ان کے عذاب ہولناک ۔

خلاف ان ارشاد خدا اور رسولؐ کے کیسے سمجھا جا سکتا ہو کہ اگر جناب سیدہ ناراض بھی ہو جائین تو اللہ ناراض نہوگا۔ اور ایسا حضرت ابوبکرؓ نے تو نہین سمجھا تھا جیسا کہ مصنف تماطب نے انکا سمجھنا ظاہر کیا ہو اگر حضرت ابوبکر ایسا سمجھتے تو حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر

دھوپ مین بغرض حصول انکی رضامندی کے کیون کھڑے رہتے ۔ اور جب بخاری کی روایت سے ناراضگی اور غضب مین آنا جناب سیدہ کا مرتے دم تک صریح ثابت ہی تو اسکے فرض کرنیکی ضرورت نہین ہی اور جناب سیدہ کو حضرت ابوبکرؓ نے یہان راضی نہین کیا تو قیامت کے دن وہ کیسے راضی ہو سکتی ہین قیامت روز جزا اور سزا کا ہی اور مقدمہ فدک مین قیامت کے دن کے متعلق جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے یہ فرما گئی ہین جسمین آیات قرآنی سے اقتباس ہی "اے گروہ مسلمین آیا سلب کیجاؤن مین اپنے ارث سے ۔ تعجب ہے کہ ابوبکر تو اپنے باپ کا وارث ہو اور مین اپنے باپ کی وارث نہون البتہ تم لوگون نے ایک امر قبیح ظاہر کیا ہی پس اے ابوبکر تو اس ناقۂ فدک کو اسی حال پر کہ وہ پالان سے آراستہ اور رسن و مہار سے بندھا ہوا ہی اپنے پاس رہنے دے روز حشر تک کہ اس روز ناقۂ فدک تیری مخاصمت کیواسطے تیرے روبرو آوے یا اس روز کہ ہم تجھ سے مخاصمت مین ملاقات کرین ۔ اسوقت خوب تر حکم خدا ہمارے اور تیرے درمیان ہو گا اور کفیل ہمارے امر کے محمد مصطفیٰ صلعم ہون گے اور وعدہ گاہ ہماری اور تیری قیامت ہے اور بروقت قیامت وہ امر ظاہر ہو گا جس کا وعدہ کیے گئے ہین ۔ اور ہر چیز کے لیئے جا ہے قرار ہی اور جان جاؤگے تم لوگ اسکو جن پر عذاب خدا نازل ہو گا کہ اسکو ذلیل و خوار کر دیگا اور اسپر عذاب سیدھا گھس جائیگا"[1]

یہ سچ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "عرب کی سلطنت تمام جہان مین اللہ کا دین پھیلانے اور کلمۂ توحید کے قائم کرنیکے لیئے قائم ہوئی تھی" لیکن مصنف مخاطب کو اسی جگہ پر غور کرنا چاہیئے تھا اور بتانا چاہیئے تھا کہ یہ سلطنت جو قائم ہوئی تھی اسکے قائم کرنے مین صرف کہان سے ہوا اور کس نے کیا تھا ۹ پیغمبر کے ہاتھ مین جسوقت کہ انھون نے اس سلطنت کے قائم کرنے مین صرف کیا فدک نہین تھا پس حضرت ابوبکر کو بھی چاہیے تھا کہ وہ بغیر ضبط کرنے اس فدک کے

[1] یہ فقرہ بھی جناب سیدہ کے مشہور خطبہ کا ہو جسکو علماے اہل سنت نے منقول اور مذکور کیا ہو۔

سلطنت پر جو کچھ مصارف عاید ہوتے وہ صرف اپنے مال سے کرتے یا دوسرا بند و بست کرتے جیسا کہ پیغمبر نے کیا تھا۔

مصنف مخاطب اسی عرب کی سلطنت کے لیے یہ کہتے ہیں کہ "اسکے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے۔ ازواج مطہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی ہین سے تھا۔ اگر یہ جائداد خاندان نبوت کے حوالے کر دیجاتی تو اسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ اسوقت کے بعد رفتہ رفتہ یہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہوگئی کہ تمام جہان اس نے مسخر کر لیا اور ہمین سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی اور بیشک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین جسکا نتیجہ ایسا عمدہ ظاہر ہونے والا تھا"

یہ امر تسلیم نہین ہو سکتا ہو کہ عرب کی سلطنت کے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے اور ازواج مطہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی ہین سے تھا"

کسی روایت یا واقعہ تاریخی سے یہ امر قابل اطمینان سے ظاہر نہین ہوتا ہو کہ حضرت ابوبکرؓ اسی مختصر خزانہ سے وہ مصارف جنکا مصنف مخاطب نے شمار کیا ہو صرف کرتے تھے بلکہ عہد حضرت ابوبکرؓ مین ازواج مطہرات کے خرچ اور بنی ہاشم کے وظیفے کے تقرر کا وجود ہی نہین ہوا۔ اور نہ ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت ایسی انکو پیش آئین کہ جنمین ضرورت کسی مصارف کی ہوتی۔ حضرت ابوبکر کو جو کچھ ضرورت قتل اور جنگ کی پیش آئی ہو وہ اندرونی سلطنت عرب کے تھی کہ جو عہد پیغمبر مین قائم ہوئی تھی۔ انکو بیرون سلطنت توسیع سلطنت کے لیے یا مہمات سلطنت کے سامان کے لیے کوئی ضرورت ہی پیش نہین آئی۔ اور اندرون سلطنت کے انتظام کے لیے جو ضرورت پیش آئی وہ قابل کسی صرف کے نہین تھی مسلمانونکو اس ضرورت مین جنگ کرنا پڑا تھا تو انھون نے بغیر کسی معاوضہ کی جنگ

کی تھی جیسے کہ عہد پیغمبر مین ہوتا تھا۔ ورنہ ہمکو کوئی تبائے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کس وقت اور کس ضرورت کے لیے سلطنت کے کام مین آمدنی فدک سے کسقدر صرف کیا۔

نہایت قابل افسوس کے یہ امر بھی ہو کہ مصنف مخاطب نے جو اخراجات بیان کیے ہین کہ حضرت ابو بکرؓ نے اسی خزانہ سے چلائے اُسمین بالتخصیص حضرت فاطمہؑ یا علی مرتضیٰؑ یا حسنینؑ کا نام نہین ہو جیسا کہ ازواج اور بنی ہاشم کی تخصیص ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ شامل بنی ہاشم کے تھے تو ایسا کہنا ٹھیک نہین ہو سکے گا خود پیغمبر نے بنی ہاشم مین سے اُنکی تخصیص کر گئے تھے اور اونکا خورونوش و دیگر مصارف شامل کسی دوسرے بنی ہاشم کے نہین تھے کسی سند سے یہ دکھانا چاہیے تھا کہ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ کو بھی کچھ خرچ کے لیے کسیوقت دیا گیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے سلطنت عرب کے کام چلانی شروع کیے یا نہین؟ امر بحث طلب نہین ہو۔ بحث طلب امر یہ ہو کہ حضرت ابو بکرؓ نے فدک قبضۂ فاطمہؑ سے جو نکالکر اپنے قبضہ مین کر لیا یہ فعل حضرت ابو بکر کا جائز تھا یا نہین؟ اور اس کا جواز و عدم جواز اس امر پر موقوف ہو کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا یا نہین؟

ہم کیا بذریعہ منقول اور کیا بذریعہ معقول اچھی طرح سے اس امر کو دکھا چکے ہین کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا اور بحیثیت حق ذاتی کے اُنکے قبضہ مین رہا۔ اور جب فدک حق ذاتی حضرت فاطمہؑ کا تھا تو حضرت ابو بکر کو کسی طرح جائز نہین ہو سکتا تھا کہ وہ اُسکو اپنے قبضہ مین کرتے گو مصارف سلطنت یا دیگر سلوک اُسکی آمدنی سے کیے ہون۔ بعینہ اسکی ایسی ہی مثال ہو کہ کوئی شخص ناحق کسی کے مال و دولت پر قبضہ کر کے اور اُسکو مصارف خیر مین صرف کرے تو بموجب شریعت اور اصول اخلاق کے ایسے شخص کا عمل قطعاً ناجائز ہوگا اور ایسے مخالف شرع اور اصول اخلاق کے عامل کو عرف عام مین جو کچھ کہنا چاہیے یا کہا جائے گا وہ میرا محتاج بیان نہین ہو۔ اگر حضرت ابو بکر کسی

جائز مال سے سلطنت عرب کے کام چلاتے تب البتہ اُنکا ایسا عمل قابل مدح کے ہوتا اور یہ امر بالکل غلط ہی کہ "اگر یہ جائداد جناب سیدہ کو حوالہ کر دیجاتی تو اُسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی" سوائے اسکے کہ سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیان اُسکی عہد پیغمبرؐ مین قائم ہو چکی تھین۔ اور بعد وفات پیغمبرؐ بحرین کا مال کثیر آیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اُسکو محفوظ رکھا ہم ابھی تفصیل سے دوسری سبیل جائز ضروریات سلطنت کے پورا کرنے کی بھی بتا چکے ہین اور پیغمبرؐ کی مثال دیچکے ہین حضرت ابوبکرؓ کو تو سلطنت قائم شدہ ملی تھی مگر جسوقت کہ پیغمبرؐ نے اجرائے دین اور قیام سلطنت کا ارادہ کیا تھا اسوقت وہ درویش تھے اور اونکو زیادہ مصارف کی ضرورت تھی تو پیغمبرؐ نے کہان سے اور کیونکر اُن مصارف کو پورا کیا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ سچے نائب رسولؐ اور خلیفہ برحق ہوتے تو وہ حق فاطمہؑ کو ناواجب ضبط نکرکے کوئی سبیل جائز خود مصارف ضروریات خلافت کے لیے نکالتے۔
لیکن یہ امر علی مرتضیٰ سے ہی ہو سکتا تھا کہ وہ فدک کو قبضہ فاطمہ زہراؑ مین بحال رکھکر دوسری سبیل جائز سے مصارف سلطنت کی ضرورتون کو از روی عدل کے پورا کرسکتے کہ وہ ابتدائے عمر سے پیغمبرؐ کے مومنین رازدار اور اُنکے ساتھ اور اُنکی طرف سے کام کرنے مین تعلیم پیغمبری کے بموجب تجربہ حاصل کر چکے تھے۔

پیغمبرؐ نے نسبت امر سلطنت کے جو کچھ کیا اور جو کچھ اُنکی مرضی تھی جب کسی امر پر کسی حیثیت سے بحث ہوتی ہی تو نتیجہ اُسکا یہی پیدا ہوتا ہی کہ بعد پیغمبر صلعم کے خلیفہ علی مرتضیٰ کا رہنا چاہیے تھا اور حضرت ابوبکر بے محل خلیفہ ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے اُسی مختصر خزانہ سے کار سلطنت چلانے کے بعد مصنف مخاطب جو یہ کہتے ہین کہ "رفتہ رفتہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہوگئی کہ تمام جہان اُس نے مسخر کرلیا اور یہین سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی" کسیطرح ایسا کہنا مصنف مخاطب کا قابل قبول کے نہین ہو سکتا۔

سلطنت عرب نے تمام جہان کو اسوقت تک بھی مسخر نہین کیا اور نہ خلفاء ثلاثہ اور نہ بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ مین نہ کسی اور مسلمان بادشاہ کے زمانے مین تمام جہان مسخر ہوا۔ تاریخی واقعات سے اسوقت تک کی جو کوئی حالت دیکھے گا وہ اس بیان کو کہ "سلطنت عرب نے تمام جہان کو مسخر کر لیا" مضحکہ کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین تو سلطنت عرب نے کچھ تسخیر نہین کی البتہ حضرت عمرؓ کے عہد مین زیادہ اور حضرت عثمانؓ اور دیگر خلفاء بنی امیہ کے عہد مین کم فتوحات مسلمانونکو ہوئے۔ لیکن جسقدر فتوحات مسلمانون کو ہوئے وہ اسی قوت مسلمانون کی وجہ سے ہوئے جو عہد رسولؐ مین قائم ہو چکی تھی۔ اور سلطنت کے مصارف کے لیئے اسکی آمدنیان معین ہو چکی تھین اور وہ آمدنیان خلیفہ اور مسلمانون کے ہاتھ مین آتی تھین۔

محض فدک کی آمدنی اسو سلطنت مین صرف ہونے سے وہ فتوحات نہین ہوئے ہین اگر بموجب مرضی خدا اور رسولؐ کے بعد پیغمبر خلیفہ قبول کیا جاتا اور نصب خلیفہ کی بابت باہم مسلمانون مین اختلاف اور جنگ جدل واقع نہوتا کہ جس کے سبب سے تمام جہان مین سلطنت [illegible] تمام نہ ہوئی اور ایک حد پر رہ کر محدود ہو گئی۔ اور خلاف شرع یا بقیہ [illegible] جس سے اوس مہم کی غنیمت مسلمانونکے ہاتھ سے تباہ ہو گئی۔ ایسی حالت مین کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ضبطی فدک ثبوت حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے صائب ہونیکا ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے خلافت قبول کرنے اور فدک کو ضبط کرنے اور باوجاہت علی مرتضیٰ قرابتدار رسولؐ سے اور فدک فاطمہؑ سے نکال لینے نے یہ نقصان پہونچایا کہ شیوع مذہب اسلام اور اسکی فتوحات ملکی کو تمام جہان پر ہونے سے روکا۔ اور خلاف مرضی خدا اور رسولؐ اور مخالف شریعت جو امر کوئی قرار دے یا کوئی امر کسی سے ظہور مین آوے یا اسکے ذریعہ سے چند روزہ کسیقدر فائدہ ہو اسکو رائے صائب نہین کہا جاتا۔ ایسے سود کا مآل زیان ہے۔ اور نہ ایسے امور کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کا فضل انہین

شامل ہو۔

جب لوگ موافق مرضی اور ہدایت خدا و رسول کے عمل کرین اور اُسکے ذریعہ سے بہبودی اور ترقی حاصل ہو اُسمین خدا کے فضل کا شامل ہونا کہا جا سکتا ہی۔

بے شک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین لیکن اُن ضروریات کا رفع ہونا اسی پر موقوف نہین ہو سکتا ہی کہ خلاف مرضی خدا و رسول کے بے محل خلیفہ مقرر کر لیا جاوے اور ناحق کسی کا مال ضبط کر کے سلطنت کے کامو نمین صرف کیا جاوے اور اُس سے عمدہ نتیجہ چند روزہ جو دوسری وجہ سے ظاہر ہوا ہو غلطی سے سمجھ لیا جائے جس کے باعث سے آخر کار نقصان اور خراب نتیجہ پیدا ہو۔

مصنف مخاطب الزام معاملہ فدک سے حضرت ابوبکرؓ کو بری کرنے کے لیے یہ طنز بھی کرتے ہین کہ ''ابوبکرؓ کو یہ مقابلہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا۔ مگر علی مرتضی نے اُسوقت بھی یہی معاملہ کیا جب یہ سلطنت عظیم الشان سلطنت ہو چکی تھی اور جناب امیرؑ کے مقرر کیے ہوئے عامل زیاد اور ابن جارود وغیرہ دونون ہاتھون سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے''

یہ امر تسلیم نہین ہو سکتا ہی کہ حضرت ابوبکر کو یہ معاملہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیان مقرر ہو چکی تھین اور بعد وفات پیغمبرؐ بحرین کا مال اسقدر کثیر آیا تھا کہ جس کو اگر حضرت ابوبکرؓ محفوظ رکھتے تو خزانہ سلطنت عرب کا لبالب ہو جاتا لیکن اُنھون نے اُس مال کثیر کو لوگونکی داد دہش مین بیدریغ خرچ کر دیا کہ لوگ انکے خلیفہ ہونے سے خوش ہو جائین۔

حضرت ابوبکرؓ نے ضبطی فدک کا معاملہ اُسوقت کیا ہی کہ جب سلطنت عرب کی قائم ہو چکی تھی اور نصب خلیفہ پر باہی کوئی جنگ و جدل نہین تھا اُسکی آمدنی اگر جزم و احتیاط سے

صرف کیجاتی تو اُسکے ادائے مصارف کے لیے کافی بھی تھی۔ لیکن علیؑ مرتضٰے کے ہاتھ مین جسوقت
کہ وہ سلطنت آئی بالکل درہم برہم تھی اور باغیون کے انتظام کی طرف توجہ نے اُنکو مہلت
نہ لینے دی کہ دیگر انتظام اندرونی سلطنت کو وہ بموجب حکم خدا اور رسولؐ کے کر سکتے۔ اور
جب علی مرتضٰیؑ نے دعوی ہبہ اور ارث فاطمہؑ زہرا کی تصدیق اور تائید کی ہو جس سے یہ ظاہر
ہو کہ خلاف مرضی علی مرتضٰی کے ضبطی فدک کی واقع ہوئی اُنکی نسبت یہ کسی طرح گمان نہین ہو سکتا
کہ اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم ضبطی کو صحیح اور جائز جانکر اپنے زمانہ خلافت مین قائم رکھا
بلکہ اُنکے ایک خطبہ سے جسمین اُنھون نے خلفا ثلاثہ کے زمانہ مین جو کچھ بدعنوانیان ہوئی ہین
اونکا شمار کیا ہے اور اُس مین واپسی فدک کی طرف بھی اشارہ ہے اور جس پر پہلے بھی
بحث ہو چکی ہے۔ [۱]

علی مرتضٰے جو رد فدک کا حکم نہ دے سکے اُسکی وجہ وہی ہو سکتی ہی جو اُنھون نے اُس
خطبہ مین فرمائی ہو اور جس کا نتیجہ یہی ہو کہ اندرون سلطنت کے انتظام کے ختم ہونیکا وقت
نہین آسکا تھا۔

زیاد اور ابن جارود علی مرتضٰی کے مقرر کیئے ہوئے عامل نہین تھے بلکہ یہ پہلے سے
دخیل سلطنت چلے آتے تھے۔ زیاد اور ابن جارود کے بعد جو مصنف مخاطب نے وغیرہ کا لفظ
لکھا ہی اُس سے مراد اُنکی غالباً عبداللہ ابن عباس سے ہی۔ لیکن زیاد اور ابن جارود
اور عبداللہ ابن عباس کی نسبت یہ کہنا کہ "دونون ہاتھون سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے"
بالکل غلط ہو زیاد اور ابن جارود کی نسبت جس وقت کہ علی مرتضٰے کی مرضی کی مخالفت کی
یا جادہ راستی سے انحراف کی اور عبداللہ ابن عباس کی نسبت غلط فہمی کی اطلاع ہوئی
ہو فوراً علی مرتضٰے نے اُس کا تدارک فرمایا ہی۔ (دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۳۵
لغایتہ ۲۴۴)

---

[۱] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ صفحہ ۱۷۷ و جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ پر سلسلہ خطبہ شقشقیہ۔

مصنف مخاطب حضرت ابو بکر سے الزام رفع کرنے کے لیے یہ بھی کہتے ہین کہ "حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے یہ تصفیہ کیا اور کسی نے ناپسند نہین کیا" تمام صحابہ تو نہین مگر جن صحابہ اور جن لوگون نے کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر اسوقت بیعت کی تھی اور اُن کو اپنی طرف سے خلیفہ بنایا تھا اُنکی نسبت بھی یہ کہنا تو بہت مشکل ہی کہ "انھون نے حضرت فاطمہؑ کے دعوے کے خلاف حضرت ابو بکرؓ کے تصفیہ کو دل سے پسند کیا" البتہ حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ پر وہ لوگ ساکت ہو رہے - اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آج تو انھون نے انکو خلیفہ بنایا اور کل انکے فیصلہ پر ناپسندیدگی اور ناخوشی کا اظہار کرکے اپنی حماقت کو ظاہر کرین -

جسوقت کہ حضرت فاطمہؑ کو وہ گذاشت کا فرمان حضرت ابو بکرؓ نے لکھدیا تھا جس کو حضرت عمرؓ نے لیکر چاک کر ڈالا دیگر صحابہ نے اُسوقت بھی کچھ نہین کہا اور جسوقت کہ دعوی ارث پر حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ سے کوئی حدیث پیغمبرؐ مخالف دعوی شیدہ دریافت کی تو اُسوقت بھی کسی نے کچھ نہین کہا اور جب حضرت ابو بکر نے خود ہی ایک حدیث پیغمبرؐ کی سنا دی تب بھی وہ اُنکا منہ تکتے رہ گئے جب اُنھون نے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنا لیا تھا تو سوائے اس کے کہ چپ رہین اور کرتا بھی نہین چاہیئے تھا کہ جو کچھ خلیفہ کرتے اُسکو کرنے دین -

یہ بھی ظاہر ہی کہ جن لوگون نے کہ حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا تھا یا اُنکا خلیفہ ہونا قبول کیا تھا اُنکی اپنے فائدہ پر کہ جسکی خلیفہ سے توقع رکھتے تھے زیادہ نظر تھی - دختر پیغمبرؐ اور آل محمد صلعم کی خوشنودی کی اُنکو کچھ پروا نہین تھی -

اسکے بعد مصنف مخاطب اُس قصہ کا ذکر کرتے ہین کہ جو اہل سنت کی یہان ایک روایت مین مذکور ہوا ہی جسمین علی مرتضیٰ اور حضرت عباس حضرت عمرؓ کے سامنے دعوی کرتے ہوئے آئے ہین اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت اُن سے یہ کہا ہی کہ "تم دونون نے ہم دونون کو کاذب - آثم - غادر اور خائن جانا" اور شیعہ اُن دونون کی

نسبت علی مرتضےٰ کا ایسا جاننا حضرت عمر کی تصدیق سے ثابت کرتے ہین۔ مصنف مخاطب اس روایت کے مضمون کو اپنی طبع سے اس موقع پر بنانا چاہتے ہین کہ الزام کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور خائن ہونے کا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے رفع ہو جاوے۔ لیکن اوس حجت الزامی کے مقابلہ مین وہ الزام کو رفع نہین کر سکے۔

جناب امیرؑ اور عباس نے حضرت عمر کے زمانہ مین جو بصورت دیگر دعوی پیش کیا تھا جیسا مصنف مخاطب کا بیان ہی مصنف مخاطب خود تفصیل اُس دعوی کی نسبت یہ قبول کرتے ہین کہ "منقول نہین ہی۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے۔ یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہی تو اسکے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسولؐ ہونے چاہین اسکے جواب مین عمرؓ نے اول تو قبضہ دینے مین عذر کیا جب اُنھون نے دوبارہ آکر اصرار کیا تو عمرؓ نے رسولؐ کے سات باغ جو مدینہ مین صدقہ رسولؐ کہلاتے تھے حوالے کر دیئے چنانچہ عباس اور علی نے اُن باغون پر قبضہ کر لیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ باہم جھگڑا پڑا"

لیکن جس روایت سے کاذب، آثم، غادر، اور خائن، ہونا حضرات شیخین کا بموجب علم عباسؓ اور حضرت علیؑ کے حضرت عمرؓ نے قبول کیا ہی اُس روایت مین کوئی مضمون ایسا نہین ہی جس سے وہ قرائن جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین پیدا ہو سکین نہ کسی اور روایتون سے مصنف مخاطب نے ایسے قرائن کا نکالنا ظاہر کیا ہی۔ اور عجیب قرینہ ہی جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین کہ "بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہے تو اس کے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسول ہونے چاہئین"

مصنف مخاطب نے یہ خیال نہ کیا کہ جب یہ جائداد وقف فی سبیل اللہ ہو تو ایسی

دعوی حق تولیت اور وہ حق تولیت بھی بذریعہ ارث کے کیا معنی رکھتا ہی؟ اور حضرت عمر نے ساتٖ باغ رسولؐ کے جو مدینہ مین صدقہ رسول کہلاتے تھے حوالہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی کے کر دے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین تو حضرت عمر نے کس بنا پر وہ صدقات رسولؐ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیے تھے اور حق تولیت مین ارث کیسے جاری کر دیا تھا؟ اصل امر وہی ہی جیسے شیعون کے بیانمین ظاہر ہوا ہی جس پر پہلے بحث ہو چکی ہی کہ یہ سات قطعے باغات مدینہ بھی ملکیت خالص پیغمبرؐ کے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنی دختر حضرت فاطمہؑ پر وقف کر دیے تھی جس سی شریعت محمدی مین وقف للاولاد کا مسئلہ نکلا ہی اور یہ قطعات مدینہ جناب سیدہ کے قبضہ مین بدستور چھوڑ گئے ہین اور ضبط نہین کیے گئے۔ یہ بیان اور قرینہ مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہے کہ حضرت عمر نے عباس اور علیؑ کو ان سات قطعون کے اول دینے مین عذر کیا اور پھر دیدیا۔ اور پھر باہم اُن دونون کے جھگڑا ہوا۔ بلکہ یہ قطعات بدستور قبضۂ فاطمہؑ زہرا مین اور اُنکے بعد اُنکے ورثا کے قبضہ مین چلے آئے ہین۔ اس حالت مین ایسے قرائن کے لیے مصنف مخاطب جو راوی بنتے ہین انکا بیان کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہی۔ اور جب قرائن مظہرہ اُنکے تسلیم نہین ہو سکتے تو مضمون کاذب آثم، غادر، اور خائن کی تعبیر جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہین کیسے اہل نظر منظور کر سکتے ہین۔

روایت زیر بحث سے یہ امر ضرور پایا جاتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہین کہ وہ ایک مرتبہ دونو لڑتے ہوئے عمر کی مجلس مین آئے۔ اور عباس نے عمر سے مخاطب ہو کر یون کہا کہ "اے امیر المومنین میرا اور اس کاذب آثم غادر اور خاین کا فیصلہ کرا دیجیے" یہ کلمات جو حضرت عباس کے علی مرتضےؑ کی نسبت روایت مین درج ہین ان کلمات کی نسبت مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ یہ کلمات عباس کی زبان سے نہایت جوش غضب مین علی کی نسبت

نکلے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس پر بے حد خفا ہوتا ہے اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکلجاتے ہین مگر معنی حقیقی اُسکے ہرگز مراد نہین ہوتے بلکہ جوشِ غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے جناب سیدہ کے کلمات ہجو جنین الخ۔ اسیطرح بمقتضائے بشریت عباس کی زبان سے جو یہ کلمے حضرت علیؑ کی نسبت نکلے ہین بھی ہرگز عباس کا یہ مقصود نہ تھا کہ علیؑ مین درحقیقت یہ عیب موجود ہین بلکہ جوشِ غضب مین یہ الفاظ زبان سے نکل گئے"

یہ رائے مصنف مخاطب نے جو ظاہر کی ہے اُسکے ظاہر کرنے کے وقت اُنھون نے انسانون کے اقسام پر نظر نہین کی۔ جو لوگ کہ تعلیم اور تربیت یافتہ ہوتے ہین اور اُنکے اخلاق درست اور ملکہ صدق وصفا کا ہوتا ہے اُنکو اگر کسی شخص کے فعل یا عیب پر کوئی غیظ وغضب ہوتا ہے تو اُنکے عندیہ مین وہ عیب اُس عیب دار کا ضرور محقق ہوتا ہے اور اُسی تحقق کی وجہ سے اُسکو جوشِ غضب کا ہوتا ہے اور بقدر تحقق عیب کے جوشِ غضب مین بھی ویسے ہی الفاظ زبان پر آتے ہین کہ جو اُسکے حقیقی عیب کو ظاہر کرنے والے ہون ایسے لوگون سے غیر ممکن ہے کہ جس کسی پر بے حد خفا ہون اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکل جائین اور معنی حقیقی ہرگز مراد اُسکے نہون۔ اُنکی خفگی اور غصہ محض حق ہوتا ہے اور اُس خفگی اور غصہ مین امر حق سے تجاوز نہین کرتے ہین اُنکا غیظ وغضب ہی ناحق نہین ہوتا ہے مگر مصنف مخاطب کے نزدیک کل انسان ایک ہی قسم کے معلوم ہوتے ہین جنمین کسی قسم کا تفرقہ نہین ہوتا اور حضرت عباس کو مصنف مخاطب ایسا ہی قرار دیتے ہین کہ جن لوگو نکے دلمین کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو۔

مصنف مخاطب جناب سیدہ کے کلمات "ہجو جنین الخ"[1] کی مثال اُس موقعہ پر دیتے ہین جن پر پہلے ایک سے زیادہ موقعون پر بحث ہو چکی ہے وہ مثال

[1] صفحہ ۲۲ جلد ہذا و صفحہ ۲۵۵ و ۳۰۸ جلد ۲ رسالہ روشنی۔

اس موقعہ پر صادق نہیں آسکتی جناب سیدہ نے جو کلمات علی مرتضےٰ سے خطاب میں کہے ہیں وہ کلمات مستلزم کسی عیب کے نہیں ہیں اور نہ خلاف شرع اور تہذیب کے ہیں اور نہ خلاف واقعہ ہیں۔ بلکہ جن کلمات سے جناب سیدہ نے خطاب کیا ہے اُس سے اصلی مقصود جناب سیدہ کا علیؑ مرتضیٰ کو جوش دلانا تھا کہ جناب سیدہ کے طلب حق میں وہ ہتا اقدون پر حملہ کریں۔ اور یہ معاملہ حملہ نہ کرنے کا نہایت غور طلب تھا جیسا کہ خود علیؑ مرتضیٰ نے خطبہ شقشقیہ میں فرمایا ہے کہ "میں سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کروں یا اندھیرے کی اندھیاری پر صبر کروں"۔ سلہ

روایت زیر بحث میں جو کلمات حضرت عباسؓ کی زبانی حضرت علیؑ کی نسبت مندرج ہیں اُسکے معنی ہرگز یہ نہیں ہو سکتے کہ عباسؓ کا یہ مقصود تھا کہ علیؑ میں درحقیقت یہ عیب موجود ہے اور جوش غضب میں خلاف مقصود یہ الفاظ اُنکی زبان سے نکل گئے"۔

ان کلمات عباسؓ کے متعلق بمقابلہ رائے مصنف مخاطب کے جو میں نے بحث کی اُس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ حضرت عباسؓ کے جو کلمے روایت زیر بحث میں منقول ہوئے ہیں وہ درحقیقت حضرت عباسؓ کی زبان سے نکلے تھے۔ نہیں۔ بلکہ یہ روایت جسمیں وہ کلمات درج ہیں محض اہل سنت کے یہاں کی ہے۔ اور شیعوں کے یہاں نہ کسی ایسی صورت کے دعوے کی جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہیں خبر ہے اور نہ شیعوں کے نزدیک حضرت عباسؓ علیؑ مرتضےٰ کی نسبت ایسے کلمے زبان پر لا سکتے تھے۔

سلہ جلد ۵ از صفحہ ۲۸۱ و جلد ۶ تا صفحہ ۳۳

شیعون کے یہان کی روایت سے صرف اسیقدر ظاہر ہوتا ہی کہ بعد انتقال رسول اللہ عباس نے اون رسات قطعوں کے بابت فاطمہ سے جھگڑا کیا پس علی وغیرہ نے گواہی دی کہ فاطمہ پر وقف ہین - لیکن رسالہ حسینیہ مین جو گفتگو کہ حسینیہ اور ابراہیم عالم اہلسنت مین دربار ہارون رشید ہوئی تھی اور وہ قلمبند کی گئی ہے اوسمین لکھا ہو کہ ابراہیم نے حسینیہ سے سوال کیا عباس اور علی جو جھگڑتے ہوئے خلیفہ کے سامنے گئے تھے اون مین کون حق پر تھا - حسینیہ نے یہ جواب دیا کہ اُن دونون کی مثال ایسی تھی کہ جیسے دو فرشتے حضرت داؤد پر الزام دینے کے لیے حضرت داؤد کے سامنے جھگڑتے ہوئے گئے تھے" شیعونکے یہان ایسے کلمات حضرت عباس سکے حضرت علی کی نسبت کہین منقول نہین ہین -

ایسے کلمات اہلسنت نے زبانی حضرت عباس کے علی مرتضےٰ کی نسبت وضع کرلیے ہین تاکہ لوگون کی نگاہون حضرت علی اور عباس اور شیخین مساوی حالت مین ہو جائین - اور علی اور عباس شیخین کو جیسا جانتے تھے جس کی تصدیق حضرت عمر نے اس روایت مین کی ہے ویسا ہی لوگ یہ جانین کہ علی کو عباس بھی ویسا ہی جانتے تھے -

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر نے اوسکے جواب مین اوّل تو حدیث یاد دلائی کہ پیغمبر نے فرمایا ہو کہ ہمارے مال مین میراث نہ ہوگی اور جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہے - اس حدیث کی اُن دونون نے اور تمام اہل مجلس نے تصدیق کی - پھر اس جائداد کو جسطرح رسول صلعم خرچ کیا کرتے تھے اوسکا ذکر کیا - سب نے اُسکی بھی تصدیق کی "

یہ امور اگرچہ روایت زیر بحث مین درج ہین لیکن قبول کرنا یا تصدیق کرنا صحت بیان حضرت عمر کو حاضرین مجلس اور علی و عباس کا اگر اس روایت

سے سمجھا جائے تو اس روایت کے وضعی ہونے مین کچھ شبہ نہین رہتا کہ اس مضمون کے خلاف خود معتمد روایات اہلسنت سے عہد ابو بکرؓ مین ظاہر ہے - تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عسقلانی مین موجود ہے کہ "اختلاف کیا لوگون نے بیچ میراث پیغمبرؐ کے - پس نپایا کسیکے پاس اوس سے کچھ علم - پس کہا ابو بکرؓ نے مین نے سُنا ہی رسُول اللہ کو وہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہی اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہی" [۱]

جب حضرت ابو بکرؓ نے تلاش منع ارث پیغمبرؐ کی فرمائی جبکہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے دعوی حضرت فاطمہؑ کا پیش ہوا تھا اور اُسوقت کسیکے پاس منع ارث پیغمبرؐ کا علم نہین نکلا تو عہد حضرت عمرؓ مین اوسکے جاننے والے اور تصدیق کرنے والے کہان سے پیدا ہو گئے - اور علیؑ اور فاطمہؑ خلاف اوس حدیث کے جو حضرت ابو بکرؓ نے ظاہر کی بنا بر کلمہ واحد کھتے چلے آئے ہین -

ایسی حالتین کیسے سمجھا جا سکتا ہی کہ علیؑ اور عباسؓ نے صحت بیان حضرت ابُو بکر کو قبول کیا ہو خصوصاً جب کہ اُسوقت بھی یہ دونون حضرت عمرؓ کے سامنے دعوی ارث پیغمبرؐ کا کرتے گئے تھے جیسا کہ روایت زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہی جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عباسؓ اور علیؑ جانتے تھے کہ پیغمبرؐ اپنی میراث سے منع کر گئے ہین اور با وصف علم کے ناحق دعوی کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے سامنے گئے کہ ایسا وصف عباسؓ اور علیؑ کی نسبت قبول کرنا قابل شرم ہی - اور اسی قسم کے وجوہ سے شارحین صحیح مسلم اور علماء اہلسنت قائل ہو گئے ہین - کہ یہ روایت وضعی ہی جسکی تفصیل تشئید المطاعن مین درج ہی - تاہم گو یہ روایت

---

[۱] دیکھو صفحہ ۲۰۰ پہلا حصہ ضمیمہ جلد اول

وضعی ہو جو حجت الزامی کہ شیعہ لگاتے ہین اُس سے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بری نہین ہوسکتے کہ وہ روایت صحیح مسلم مین درج ہی اور اہلسنت پر قابل حجت ہی مگر شیعون پر حجت نہین ہوسکتی ہے اُن اُمور کے بابت کہ جو مخالف اعتقاد اور مقصد شیعون کے ہی۔

ہان اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ نے صرف یہ واقعہ عہد حضرت ابو بکرؓ کا بیان کیا تھا کہ جب فاطمہؓ نے دعوے ارث کا پیش کیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث پیغمبر ظاہر کی کہ "ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہی اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہی" اُس واقعے کی نسبت حاضرین اور عباس اور علیؓ کا قبول کر لینا سمجھا جا سکتا ہی جیسا کہ اسوقت بھی ہم اسبات کو قبول کرسکتے ہین کہ ایسا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش آیا تھا لیکن اس واقعے کے قبول کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو حدیث پیغمبر کی سنائی تھی وہ بھی صحیح تھی یا جو کچھ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے عہد مین فرمایا تھا وہ بھی ٹھیک تھا۔

پھر مصنف مخاطب اُس تقریر حضرت عمرؓ کو روایت زید بحث سے لیتے ہین کہ جسمین اُنکا بیان ہی کہ "جب ابو بکر نے میراث نہ دی تو تمنے اُسے کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور خائن۔ سمجھا اور پھر مجکو بھی ایسا ہی سمجھا۔ پھر مین نے تمکو یہ باغ دیدیے اور تمسے یہ عہد لے لیا کہ تم اُسکو اسیطرح خرچ کرو جیسے رسول خرچ کرتے تھے۔ اگر تم اس عہد پر قائم نہین تو واپس کردو اسکے سوا مین کوئی اور فیصلہ نہین کرسکتا"

لیکن جب حضرت عمرؓ نے یہ باغ عباسؓ اور علیؓ کو دیدیے تھے تو یہ کہنا حضرت عمرؓ کا کیسے ٹھیک سمجھا جا سکتا ہی کہ تمنے مجکو بھی کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور

خائن کے سمجھا۔

اسپر بھی مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کی اس تقریر کو حکیمانہ ظاہر کر کے یہ کہتے ہیں کہ "وہ تقریر اونکی باہمی اصلاح کے لیے تھی اگرچہ کلمات درشت فقط عباس نے کہے تھے مگر خطاب میں علیؓ کو بھی شامل کر لیا کہ عباسؓ کو یہ ناگوار نہو کہ ملامت فقط ہمکو ہی کی علیؓ کو نہ کی اور علیؓ کو یہ سمجھا دینا بھی مقصود تھا کہ جیسے عباس کے مزاج میں سختی ہی تمہارے مزاج میں بھی ہے جو کلمات عباس نے علیؓ کو کہے تھے وہ عمرؓ نے ابو بکر اور اپنے اوپر بھی الزاماً عائد کر لیے تاکہ علیؓ کو کسیقدر تسکین ہو جائے۔ عباسؓ نے جو کلمات علیؓ کو کہے تھے حالانکہ علیؓ اون عیوب سے بالکل پاک تھے۔ اس سے عمرؓ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کارروائی کرے خواہ وہ کارروائی حق ہو مگر تم اوسکو کاذب آثم غادر خائن کہدیتے ہو۔ چنانچہ علیؓ نے کوئی ظلم اور خیانت نہیں کی مگر اونکی کارروائی جو عباس کی مرضی کے خلاف تھی اونکو کاذب آثم خائن وغیرہ کہدیا"

تقریر حضرت عمرؓ کو حکیمانہ ایسے ہی حکیم کہہ سکتے ہیں کہ جو یہی روش اختیار کریں جو مصنف مخاطب نے اوس تقریر کے معنی بیان کرنیمیں اختیار کی ہے۔ حضرت عباسؓ کے جو درشت کلمات روایت میں علی مرتضےٰ کی نسبت درج ہیں اگر وہ کلمات حضرت عمرؓ کے نزدیک علی مرتضےٰ کی نسبت صحیح نہیں تھے جیسا کہ مصنف مخاطب خود قبول کرتے ہیں کہ "علیؓ اون عیوب سے بالکل پاک تھے" تو کیا تقریر کا حکیمانہ پہلو یہی ہو سکتا ہی کہ عباسؓ کی نسبت کچھ نہ کہا جائے کہ تم کوئی عیب رکھتے ہو یا وصف رکھتے ہو اور علیؓ کو عباسؓ کے ساتھ ملامت کرنے میں شامل کر لیا جائے۔ اور مصنف مخاطب کے نزدیک عباس ضرور ملامت کے

قابل حضرت عمرؓ کے نزدیک قرار پائے ہین اور اُس ملامت مین علی کو بھی حضرت عمرؓ نے شامل کر لیا ہی لیکن مصنف مخاطب کے نزدیک مقصود حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کی نسبت تھا اسوجہ سے کہ اُنھون نے علی کی نسبت کلمات سخت ظاہر کئے تھے لیکن روایت کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ اور علیؓ کو برابر ملامت کرنا صرف اُنکے دعوی اور باہم جھگڑے کیوجہ سے تھا سو کوئی شخص محض دعوی کرنے سے قابل ملامت کے ہوتا ہی اور نہ مدعاعلیہ ہونے سے۔

حضرت عباسؓ اور علیؓ کو مصنف مخاطب نے اپنی تعبیر تقریر حضرت عمرؓ مین قابل ملامت کے سمجھا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے علی مرتضےؓ کو قابل ملامت یا حضرت عباس کے ساتھ ملامت مین شریک کرنے کی جرات کیسی کسی کی سمجھ مین آسکتی ہی کہ جب حضرت عمرؓ کا یہ قول پایا جاتا ہے۔ لولا علیؓ لہلک عمرؓ جسکو بارہا فرمایا ہے اور جسکا مقصود یہ ہی کہ بمقابلہ راے علیؓ کے حضرت عمرؓ نے اپنی راے اور سمجھ پر ہمیشہ ملامت کی ہے تو پھر کیسے یہ سمجھ مین آسکتا ہی کہ وہی حضرت عمرؓ علیؓ کو ملامت کرنے کے قابل ہو جاوین یا اُنکو علیؓ کی ملامت کرنے کی جرات ہو۔

پھر یہ عجیب تقریر اور عجیب تعبیر حکیمانہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جو کلمات درشت علیؓ کی نسبت کہے وہی کلمات حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور اپنی طرف عائد کر دیئے اور یہ سمجھ لیا کہ عباس نے جو علیؓ کی نسبت وہ کلمے کہے اور عباس اور علیؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی نسبت کہے وہ خلاف مراد ہین۔ یعنی کسی مین وہ عیوب نہین ہین حالانکہ حضرت عمرؓ نے یہ بیان کیا ہے عباس اور علیؓ سے خطاب کر کے کہ " تمنے ابوبکرؓ کو اور مجھکو کاذب " آثم " غادر " خائن جانا " ایسی تقریر نہ باہم علیؓ اور عباسؓ کی اصلاح کے لیئے ہوسکتی ہے اور نہ اوسکا یہ مقصود ہوسکتا ہی

کہ "علی کو یہ سمجھا دیا کہ جیسے عباس کے مزاج مین سختی ہے تمہارے مزاج مین بھی ہے تم دونون کا ایک سا حال ہے" اور نہ علیؑ مرتضےٰ کو ایسی تقریر سے تسکین ہو سکتی تھی۔

حضرت عمرؓ کی تقریر سے جو نتیجہ کہ مصنف مخاطب نے نکالا ہی وہ باعتبار مضمون روایت کے کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا البتہ اوس کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جو شخص تمہارے حق کے خلاف کارروائی کرے تم اُسکو کاذب، غادر، آثم، خائن، جانتے ہو۔ اور عباسؓ نے جو یہی کلمے علیؑ کی نسبت کہے اوس نزاع کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے کچھ نہین کیا۔ اگر حضرت عمرؓ نزاع باہمی عباسؓ اور علیؑ کا فیصلہ کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ عباسؓ نے وہ کلمے علیؑ کی نسبت ٹھیک کہے ہین یا نہین۔ اور چونکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلاف حق علیؑ اور عباسؓ کے جیسا کہ روایت سے واضح ہے فیصلہ کر دیا تھا اس لیئے اُن دونون کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کاذب، آثم، غادر، خائن، جاننا ٹھیک تھا جسکی تصدیق حضرت عمرؓ نے کی ہی۔

جب روایت مین حضرت عمرؓ کے بیان مین عباسؓ اور علیؑ کی نسبت یہ الفاظ ہین کہ "تم نے ایسا ہم دونون کو جاتا" اور یہ الفاظ نہین ہین کہ "جیسا تم دونون نے ہم دونون کو کہا" تو تعبیر مین مصنف مخاطب کی یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ "وہ کلمات برائے گفتن تھے" نہ اون کلمات سے اظہار یقین اون عیوب کا تھا۔ جس وقت حضرت عمرؓ نے عباسؓ اور علیؑ کا یقین حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت ظاہر کیا ہی اور جواب مین حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ہی کہ "ابو بکرؓ اور مین دونون صادق اور نیک اور راشد اور حق بات کی پیروی کرنی والے ہین"

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت جو یقین صدق۔ نکوئی۔ اور رشد اور پیرو کار حق ہونے کا ظاہر کیا ہی وہ صریح ہی کہ بمقابلہ یقین عباس اور علیؑ کے ہی جیسا کہ وہ دونوں ان دونوں کو جانتے تھے۔ اگر عباس اور علیؑ کے یقین کے وہ معنی لیے جائیں جیسا کہ مصنف مخاطب تعبیر کرتے ہین کہ "وہ برائے گفتن تھا" تو حضرت عمرؓ نے جو اپنا یقین صدق و نکوئی و رشد و اور پیرو کار حق ہونیکا نسبت حضرت ابو بکرؓ اور اپنے ظاہر کیا ہے وہ بھی "برائے گفتن ہے" اور مراد اون کی یہ تھی کہ "یہ اوصاف ہم دونوں مین نہین ہین"

مصنف مخاطب اپنے بیان کے نتیجہ مین حضرت عمرؓ کی طرف سے عباسؓ اور علیؓ کو خطاب کرکے یہ بھی بیان کرتے ہین کہ "تمکو کوئی شکایت نہین چاہیے کہ تم دونوں کی یہ عادت ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اوسکو تم ایسا کہدیا کرتے ہو" ایسا نتیجہ جس حیثیت سے کہ مصنف مخاطب کہتے ہین روایت سے تو نکلتا نہین۔ ہان مصنف مخاطب طرف سے حضرت عمرؓ کی ایسی عادت عباسؓ اور علیؑ کی ظاہر کرتے ہین۔ لیکن ایسی عادت شیعہ عباسؓ اور علیؑ مرتضے کی اس حیثیت سے قبول کر سکتے ہین کہ جو شخص اونکی مرضی کے خلاف کارروائی کرے اوسکو وہ ایسا سمجھتے تھے کیونکہ شیعہ علیؑ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہین سُنّی چاہین اون کی نسبت ایسا اعتقاد رکھین یا نہ رکھین کہ علیؑ کی مرضی وہی ہوتی تھی کہ جو حق ہوتا تھا اور جو کوئی کہ خلاف اونکی مرضی کے کرے خلاف حق کا کرنے والا ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک عباسؓ اور علیؑ کے باہم اختلاف نہین تھا۔ اور وہ خلاف حق کرنے والے کو ایسا ہی جانتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے انکی نسبت

بیان کیا ہو۔ البتہ شیعہ حضرت عمرؓ کی ایسی عادت قبول کر سکتے ہین کہ انکی
مرضی ناحق اور ناواجب کے خلاف اگر کوئی کارروائی کرنا چاہے اُسکی نسبت
خلاف اُسکی شان کے کہدیا کرتے تھے۔

مصنف مخاطب نے جو کچھ فدک کی نسبت بحث کی اُسمین جب یہ دیکھا کہ اعلان
دعوی فاطمہؑ پر جو بذریعۂ ہبہ اونہون نے کیا تھا کچھ اثر نہین پڑتا ہو۔ اور نہ دعوے
فدک بذریعہ ہبہ کے کوئی تردید بوجہ معقول ہوسکتی ہے اس لیئے وہ اس
غلط کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ وہ حضرات شیعہ نے اس طعن کو زیادہ مستحکم
کرنے کیلیے بڑے زور شور سے یہ بھی تصنیف کرلیا کہ رسول نے فدک فاطمہؑ کو
ہبہ کردیا تھا اسپر بھی ترقی کرکے یہ کہتے ہین کہ خدا کی طرف سے قرآن کی آیۃ
مین یہ حکم نازل ہوا تھا'' اصول کافی مین امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے
جسکا ترجمہ یہ کیا ہو کہ '' امام نے فرمایا کہ جب اللہ نے اپنے نبی پر فدک فتح
کرادی تو انہی نبی پر یہ آیت نازل کی (اور دے قرابت والے کو اوسکا حق)
تو نہ سمجھے رسول صلعم کہ وہ کون ہین۔ تو رجوع کیا اُس مین جبرئیل سے اور
رجوع کیا جبرئیل نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ
کیطرف دفع کردو'' اسکے بعد رسول صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک بڑے اہتمام
سے ہبہ کیا اور انہون نے اس ہبہ کو قبول کیا''

ہبہ کی روایت صرف شیعون کے یہان نہین ہے بلکہ معتمد کتب اہلسنت
مین بھی موجود ہے اور یہ کہ ہبہ کے بموجب حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکرؓ
کے سامنے دعوے پیش کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے گواہ طلب کیئے اور علیؑ
مرتضےٰ اور ام ایمن اور حسنین اولاد رسول اللہ نے گواہی دی ہے۔ اور
نصاب کے پورا ہونیکی حجت پر یا شہادت ناکافی متصور کرکے حضرت ابوبکرؓ

نے وہ شہادتین نامنظور کی ہین اور علماء اہل سُنت نے جو کچھ بحث کی ہے اِس امر پر کی ہے کہ وہ شہادتین کافی تھین یا نہین کسی عالم سنی نے یہ نہین کہا کہ مضمون ہبہ یا عطا مصنوعی ہے[۱]۔ اور نیز علماء اہلسنت نے معتمد روایتوں سے یہ بھی لکھا ہو کہ جسوقت نازل ہوئی یہ آیت کہ دے لئے پیغمبرؐ قرابتدارونکو حق اون کا[۲] پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک اونکو دیدیا[۳] جب فریقین کے کتب معتمد سے یہ امر ظاہر ہے کہ وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّہٗ کے نازل ہونے پر آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کردیا تو فدک کے فاطمہؑ کو ہبہ یا عطیہ ہونے مین منجانب پیغمبرؐ کوئی شبہ نہین ہوسکتا اور خلاف مسلمہ سُنی اور شیعہ کے مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ شیعون نے روایت ہبہ یا عطا تصنیف کرلی کسیطرح مقبول نہین کیا جاسکتا ہو۔ یہ البتہ وہ کہہ سکتے ہین کہ شیعہ اور سُنی دونون نے ایسی روایتین تصنیف کرلین لیکن اسکی وجہ بتانی چاہیئے۔ کہ سُنیون نے ایسی روایتین کیون تصنیف کین۔ بہلا شیعون کی نسبت تو وہ یہ کہہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ پر الزام لگانے کے لیے ایسی روایت تصنیف کی۔ لیکن اونکی نسبت بھی یہ بتانا چاہیئے کہ سُنیون نے خواہ مخواہ بلا وجہ خلاف واقعہ ایسی روایت کیون تصنیف کی۔ آئمہ اہلبیت کے ہاتھ مین خلافت نہین رہی جس سے یہ گمان ہو کہ خلافت سے شیعہ متمتع ہوتے تھے اور اس لالچ مین ایسی تصنیف کی۔ ہان مصنف مخاطب اور اونکے ہم خیال یہ کہہ سکتے ہین کہ امام

[۱] کتاب وفاء الوفی شیخ عبدالحق وفصل الخطاب کتاب الموافقت از خواجہ محمد پارسا وحاشیہ شرح عقائد نسفی از صلاح الدین دمی وصواعق محرقہ ابن حجر وشرح مواقف و نہایۃ العقول از فخر رازی ومعارج النبوت و فخر رازی در تحت تفسیر آیۃ وَمَا اَفَاءَ اللہ در تفسیر کبیر ۱۲ [۲] دیکھو تفسیر درمنثور سیوطی تفسیر تحت آیۃ ومعارج النبوۃ در وقائع سنہ وریاض ابراہیمی وکنز العمال شیخ علی متقی [۳] وتاریخ حاکم وکتاب مقصد اقصے وحبیب السیر در روضۃ الصفا ۱۲

اہلبیتؑ نے جھوٹ بولا لیکن ایسا اگر کوئی امام اہلبیتؑ کی نسبت اہلسنت سے کہے تو اسکے ہم بہت مشتاق ہین ورنہ صحابہ کسی امام اہلبیتؑ کو کوئی وجہ نہین تھی کہ وہ کسی امام اہلبیت پر تہمت کرے۔

مصنف مخاطب روایت کتاب کافی شیعہ پہ بُطلان کے لیے حُجت کرتے ہین کہ وہ یہ امر عجیب ہے کہ پیغمبرؐ اپنے اقربا کو بھی نہین جانتے تھے اللہ ایسے کلام سے خطاب کرے کہ پیغمبرؐ اوسکا مطلب بھی نہ سمجھین الخ یہ اعتراض اس امر پر ہی کہ روایت کتاب شیعہ مین یہ مضمون ہے کہ وہ پیغمبرؐ نے نہ سمجھا کہ وہ قرابتدار کون ہین۔ اور رُجوع کیا اونمین جبرئیلؑ سے اور رُجوع کیا جبرئیلؑ نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ کے حوالے کردو الخ لیکن یہی مضمون بعینہ کتب معتمد اہلسنت مین بھی منقول ہوا ہے۔ جو اعتراض مصنف مخاطب نسبت روایت کتاب شیعہ کے وارد کرتے ہین وہی اعتراض نسبت معتمد روایات کتب اہلسنت کے وارد ہوگا۔ لیکن جب اونکو غلط اعتراض کرنیکا روایت کتاب شیعہ پر کچھ باک نہین ہوا تو اونکو روایات کتب اہلسنت پر بھی اُسکے مصنوعی ہونے کے اعتراض کرنے مین کچھ شرم نہین آسکتی۔ مگر ہم حقیقت اس امر کی دکھاتے ہین کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدار و نکو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ سے کیون پوچھا کہ جنکو فدک دیدینیکا خدا نے حکم دیا تھا۔؟

پیغمبرؐ کے قرابت دار بعید بھی تھے اور قریب بھی تھے اور قریب تر بھی تھے۔ قریب تر تو حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ پیغمبرؐ کی اولاد تھے۔ اور قریب علی مرتضےؑ اور عقیل تھے۔ اور بعید حضرت عباس اور ابو لہب یا اُنکی اَولاد تھی۔

پیغمبرؐ نے اور ہر کسی نے اس بات کو سمجھ لیا اور ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ

پیغمبرؐ کے قرابت دار کون کون ہین لیکن جائداد جنکو دیجائے آیا وہ جملہ قرابتداران کو دیجائے یا کسی خاص طبقہ والے کو یا کسی خاص شخص کو کسی خاص طبقہ مین سے - اور پیغمبرؐ کے ذہن مین یہ امر ضرور ہوگا کہ حصول جائداد نتیجہ ہے صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کا - کہ اُس وجہ سے جائداد و فدک مین حق فاطمۂ زہرا کا ہے - اور آیتہ مین یہ لفظ تھا کہ اوسکا حق دیدو - ذوالقربیٰ - کا لفظ اس بات کو حاوی ہوسکتا تھا کہ کل قرابت دارون کو دیا جاسکے - اور نیز اسی وجہ سے کہ پیغمبرؐ بغیر تخصیص کسی ایک قرابت دار کو فدک دیدیتے تو دوسرے قرابتدارون کے قلب کو مُراد آیت کے متعلق تسکین نہوتی - ایسی حالت مین پیغمبرؐ کو ضرور تھا کہ وہ ازروئے وحی کے اوس تردد کو طے فرمادین -

یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہے کہ وہ حضرات شیعہ نے جتنے احکام تصنیف کیئے ہین وہ سب ایسے ہین کہ پیغمبرؐ کو اون کا ایک دو مرتبہ رَد کرنا پڑا ہے "

جہان کہین آیات قرآنی مین اجمال ہوا ہے یا کسی صحابی کی سمجھ مین نہین آیا ہے سُنی شیعہ دونون کے یہان اکثر احادیث پیغمبرؐ ایسی موجود ہین کہ جنسے تفسیر آیات قرآنی کی ہوئی ہے اور وہ تفسیر ازروئے وحی کے سمجھی گئی ہے اور اسیوجہ سے حدیث پیغمبرؐ کو نص مانتے ہین کہ پیغمبرؐ بغیر وحی کے کچھ نہین کہتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خطبہ مین فرمایا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتہ تھا یعنے وہ اوس کے ذریعہ سے خدا سے پوچھکر ہر امر کرتے تھے "

اہلبیت کے حق مین جسقدر آیات نازل ہوئی ہین اور اوسکے متعلق جو احادیث ہین اون کل مین کوئی امر ایسا نہین ہے کہ جسکی نسبت یہ کہا جاسکے

کہ ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا۔

خود مصنف مخاطب نے صرف دو حدیثین اور شمار کرائی ہین ایک بشارت حسینؑ اور دوسری ولایت علیؑ کی تبلیغ ہین۔ جن کی نسبت ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ بے شک اُن موقعون پر ضرورت اِس امر کی تھی کہ پیغمبرؐ خدا اسی خواہش کسی نہ کسی امر کی کرین ۔

ایسے ہی اِس آیت ۔ ذ الْقُرْبٰی حَقَّهٗ ۔ کے متعلق ضرورت بلاشک اسبات کی تھی کہ اوسکی مُراد بذریعہ وحی کے حل کیجائے ۔

عرب کا ہر بچہ اِس آیۃ کا مطلب ہرگز نہین سمجھ سکتا تھا بلکہ جوان اور بوڑھے بھی حل نہین کر سکتے تھے ۔ مصنف مخاطب آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ " ہر قرابت والے کا حق صلۂ رحم ادا کر یعنے ہر قریب کے ساتھ احسان کر " علماء اہلسنت نے (جنکا حوالہ ہم ابھی اوپر دکھا چکے ہین) لفظ " حق " جو آیۃ مین ہے اوسکے معنے صلۂ رحم کے نہین سمجھے ۔ بلکہ حق سے مُراد فدک سے سمجھی ہے ۔ اور عرب کی زبان مین صلۂ رحم کے ساتھ لفظ حق بولا بھی نہین جاتا ۔ صلۂ رحم کی جگہ یون بولا جاتا ہے کہ صلۂ رحم کو برقرار رکھنا چاہیئے یعنے ذوالارحام سے بکشادہ پیشانی پیش آنا لازم ہے ۔ اور رعایت رحم کرنی چاہیئے ۔ اور رعایت رحم کرنے کے محاورہ مین لفظ " آت " نہین آتا ہے ۔ قطع رحم کے متعلق قرآن مین جہان مذمت کی گئی ہے وہان یہ بولا گیا ہے "

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ط	آیا نزدیک ہوگئے ہو تم اگر والی ہو جاؤ تم یہ کہ فساد کرو تم زمین پر اور

ؔ جلد اول چوتھا حصہ بابت جنوری ۱۹۰۶ء نمبر ۱۹ حرف الف وجلد ۲ صفحہ ۱۰ ۔ از "

اور قطع رحم کروگے تم" اگر آت ذوالقربی حقہ' سے مُراد صلہ رحم دینے کی ہوتی جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو یہ آیتہ یون ہوتی۔ لاتقطع ارحامک اور اگر یہ مُراد ہوئی کہ "ہر قریب کے ساتھ احسان کر" جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو جیسے کہ یہ آیتہ نازل ہوئی ہی کہ "

بالوالدین احساناً وذوی القربے والیتامی والمساکین وقولوا للناس حُسناً۔	باپ اور مان کے ساتھ نیکی کرنا اور قرابت دارون اور یتیمون اور مسکینون کے اور کہو لوگونکو بات اچھی" کہجاتے

یہ وآت ذالقربی حقہ" کے یون نازل ہوتا" وبذی القربی احساناً" آیت زیر بحث۔ پوری یون نازل ہوئی ہے یہ۔

آت ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل" دے قرابتدار کو حق اوسکا اور مسکینون کو اور ابن السبیل کو جو حکم اِس آیتہ کا نفس پیغمبرؐ سے متعلق ہے جس مین صاف حکم ہی کہ اے پیغمبرؐ اپنے قرابتدار کو دے مسکینون کو دے ابن السبیل کو دے اگر قرابت دار کو دینے سے مُراد صلہ رحم ہو تو مسکین اور ابن السبیل کے مقابلہ مین صلہ رحم کیون کر سمجھا جاسکتا ہی۔ مگر ہان جب وہ مسکین اور ابن السبیل قرابت دار پیغمبرؐ کے سمجھ لیے جائین۔

اور اِس آیت کے مسکین اور ابن السبیل جب قرابت دار پیغمبرؐ کے سمجھے جائین تو کوئی وجہ نہین ہی کہ آیتہ خمس کے یتیم اور مسکین اور ابن السبیل، قرابت دار پیغمبرؐ کے نہ سمجھے جاوین جنکا ذکر بعد رسولؐ اور ذوی القربی رسولؐ کے آیتہ خمس مین ہی اور جنکے لیے خمس مین حق قرار دیا گیا ہی اگر آیت " ذی القربے حقہ" مین حق سے مُراد صلہ رحم سمجھی جاوے جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو بھی ہمارے مقصود کے خلاف نہین ہوسکتا کہ اِس

حالت مین معنے اوس آیتہ کے یہ ہون گے کہ اے پیغمبرؐ قرابت دار کا حق بہ وجہ
صلہ رحم یعنے قرابت کے دیدے اور وہ حق قرابت کا تمام چیزون مین سمجھنا
چاہیئے اِس لیئے فدک مین بہ وجہ قرابت کے جو حق فاطمہؑ کا تھا اوسکے
دینے کا حکم خواہ مخواہ ماننا لازم آتا ہی۔

مصنف مخاطب مومنین کے قلوب مین وسوسہ ڈالنے کے لیئے یہ تقریر
بھی کرتے ہین کہ "اللہ کی طرف سے اگر ایسے اہتمام کے ساتھ عطیہ ہوتا تو اللہ کی
سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی مگر تعجب
تو یہ ہے کہ جبرئیلؑ جس عطیہ کی سند لیکر آئے وہ تھوڑی سی بے حقیقت
زمین تھی اور سپر طرّہ یہ ہی کہ وہ بھی جناب سیدہؑ کو نصیب نہ ہوئی اور اُسکے
مانعین کی فہرست مین جناب آمہرؑ کا نام بھی درج ہوا"

خدا نے اِس موقع پر اپنے ایک خاص بندہ کو یہ حکم دیا ہی کہ وہ تو میری دوسرے
خاص بندہ کا حق دیدے جیسے کہ تمام بندگان خدا کو حکم ہے کہ جس کسی کے
پاس کوئی حق دوسرے بندے کا ہو وہ اوسکو دیدے اور خدا کا حکم تو اِسی
قدر ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے بندیکا حق اپنے پاس نہ رکھے اور اِس
حکم کے دینے مین کوئی اہتمام نہین۔ لیکن جب کوئی بندہ کسی دوسرے بندیکا
حق دیتا ہی تو اوسکے لیئے یہ سب اہتمام کیا جاتا ہی کہ دستاویز بھی لکھی جاتی
ہی گواہیان بھی کرائی جاتی ہین اور قبضہ بھی دلایا جاتا ہی۔

اِسکے ہم معنے نہین سمجھتے کہ "اللہ کی سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان
کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی" کیا اِسکے معنے یہ ہین کہ جو کوئی بادشاہ کسی حصۂ
ملک کا ہو جاتا ہی اُس حصۂ ملک کا اُسکی بادشاہت مین آجانے سے سمجھا
جاوے کہ خدا کی سخاوت ہی اگر یہی مذہب اسلام مین معنی لیے جائین تو مذہب

اِسلام سے پہلے تمام عرب اور رُوم و شام مین اور مِصر وایران مین سلطنت کسکی تھی اور مذہب اِسلام مین جو حضرت یزید کو سلطنت ملگئی اِن سب سلطنتونکو سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے اپنی سخاوت سے دیدی تھین۔ جس کسی کا ایسا ایمان ہو۔ ہو۔ مگر میرا ایمان یہ ہی کہ خدا نے اپنی قدرت سے آدمؑ کو (ابوالبشر) نہین بلکہ جنس آدم کو، ایسا پیدا کیا کہ وہ قوت بادشاہت کی رکھتا ہے اور دیگر مخلوقات خدا کو جو کچھ رُوئے زمین پر ہے زیر کرنے والا اپنی حکمت و تدبیر سے ہی۔ اوس یہی معنے ہین کہ اِنسان خلیفۃ الارض ہی۔ لیکن اوس نبی نوع اِنسان مین ہر فرد بشر بادشاہ نہین ہوسکتا ہی۔ وہی ہونا چاہیئے کہ جسمین بادشاہت کرنے کے اوصاف ہون اور اُن اوصاف کو خدا نے قرآن مین بتایا ہے[لہ] اب یہ اَمر اِنسانون کے اختیار مین ہے کہ جس کسیکو چاہین باشاہ قبول کرلین خواہ اُسمین اوصاف بادشاہت کے ہون یا نہون یا جس کسی مین اوصاف ہون اور وہ اُن اوصاف کی وجہ سے حق بادشاہت کا رکھتا ہے اُس حق کو غیر حقدار چھین لین تاریخ دنیا مین سیکڑون مثالین اِسبات کی موجود ہین کہ جو لوگ اوصاف بادشاہت کا رکھتے تھے اونکو بادشاہت نہین ملی یا اونکے ہاتھ مین نہین رہی اور دیگر مقامات جورمین منتقل ہوگئی۔

جہان کہین کہ بادشاہت مقام جورمین منتقل ہوئی ہے مصنف مخاطب کے ہم خیال اوس کو اللہ کی سخاوت سمجھین گے مگر ہم نہین سمجھ سکتے۔ سلطنت عرب جو پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُسکے قائم رکھنے کی اپنے اہلبیت مین جسمین علیؑ مرتضےٰ بھی شامل ہین بہت کوشش اور تدبیرین اور بندوبست کیئے۔ منجملہ اونکے ایک یہ بندوبست بھی تھا کہ فدک فاطمہؑ کو دیدیا تاکہ خلافت

[لہ] دیکھو رسالہ روشنی جلد دوم مسئلہ امامت جلد ۵ از صفحہ ۳۰۳ و ۴۱۳ - ۱۳

اہلبیت سے باہر قائم نہوسکے اور وہی بادشاہت تمام جہان مین قائم ہو جاتی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ پر خلیفہ عہد نے فدک کا واپس کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ فدک تمسے واپس دیا نہین جائیگا اور اوسکے حدود وہی بتائے کہ جو اوس عہد کی سلطنت کے حدود تھے پس خدا نے تو اپنی سخاوت مین کچھ کمی نہین کی جسکے مقابلہ مین سلطنت سلیمانؑ کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی اور حق سلطنت کی جسمین سند فدک بھی داخل ہے اور بہت سی سندین جبرئیل لائے ہین جو قرآن مین موجود ہین۔ حقیقت مین ایسی تاجداری پر یہ طرّہ ہے کہ جناب سیدہؑ کو جو اہلبیت مین داخل ہین وہ تاجداری اوسوقت نصیب ہونے نہ دی۔ مگر مانعین کی فہرست مین جناب امیرؑ کا نام کیونکر درج نہین ہوسکتا۔ اُنہون نے جہانتک ممکن ہوا کوشش کی کہ بادشاہت اور فدک اہلبیتؑ پیغمبرؐ مین قائم رہے اور جب وہ خلیفہ ہوئے اور باغیون کا ہجوم تھا اُسوقت بھی اُنہون نے اپنا ارادہ رد فدک کا کہ سلطنت اہلبیت مین آگئی تھی ظاہر فرمایا ہی اونکا نام فہرست مین اوّل اون موئدین کے ہے کہ جنھون نے تائید حق جناب سیدہؑ اور اہلبیتؑ کی کیا فدک اور کیا خلافت مین کی ہے۔

مصنف مخاطب نے اوس پُرانے ڈھکوسلے کے ظاہر کرنے مین بھی کمی نہین کی کہ [1] یہ آیت مکی ہے اور فدک مدینہ مین ملا تھا پھر یہ جوڑ کیونکر صحیح ہوگا لہٰذا اسبات پر درمیان علمار شیعہ اور سُنّی کے پہلے بھی بحثین ہوچکی ہین یہ اَمر محقق ہے کہ قرآن موجودہ کیا ازروئے آیتون کے اور کیا ازرُوئے سورتون کے ترتیب نزول نہین ہے اور نہ ہر آیت کی نسبت یہ لکھا ہے

---

[1] روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۰۰۔

کہ کس وقت اور کہاں نازل ہوئی - یہ بات تو علی مرتضےٰ کو ہی معلوم تھی اور اُنکا جمع کیا ہوا قرآن لیا نہین گیا - ایسی حالت مین کسطرح اطمینان ہوسکتا ہے کہ کون آیتہ مکی ہی اور کون مدنی -

علماء شیعہ نے خود اقوال علماء اہلسنت سے ثابت کر دیا ہی کہ سُورتونکو جو مکی یا مدنی قرار دیا گیا ہے وہ بوجہ غلبہ آیات کے ہی اور ایسا ہوا ہے کہ سُورہ مکی مین کوئی آیت مدنی ہے اور سورہ مدنی مین کوئی آیت مکی ہے - دیکھو تفسیر اتقان علامہ سیوطی جسمین وہ کہتے ہین کہ سورہ مکہ وہی ہے جو کہ مکہ مین نازل ہو اگرچہ بعد ہجرت ہوئے اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین تحت تفسیر آیت - وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ - لکھا ہی کہ مکہ مین نازل ہوئی تھی مگر مکہ مین منبر رسُول خدا کا نہین تھا اور تفسیر کبیر مین سورہ فاتحہ کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سُورہ ایک بار مکہ مین نازل ہوئی - اور دوسری بار مدینہ مین - اور نہج البلاغہ مین ابن ابی الحدید نے بسلسلہ شرح آیت اَلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ کہ جو شروع سورہ عنکبوت ہے لکھا ہے کہ مدینہ مین نازل ہوئی - اور یہ سُورہ عنکبوت بالاتفاق مکی ہے - اور اس سُورہ کو بسبب غلبہ آیات مکی کے مکی کہا گیا ہے اور مثل اُسکے قرآن مین بہت ہے چنانچہ سورہ نحل مکی ہے بالاجماع - مگر تین آیتین آخر کی مدینہ مین بعد یوم اُحد نازل ہوئی ہین -

ابن ابی الحدید نے جو یہ کہا ہی کہ مثل اسکے قرآن مین بہت ہین مین ایک اور مشہور آیتہ کا حوالہ دیتا ہون یعنے آیتہ غار قطعی مکی ہی اور سورہ برات جسمین آیتہ غار ہی قطعی مدنی ہے -

مصنف مخاطب اس آیت زیر بحث کو جو مکی قرار دیتے ہین یہ بیان اونکا غیر محقق اور غیر قابل اطمینان ہے - البتہ یہ آیت سورہ مکی مین ہی

اور یہ ثابت ہوچکا کہ سورۂ مکی مین مدنی آیتین بھی ہین۔

اب مین اپنی تازہ تحقیق لکھتا ہون کہ آیت زیر بحث قطعی مکی ہے۔ فدک پیغمبرؐ کو زمانہ فتح خیبر مین خالصتہً ملا اور اوسیوقت سے اثر ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا پید اہوا یہ واقعہ سنہ ۷ ہجری کا ہے بعد اوسکے سنہ ۸ ہجری مین فتح مکہ کی ہوئی اور فتح مکہ کے وقت پیغمبرؐ مکہ مین موجود تھے اور کچھ مدت تک پیغمبرؐ مکہ مین رہے اور مکہ سے حنین اور طائف کو فتح کرتے ہوئے مدینہ مین تشریف لائے۔

جب مکہ جو اصل دار الامارۃ پیغمبرؐ کا تھا فتح ہوگیا اور خیبر مین فدک پیغمبرؐ کو جو خاصتہ ملا تھا اوسپر حق ملکیت پیغمبرؐ کا مستحکم اور مضبوط ہوگیا تب بعد فتح مکہ کے مکہ مین یہ آیت "وآت ذا القربی حقہٗ" نازل ہوئی اور یہی موقع اس آیتہ کی نزول کا تھا۔ لیکن پیغمبرؐ نے بسبب اسکے کہ اونکو حنین اور طائف کے فتح سے اطمینان نہین ہوا تھا اور فاطمہؑ بھی مکہ مین ساتھ نہین تھین اسلیئے پیغمبرؐ نے عقل چاہتی ہے کہ تعمیل اس آیت کی مدینہ مین پہونچنے تک ملتوی رکھی تھی اور جب مدینہ مین پہونچے تب دوبارہ یہی آیت پھر نازل ہوئی اور پیغمبرؐ نے مدینہ مین فدک فاطمہؑ کو دیدیا اور چونکہ پہلی مرتبہ یہ آیت مکہ مین نازل ہوئی تھی۔ اس لیئے دوبارہ نزول کو یہی اس آیت کے سورہ مکی مین داخل کردیا گیا ہی۔

سنی اور شیعہ دونون کے یہان کی روایتون مین جو یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدارون کی تخصیص چاہی کہ جنکا حق فدک مین سمجھا جائے اور جسکے سبب سے جبرئیل کا نزول وحی لیکر دو مرتبہ سمجھا جاتا ہے وہ قابل یقین کے ہی کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے اور جبرئیل نے پیغمبرؐ کو تخصیص اس

قرابتدار کی بتادی جو فدک مین حق رکھتا تھا۔ اور دوبارہ آیتہ کے نزول کے وقت جو نام فاطمہؑ کا آیت مین ظاہر نہین کیا گیا اس کی ضرورت نہین تھی اسلیئے کہ دوبارہ جو تخصیص نام جناب فاطمہؑ کی ہوئی وہ تفسیر آیتہ کی تھی اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ تفسیر آیتہ کی داخل آیتہ کر دیگئی ہو۔

مصنف مخاطب نے جب یہ دیکھا کہ یہ روایت سنیون کی کتابونمین بھی موجود ہے تو اونکو کوئی چارہ نہین معلوم ہوا بجز اس کہنے کے کہ "سُنیونکی کسی ایسی کتاب مین اوسکا پتہ نہ ملے گا جس مین روایتین معہ سند کے منقول ہوتی ہین بالفرض اگر کسی غیر معتمد کتاب مین ہو تو اوسکے روی شیعہ غالی اور کذاب ہونگے"

جن معتمد کتابون اور معتمد علماء اہلسنت نے اس حدیث کو منقول کیا ہے علماء شیعہ اون کتابون اور ان علماء کا حوالہ اس بحث مین دے چکے ہین مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ اصل ہر روایت کے راوی کو اور اسکی سند کو دیکھتے اگر کسی مین سند نہ ملتی تو اوسکو ظاہر کرتے اور اُسکے راوی کی نسبت کتب رجال سے دکھاتے کہ اوسکے راوی شیعہ غالی اور کذاب ہین اور علما معتمد نے اپنی کتب معتمد مین اپنی نادانی سے اون روایتون اور ان راویون پر اعتماد غلط کیا ہے اور جب تک کہ وہ ایسی تحقیق سے نہ دکھا ئین مجرد قیاس سے کہ جسکا محمول صحیح نہو اپنے یہان کے راویون کو شیعہ غالی اور کذاب کہدینے سے اونکی گلوخلاصی نہین ہو سکتی۔

مصنف مخاطب اسپر بھی تعجب کرتے ہین کہ "ہبہ کے وقت رسولؐ نے دو مردون کو گواہ بھی نہ کر لیا کہ دعوی ہبہ کے وقت گواہی دیتے" دیکھئے جلد اوّل کے پہلے حصہ ضمیمہ مین جہان فدک پر بحث کی ہے وہان بموجب آیتوں کے

جو ہر معاملہ کے لیئے شہادت کا جُدا گانہ حکم ہی بتا دیا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا حکم معاملات دین مین ہوا اور معاملہ بیع مین کچھ نصاب گواہ ہونیکا بتایا نہین گیا صرف یہ کہا گیا ہی کہ گواہ کرلو اور یہ بھی کہا گیا ہی نہ تکلیف دو کاتب کو اور گواہ کو۔ یعنی گواہ اور کاتب کی چندان ضرورت نہین ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب جائداد غیر منقولہ کا انتقال عمل مین آتا ہے تو قبضہ دلا دیا جاتا ہے اور وہی قبضہ دلیل مالک ہوتا ہے۔ اور جناب فاطمہؓ کا قبضہ موجود تھا۔

پس دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی کا قاعدہ معاملہ انتقال جائداد سے متعلق نہین تھا۔ اور نیز قاعدہ نصاب گواہ ہونیکا یا گواہی کے لیئے کا متعلق اہل معاملہ کی ہے قاضی کے لیئے یہ ضرور نہین ہے کہ اہل معاملہ کیلیئے جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے اوسکے بموجب گواہ طلب کرے شہادت کی منظوری کے لیئے صرف مباشرت قلبی قاضی کی کافی ہے جو ایک گواہ یا ایک بیان مدعی یا مدعا علیہ پر ہوسکتی ہے۔

مصنف مخاطب اس طعن شیعون کا اُٹھانا بھی چاہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے جناب سیدہؓ کے گھر جلانے کا قصد کیا تھا اور یہ لکھتے ہین کہ مدار اس طعن شیعون کا ایک روایت پر ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ جناب سیدہؓ کے گھر مین جمع ہوکر یہ مشورہ کیا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ سے خلافت چھین کر علیؓ کو خلیفہ بنادین عمرؓ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ جناب سیدہؓ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ تمام مخلوق مین سب سے زیادہ محبوب ہمکو تمہارے باپ تھے اور اونکے بعد سب سے زیادہ محبت ہمکو تمسے ہے لیکن یہ امر اسبات کا مانع نہین کہ اگر یہ لوگ

تمہارے پاس جمع ہون توبین یہ حکم کرونگا کہ اونپر گھر جلا دیا جائے چنانچہ اسکے بعد جب وہ آئے جناب سیدہؑ نے اونسے کہا۔ یاکہ عمر قسم کہا گئے ہین کہ تمپر گھر جلا دین گے بیشک جو اُنہون نے قسم کہائی ہی اوسکو وہ پورا کرینگے تم یہان سے چلے جاؤ اور اب مت آیو۔"

شیعون کا طعن جناب سیدہؑ کے گھر جلانے کے قصہ۔ حضرت عمرؓ کا یا انکی نسبت جناب سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑی کے جمع کرنے کا یا جناب سیدہؑ کے دروازے پر آگ لگا دینے کا مدار صرف اوس روایت پر نہین ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے نقل کی ہی بلکہ اون معتمد روایتون کتب معتمد علمار جید اور ثقاۃ اہلسنت پر بھی ہے جسکو ہم جلد اوّل (حصہ ۱۱۔ ماہ اگست سنہ ۹۴ صفحہ سبب وفات جناب سیدہؑ و جلد ۴ صفحہ ۵۶ و جلد ۵ صفحہ ۱۳۹ و ۱۵۳ و ۱۵۵) مین مفصل لکھ چکے ہین ۔ گو کتب صحاح مین اون کا پتہ نہو مگر جن کتابون مین اور جن علمار نے اپنی کتابون مین روایات کو لیا ہی وہ محدث ضرور تھے۔ اگر وہ روایات مجہول ہوتین تو وہ محدث اُن روایتون کو ہرگز نہ لیتے۔ مصنف مخاطب کا یہ بیان غلط ہے کہ وہ کسی محدث نے اونکی تصحیح نہین کی یا وہ روایتین مجہول ہین یا کسی دوسری روایت سے اِس مضمون کی تصدیق نہین ہوتی ہمنے بحوالہ کتب اور اونکے علمار کے جو اُن روایات کو یکجا کر دیا ہے اوسکے دیکھنے سے تمام بیان مصنف مخاطب کا غلط ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ جن علمار اہلسنت نے موقع اِس طعن کا روایتون کو اپنی کتب مین درج کرکے دیا ہے اور یہ آگ لگالی ہے وہ مثل طبری اور واقدی اور عثمان ابن ابی شیبہ اور ابن عبد ربہ المغربی اور ابن خزابہ و مصنف کتاب المحاسن والنفاس الجوہری عبد اللہ ابن ابی شیبہ و بلاذری و ابن عبد البر صاحب۔ استیعاب و ابوبکر جوہری

صاحب کتاب سقیفہ و قاضی جمال الدین وصل و ابو الفدا اسمعیل بن علی بن محمود صاحب کتاب المختصر و ابن قتیبہ و ابراہیم بن عبد اللہ مینی الشافعی صاحب کتاب الاکتفا و سیوطی صاحب جمع الجوامع و ملا علی متقی صاحب کنز العمال و شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء وغیرہم ہین ۔

جس روایت کو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی وہ جس کتاب مین ہی اسکو مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ "اُسمین ہر قسم کی روایتین یہانتک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین اور نادرالوجود ہونے کی وجہ سے اِس کتاب مین تحریف ہونے کا احتمال ہی اِسلئے یہ قصّہ ہمکو مسلم نہین"۔

مصنف مخاطب کی مراد اس کتاب سے یا تو ازالۃ الخفا ہی یا تصنیف ابن ابی شیبہ ہی جس سے کہ صاحب ازالۃ الخفا نے لیا ہی۔ اُسمین اگر ہر قسم کی روایتین یہان تک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین تو مصنف مخاطب کا ایسا اقبال اپنے یہان کے علماء کی نسبت شیعونکا دل خوش کرنے والا ہی لیکن مصنف مخاطب اپنا جی اِس بیان سے خوش نہین کرسکتے کہ "اِس روایت کا پتا صحاح مین نہین ہی" صحاح مین بھی بہت کچھ جھوٹی روایات کے علمای اہل سنت قایل ہوچکے ہین اگر اُسمین بھی اِسکا پتا ہوتا تو مصنف مخاطب وہی کلمہ اُنکی نسبت بھی لکھ سکتے تھے جو غیر صحاح کی نسبت لکھا ہی۔ دراصل اِس زمانے کے علماے اہل سنت کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جس روایت کو ایسا پاتے ہین کہ جس سے طعن اُنکے مذہب پر آوے خواہ وہ روایت صحاح کی ہو خواہ غیر صحاح معتمد علماء کی جھوٹ کا آلہ ہاتھ مین لیکر گریز کرجاتے ہین۔ ورنہ قابل غور ہی کہ جب بڑے بڑے علماء سابقین اپنی تصانیف مین احراق خانۂ فاطمہ کے متعلق روایات درج کرچکے اور وہ مطابق روایات کتب اہل شیعہ و معتزلہ کے بھی ہین تو کیسے سمجھا جاسکتا ہی

کہ وہ روایات جھوٹ ہیں یا نادر الوجود ہیں یا تحریف کا احتمال ہی۔
شیعون کو یہ قدرت کس روز نصیب ہوئی ہے کہ وہ اِن تمام کتابونکو جمع کرکے اُس مین تحریف کرسکین۔ اور اِس قصّہ سے کیونکر انکار ہوسکتا ہی جیساکہ مصنف مخاطب نے انکار کیا ہے اور یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "جس طعن کا مدار ایسی غیر معتمد روایت پر ہو وہ قابل جواب نہین ہے" کسیکی نگاہ مین وقعت نہین رکھ سکتا۔ جبکہ مدار اِس طعن کا ایسی روایتون پر ہے کہ جنکو اکثر علماء اہلسنت نے لیا ہی تو ایسا طعن درحقیقت لاعلاج اور لاجواب ہے۔

یہ ابن ابی شیبہ وہ شخص ہی کہ فضل وجلالت واعتماد واعتبار اوسکا ایسی اشہر ہے کہ بخاری اور مسلم نے اُسی سے روایات کو اخذ کیا ہے اور اپنی صحیحین مین اُسکی احادیث پر اعتماد کرکے لائے ہین اور ایسے ہی۔ ابوداود۔ نسائی۔ اور ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی صحاح مین اُس سے اخراج روایات کا کیا ہے۔ اور علامہ ذہبی کاشف مین لکھتے ہین کہ "اوسکی نسبت کہا ہے کہ ہمنے اوس سے زیادہ یاد رکھنے والا نہین دیکھا اور وہ ان ہمین احفظ تھا جن لوگون کو کہ ہمنے پایا وہ ثقہ اور حافظ صاحب تصانیف تھا" یافعی مرآۃ الجنان مین اوسکی نسبت یہ تحقیق کرتے ہین کہ "وہ امام ایک ہی علاموں مین سے صاحب تصانیف کبار ہے ابوزرعہ نے کہا کہ اوس سے زیادہ کوئی یاد رکھنے والا نہین دیکھا۔ اور ہمارے زمانے مین علم حدیث چار شخصون پر منتہی ہوا ہے ابوبکر بن شیبہ سیر حدیث مین یکتا تھا اور ابن معین جمع کرنے مین۔ اور ابن المدینی اعلم۔ اور احمد بن حنبل فقیہ" اور صاحب فیض القدیر نے بھی شد ومد سے اسی ابن شیبہ کی توثیق کی ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین مین جو کچھ اونکی نسبت لکھا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے جو اوپر ابن ابی شیبہ

کی نسبت لکھا گیا ہے ایسے شخص کی روایت کو غیر معتمد سمجھنا اور اس قصہ کو مسلم نہ ماننا مصنف مخاطب کی ہی جرأت ہے۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے مقولہ کی یہ تعبیر بھی کرتے ہین کہ وہ کہ انھون نے یہ کہا کہ گھر جلا دون گا۔ یہ نہین کہا کہ جناب سیدہؑ کا گھر اونپر جلا دونگا۔ تہدید فقط اونکو تھی نہ جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ کو۔ جناب سیدہؑ کے گھر جلانے سے کیا تعلق۔ اور انپر بھی گھر جلانا مقصود نہ تھا۔ اس محاورہ کا استعمال فقط ڈرانے اور دھمکانے کے لیے تھا۔

یہ تعبیر طعن اور الزام سے بچا نہین سکتی جو لوگ کہ جناب سیدہؑ کے گھر مین جمع تھے یا جمع ہوتے تھے اون پر گھر جلا دینے کو حضرت عمرؓ نے کہا تو مقصود حضرت عمرؓ کا اُس گھر کے جلا دینےکا ہوا کہ جو گھر جناب سیدہؑ کا تھا۔

ابن قتیبہ نے یہ روایت کی ہے کہ جب عمرؓ نے یہ کہا باہر آؤ تم اور نہین گھر کو اور جو کوئی ہے اُسمین اُسکو مین جلائے دیتا ہون۔ لوگون نے کہا کہ فاطمہؑ اس گھر مین ہے حضرت عمرؓ نے کہا اگرچہ ہوئے اور ابن خرابہ نے لکھا ہے کہ وہ جب عمرؓ نے یہ کہا کہ جلا دونگا مین اوسکو اور جو کوئی کہ اُس مین ہے۔ راوی نے کہا کہ اُس گھر مین تو فاطمہؑ او علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور گروہ اصحاب النبیؐ سے مین پس کہا فاطمہؑ نے آیا جلا دیگا تو مجھپر اور میرے بچون پر۔ کہا قسم خدا کی ہان کتاب عقد فرید مین ابن عبد ربہ نے یہ لکھا ہے کہ وہ بھیجے عمرؓ ایک چنگاری آگ کی اس ارادے سے کہ جلا دین اُنپر گھر کو۔ پس ملین فاطمہؑ عمر کو اور کہا اے پسر خطاب تو اسلیے آیا ہو کہ جلا وے تو گھر ہمارا۔ کہا ہان۔ اور اسی طرح علامہ ابوالفدا اور علامہ بلاذری نے لکھا ہو۔

ایسی حالت مین یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہو کہ وہ گھر جلانے کا مقولہ حضرت

عمر کا صرف اُن لوگون پر تھا کہ جو اُس گھر مین جمع تھے نہ جناب سیدہؑ اور جناب امیر پر" جبکہ روایات مین صاف وصریح ہے کہ علیؑ مرتضے اور جناب سیدہ اور حسنینؑ پر بھی گھر جلانے کا اقرار حضرت عمر کا موجود ہے"

یہ امر کہ حضرت عمر کا ایسا کہنا صرف دھمکی اور تہدید اور ڈرانے کے لیے تھا اور گھر جلانا مقصود نہ تھا" ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا بدتر گھر جلانے سے ہی کہ جس تہدید اور دھمکی اور ڈرانے پر جناب فاطمہؑ کو یقین ہوجائے کہ جسین حضرت عمر نے قسم کھاکے ایسا امر ظاہر کیا ہے۔ اور ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا فاطمہؑ کو برابر اسکے ہی کہ جیسے کوئی پیغمبرؐ کو تہدید کرے یا دھمکی دے۔ اور ڈراوے۔ اسی جگہ سے سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا کس بات کو لازم آتا ہی۔

مصنف مخاطب اخیر مین یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ " سابق ثابت ہوچکا ہے کہ جناب امیرؑ کو خلافت ابوبکرؓ سے تعرض کرنا ہرگز منظور نہ تھا اور عباس اور ابوسفیان نے جب یہ راے دی تھی تو جناب امیرؑ نے اس خیال کو فتنہ بتایا تھا۔ بلکہ جناب امیرؑ اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو لوگ کہ خلاف ابوبکرؓ کے راے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیرؑ کی راے کے مخالف ہونگے۔ پس عمرؓ نے اُن لوگونکو دھمکایا کہ جو جناب امیرؑ کے راے کے مخالف تھے۔ کیا عجب ہی کہ جناب امیرؑ نے خود ہی عمرؓ سے یہ تحریک کی ہو کہ اُن لوگون کو دھمکا دو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورے کے لیے جمع نہوا کرین واللہ اعلم بالصواب "

جلد ششم کے شروع مین جو ہمنے بحث کی ہی اُس سے واضح ہوجاتا ہے کہ جناب امیرؑ کو خلافت حضرت ابوبکرؓ سے اِس حیثیت سے تعرض کرنا کہ تلوار لیکر

یا اپنے ساتھ ایک گروہ قائم کر کے خلافت ابو بکرؓ پر حملہ کرین منظور نہ تھا اور خصوص اُسوقت مین کہ عباس اور ابو سفیان نے جب ایسی راے دی تھی کہ اُسوقت علی مرتضےٰؑ کے ایسا کرنے سے قومی سلطنت مسلمانون کی جو قائم ہوئی تھی وہ تباہ ہو جاتی[۵۱]۔ اور جناب امیرؑ نے خود خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فتنہ بتلایا ہے[۵۲] اور اُسوقت شور و شغب اُن لوگون کا زیادہ تھا جنکو مانعین زکوٰۃ کہا جاتا تھا اور اُن لوگون کا جو مرتد ہو گئے تھے۔ ایسے وقت مین علیؑ مرتضےٰ کی بیشک یہ راے تھی کہ سکوت اور صبر کیا جائے اور قومی سلطنت مسلمانون کو تباہ نہ کیا جائے۔

ہم پہلے[۵۳] یہ بھی دکھلا چکے ہین کہ جسوقت مدینہ پر عہد حضرت ابو بکرؓ مین اہل ارتداد نے اور مصنوعی پیغمبر کے لشکر نے حملہ کیا ہے اُسوقت علیؑ مرتضےٰ تائید مذہب اسلام اور قومی سلطنت کے لیے مستعد جنگ ہوئے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی کوئی ذاتی حمایت اور مدد نہین کی نہ اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کرے اس حیثیت سے کہ اُنکی خلافت کو جائز اور صحیح نہ سمجھتا ہو۔ اسلیے کہ خود علی مرتضےٰؑ اُنکی خلافت کو جائز اور صحیح نہین سمجھتے تھے جیسا کہ اُنکے اکثر ارشادات سے ثابت ہو چکا ہے[۵۴]۔ البتہ قومی سلطنت کو جو کوئی تباہ کرنا چاہے اور دین اسلام سے مرتد ہو جاوے اُس سے لڑنا علی مرتضےٰؑ پسند کرتے تھے۔

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ جو لوگ خلافت ابو بکرؓ کی مخالفت کی راے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیرؑ کی راے کے

[۵۱] جلد ۵ صفحہ ۷۰ اخط علیؑ مرتضےٰ بنام معاویہ ۱۲ [۵۲] جلد ۴ صفحہ ۴۳۵ - ۲۱ - ۵۷
[۵۳] جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ - [۵۴] جلد ۴ صفحہ ۴۳۶ -

مخالف ہون گے اور حضرت عمرؓ نے اُن لوگون کو دھمکایا جو جناب امیرؑ کی رائے کے مخالف تھے ؛ یہ معاملہ اُسوقت کا ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے لیئے یہ کوشش ہوتی تھی کہ سب لوگ اور بنی ہاشم اور علیؑ مرتضےٰ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلین - اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت تمام نہین ہوچکی تھی - اوسوقت علیؑ مرتضےٰ کی ایسی رائے ہوتی تو خود علیؑ مرتضےٰ اور بنی ہاشم اور بعض دیگر اصحاب پیغمبرؐ کہ جو تابع مرضی علیؑ مرتضےٰ کے تھے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے اور جو لوگ کہ علیؑ مرتضےٰ کے گھر مین مشورۂ خلافت کے لیے آتے تھے اونکو خود علیؑ مرتضےٰ منع کر دیتے - اور علیؑ مرتضےٰ نے جو مرتدین اور مخالفین دین اسلام سے عہد ابو بکر مین جنگ کی ہے وہ اُسوقت کا معاملہ ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ عام طور پر خلیفہ قبول کرلیے گئے تھے اور بعد وفات جناب سیدہؑ علیؑ مرتضےٰ سے بھی مصالحت ہوگئی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ علیؑ مرتضےٰ سے طلب بیعت نہ کرینگے اور علیؑ مرتضےٰ اونکی خلافت مین خلل نہ ڈالین گے - پس یہ خیال مصنف مخاطب کا بغیر کسی سند کے محض ایک واہمہ ہے کہ یہ کیا عجب جناب امیرؑ نے خود ہی عمرؓ سے یہ تحریک کی ہو کہ اون لوگونکو دھمکادو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورہ کے لیئے جمع نہ ہوا کرین ؛ ایسا واہمہ قبول کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ علیؑ مرتضےٰ خود بانی اسکے ہوئے کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کا گھر اون پر جلادو یا انکو ایسی دھمکی دو - حالانکہ ایسا واہمہ علیؑ مرتضیٰ کی نسبت کسیطرح قبول نہین جاسکتا جب تک کہ یہ قبول نہ کرلیا جائے کہ کسی وقت مین علیؑ مرتضےٰ پیغمبرؐ کی نسبت اونکا گھر اونپر جلادینے یا پیغمبرؐ کو ایسی دھمکی دینے کا مشورہ اور صلاح حضرت عمرؓ کو دے سکتے تھے -

خود علی مرتضےٰؑ اور حسنینؑ اور فاطمہؑ کا اُن لوگون کو منع کر دینا کافی تھا۔ حضرت عمرؓ سے اُسمین مدد لینے کی کوئی ضرورت نہین تھی اور نہ اسکی حاجت تھی کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو علیؑ مرتضےٰ ایسی دھمکی دیتے مین شریک ہون۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ مصنف مخاطب اپنے ان قیاسات کو جو کچھ اُنھون نے اپنے اِس رسالہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ مین مخالفت شیعون کے لکھے ہین اُسکی صحت پر وہ خود مطمئن نہین ہین اور اُنکو خلاف محل قیاس جانتے ہین اسیوجہ سے اُنھون نے اخیر مین یہ لکھدیا ہے "واللہ اعلم بالصواب" اور ایسا لکھنا اُنکا ٹھیک بھی ہے اِسلیے کہ وہ ائمہ اہلبیت اور ابناء پیغمبر سے کچھ نہین لیتے ہین جہانسے کہ شیعہ لیتے ہین اور ہر امر پر شیعون کو ویسا ہی یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے پیغمبرؐ کے فرمودے پر۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَالْاَئِمَّۃُ الْمَعْصُوْمِیْنَ حُجَّۃُ اللّٰہِ

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ۔

یادداشت واضح ہو کہ یہانتک جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کی مضامین کی متعلق بحث ختم ہو گئی اگرچہ اِس بحث نے ابھی جلد ہفتم مین صرف ایک چوماہی کے ہی نمبر ونکو ختم کیا ہی لیکن ان نمبر انکو نصف اوّل جلد ہفتم سمجھنا چاہیے تاکہ اِس امر کی سمجھنی مین آسانی ہو کہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کی مضامین کے متعلق اِس حصہ نصف اوّل جلد ہفتم مین بحث ختم ہوئی ہی جلد ثالث نصیحۃ الشیعہ کی بحث کا سلسلہ آیندہ نمبران ہی جلد رششی مین شروع کیا جائیگا اور وہ حصہ نصف ثانی جلد ہفتم کا ہوگا لہذا یہ حصہ اسی جگہ پر ختم کر کے مومنین کی سُرور کیلیے ایک قصیدہ منقبت جناب امیرؑ مین لکھا جاتا ہی جو مبارک مجلس صدر انجمن امامیہ کی سالانہ جلسہ عید غدیر کے موقعہ پر ہمارے دوست میرزا کاظم حسینؑ محشر نے اپنی تازہ تصنیف سے پڑھا تھا۔ مرزا قزلباش۔ اڈیٹر۔

قصیدہ مشتمل بر مناظرۂ عاشق و معشوق منقبت وصی مصطفی نفس حضرت خیر الوری یعنی علی مرتضی روحی لہ الفدا

بے طلب جاتا ہون سوئے بزم یار نازنین
شوق رسوائی ہی دامنگیر جذب دل نہین

دل بڑھاتی جاتی ہین بڑھ بڑھ کی ہر دم حسرتین
ہر قدم پر دیتے ہین ارمان صدائے آفرین

اضطراب شوق نی دی قوت رفتار برق
غیر ممکن ہی کہ اب دم بھر ٹھر جاؤن کہین

عجلت امید و حسرت ہی کہ یہ اعجاز ہے
ہر قدم مین ہوتی ہی طی ایک منزل بھر زمین

بڑھ کی قسمت نی صدا دی کعبہ مقصود ہے
جلد رکھ فرط ادب سے آستانی پر جبین

بوسہ کیسا اور ادب کیسا کہان کیسی عقل
کھل گیا مارے خوشی کے غنچہ قلب حزین

بزم جانا نین گیا یہ بلبل شوق اس طرح
جیسے بیکس کی دعا جاسوئے عرش برین

بزم وہ جسکی فضا پر روضۂ رضوان نثار
پھر تماشا ہم بتان گر حور آ نکلے کہین

بیٹھنے ہی کو تھا چھپکر اس ستم ایجاد سے
اتفاقاً پڑ گئی مجھپر نگاہ خشمگین

اب کہان تاب تحمل بس قیامت ہوگئی
غیر سے کہنے لگا دیکھو یہ محشر تو نہین

بے بلائے بزم مین آیا اور اسپر یون نڈر
جس طرح ممکن ہوئی آ و اسے میکر قرین

خود چلا این پھر تو بن کر قیدی امید و بیم
ڈرتے ڈرتے آخر آیا پیش یار نازنین

آنکھ چار اس ظالم بیگانہ خو سے جب ہوئی
مجرمون کیطرح نیچی کی نگاہ شرمگین

خنجر ابرو کو ناز حسن نے کھینچا ادھر
یہان نیاز عشق نی دلکی سپر لی وقت کین

ہوکے برہم یہ کہا سن تو سہی او بے ادب
کیون چلا آیا یہان محفل عشرت قرین

مجھسے اور دعوائے الفت کیا خدا کی شان ہے
ذرے کو خورشید سے ہرگز کوئی نسبت نہین

تو بظاہر ایک باطن دلمین بزنیت کچھ اور
اسطرح کی عاشقی کا ہم کو خاک آئے یقین

تم وہ ہو بدنام کردو ساری دنیا میں اُسے
رحم کھا کر جو بٹھائے ایکدم اپنے قرین

روز کا مرنا تمہارے سامنے ایک کھیل ہے
روز کہتے ہو کہ نکلی جاتی ہے جان حزین

کیوں ہمیں تو کرتے ہیں وعدہ وفاداری کا بھی
کیوں شکایت بھی شب فرقت کی کرتے ہیں ہمیں

کونسے تارے ہیں وجہ جنبش دیوار و در
کونسی آہیں ہیں رخنہ ساز چرخ ہفتمین

کیا تمہارا ہی وہ دل ہے باعث آزار خلق
شعلۂ نار سقر ہے جس کی آہ آتشین

خوب ہی سمجھے حقیقی اور مجازی کے رموز
خوب اس سودے میں کی برباد ہی دنیا و دین

پختہ کاری جنون اور یہ خیال خام واہ
میرے عاشق بنکے آئے شکر رب العالمین

سچ کہو چشم حقیقت بین اگر رکھتے ہو تم
دوسرا دیکھا ہے مجھسا کوئی عالم میں حسین

حیرت افزای جہان کیونکر نہ ہو صورت مری
آئینہ ہے مجھسے گویا صنعت حُسن آفرین

میرے ہی دم سے ہوا ہے بزم عالم کو فروغ
میرے ہی رخ پر فدا ہیں ماہ و خورشید مبین

حالت نرگس ملانے پھر یہ روشن ہو گئی
باغ میں مجھسے لڑائی تھی نگاہ سُرمگین

کون ہے وہ جو نہیں میری جوانی پر نثار
کون ہے وہ جو نہیں کھو بیٹھا دنیا و دین

نقش حُب ہے بہر عاشق میرا ہر نقش قدم
میرا درد عشق دار وے دل اندوہگین

مژدہ وصلت میرے منہ سے ہے کار عیسوی
بارہا زندہ ہوئی ہے میت قلب حزین

میری کوچہ کو زمانہ کہتا ہے باغ بہشت
میرے گھر کے اَوج پر صدقے ہے قصر حور عین

سنکے یہ میں نے کہا او مست صہبائے غرور
حُسن عارض پر رعونت ایسی زیبا نہیں

ہو کسیکو خاک یکتائی کا دعویٰ خلق میں
عیب ہر صورت میں ہے جز ذات صورت آفرین

فتنہ پردازی تمہاری مدتوں سے ہے عیان
حضرت آدم سے چھوٹا گلشن خلد برین

حُسن پرخوش قامتی کے اس قیامت کا غرور
پاؤں رکھتے ہی نہیں نخوت سے بالائے زمین

صاف تو یہ ہے کہ ہمسے شاعروں کو دو دُعا
کہدیا رخ کو جنھوں نے رو کش ماہ مبین

خُود ہی اپنے دل میں سمجھو تو گیسوئے دراز
ہمسے گر پوچھو تو کہدیں ہیں یہ مار آستین کے

یہ جو انکا زمانہ چلتی پھرتی چھاؤن ہے
آنکھ سے جسکو ابھی دیکھا ابھی کچھ بھی نہین

پھر زلیخا کی طرح تم خود کرو ظاہر شوق
سامنے سے بھاگ گئے جو آوے یوسف دل فریب

اپنے گھر بیٹھے رہا تمکو مسیحائی پر ناز
سیکڑون بیمار فرقت چھپ گئے زیر زمین

دلفریبی کے لیے چلتے ہوئے جادو یہ ہین
نام رکھا ہی یہ لکر جنکا چشم سرمگین

شاد ہوتے ہو جو شاعر تمکو کہتے ہین صنم
اب ذرا ایمان سے کہنا یہی ہی طرز دین

بیوفائی سی ہزارون کو بھنور لوا دیا کہ
کج ادائی سی کیا خون دل اندوہگین

کیا سمجھکر اپنی کوچے کو کہا رشک بہشت
خواب مین بھی تمنے دیکھا ہے کبھی خلد برین

مجھکو دعوی ہی کہ مین ہون رونق بازار عشق
مین یہ سودا خریدا بیچ کر جان حزین

مجکو زیبا ہے زبان سے لون اگر نام وفا
جان جائے پر نہ چھوڑون دامن صدق و یقین

محفل عالم مین کیا ہوتا فروغ شمع حسین
بجھتا پروانہ نہ گر میرا دل اندوہگین

جان دیکر عاشقی کو مین نے زندہ کر دیا
میرے منت کش ہون گر انصاف رکھتے ہون حسین

لو ادہر آؤ دکھا دون مین تمھین داغ جگر
تو سہی شرما کے مغرب مین چھپے مہر مبین

اپنے سینے مین تہ رکھتا ہون دل پر داغ مین
خود کہے رضوان جیسے گلدستہ خلد برین

بے اثر کہتے ہو نالون کو میرے یہ تو کہو
تھامتا تھا کون بیتابی سی قلب نازنین

مین وہ دیوانہ جہان بیٹھا ہون راہ عشق مین
ننگ ہے گر قیس و وامق کو بنا ہون ہمنشین

تمکو حسن صورت اور مجکو ملا سیرت کا حسن
اب اگر اٹھے تو مین دیکھون نگاہ شرمگین

شرط یہ ہی لاف بیجا سے اگر توبہ کرو
اپنے اس دعوی کا دلوا دون ابھی تمکو یقین

بادۂ پندار کا نشہ تمہارے سر مین ہی
مین ہون سرمست مئے حب امیر المومنین

میری آنکھونکی مقدر مین ہی دیدار نجف
میرے نظارے کی وادی وادئ ایمن نہین

کون امیر المومنین فرمانروا ملک شرع
ہادی اول علی یعنے امام المتقین

وہ علی روشن ہین عالم بھر پہ جسکے معجزے
جنکا ایک بندہ ہی ہر حالتمین خورشید مبین

آپکو فاقون مین خالق نے وہ قوت کی عطا توڑ ڈالا باب خیبر صورت نان جوین ؏
آپکی شمشیر و ضربت کا ہی یہ بھی معجزہ کم ہوا کنگرہ نہ زور بازو کی روح الامین
زال دنیا پر نہ کی ادنے توجہ آپنے اسقدر تھا شوق وصل شاہ ایمان و دین
آپکے رخ کی ثنا شبکو پڑھی جائے اگر اشتیاق سمع مین ہو رتبت مہر مبین
طاعت اسکی فہم انسانی مین کیونکر آسکے جسکے ہوتے کو خدا فرمائے زین العابدین
کیا عجب ذہن رسا سی ہو جو کار جبرئیل مطلع نو کا تصور ہو گیا دل مین مکین
اب نہین دشوار مضمون حقیقی کا شکار ؏ وہ کمند فکر جا پہونچی سر عرش برین

آپ کو شاہی مبارک ای خدیو مسلمین ؏
ہو مبارک مومنونکو نعمت تکمیل دین

آگئے جبرئیل مثل رحمت پروردگار اپنے دل ہی دلمین ہین بشاش ختم المرسلین
عارض پر نور سے طالع ہی عشرت کی سحر صاف ظاہر ہو گیا آج آگئی عید مومنین
عید وہ مشہور عالم جو کہ ہی عید غدیر عید وہ جسکی تجلی سے ہوئی روشن زمین
ہو گئی تبلیغ احکام خداوند کریم ہو گئے مالک خدائی کے امیر المومنین
جانشین حضرت خیر الوری ایسا تو ہو وان ہو اشق القمر یان رجعت مہر مبین
ہو جسکے جسم و دم وصی مصطفے ممبر پہ آپ ششجہت مین گونج اٹھا آوازہ شرع مبین
ہی حسد سی آپکے دنیا مین دوزخ کا مزا کیون نہ انگارون پہ لوٹین شکستہ اعدای دین
ہو ازل کی صبح یا معراج یا شام ابد آپ سے ہی زینت درگاہ رب العالمین
اسلیئے در پردہ تھی معراج مین احمد کیساتھ نفس کی فرقت کسی صورت ہو سکتی نہین
باے بسم اللہ کی تفسیر سے روشن ہوا ہین نہان دلمین علوم اولین آخرین
آپ وجہ اللہ ہین فضل خدا سے ای حضور حل مشکل مین نہون کیونکر رگ جان کے قرین
ہو گئی اس پل مین تکمیل رموز معرفت آپنے جسوقت کی تعلیم جب جبرئیل امین ؏

دامن نیسان ادب کے ماری کیونکر سائل
بتکدہ یکو آپنے کعبہ بنایا ہاتھون ہاتھ
بی تکلف مہد مین اژدر کو دو ٹکڑے کیا
کیا اٹھاتے آپ کی برق نگہ کے رنج و
آپ کیا پیدا ہوئے گویا نصیبا جاگ اوٹھا
عالم انوار مین کی ایسی تسبیح خدا
دیکے سائل کو انگوٹھی آپنے وقت نماز
آپ مفلس کو دکھائین معجزے کی شان اگر
نور سے اونکے ازل مین گر نہ کرتا اقتباس
آپکے سایے سے کھینچی حسن یوسف کی شبیہ
چارہ سازی کا اثر بخشین جو ظالم کو حضور
سامنے جسکے سلیمانی ہی شکل مور ہے
حکم سے جو آپکے عالم مین سرتابی کرے
اے معاذ اللہ جس دلمین نہو اونکی ولا
متحد یا اللہ تھے یون احمد مرسل سے آپ
شعلۂ قہر آپکا ہو مائل رفعت اگر
شمع بزم حسن مولا کا اگر اٹھے دھوان
گر کسیکے معجزے سے گنگ بول اٹھا تو کیا
ہون مریض جان بلب کے آپ گر تیماردار
انبیا نے جس جگہ ظاہر کیا عجز و ادب
شاہد رعب آپکا پھینکے اگر تیر امان

وقت بخشش دامن رحمت ہے انکی آستین
اس ید اللہی کے صدقے تھے کیون نہون اعدائے دین
بچپنے مین یون دیکھایا زور رب العالمین
ہوتے گر لاکھون حجاب پردۂ صدق و یقین
عرش پر کیون فوق لیجائے نہ کعبہ کی زمین
ہوگیا جس سے حقیقت دان دل عرش برین
مول لیلی کل متاع قرب رب العالمین
سنگریزی اوسکے دامن مین بنین در ثمین
عالم افروزی نکرتی ماہ تابانکی جبین
ای تعالی اللہ زور خامۂ حسن آفرین
سوزن بخیہ ستمگر کا ہو تیر دلنشین
آپکی وہ سلطنت ہے ای شہ دنیا و دین
صورت گردون ہو اسکی یا انکی دشمن نشین
بخشش انکی پھر کسی صورت سے ممکن ہی نہین
نفس آئینہ مین جس صورت سے ہو جوہر مکین
ٹکڑے ٹکڑے ہو برق خرمن زمین ہو آکر جا انگشتری
خاند مین کاجل بنائین اوسکو لیکر حور عین
آپکے فضل تکلم سے ہولی گویا زمین
دی خبر صحت کی پھر کر ہر نگاہ واپسین
ملے کیا ہی آپنے وہ بادۂ علم و یقین
اپنے دل سے ہاتھ اٹھالین [illegible] ہوا [illegible]

فخر سے کہتے رہیں وہ جو ہو جلوہ دار آپ کا
بیشک [illegible]

کاٹ کر جبریل کے پر چپ ا[illegible]
[illegible]

حضرت موسیٰ کی جو حسرت بر آئی [illegible]
[illegible]

ادعا قوم مغیری کا کئے دیتا ہی صاف
[illegible]

آپکے دم سے ملا آدم کو ہستی کا لباس
آپکے [illegible]

حشر میں پھر دیکھوں کھینچے کس طرح ناز بقد
[illegible] اگر [illegible]

بس بس ای محشر کلام مختصر ہے کام ہے
[illegible]

یا الٰہی آنکھیں ہیں جبتک کہ محو دید ہیں
عشق کی [illegible] ہیں جبتک [illegible]

عاشقو نکو اپنے معشوقوں کی جبتک ہے تلاش
کام لیں جبتک عالم میں [illegible]

جتنے مومن ہیں طواف روضۂ شہ میں ہیں
لکھتی ہو قسمت مبارک فادخلوہا خالدین

التماس

میں نے متواتر کیا رسالہ ہذا میں اور کیا پرائیویٹ تحریر کے ذریعہ سے جلد ششم ۹۹ء کے چندہ کی بابت بادب گذارش کی مگر افسوس ہے کہ میری گذارش پر توجہ نہوئی اب پھر التماس ہے کہ براہ کرم چندہ واجب الادا جلد عطا فرماکر رہین منت فرمائیے ۔ الراقم مرزا اقزلباش

عماد الاسلام — علم کلام کی مشہور و معروف کتاب تصنیف جناب مرحوم غفران مآب
مولوی سید دلدار علی صاحب طاب ثراہ ہے جس میں دہریین و طبیعین وغیرہ کی شبہات کو
حکیمانہ حیثیت سے دفع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی تھی اب خاندان اجتہاد کے بھی
چند ناموروں نے ایک جزو ماہوار چھاپنے کا [illegible] سے انتظام کیا ہے جس کی قیمت سالانہ عہ علاوہ
محصول ڈاک [illegible] ہے۔ اگر یہ کتاب ترجمہ ہو کر چھپتی جیسی کہ زمانے کو ضرورت ہے۔ تو میں
خیال کرتا ہوں کہ مفید عام ہوتی کیونکہ زبان عربی کے جاننے والوں کی تعداد اس زمانے
میں بمقابلہ [illegible] اگر دنیا [illegible] دیکھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ
[illegible]